وج فرانس 1598ع سے 1715ع 925

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

عروج فرانس

سنہ ۱۵۹۸ء سے سنہ ۱۷۱۵ء تک

مصنفۂ

ایچ۔ او۔ ویکمین ایم۔ اے

مترجمۂ

مولوی سید فخر الحسن صاحب بی۔ اے

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۴ف م سنہ ۱۹۲۵ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز رائی ونگ ٹنز کمپنی کی اجازت سے
جن کو حقوق کاپی رائٹ حاصل ہیں
ترجمہ و طبع کی گئی ہے

تنقید ناظرِ مذہبی

حاشیہ یہ کتاب ترکوں کے متعلق ایک طرف تو یہ تعلیم دیتی ہے کہ اُنھوں نے علاقہ جات مفتوحہ پر اپنی حکومت قائم کی. مگر اس کے نیچے قدیم قوانین، قدیم مذہب اور قدیم رسمیں موجود تھیں۔ اپنی ماتحت ریاستوں کو اس قدر آزادی دے رکھی تھی جتنی کہ حکومت برطانیہ بھی ہندوستانی دیسی ریاستوں کو نہیں دیتی"۔ (ص ۲۶۶) ان کا مذہب ایسا تھا جس نے شاید ہی کسی ظلم کو روا رکھا ہو"۔ (۲۶۷)

اور دوسری طرف بتایا ہے کہ وہ "بحری ڈاکو" تھے۔ "لوٹ مار کرتے تھے" (۲۶۳) مسیحی تویا میں غلام بنائی جاتی تھیں" (۲۶۴) اُن کے سلاطین "پرلے درجے کے ظالم" (۲۶۷) ان کے جاں نثار مجاہدین "نیم مجذوب" (۲۶۸) ان سے لڑنا "تسخیر ملحدین" (۲۶۴) ان کی حکومت "مسیحیت و تہذیب کے لئے عام خطرہ" تھی (۲۸۲) اور وہ یورپی تہذیب کو تباہ و برباد کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے (۲۶۹) و مثل ذلک۔

مولف کا پورا احترام کرتے ہوئے میں اس حقیقت حال کو طلبۂ جامعہ کے روبرو پیش کرتا ہوں کہ مسلمان خواہ ترک ہوں یا تونسی و جزائری، ان کے "بحری ڈاکے" صرف انھیں قوموں تک محدود تھے جن کے ساتھ وہ برسر جنگ ہوتے تھے۔ ممکن ہے کسی غلط فہمی کے باعث شاید اس کلیہ میں بعض مستثنیات بھی ملیں، مگر یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس کی کسی قوم کے لئے بحری ڈاکو ہونا کوئی نئی بات نہ تھی۔ ترکوں سے پہلے بھی اور بعد کو بھی یورپ کی قوموں کا

یہ پیشہ رہ چکا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ پہلے یورپ ہی نے حروب صلیبیہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو شام و فلسطین وغیرہا میں غلام بنانے کی کوشش کی تھی جس کا جواب بالمثل دینا ضروری تھا۔ مصنف کو غالباً معلوم نہیں کہ مسلمان اپنے غلاموں کا درجہ آزادوں سے بھی بڑھا دیتے تھے۔ ان کے ہاں غلامی ایسی نہ تھی جس سے نجات ملنی مشکل ہو۔

اس عہد کے یورپ کی تاریخ دیکھ کر موازنہ کر لیجئے کہ جن لوگوں کو "ملحد" اور "پرلے درجے کے ظالم" اور "نیم مجذوب" کہا گیا ہے ان سے کہیں بڑھ کر ان ہی صفات میں خود یورپ کی وہ قومیں تھیں جنھوں نے آپس کے سیاسی و مذہبی اختلافات سے تاریخ یورپ کو صدیوں تک رنگین رکھا۔

مصنف کا یہ کہنا کہ وہ یورپی تہذیب کو تباہ و برباد کرتے دکھائی دیتے تھے غالباً انکی نظر کی غلطی ہے۔ تاریخ سے بہت کافی شہادتیں اس بات کی ملتی ہیں کہ اسلامی تہذیب نے یورپ کی ترقی تہذیب کو ہمیشہ مدد پہنچائی ہے۔

۲۶ بہمن سنہ ۱۳۳۵ ف

شرح دستخط

ناظر مذہبی

فہرست مضامین عروج فرانس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

یورپ کی حالت سترھویں صدی کے آغاز میں

(۱) سترھویں صدی کی امتیازی خصوصیات؛ (۲) فرانس کی حالت صدی کے آغاز میں "اسٹیٹس جین رل"، "مجلس طبقات مجتمعہ" "پارلیمان و پارسی" (پیرس)۔ مذہبی آزادی۔ (۳) جرمانیہ (جرمنی)، شہنشاہِ جرمانیہ، شہنشاہی عدالتیں "ڈیٹ"۔ اہل جرمنی کی نااتفاقی (۴) انگلستان (۵) ہسپانیہ (۶) اطالیہ؛

سترھویں صدی کی امتیازی خصوصیات

اصلاح مذہب "رفارمیشن" کے بعد جس نے یورپ کے سیاسی اور مذہبی عقائد میں تلاطم ڈال دیا تھا، سترھویں صدی ہی وہ زمانہ ہے جب کہ اقوام یورپ نے مطلق العنان بادشاہوں کے ماتحت حدودِ ارضی کے اصول پر از سرِ نو اپنا سیاسی نظام مرتب کیا۔ اس صدی کا آغاز ہنری چہارم اور خاتمہ پیٹر اعظم جیسے نامور بادشاہوں کے عہد سے ہوتا ہے اور اس کا شباب یعنی وسط لوئی چہارم اور الکٹر اعظم کا زمانہ ہے۔ پس یہی صدی ہے جس میں یورپ کی موجودہ سلطنتوں نے وہ صورت اختیار کی اور وہ مرتبہ پایا جو یورپ میں آج تک بہ اندک تغیر انھیں حاصل ہے۔ بہ الفاظ دیگر اسی صدی میں ملک فرانس یورپ کے معاملات میں پیش پیش اور جرمانیہ کے ساتھ سرگرم رقابت ہوتا ہے۔ انگلستان یورپ کے معاملات میں نہایت وقیع رتبہ حاصل کرتا ہے "شہنشاہ" کا خاص جرمن سیاسیات میں کوئی کارگر اثر نہیں رہتا اور اب اسے اپنی قوت کا مرکز ڈینیوب کے

کناروں پر نظر آتا ہے۔ ادھر، یہی صدی ہے جس میں پروشیا شمالی جرمانیہ کی سر برآوردہ ریاست بنتی ہے، اور دریائے پروتھ اور بحر اسود سے ترکوں کی سرحدی چوکیوں کو روس پیچھے ہٹانا شروع کرتا ہے، مختصر یہ کہ ایسی صدی کے حالات کا مطالعہ کرنا جس میں مسئلۂ "فرانس و جرمانیہ" اور "عقدۂ مشرقیہ" جیسے اہم سیاسی مسئلے پیدا ہوئے، خود ہمارے زمانے میں کسی طرح فائدے اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سترھویں صدی کے اخیر میں برّ اعظم یورپ کی ملکی تقسیم بھی وہی ہوگئی تھی جو انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں نظر آتی ہے۔ مگر اطالیہ کی نوخیز سلطنت کو ایک قابل ذکر مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ ان دو سو برس میں پروشیا اور روس کے علاقے وسیع ہوگئے اور ترکی اور فرانس کا رقبہ گھٹ گیا نیز "شہنشاہ" کی حکومت ممالک آسٹریا میں محدود ہوگئی ہے، تاہم یورپ کے سیاسی نقشے میں جو بڑے بڑے ملک پہلے تھے قریب قریب وہی تقسیم ابتک موجود ہے[1] اور آج بھی وہ انہیں ریاستوں کا مجموعہ ہے جو سولھویں صدی کی مذہبی لڑائیوں کے بعد ایک عام اور از سر نو تنظیم کے وقت قائم ہوئی تھیں۔ قاعدہ ہے کہ بڑی قوتوں کے بیرونی اثرات اور ملکی حدود میں اس قدر زیادہ اور جلد تبدیلیاں واقع نہیں ہوتیں جتنی کہ ان کے اندرونی نظام حکومت میں ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ بات خاص طور پر جتانے کے لائق ہے کہ ابھی تک یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کا نہ صرف سیاسی مرتبہ بلکہ طرز حکومت بھی قریب قریب وہی ہے جو سترھویں صدی کے آخر میں تھا۔ البتہ اس بارے میں ملک فرانس نمایاں طور پر مستثنیٰ ہے۔ ورنہ گو انقلاب انگیز اصول کا سیلاب اٹھارھویں صدی کے اواخر میں فرانس سے اٹھ کر تمام یورپ میں پھیل گیا تھا، تاہم اس برّ اعظم کے تمام بڑے ملکوں میں اصولاً آج بھی مطلق العنان بادشاہوں کی حکومت ہے اور فرانس و اطالیہ کو چھوڑ کر، ہر جگہ کے بادشاہ اسی قدر مطلق العنان ہیں جس حد تک کہ دو صدی پہلے تھے۔ رہے فرانس و اطالیہ۔ تو اطالیہ کا اُن دنوں وجود نہ تھا اور فرانس میں آج جمہوری حکومت ہے تو کیا ہوا وہاں باری باری سے ہر قسم کی حکومت رہ چکی ہے اور نہ یادہ دن تک کسی

---

[1] واضح رہے کہ یہ کتاب پچھلی جنگ یورپ (سنہ ۱۹۱۴ء تا سنہ ۱۹۱۹ء) سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ مترجم۔

کو بھی قرار نہ رہا۔ غرض یورپ کی موجودہ سلطنتوں کا اور جدید اصول حکومت کا وجود میں آنا ہی سترھویں صدی کی ممتاز خصوصیت اور اس کی تاریخ میں دلکشی کا بڑا عنصر ہے۔ یعنی اسی تاریخ سے ہمیں معلوم ہوگا کہ مذکورۂ بالا سلطنتوں کی وہ جغرافی حدود کب اور کس طرح معین ہوئیں جو اُس وقت سے اب تک اُن کے قبضے میں ہیں۔ اور وہ طرز حکومت کیونکر وجود میں آیا جس پر وہ اِبتک اب جمے ہوئے ہیں نیز یہ کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں اُن کا وہ سیاسی مرتبہ اور اثر کس طرح قائم ہوا جو ابتک اُنھیں یورپ کے معاملات میں حاصل ہے؛ خلاصہ یہ کہ ازمنۂ وسطیٰ میں یورپ کی جو ترکیب تھی سولھویں صدی نے اسے ہمیشہ کے لیئے بگاڑ دیا اور سترھویں صدی نے ازسرنو اسکی شیرازہ بندی اُس جدید شکل میں کی جس میں کہ آجکل (یعنی انیسویں صدی کے آخر میں) وہ ہمارے سامنے ہے ؛

جن قوموں میں اصلاح مذہب کی تحریک پوری طرح سرایت کر گئی تھی ان میں سب سے پہلے فرانسیسیوں نے اس تلاطم سے نجات حاصل کی۔ واضح رہے کہ فرانس میں اس نئی تحریک یا "مذہب کالوین" کی صورت جنوبی جرمانیہ کی "کالوینیت" سے نمایاں اختلاف رکھتی تھی کیونکہ یہاں اس کی تہ میں سیاسی اغراض مضمر تھے اور فرانسیسی کیتھولکوں کے پیشوا، خاص کر خاندان گیز کے جاہ طلب عمائد کو اگر ایک طرف اس بات کی لو لگی ہوئی تھی کہ ان کا مذہب غلبہ حاصل کرے تو دوسری طرف ذاتی فوائد حاصل کرنے میں بھی اُنھیں قریب قریب اسی قدر انہاک تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کی مذہبی لڑائیاں تھوڑے ہی عرصے میں اُمرا کے مختلف فرقوں کی زور آزمائیاں بن گئیں جو دنیاوی اغراض کے لیئے باہم لڑتے تھے اور مذہبی اختلاف محض اُن کے ذاتی حسد کو بڑھانے کا کام دیتا تھا یہ رنگ دیکھکر ملک کے تمام شریف اور آئین پسند باشندے (یعنی متوسط طبقے کا وہ فریق جو ہمیشہ فرانسیسی قومیت کا سب سے مفید و محکم عنصر ترکیبی ثابت ہوا ہے) بہت جلد اُس پنجۂ قوی کو یاد کرنے لگے جو کم سے کم اس فرقہ بندی کی شورش کو فرو کر سکے؛ فرانس میں ہمیشہ سے صرف بادشاہی اقتدار امن و فلاح کا ضامن تھا لیکن جب سے خاندان والوا (Valors) کے کمزور بادشاہوں کا قدم تخت پر آیا یہ ضمانت مفقود ہو گئی تھی

کیونکہ یہ متلون مزاج، بودے اور بے وفا بادشاہ مدبّروں کی حکمت عملی کو بجائے سازش کے فریب اور سپاہی کی تلوار کی جگہ خونی کی چھُری سے کام لینے کو ترجیح دیتے تھے پس جب ہنری سوم کے قتل کی باری آئی جس نے ڈیوک گیز کو مروایا تھا اور کلیمنٹ راہب کے خنجر نے اُس کا قصہ پاک کیا، تو اہل فرانس کو معلوم ہوا کہ گویا ان کے سینے پر سے ایک بوجھ ہٹ گیا۔ جنگ بوس ورتھ کے بعد جو حالت انگلستان کی ہوئی تھی وہی حال ایوری کے بعد فرانس کا تھا کہ وہاں کے باشندے ہر ایسے حاکم کے سامنے سر جُھکانے کو تیار تھے جو قیام امن اور فرقہ بندی کو دبانے کی قوت رکھتا ہو اور جس توقع پر انگلستان میں خاندان ٹیوڈر کی تخت نشینی ہوئی تھی اسی قسم کی ان لکھی شرطیں فرانس میں خاندانِ بوربون کے حصولِ بادشاہی کا سبب ہوئیں۔ یعنی انہیں حکومت اس لیئے ملی کہ وہ حکومت کرنا جانتے تھے اور لوگوں کو یقین تھا کہ اندرونی امن اور قومی استحکام و شیرازہ بندی اُن کی حکومت کا لازمہ ہوگی۔

لیکن ٹیوڈر خاندان کے پہلے بادشاہ کو جن مقاصد کے لیئے اپنی پوری محنت و قابلیت صرف کرنی پڑی، پہلے بوربون کو اس کی نسبت کہیں زیادہ دشوار کام انجام دینا تھا۔ پارلیمنٹ انگلستان کی طرح ایسا کوئی آلہ اس کے ہاتھ میں نہ تھا کہ اسے اپنے خود مختارانہ افعال کی آڑ بناتا یا اس کے ذریعے رائے عامہ کی راہ نمائی کرسکتا؛ انگلستان میں پارلیمنٹ اگرچہ کمزور بادشاہوں کے لیئے ڈراونی چیز ہوتی تھی لیکن ٹیوڈروں نے اسے لائق بادشاہوں کا غلام بنا دیا تھا اس کے برعکس، فرانس میں ہنری (بوربون) کو علانیہ اقتدار شاہی اور فوجی قوت کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہاں بھی اسٹیٹس جنرل یعنی "طبقات مجتمعہ" (گو ان کا اجلاس بہت کم ہوتا تھا) موجود تھے مگر ان کی ترکیب، دوسرے ابتدائی اُفتاد ایسی تھی کہ وہ پارلیمنٹ انگلستان کے مثل ملکی معاملات میں حصہ لینے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے ہر طبقے کے علیحدہ علیحدہ اجلاس ہوتے اور ایک مجلس میں پادری دوسری میں اُمرا تیسری میں عوام کے نائب جمع ہوتے تھے۔ یہ تیسری مجلس "تیئرز ے تا" (طبقہ ثالثہ) کہلاتی تھی اور اس میں اراکین کی تعداد عموماً پہلی دونوں کے مجموعے کے قریب قریب مساوی ہوتی تھی۔ مگر انگلستان کی دونوں مجلسوں میں تو عام طور پر حکومت کے مخالف

وموافق گروہ موجود ہوتے تھے اور فرانس میں اول سے کچھ ایسی طرز پڑ گئی تھی کہ اوپر کی دونوں مجلسیں تیسرے تا کے مقابلے میں ایک ہو جاتی تھیں لہذا یہاں بادشاہ یا حکومت کے لیئے یہ کافی تھا کہ اُن کو ایک دوسرے کا مدمقابل بنا دیا جائے تاکہ وہ باہمی حسد کی بدولت آپس میں جھگڑتی رہیں اور بادشاہ کا مطلب نکل آئے۔ پارلیمنٹ انگلستان کی صدیوں کی تاریخ میں شاذ و نادر یہ نوبت آئی ہے کہ مجلس اُمرا اور مجلس عوام کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہوگیا ہو ورنہ بالعموم یہ دونوں گروہ بادشاہ کی مخالفت یا موافقت میں ہمیشہ متحد رہے۔ خواہ اس کا نتیجہ اُنکے حق میں اچھا ہوا یا بُرا۔ چنانچہ انگریزی پارلیمنٹ کا یہ ایکا اُس کی نمایاں خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن فرانس میں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ اور یہاں باہمی حسد اور بیجا پاس مراتب نے وہ زور باندھا تھا کہ اسٹیٹس جنرل کے تمام سیاسی فوائد صفر رہ گئے تھے۔ چونکہ ان مجلسوں میں باہم ملکر کام کرنے کی قابلیت نہ تھی لہذا نہ تو وہ ملک کے مداخل و مصارف کا اختیار بادشاہ کے ہاتھ سے چھین سکتی تھیں اور نہ انھوں نے وضع قوانین کا حق حاصل کیا تھا۔ حالانکہ یہی وہ کارگر حقوق تھے جنکے ذریعے پارلیمنٹ انگلستان بادشاہ کی مطلق العنانی کا خاطر خواہ سدباب کرتی تھی۔ فرانس کی مجالس لے دے کے صرف اتنا کر سکتی تھیں کہ اپنی شکایتوں کی ایک فہرست بادشاہ کے روبرو پیش کردیں اور ان کے رفع کرنے کی درخواست کریں۔ لیکن جب اس درخواست کا حسب منشا جواب یا اقرار لینا تک اُن کے قبضۂ قدرت میں نہ تھا تو ظاہر ہے کہ اقرار لینے کے بعد اس پر عمل کرانا کب اُن کے اختیار میں ہو سکتا تھا۔ دوسرے ضابطہ یہ تھا کہ جن معاملات پر بادشاہ کی توجہ مبذول کرائی ہوتی ان کی ایک فہرست ہر مجلس علٰحدہ علٰحدہ مرتب کرتی تھی اور یہ فہرستیں مکمل ہو کر باضابطہ جواب کی دخواہ وہ انکار کی صورت میں ہو یا اقرار کی) امید پر بادشاہ کے روبرو پیش کی جاتی تھیں۔ مگر چونکہ جواب ملتے ہی مجلسوں کا اجلاس برخواست ہو جاتا تھا لہذا بہت ممکن تھا کہ حکومت اپنے وعدے پورے کرنے کی طرف سے غافل ہو جائے۔

الغرض حکومت کی بدعنوانی، بزور قانون، روکنے کے لیئے فرانس

«پارلیمان وپاری»

(مجلس پیرس)	کی یہ مجلسیں بیکار تھیں اور جس حد تک یہ کام ہوتا بھی تھا تو اسکی انجام وہی محض اتفاقات سے پارلیمان دِپاری کے ہاتھ میں آگئی

تھی۔ پارلیمان دراصل پیرس کی ایک عدالت کا نام تھا جس کا ابتدا میں مقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں کے باہمی نزاعات یا رعایا اور سرکار کے مقدمات کا فیصلہ کرے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اراکینِ عدالت اور قانون پیشہ اصحاب کی ایک متحدہ جماعت بنگئی جس کی صورت ایسی تھی جیسے انگلستان "اِنزآف کورٹ" کو باہم ملا دیا جائے؛ ذی علم اشخاص کے ایسے پیوستہ گروہ کا، جو اپنے قانونی فیصلوں سے درحقیقت بہت کچھ وضع قوانین کی خدمت انجام دیتا ہو، سیاسی معاملات میں خاص وقعت حاصل کر لینا لازمی ہے۔ پارلیمان وپاری کو بھی فرانس میں اسی قسم کی وقعت حاصل ہوگئی تھی۔ بلکہ ایک طرح تو اسکا حق مداخلت قریب قریب مسلم تھا۔ وہ اس طرح کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت ہونے کی وجہ سے شاہی فرامین کو مجموعۂ قوانین کی کتاب میں درج کرنا اسی کا فرض تھا لیکن یہ فرض بلا دِقت ایک "حق" کی صورت میں تبدیل ہوگیا تھا کہ اگر پارلیمان چاہے تو اُن فرامین کو درج کتاب نہ کرے۔ بہ الفاظ دیگر وہ شاہی فرامین کو بالواسطہ منسوخ کرنے کی مجاز بن گئی۔ یہ سچ ہے کہ اس کے انکار کی صورت میں بھی بادشاہ چاہتا تو بذاتِ خود عدالت میں پہنچ کر پارلیمان کے فیصلے کو ایک خاص اجلاس میں جسے "مسند معدلت" کہتے تھے، باطل کر سکتا تھا لیکن اس کارروائی میں اول تو کافی دردسری اُٹھانی پڑتی تھی دوسرے ہنگامہ بپا ہوجانے کا بھی احتمال ہوتا تھا۔ پس ایسی ہی کوئی شدید ضرورت داعی ہوتی تو بادشاہ معاملے کو یہاں تک بڑھانا گوارا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پارلیمان دِپاری کے اس مشکوک حق کے سوا، جو اُسے فرامین کو درج کتاب کرنے یا نہ کرنے کے متعلق حاصل تھا۔ بادشاہ کی شخصی رائے کو حدودِ اعتدال میں رکھنے کا اور کوئی قانونی چارۂ کار موجود نہ تھا۔ اور فرانس کے آئین حکومت کی بیخ و بُن میں مطلق العنانی گڑ گئی تھی۔ پھر یہ کہ اگر لوگوں کے پاس بادشاہ کی خود رائی کا سدباب کرنے کی کوئی قانونی تدبیر نہ تھی تو خود بادشاہ کے پاس کوئی آلہ ایسا نہ تھا کہ جس کے ذریعے حکومت کے حق معاملات میں لوگوں کو اپنے ساتھ شریک کر سکے۔ گویا فرانس کی بادشاہی ایک بلند منارہ تھا

جس پر بادشاہ خوف انگیز انداز سے الگ تھلگ کھڑا ہوتا تھا۔ درباری مصاحب اُسے گھیرے ہوئے ہوتے تھے۔ اُمرا منہ کے سامنے اور فوج پشت پر رہتی تھی لیکن اُسے رعایا کی ضروریات معلوم کرنیکا، یا لوگوں کو خود اُنکی ضروریات بتانے اور سمجھانیکا کوئی موقع میسر نہ تھا۔

مذہبی رواداری

یہی نہیں۔ ہنری چہارم کو ایک طرف تو باہر کے دشمنوں سے جو کھلم کھلا لڑنے پر آمادہ تھے مقابلہ کرنا تھا؛ اور دوسری طرف ملک میں مذہبی اور خانگی تنازعات کو سلجھانا تھا۔ جب تک کہ اُس نے کیتھولک مذہب اختیار کرکے ہسپانیہ کو زک نہ دیدی اور جب تک اُس نے اپنی رعایا کے فریق غالب کو یہ نہ یقین دلادیا کہ تمام چیزوں سے زیادہ اُس کی یہ خواہش ہے کہ وہ کسی ایک فرقے کا نہیں بلکہ کل قوم کا بادشاہ بنے تب تک اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ واقعی فرانس کا بادشاہ تھا۔ صلح وِیرؤین (Virvins) ۱۵۹۸ء میں ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں فرانس کو اصلاح مذہب کی لڑائیوں سے نجات ملی اور اسکی مذہبی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہوا مذہب کالوینیہ کی سب سے اہم کوشش یہ تھی کہ اُسے فرانس میں مذہبی اور سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے۔ اس مقصد میں اُسے ناکامی ہوئی۔ اور فرانس مذہب کیتھولک کا پیرو بنا رہا۔ ۱۵۹۵ء میں ہنری چہارم کو کلیمنٹ ہشتم کی طرف سے فرمان معافی، ملگیا جس کی رو سے اس عیسائی بادشاہ کا کیتھولک مذہب کے حلقۂ اطاعت میں دوبارہ آنا باضابطہ تسلیم کرلیا گیا۔ بایں ہمہ گو کیتھولک مذہب کے مقابلے میں کالوینیت کو شکست ہوئی مگر کیتھولک مذہب کو بھی پوری قوت حاصل نہ ہوئی۔ بے شبہ فرانس مذہب کیتھولک پر قائم رہنے کے لیئے عزم بالجزم کیئے ہوئے تھا لیکن مذہب راسخ کا جُبّۂ سیادت جسے فلپ دوم نے اُتارا تھا فرانس کو ابھی تک پہننا نصیب نہ ہوا تھا۔

فرمان نانٹ

جس سال فلپ دوم نے وفات پائی اور ہنری چہارم کے عہدِ حکومت کا پُرقوت آغاز ہوا وہی فرمان نانٹ کی اشاعت کا سال ہے جس میں مذہبی آزادی کے نئے طرزِ عمل کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس فرمان کی رو سے فرانسیسی کالوینیوں کو مذہبی آزادی اور سیاسی اقتدار حاصل ہوگیا۔ انھیں حسب مرضی عبادت کرنے کی اس شرط پر اجازت ملگئی کہ وہ اپنی آمدنی کا عُشر کلیسا کو

نذر کرتے اور دوسرے فرانسیسیوں کی طرح تمام مذہبی رسوم کو ادا کرتے رہیں۔ اسکے عوض میں حکومت کی طرف سے ان کو وظیفہ دیا گیا اور قرار پایا کہ انھیں بھی کیتھولک لوگوں کے برابر سرکاری ملازمتیں دی جائیں گی۔ مجالس انتظامی میں انھیں اپنے نمایندے بھیجنے کی اجازت اور آٹھ سال کے لئے مشرقی اور جنوبی فرانس کے چند شہروں پر پورا سیاسی اختیار دیدیا گیا۔ ان شہروں میں سے زیادہ مشہور نیم، مونتوبان اور لاروشل ہیں۔ اس طرح انھوں نے بحیثیت ایک مذہبی گروہ کے نہ صرف مذہبی آزادی اور حکومت سے وظیفہ حاصل کر لیا۔ بلکہ بعض مقامات پر اُن کا سیاسی نظام بھی مان لیا گیا۔ سیاسی صلح ایک تسکین بخش دوا کے مثل تھی۔ برخلاف اس کے مذہبی صلح نے پوری چارہ سازی کی۔ کوئی ملک بھی جو فرانس کی طرح وطن پرست ہو اور کوئی حکومت جو ایک شخصی بادشاہت کے مانند مستحکم ہو اپنی حدود کے اندر ایک مذہبی فرقے کے زیر اثر رہنا گوارا نہ کر سکتی تھی۔ مگر ایک ملک میں جہاں لوگ بہ کثرت کیتھولک ہوں کالونیوں کو مذہبی آزادی ملجانا مذہبی عقدے کا ایسا مناسب حل تھا جو فرانسیسیوں کی طبیعت کے بالکل موافق ثابت ہوا۔ اسکی وجہ سے فرانس فوراً اپنی پوری توجہ سیاسی فروغ حاصل کرنیکے اہم کام کی طرف مبذول کرنے کے قابل ہوگیا اور اس کوشش میں اُس نے یہ بھی چنداں ضروری نہیں سمجھا کہ اُس کا رویہ ایک کیتھولک حکومت کی شان کے مناسب ہو۔ یورپ کی جن اقوام پر اصلاح مذہب کا اثر پڑا تھا اُن میں سب سے آگے اہل فرانس تھے پس اُن کا مذہبی تفریق کی گتھی کو اطمینان بخش طریقے سے سلجھا لینا یورپ کے لیئے ایک ایسے طرز عمل کی نظیر تھی جس کا مذہب سے مطلق کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور اب، اگرچہ وہ پوری طرح متحد نہ ہوئے تھے ملک میں امن قائم ہوتے ہی اپنے بادشاہ کے ماتحت (جس نے خواہ عقیدہ نہ بدلا ہو لیکن مذہب کیتھولک کی ظاہری متابعت کا اقرار کر لیا تھا)، وہ اُن ملکی سازشوں اور مذہبی فرقہ بندیوں میں حصہ لینے کے لیئے تیار ہوگئے جن میں جرمنی اُن دنوں مبتلا تھا۔ اور اس شرکت کا سوائے اُس خودغرضی کے اور کوئی مقصد نہ تھا کہ ہمسایوں کو پریشان و کمزور پاکر خود فائدہ اُٹھایا جاے۔

جرمانیہ اور شہنشاہ | جرمانیہ کی حالت فی الحقیقۃ قابل افسوس تھی "شہنشاہی حکومت"

کا ڈھانچہ ہی ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ اگسٹس اعظم اور اس کے جانشین میں سوائے لقب
کے اور کوئی مناسبت نہ تھی۔ اگرچہ وہ ابتک "رومن شہنشاہ" کہلاتا تھا اور اُسکے
شاہانہ احکام بھی اُسی شان کے ساتھ نافذ ہوتے تھے جو "فرمان زرین" کے مناسب
حال تھی۔ بایں ہمہ ساری دنیا جانتی تھی کہ ان تمام رسمی اور قدیمی حقوق
کے باوجود شہنشاہ کا جرمن سیاسیات پر صرف اتنا اثر تھا جتنا کہ وہ اپنی موروثی ریاست
کی بدولت ڈال سکتا تھا؛ اس میں شک نہیں کہ آرچ ڈیوک آسٹریا ممالک
المانیہ میں ایک رودار آدمی ہوتا تھا اور اگر اتفاق سے وہ ہنگری اور بوہیمیا کا
بادشاہ بھی ہوتا تو اُس کی وقعت اور بڑھ جاتی تھی منتخبین کے شہنشاہی تاج کو اُس
کے قدموں پر ڈال دینے سے اُس کی عزت اور بعض اوقات حقوق میں اضافہ
ہو جاتا تھا گو عملاً اختیارات میں کچھ بھی ترقی نہ ہوتی تھی کیونکہ جرمن شاہزادوں کی رہنمائی اور
باہمی تنازعات میں حکم بننے کا جلیل القدر مسلمہ مرتبہ بھی اُسے کچھ اس سبب سے حاصل
نہ تھا کہ "وہ شہنشاہ" اور اگسٹس وچارلس اعظم کا قائم مقام تھا بلکہ اُس کی بڑی وجہ
یہ تھی وہ ایک جرمن حکمران اور ہنری (طائرگیر) اور اوٹو اعظم کا جانشین تھا؛ بہرحال
اسباب ووجوہ کچھ ہی قرار دئے جائیں، خلاصہ یہ ہے کہ جرمن نظام سلطنت نے
شہنشاہ کو جمیع شہزادگان کا سرتاج وحکم بنا دیا تھا اور اسی لئے اگر ممالک جرمانیہ کی
شیرازہ بندی ممکن تھی تو وہ صرف "شہنشاہ" ہی کر سکتا تھا۔

شہنشاہی عدالت

اُس کا مذکورۂ بالا حق انفصال تنازعات ایک عدالت کے ذریعے
سے عمل میں آتا تھا۔ ان عدالتوں کے ارکان شاہزادوں ہی کی طرح
سے مقرر کیے جاتے تھے اور فیصلوں کے نفاذ کی غرض سے جرمانیہ کو چند حلقوں میں تقسیم کیا
گیا تھا جہاں شاہزادے اور شہروں کے نمایندے جو ڈیئٹ کے رکن ہوتے تھے
جمع ہوا کرتے تھے اور اگر ضرورت ہوتی تو فیصلوں کی فوج کے زور سے تعمیل کراتے
تھے۔ لیکن جب اصلاح مذہب کے دینی تنازعات کے باعث اس کل کا چلانا
شکل ہوگیا تو شہنشاہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ملکی مسئلوں کو شہنشاہی مجلس شورے
کے سامنے پیش کرنے لگا جس کے ارکان کو وہ خود نامزد کرتا تھا اور وہ اُسی کے
زیر اثر ہوتے تھے۔

ویٹت

پندرھویں صدی کے وسط سے شہنشاہ انتظامی طرز عمل کے تمام اہم معاملات میں "ویٹت" سے مشورہ کرنے کے لئے مجبور ہوگیا۔ لیکن فرانسیسی "طبقات مجتمعہ" یا انگریزی پارلیمنٹ کی طرح "ویٹت" ایسی جماعت نہ تھی جس میں قوم کے کل فرقوں کے نمائندے موجود ہوں۔ برخلاف اسکے یہ مجلس شہنشاہ کے خاص خاص معاون جاگیرداروں پر مشتمل تھی۔ فی الحقیقۃ یہ شہنشاہ کے ماتحت چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی ایک کانگریس تھی جو تین طبقوں پر منقسم ہوتی۔ پہلے طبقے میں سات منتخبین تھے تین دینی یعنی (۱) اسقف اعظم کولون (۲) اسقف اعظم مائنز (۳) آرچ بشپ ٹریر۔ تین دنیاوی جس میں سے دو الکٹر یکسنی Saxony اور برانڈبرگ تیسرا الکٹر پلے ٹن اور چوتھا شاہ بوہیمیا تھا جو فقط شہنشاہ کے انتخاب کے وقت آتا تھا۔ دوسرا طبقہ دار السلاطین کا تھا اور تیسرا طبقہ آزاد شہروں کا تھا لیکن یہ طبقہ اوروں کے بہ نسبت اس قدر حقیر سمجھا جاتا تھا کہ اُسے صرف انھیں معاملات پر غور و بحث کرنے کی اجازت تھی جو پہلے ہی اُن دونوں طبقوں کی منظوری حاصل کر چکے ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی مجلس میں جس کی ساخت اس نوعیت کی ہو اگر کسی طبقے کی نمایندگی پوری قوت کے ساتھ ہوسکتی تھی تو وہ طبقۂ سلاطین تھا۔ اور اگر اُسکی کوششوں کا ماحصل کوئی مقصد ہو سکتا تھا تو وہ یہ کہ اُسی گروہ کو جو حکومت کے مزے سے آشنا ہوگیا تھا، مزید اختیارات اور کامل خود مختاری حاصل ہو جائے ❊

جرمنوں کی خواہش اتحاد

جرمانی سیاسیات میں ہمیشہ سے دو متضاد فرقے تھے۔ اول عام لوگ جن میں قومیت اور حب الوطنی کا مبہم لیکن دلی احساس موجود تھا اور ایک دھندلی خواہش کہ تمام جرمنی ایک ہو جائے۔ ان احساسات کا قدرتی مرکز شہنشاہ تھا کیونکہ ظاہر ہیں اتحاد جرمانی کا وہی رہنما نظر آتا تھا۔ اگرچہ جرمنوں کو کبھی سیاسی اتحاد نصیب ہوسکتا تھا تو وہ صرف شہنشاہ کے زیر سایہ ہو سکتا تھا اور اس کے سوا اُس قطعۂ زمین کا جہاں نفاق و شقاق کی گرم بازاری تھی۔ اور جو جغرافیے کی اصطلاح میں جرمانیہ کے نام سے مشہور تھا کوئی دوسرا سرو سردار نہ تھا۔ اس عام جذبے کے خلاف دوسری قسم کے میلان کا باعث مقامی آزادی کی وہ محبت تھی جو تیوتانی نسل کی خصوصیات میں داخل ہے۔ اُسی کا نتیجہ

تھا کہ ہر چھوٹا بڑا تاجدار فطرۃً یہ چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے وہ بیرونی اثرات سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اور اس کوشش میں اُنھیں لوگوں کے اُس محدود اور مقامی حبِ وطن کے جذبے سے مدد ملتی تھی جس کا مرکز قومی زیست کے وسیع سمندر میں نہیں بلکہ ایک علیحدہ صوبے کے نسبتاً پُرسکون زندگی میں ہوتا ہے؛ خاندان ہائبس برگ کے سلاطین اس حقیقت سے خوب واقف اور میکسیملین اول کے وقت سے شہنشاہی اقتدار کو از سر نو قائم کرنے کے واسطے نہایت استقلال کے ساتھ کمر بستہ تھے اور اُن کی غرض یہ تھی کہ شہنشاہ کی صدر حکومت ہی کو جرمانی اتحاد کا حقیقی مرکز بنا دیں۔

اصلاح مذہب کے اثر

اُنھیں اس مقصد میں ضرور کامیابی ہوتی مگر دو اسباب مانع ہو گئے جن کا اثر یہ ہوا کہ سارا کیا کرایا خاک میں ملگیا۔ اُن میں سے ایک سبب اصلاح مذہب تھا اور دوسرا فرانس کی دیرینہ رقابت۔ اصلاح مذہب نے کمال بے رحمی سے ملک جرمانیہ کو پہلے تو دو اور بعد ازاں تین ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ یعنی مین ندی اور بحر بالٹک کے درمیان کے قریب قریب کل شمالی اضلاع میں تو لوتھر کا مذہب پھیلا اور اُس کی قوت شمالی رئیسوں کی مدد سے روز افزوں بڑھتی گئی۔ خود لوتھر نے عوام کے بہ نسبت رُوسا اور شہزادگان سے زیادہ قریبی تعلقات قائم کئے۔ اور ابتدائی معرکوں میں اُسنے اُنھیں سے حفاظت و مدد کی التجا کی اور آخری ایام میں اُنھیں پر پورا اعتماد کیا۔ پس یہ قدرتی بات تھی کہ اُن شمالی امیروں میں جو پہلے ہی سے خود مختاری کے خواہاں تھے ایک کیتھولک مذہب کے شہنشاہ کے اثر سے آزاد ہونے کا تازہ جوش پیدا ہو جائے؛ دوسرا مذہب کالوینیہ تھا جو جمہوری سوئٹزرلینڈ سے نکلکر دریائے رائن کے کنارے ہوتا ہوا وسط جرمانیہ تک پھیل گیا تھا۔ اور شہنشاہوں کی کوشش اتحاد پر اُس کا اثر کچھ کم مہلک نہ تھا۔ اُس میں انقلاب پسندی اور حکومت سے بیزاری کی وہ تعلیم مضمر تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں مطلق العنان بادشاہی سے نفرت کی آگ مشتعل کر دی؛ اس طرح اگرچہ اصلاح مذہب سے جرمانیہ میں شدید نفاق و انتشار پیدا ہو گیا بایں ہمہ چارلس پنجم جیسے طاقتور اور بیدار مغز بادشاہ

کو اگر ایک ہوشیار اور مکّار دشمن کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لئے مسلسل اور دائمی کوشش کی ضرورت نہ ہوتی تو شاید وہ ملک کو اس طوفان سے بچا لیتا۔ جب تک فرانسس اول زندہ رہا چارلس پنجم کو جرمانی معاملات کی طرف کافی توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ لیکن جب وہ مرا تو وقت ہاتھ سے جا چکا تھا۔ جرمانیہ کے مذہبی فرقوں نے مستقل سیاسی فرقوں کی صورت اختیار کر لی تھی جنکے سیاسی منصوبے ایک دوسرے سے جداگانہ تھے۔ شہنشاہ بھی اب جرمانیہ کا مسلمہ فرماں روا نہ تھا بلکہ اُس کی حیثیت محض ایک سیاسی اور مذہبی فرقے کے سردار کی سی رہ گئی تھی۔

اس طرح شہنشاہ کی اطاعت سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کی تمنا کلیسا کی تابعداری سے دینی آزادی حاصل کرنے کی آرزو کے ساتھ دست و گریبان ہو گئی۔ سولھویں صدی کے سنین آخر میں فرڈی نینڈ اول میکسی ملین دوم اور روڈولف دوم جو چارلس پنجم کے بعد یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اپنے اختیارات سلطانی کو خفیف ترین وسعت دینا تو درکنار جو اختیارات باقی تھے اُن کو بھی مشکل سے قائم رکھ سکے۔ لیکن صدی کے ختم ہوتے ہوتے لوتھریت اور کالوینیت کی بربادکن اور آگے بڑھنے والی موج تھم گئی۔ تجدید مذہب کی محرک قوت صرف ہو چکی تھی۔ انتہائی حدود پر پہنچ کر موجیں پلٹنے لگیں۔ "جوابی اصلاح" ایک ہاتھ میں اگناتیوس کی روحانی ریاضیات اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے نصف جرمنی کو مذہب کیتھولک کے دائرۂ اطاعت میں واپس لانے کے لئے کمربستہ تھی۔ جس وقت صلح ویروین نے فرانس کو، مذہبی اور ملکی جھگڑوں سے خلاصی دی اُس وقت جرمنی کی حالت واقعی نہایت ردی تھی متبائن اغراض۔ سیاسی تنازعات اور مذہبی منافرت کا بازار بدنصیب ملک کے عرض وطول میں گرم تھا۔ شمال کے لوتھر تاجداروں نے شہنشاہ کی صدارت کو تو مٹا دیا لیکن خود اُن کا نہ تو کوئی مسلک تھا اور نہ کوئی پیشوا۔ رود رائن کے کنارے کے کالوینی شہزادے کیتھولک مذہب کے اقدام سے گھبرا کر سارے جرمنی میں تلاطم ڈالدینے پر آمادہ تھے۔ حتیٰ کہ اُنھوں نے بلا سوچے سمجھے ایسی

سرداری کی کوشش کی جس کے سنبھالنے کی قوت ان میں نہ تھی۔ بوھیمیا کے ناقابل فتح ریسکا کے سنگین اور روہیں تن قلعوں اور ان رعایتوں کی یاد، جن کی منظوری ایک کامیاب بغاوت کے زور سے پاپا اور شہنشاہ سے جبراً لی گئی تھی، ابتک لوگوں کے دلوں میں تازہ تھی۔ اسی اثنار میں لوبے ریا اور آسٹروی خاندان کو آبائی ریاست میں حکومت کے دباؤ اور انجمن مسیحی کی دانشمندی اور سرفروشی کی مدد سے "جوابی تجدید" کا سیلاب رفتہ رفتہ مذہب پروٹسٹنٹ کو جڑ سے اُکھاڑ کر بہالے گیا۔ مگر شہنشاہ اپنے فریق کی بھی رہنمائی کرنے کے قابل نہ تھا۔ روڈولف دوم جو عزلت پسند، علم نجوم کا شیدائی اور دینی ریاضیات کا وہمی فدائی تھا، مذہبی جنگ کی رہبری وسرداری کے لیے کسی طرح موزوں نہ تھا۔ مطیع کرنا تو ایک طرف وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عزت قائم نہ کرا سکتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ملک کی حالت اس سے زیادہ ابتر کبھی نہ تھی ایک سرے سے دوسرے تک مذہبی تنازعات سے پاش پاش اور ذاتی ومقامی رقابتوں سے سینہ فگار جرمنی میں کوئی بھی جمہور کا ایسا خادم نہ تھا جس کی قرار واقعی عزت کی جاتی ہو اور اُسکا لوگ کہنا مانتے ہوں۔ اور خود پروٹسٹنٹوں کے فرقے میں بھی ملکی اور دینی مقاصد کے بارے میں اتفاق نہ تھا۔ مختصر یہ کہ سولھویں صدی کے آخر میں جرمنی اپنے حریف کے سامنے بالکل بے بس ہوگیا اور اُس کی حالت مثل ایک صید کے تھی اور اُس پر جھپٹ کر سیاسی زندگی کے ساتھ اُس کی مصیبتوں کا بھی خاتمہ کر دینا، فرانس کے اختیار میں تھا۔

انگلستان

انگلستان نے برخلاف فرانس اور جرمنی کے مذہبی جھگڑوں کو تلوار کے ذریعے سے چکانے کی ضرورت تو نہیں محسوس کی مگر اُس کی مذہبی مشکلیں ہنوز رفع نہ ہوئی تھیں۔ الزبتھ نے جو ہر معاملے کو خوب سمجھتی تھی کلیسا اور قوم کے روبرو مذہبی مسائل کا حل پیش کیا تھا جو ہنوز آزمائش کی کسوٹی پر کسا ہوا تھا۔ ایک ایسا آزمائشی کلیسا تیار کرنا جس کی ساخت اگلے طرز کی تھی اور جو اُصولاً باوجود پاپا کی مخالفت کے کیتھولک تھا ایک ایسا واقعہ تھا جس کی نظیر مغرب میں کسی نے نہ دیکھی تھی گو مشرق میں ایسی عورتیں بہت عام تھیں

اس لیئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس طرز عمل پر پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں نے ایک ساتھ یورش کی۔ الیزبتھ کے زمانے میں ملکہ کی شخصیت اور اُس کے طرزِ عمل کی کامیابی خصوصاً ہسپانیہ کی قومی مزاحمت میں جس کا خاتمہ ۱۵۸۸ء میں بیڑے کی شکست پر ہوا۔ اُس کی جانبازی اور رہنمائی فساد کی روک تھام کئے ہوئے تھی۔ لیکن ۱۶۰۳ء میں ایک ایسے بادشاہ کی تخت نشینی سے جو سیاسیات سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے کے باوجود حکومت کرنی نہ جانتا تھا، تمام اسباب فساد کو نہایت سرعت کے ساتھ تقویت حاصل ہوئی۔ مذہبی اُلجھاؤ کے ساتھ ساتھ بادشاہ اور پارلیمنٹ کے مابین اہم ملکی مسئلوں کی چھیڑ چھاڑ نے انگلستان کو اندرونی معاملات میں اس قدر منہمک کر دیا تھا کہ یورپین سیاسیات پر اُس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ چنانچہ خاندان اسٹورٹ کے تخت نشین ہونے کے بعد سے پچاس سال تک انگلستان کی سیاسی آواز کو یورپ کی قومیں اخلاقاً سن تو لیتی تھیں مگر اُس کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا۔

ہسپانیہ جس زمانے میں انگلستان کے لیئے اپنی نوخیز عزت کو برقرار رکھنا دشوار ہو گیا تھا اُس وقت ہسپانیہ اپنی گذشتہ عظمت کی تانیں لے رہا تھا۔ مگر فلپ دوم سے فلپ سوم کی تخت نشینی تک کے زمانے میں وہ آہستہ آہستہ اول درجے کی طاقت سے گر کر تیسرے درجے کی طاقت ہو گیا اور یہ انحطاط کسی بڑی شکست کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ ہسپانیہ اُس دلدل میں پھنس رہا تھا جس میں سے اُس نے حال میں نکلنا شروع کیا ہے! زیر نظر عہد میں مغرورانہ کاہلی اور دنیاگری کی ہوس نے اُس کے خزانوں کو خالی اور بے اُصول کفایت شعاری اور مہلک مذہبی جوش نے ملک میں تباہی پھیلا دی تھی۔

اس پر بھی اُس کی قوت بالکل گئی گزری نہ تھی بلکہ وہ ابھی اپنی قواعد داں پیادہ فوج اور امریکہ کے تجارتی اجارے کی وجہ سے ایک بڑی سلطنت تھی۔ اگر اُس کے بادشاہ بجائے کاٹ کے پتلوں کے جوانمرد ہوتے اور اگر اُسکے وزرا بجائے منہ چڑھے مصاحبوں کے مدبرین سیاست ہوتے تو وہ بہت جلد اپنی گذشتہ عظمت کو پھر حاصل کر لیتا۔ فلپ سوم کے عہد میں بھی ہسپانیہ ایک قوت تھی جس کو ہر شخص

مانتا تھا، اور جو ہابس برگ سے گھرے خاندانی تعلقات کی وجہ سے یورپ میں کیتھولک اغراض کا مرکز بنا ہوا تھا۔ پھر یہ کہ اُسے اپنے صوبجات ادنیٰ، فرانشش کونٹے اور کوہ پرے نیز کے قبضے کے باعث فرانسیسی ملک گیری کے راستے میں روڑے اٹکانے کا بہت اچھا موقع حاصل تھا۔

اطالیہ ہسپانوی حب الوطنی کی ہوا میں پلے تھے مگر اطالیہ میں یہ پاک جذبہ معصیت سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اطالویوں کا اپنا کوئی ملک نہ تھا جس پر وہ اپنی جانوں کو فدا کرتے۔ جب سے فرانس اور ہسپانیہ نے اُس کی لاش پر جنگ کرنا شروع کیا تب سے اطالیہ کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا تھا۔ جنوب میں تاجدار ہسپانیہ نے نیپلس پر اپنا تسلط جما لیا تھا اور وسط اطالیہ میں کلیسائی ریاستیں ایک دیوار کی طرح شمال اور جنوب کو جدا کرتی تھیں۔ شمال اب بھی رقیب طاقتوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ وینس مشرقی ساحل کے گوشۂ عافیت سے درۂ برنیر کے دروازے پر نظر رکھتا تھا اور اب بھی اتنا طاقتور تھا کہ کوئی سلطنت اُس پر فوج کشی کرنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی اور آزاد اس قدر تھا کہ کوئی فریق اسے اپنی طرفداری پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ لومبارڈی کے زرخیز و شاداب میدان کے وسط میں رمیلان ہسپانیہ کے ماتحت تھا اور اُس کی حفاظت آسٹروی یا ہسپانوی فوجیں کرتی تھیں۔ یہ فوجیں وال تیلینا اور ٹیرول کی راہ سے آسٹریہ اور جینوا کی حلیف جمہوری ریاست کے راستے ہسپانیہ نہایت آسانی سے آجا سکتی تھیں۔ بہ پاسبانی میلان کے مغرب میں پیڈمانٹ اور سیوائے تھے جہاں کا تاجدار اپنے ملک کی جائے وقوع کی وجہ سے فرانس سے دوستانہ تعلق رکھنے پر مجبور تھا۔ مگر وہ اُن تعلقات کا پابند اُسی وقت تک رہتا تھا جب تک کہ ضرورت مجبور کرتی تھی۔ اطالیہ جو اس طرح سے پراگندہ اور منقسم تھا، جب کبھی ضرورت ہوتی اپنے ہمسایوں کو آپس میں لڑانے کے واسطے اُن کے سامنے نہایت اہم بین الاقوامی مسائل کا انبار لگا دیتا تھا۔ انقضائے صدی کے ساتھ ساتھ اطالیہ کو برابر یہ انکشاف ہوتا گیا کہ یورپ کی نوساختہ ریاستوں کی سیاسی شطرنج میں وہ صرف اس کام کے لیے موزوں ہے کہ جب انھیں ضرورت پڑے اُسے "اعراب" میں ڈال دیں۔

باب دوم

ہنری چہارم کے عہد میں فرانس کی حالت

ذیلی عنوانات

ہنری چہارم کی مشکلیں ۔ ہنری چہارم اور سُلی ۔ سُلی کا معاشی اصول عمل خزانے کی اصلاحات سترھویں صدی میں فرانسیسی محصولات ہنری چہارم کا برتاؤ امراء کے ساتھ ۔ خارجی طرز عمل بتر لیس اور بیوژے کا قبضہ ۔ مسئلہ کلیو و یولش ۔ ہنری چہارم کی موت ماری ڈی میڈیچی کا عہد اتالیقی ۔ بدنظمی ۱۶۱۴ء کا اجلاس طبقہ ہائے مجمعہ فرقہ ہیوگونو کی شورش ۔ رشلیو کی وزارت ۔

جب باقی ماندہ اتحادیوں نے اطاعت قبول کر لی تب ہنری چہارم پکار اُٹھا کہ "اب میں فرانس کا بادشاہ ہوں"۔ اُس کا خیال صحیح تھا۔ کیونکہ ملک کا عمدہ انتظام اور بادشاہی کے فرائض حقیقی کی طرف توجہ مبذول کرنا صرف اُسی صورت میں ممکن تھا۔ جن خرابیوں سے فرانس نالاں تھا وہ زیادہ تر تین قسم کی تھیں (۱) امرا کی خودغرضی اور باہمی نفاق۔(۲) مذہبی تنازعات اور (۳) محکمۂ مال کی شرمناک بدنظمی۔ جب تک خانگی اور بیرونی جنگوں کا بوجھ ملک کو پیستا رہا اُن خطروں سے بچنے کے لیئے کوئی تدبیر نہیں اختیار کی جا سکتی تھی مگر اتحادیوں کی اطاعت اور ہنری کو عطائے معافی نے ملک میں امن قائم کر دیا۔ دوسری طرف صلح ویرویِن نے بیرونی دشمنوں سے پیچھا چھڑایا۔ اب ہنری کو تمام خرابیوں کے استیصال کا موقع ہاتھ آیا۔ صلح پر دستخط ہونے کے بیس دن قبل فرمان نانٹ کی اشاعت نے مذہبی عقدے کو حل کر دیا۔ کالوینیوں کو مذہبی آزادی جس کے واسطے وہ برائے نام لڑتے تھے مل گئی۔ اور فرقۂ کیتھولک کو مذہبی فروغ حاصل ہو گیا جس کے مستحق کثرت تعداد اور قدامت کی بنا پر وہی تھے۔ جو شیلے اتحادیوں نے بھی ایسے سمجھوتے سے انحراف نہ کیا جس کو خود پاپائے اعظم نے

منظور کیا تھا۔ لیکن جو خطرے امراء کے نفاق اور خزانے کی بدنظمی سے پیدا ہوئے تھے اس کا علاج اتنا آسان نہ تھا۔ اُن کے لیئے استقلال اور بیدار مغز و مستحکم حکومت کی ضرورت تھی۔ ہنری چہارم اُس قلیل وقت میں جو اس کو ملا تھا بنیاد اور تطہیر قائم کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے اُس نے اپنے پُرانے ساتھی ڈیوک سُلی کو جس سے وہ بچپن سے واقف تھا اور جس کی وہ بہت قدر کرتا تھا۔ اپنا اصلاح کار بنایا۔ اور سلطنت کے جملہ اندرونی انتظامات کو اس کے سپرد کردیا۔ اور ۱۵۹۸ء میں تنظیم مالیات کے لقب نے اس صیغے میں اس کو خاص اختیار دیدیا۔

ہنری کے عہد کے بقیہ بارہ سالوں میں فرانس کے معاملات کی درستی میں یہ دونوں شخص مسلسل ملکر کوشش کرتے رہے۔ ان دونوں کے مزاج اور قابلیت میں جو فرق تھا اُسی نے اُن کو اور بھی مضبوطی کے ساتھ جوڑ دیا، اور ملکر کام کرنے کے قابل بنا دیا۔ خود ہنری ایک پکا گاسکن۔ کشادہ دل۔ روشن دماغ فیاض اور تھوڑا بہت شیخی خور تھا؛ سُلی سخت مزاج۔ ترش رو۔ سرد مہر اور خلوت پسند تھا۔ ہنری عیش پسند اور ایک حد تک آوارہ مزاج تھا۔ بیوی سے ناچاقی کی وجہ سے وہ متعدد محبوبوں سے دلبستگی کرلیتا تھا جس کا مآل یہ ہوا کہ ناجائز اولاد کی کمی تعداد کثیر ہو گئی۔ اس کے بادشاہ ہونے کے بعد بھی اسکی فضول خرچی اور لہو و لعب کے متعلق عیش پسند پیرس میں بھی بہت سی افواہیں زباں زد تھیں۔

برخلاف اس کے سُلی درشت مزاج اور کنجوسی کی حد تک کفایت شعار تھا وہ حریص۔ دیانت دار۔ جفاکش اپنے اقتدار کا نگراں اور اپنی خدمات پر نازاں تھا۔ اس کو برائی کی جڑ کھود کر پھینک دینے سے مسرت ہوتی تھی اور اس کی فتحمندی یہی تھی کہ بدکاروں کا خاتمہ ہو جائے ہنری نے لوگوں کے دلوں میں محبت اور خیر خواہی کا بیج بویا تھا اور سُلی کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور نفرت کرتے تھے لیکن ایک کے بغیر دوسرا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ بہادر اور خوش مزاج ہنری کے نزدیک فطرت انسانی بمنزلہ ایک کتاب کے تھی جو آسانی کے ساتھ پڑھی جا سکتی تھی۔ یا بمنزلہ ایک آلے کے تھی جس کا استعمال بہت سہل تھا اس کا دماغ اختراع پسند تھا۔ اس کا دل کشادہ اور

اس کے تخیلات نہایت وسیع اور عمیق تھے۔ مختصر یہ کہ ہنری ایک دانشمند مدّبر تھا۔ اور سُلی ایک کارواں منتظم اور فرانس کو دونوں کی ضرورت ایکساں تھی۔ جب ہنری کی معاملہ فہمی نے مذہبی مسئلے کی گتھی سلجھائی اور فرانس کو نہایت دلیری اور ہوشیاری کے ساتھ سیاسی اقتدار و عظمت حاصل کرنے کے راستے پر لگایا۔ اس وقت سُلی کی بیدار مغز معاشی بنیاد مستحکم اور انتظامی طرزِ عمل کے چشمے کو صاف کر رہی تھی۔ جس نے فرانس کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اُن نقصانات کو برداشت کر سکے جو شاندار سیاسی مستقبل حاصل کرنے کے واسطے لابدی تھے؛

کاشت کاری کی ترغیب

سُلی کے دماغ کا امتیازی رجحان اس کے معاشی انتظامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک فرانس درحقیقت ایک زرعی ملک تھا اور اس کو یہ بھی یقین تھا کہ بادشاہ کو زراعت پیشہ رعایا کی مدد پر تجارتی رعایا سے زیادہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ اس لیے اُس نے زراعت کو رواج و ترقی دینے کی بے حد کوشش کی۔ وہ چاہتا تھا کہ سارے یورپ کے لیے جس قدر غلے کی ضرورت ہے وہ فرانس میں پیدا ہو۔ دلدلوں کو خشک کرنے اور جنگلوں کو ہوشیاری کے ساتھ صاف کرنے سے بڑے بڑے قطعاتِ اراضی جہاں پہلے کسی قسم کی پیداوار نہیں ہو سکتی تھی کاشت کے لیے نکل آئے اور فرانس میں ملک کی ضرورت سے زیادہ غلہ پیدا ہونے لگا۔ محاصلِ برآمد کی موقوفی کی وجہ سے فرانس نفعِ کثیر کے ساتھ اُن ملکوں کے ہاتھ غلہ بیچنے لگا جہاں اناج کم پیدا ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ وہ غیر ملک کا کسی ایسی چیز کے واسطے محتاج نہ تھا جس کی ضرورت قوم کی زیست کے لیے ضروری ہو۔ اس معاملے میں سُلی نے خود کو سترھویں صدی کے اقتصادی حالات کا سچّا وکیل ثابت کیا۔ ایسے وقت میں جبکہ یورپ مذہبی اور ملکی تنازعات سے پائمال ہو رہا تھا اور فرانس ملک گیری کے اس میدان میں (جس نے صد سالہ جنگ چھیڑ دی) داخل ہونے کی تیاری کر رہا تھا، سیاسی مدّبرین کے نزدیک یہ نہایت ضروری تھا کہ ملک فرانس اپنی ضروریات کے واسطے کسی دوسرے ملک کا محتاج نہ رہے۔ اس امر کا لحاظ محض اصولِ معاشی کی بنا پر نہ تھا بلکہ تحفظ قومی کے لیے ہر قوم کے واسطے یہ لازمی معلوم ہوتا تھا کہ ایک عالمگیر جنگ کے زمانے میں جہاں تک ہو سکے اپنی ضرورت کی چیزیں خود مہیا کرے۔

ایسے پرآشوب زمانے میں لوگ صرف وہی چیزیں تیار کرتے تھے جو اُن کی اپنی ضروریات کے لیئے مطلوب ہوں۔ دوسرے ملکوں سے جو اناج وغیرہ آتا تھا اس پر بھاری بھاری محصول لگا دیئے جاتے تھے۔ سونا اور چاندی جہاں تک ممکن ہوتا تھا ملک کے باہر نہیں جانے پاتے تھے۔ خصوصاً اس غرض سے کہ حکومت کے پاس جنگ وجدال کرنے کے لیئے بروقت کافی سرمایہ موجود رہے۔ علی العموم لوگ سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے آئین کو صرف معاشی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں گو یہ سچ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مدبر بھی ایسا نہ تھا جو یہ سمجھتا کہ یہ اصول تحفظ کس قدر فریبندہ ہے لیکن دراصل اس کی جڑیں، غلط معاشیات میں نہیں بلکہ نہایت صاف قومی اغراض میں پیوستہ تھیں سُلی بھی عام قاعدے سے مستثنیٰ نہ تھا۔ ایک طرف تو وہ زراعت کو رواج دے رہا تھا دوسری طرف وہ صنعت وحرفت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا تھا۔ اس نے اشیائے مصنوعہ پر محصول عائد کر دیا تھا۔ چاندی اور سونے کی برآمد کو جرم قرار دیا۔ اور جہاں تک ہو سکا اس نے صنعت وحرفت کے نئے کارخانوں کے افتتاح کو روکا۔ اس موقع پر بادشاہ کی سیاستدانی نے وزیر کی تنگ خیالی کی اصلاح کی۔ ہنری چہارم نے صنعتی آبادی اور قومی حرفت کے سیاسی اور معاشی فوائد کو فوراً محسوس کیا لیون Lyons اور نیم Nismes میں ریشم کی مُردہ صنعت کو از سر نو زندہ کیا پیرس اور نیویر Nevers

صنعت اور حرفت کی محدود ترغیب

میں شیشے اور مٹی کے برتن کے کارخانے کھلوائے۔ نئی سڑکیں تعمیر کرائیں اور فرانس کی بڑی نہروں میں سب سے پہلی نہر کھدوائی جو دریا ہائے لوار Loire اور گارون Garonne کے درمیان میں ہے صیغۂ امور خارجہ میں جہاں سُلی کا اثر کم تھا ہنری کی کوششیں زیادہ نمایاں ہیں۔ اس نے ترکی سے اُس مشہور معاہدے کی تجدید کی جو فرانسس اول اور سلطان المعظم کے دوستانہ تعلقات کا سودمند نتیجہ تھا اس معاہدے سے فرانس کا رسوخ دربار سلطانی میں بہت بڑھ گیا۔ اور فرانسیسیوں کو ممالک سلطانی کے ساتھ تجارت کرنے میں زیادہ آسانیاں ہوگئیں اُس نے انگلستان اور ولندیزوں کے ساتھ بھی تجارتی معاہدات کیئے جن کی بنا پر فرانسیسی انگوری شراب ان ملکوں کو جانے لگی اور فرانسیسی کناڈا میں آباد ہونے لگے جہاں پہ

سنہ ۱۶۰۸ء میں شامپلین نے شہر کوئے بک کی بنیاد ڈالی؛

فرانس پر سُلی کا سب سے بڑا احسان صیغۂ خزانہ کی درستگی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک قوم جو دوسرے صیغوں کے انتظامات میں مستقل اصولوں کی بدرجۂ اتم پابند رہی ہو وہ خزانہ جیسے اہم صیغے کا انتظام لااُبالی طریقے پر کرے۔ جب سے فرانس نے قومیت کا لباس پہنا تب سے انقلاب کے زمانے تک صرف چار عالی دماغ وزیر خزانہ پیدا ہوئے سُوژر، سُلی، کولبیر، ٹیوُرگو ان میں دو بہت مشہور سُلی اور کولبیر جو مالی معاملات کے بہترین ماہر تو نہ تھے لیکن بڑے ایماندار اور معاملہ فہم منتظم تھے؛

مالی اصلاحات

سُلی کا کام یہ تھا کہ وہ بدنظمی کو دور کر کے انتظام کو جگہ دے۔ رشوت ستانی کو موقوف کرے اور انصاف کے ساتھ حکومت کرے۔ اس نے فرانس کے خزانۂ عامرہ کو پھر سے درست کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ وصول مالگزاری کے لیئے کوئی عمدہ اور بہتر طریقہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ مخصوص حقوق میں بھی مداخلت نہ کی جس کی وجہ سے لوگوں پر تناسب دولت کے مطابق بار ڈالنا ناممکن تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کرنے کی ہمت بھی کرتا تو خود اس کا دل گوارا نہ کرتا۔ برخلاف اس کے سُلی نے طرز انتظام جس طرح پایا اسی طرح رہنے دیا۔ اور صرف اسی پر مُصر رہا کہ دستور موجودہ کی پوری طرح پابندی کی جائے۔ اس نے صرف ایک جدّت کی۔ یعنی ایک نیا محصول جاری کیا جو "پولیت" کے نام سے مشہور ہے اس کی رو سے دیوانی اور مالیات کے حکام مجاز تھے کہ وہ اپنی اپنی جائدادیں محصول ادا کر کے اپنے جانشینوں کو تفویض کردیں۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ خاندانی حکام کے ایک اور گروہ کا فرانس کے مستثنیٰ طبقوں میں اضافہ ہوگیا؛

فرانس کی مالگزاری "تائی" Taille

ملک کی مالگزاری کے خاص کر چار ذریعے تھے "تائی"، "گابیل"، "ایڈ"، "دوآن"۔ ان میں سے "تائی" کی آمدنی سب سے زیادہ تھی۔ ابتداءً یہ مقبوضات پر لگایا جاتا تھا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ اس کا طریق وجوب ہر مقام پر مختلف ہوگیا "پے ای دے لیکسیون" یا علاقۂ صرفِ خاص، یعنی اُن علاقوں میں اولاً شاہی ملک تھے (مثلاً نارمن ڈی لوٹرین اور

ایل دے فرانس وغیرہ میں "تائی" اب بھی ملکی محصول تھا جو ہر شخص پر بلحاظ اس کی مالی حیثیت کے لگایا جاتا تھا۔ لیکن "پے ای دے تا" علاقۂ مملکت میں یعنی وہ صوبے جو نسبتہً حال کے زمانے میں علاقۂ صرف خاص میں شامل کرلئے گئے تھے جن میں سے بیشتر کو الحاق کے وقت معافی عطا ہوئی اور ابھی تک بحال تھی (مثلاً برگنڈی کی ابن پرووالنس وغیرہ) وہاں یہ محصول اراضی پر لگایا جاتا تھا اور ایک عام محصول کے بجائے حقیقت میں زمین کی سرکاری مالگزاری تھا۔ علاقۂ صرف خاص میں امراء "پے ای دے تا" میں "ٹیرنوبل" (قدیم جاگیریں یعنی وہ اراضی جو اس وقت یا کبھی امراء کے قبضے میں تھیں) "تائی" "ڈیل" سے معاف تھیں۔ اور اسی طرح سے کلیسائی مقبوضات بھی معاف تھے جو اس کے عوض میں "ڈیسیم" یعنی دسواں حصہ ادا کرتے تھے "تائی" میں بنفسہ کوئی ناانصافی نہ تھی سوائے اس کے کہ بہت سے لوگوں کے مستثنیٰ کردئے جانے کے سبب سارا بوجھ ان طبقوں پر پڑتا تھا جنھیں کسی قسم کی سیاسی قوت حاصل نہ تھی۔ پس ایک ضرورت مند وزیر مالیات کی اسے بڑھانے کی خواہش اور بھی زیادہ ہوگئی کیونکہ اس کو کسی زبردست دشمن کی مخالفت کا خوف نہ تھا لیکن محصول کی ساری خرابیاں "علاقۂ صرف خاص" (پے ای دے ایلیکسیون) میں طریق محصول بندی و طریقِ وصول سے پیدا ہوتی تھیں۔ ہر صوبے کی مالگزاری حکومت کی طرف سے مقرر کردی جاتی تھی اور رقم معینہ کی فراہمی کے لئے وصول کی خدمت اُس صوبے کے کسی سرمایہ دار کے سپرد کردی جاتی تھی۔ "این تان دان" (Intendent) یعنی صوبے کے مہتمم مالگزاری، کل رقم واجب الوصول کی جمع بندی مختلف حلقوں (پیرش) کے نام کردیتے تھے اور پھر ٹھیکہ دار اپنی اپنی جگہ ان چھوٹی رقموں کی تحصیل اپنے ماتحت کارندوں کے سپرد کرتا تھا۔ آخر میں ہر حلقے کے لوگ ایک مجلس منتخب کرتے جو ہر فرد سے مقررہ رقم وصول کرتی تھی نتیجہ یہ تھا کہ یہ دستور نہایت ضرررساں اور غیر منصفانہ بن گیا۔ کیونکہ حلقہ جو مہتمموں سے سمجھوتہ اور ہر شخص جو مجلس جمع بندی سے معاملہ کرلیتا وہ اپنی مالگزاری کم کرالیتا تھا۔ اور یہ کمی غریب ہمسایوں کو پوری کرنی پڑتی تھی ہر ٹھیکہ دار اور اس کے ماتحتین بدنصیب کاشتکاروں سے جس قدر ہوسکتا وصول کرتے تھے۔ اور حکومت جس کو روپے کی وصولی سے مطلب تھا۔ اس کی حمایت کرتی تھی؛

ٹھیکہ داروں پر برائے نام دباؤ یہ تھا کہ صدر محاسبی میں ان کے کھاتے کی جانچ کی جاتی تھی لیکن یہ صرف دکھاوے کے لیئے تھا۔ ابتک کوئی ایسی کوشش نہیں کی گئی تھی جو ٹھیکہ داروں کو اپنے دفاتر کی صحت کی طرف توجہ دلائے۔ ایسے طریقہ عمل کی ذاتی خرابی میں کیا کلام ہے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ حکومت کو یہ پروانہ رہے کہ محصول اصول مقررہ کے مطابق وصول کیا جاتا ہے یا نہیں۔ بلکہ اُسکا فائدہ اسی میں ہو کہ روپیہ قاعدے کے خلاف وصول کیا جاوے؟ لیکن سارے فرانس کا دستور العمل یہی ہوگیا تھا۔ آمدنی کے مختلف ذرائع کو ایسے بے رحم خود غرضوں کے سپرد کرکے جو غریب لوگوں کا خون چوس کر موٹے ہو رہے تھے، حکومت اپنے ہی اجیر ملازموں سے معاملہ کرنے کی تکلیف سے بچتی تھی۔ وہ اپنے اہم ترین فرض سے کنارہ کش ہو کر اور غریب رعایا کو ٹھیکہ داروں کے بدترین مظالم کا شکار بنا کر قلیل لیکن یقینی آمدنی کے وصول ہوجانے ہی پھولی نہ سماتی تھی اور جن ٹھیکہ داروں نے محصول کو لوٹ کھسوٹ اور رشوت ستانی کا بہت اچھا ذریعہ قرار دے رکھا تھا، کہا جاتا ہے کہ جبوقت سُلی نے اس دستور کے سُقم کی طرف توجہ مبذول کی اس وقت لوگ مذکورہ "تائی" میں ۶۰ کرور فرانک ادا کرتے تھے حالانکہ حکومت کو صرف ۵۰ کروڑ فرانک ملتا تھا۔

گابیل

اگر "تائی" سب سے زیادہ منافع خیز محصول تھا تو "گابیل" یا نمک کا محصول سب سے زیادہ جابرانہ تھا۔ نمک کی فروخت سرکاری اجارے میں تھی جو عام رسم کے مطابق سرمایہ داروں کو ٹھیکے پر دیدیا جاتا۔ لیکن اس محصول کے بارے میں جو خاص شکایت تھی وہ اس وجہ سے نہ تھی کہ حکومت اجارہ دار تھی۔ یا یہ کہ سرکاری نمک خراب ہوتا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے تھی کہ طریق جمع بندی نامنصفانہ تھا حکومت نے ایک فرمان کے ذریعے سے نمک کی مقدار مقرر کر دی تھی جو ہر شخص کی ضرورت کے لیئے کافی سمجھی جاتی تھی یا یوں کہنا چاہیئے کہ مقررہ مقدار کے مطابق نمک ہر شخص کو خریدنا پڑتا تھا اور ہر خاندان کے جملہ افراد کی مشترکہ ضرورت کے لیئے جس قدر نمک قانوناً لازمی سمجھا جاتا تھا اسی مقدار کی قیمت کے برابر اس پر محصول لگایا جاتا تھا۔ ایک ایسی حکومت کو "مائی باپ" کی طرح شفیق سمجھنا بیشک تمسخر انگیز ہوگا، جو اپنی رعایا کو مقررہ تعداد میں نمک خریدنے

پر مجبور کرتی ہو۔ لیکن غریب فرانسیسی کاشتکاروں کے لیئے جو محاصل کے بوجھ سے پسے جاتے تھے؛ یہ محض دلگی کی بات نہ تھی۔ ان کو ایک معمولی درجے کی چیز کی اتنی زیادہ مقدار کے لیئے جو نہ تو وہ استعمال کر سکتے تھے اور نہ فروخت کر سکتے تھے بہت بڑی رقم مجبوراً ادا کرنی پڑتی تھی۔ لہذا رشوت ستانی کا ایک نیا راستہ کھل گیا۔ جو بُرے مالی قوانین کا لازمی اور افسوسناک نتیجہ ہے؛ اور یہ بدنظمی انقلاب کے زمانے ہی تک جاری نہیں رہی بلکہ ترقی تہذیب کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ انقلاب کے آٹھ برس پہلے ۱۷۸۱ء میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ "گابیل" کے سات کروڑ بیس لاکھ اشرفی وصول کرنے کے لیئے ایک کروڑ اسّی لاکھ اشرفی صرف کی جاتی ہیں بالفاظ دیگر محصول کی کل آمدنی کا چوتھائی حصہ محض مصارف تحصیل کی نذر ہو جاتا تھا پھر بھی ہر سال رشوت ستانی کے مقدموں کی تعداد تین اور چار ہزار کے درمیان ہوتی تھی؛

"ایڈ" اور "ڈوآن" "ایڈ" اور "ڈوآن" پر جو زمانہ حال کے محاصل آبکاری اور محاصل کروڑ گیری کی جگہ تھے اس طرح کے اعتراضات نہیں ہو سکتے۔ لیکن تجارت میں فتور ڈالنے اور لوگوں کو مفلس بنانے میں ان کا بھی اچھا خاصہ حصہ تھا، فرانس کے ہر صوبے اور قریب قریب ہر ضلع میں جداگانہ محاصل کروڑ گیری موجود تھے جو تقسیم دولت کے سدراہ تھے۔ بالواسطہ محاصل کا ہر شعبہ ٹھیکے پر اٹھا دیا جاتا تھا۔ جس کے سبب سے لالچی گماشتوں مہتموں اور تحصیلداروں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی۔ جو محصول گذاروں کا پیٹ کاٹ کر اپنی جیبیں بھرنے کی فکر میں رہتی تھی۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ جس وقت سُلی نے خزانے کا جائزہ لیا اس وقت علاوہ محاصل منظورہ سرکار اور اُن محاصل کے جو براہ راست یا ٹھیکہ داروں کی معرفت خزانۂ عامرہ میں داخل کیئے جاتے تھے۔ رعایا سے اور بہت سی رقمیں جابرانہ وصول کر لی جاتی تھیں جو فی الحقیقت طولانی خانگی جنگ کا خوفناک ترکہ تھیں۔ صوبوں کے عمال اور

فوجی مطالبات فوجوں کے افسر بھی جس قدر سپاہیوں کے مصارف کے لیئے ضروری سمجھتے تھے وصول کر لیتے تھے۔ حالانکہ نہ تو انھیں خزانے کی طرف سے اجازت تھی اور نہ وہ رقم موصولہ کا حساب دیتے تھے۔ بہت سے

امراء کو جنھیں ہنری چہارم نے اپنا طرفدار بنانا یا غیر جانبدار رکھنا مناسب سمجھا تھا۔ صلے میں چند ضلعوں کی مالگزاری عطا کردی گئی تھی۔ اور چونکہ حکومت رقم موصولہ کے بارے میں دخل نہیں دیتی تھی اس لیئے اکثر یہ لوگ رعایا سے رقم واجب الادا سے تگنا چوگنا روپیہ وصول کرتے تھے۔

سُلی کے انتظامی اصلاحات

ایک ایسا آئین جو اصولاً ناقص ہوا ور جبر و تشدد کے ساتھ نافذ کیا جائے لامحالہ لوگوں کو نادار اور ذرائع آمدنی کو برباد کردیگا لیکن سُلی نے اس اہم مسئلے کی عقدہ کشائی کرنیکی کوئی کوشش نہیں کی بجز اس کے کہ اُس نے زراعت کی ترغیب دی۔ بیرونی ممالک کو بلا محصول غلہ بھیجنے کی اجازت دیدی البتہ مالی انتظامات کی اصلاح میں جان لڑا دی۔ اُس میں اُسنے دو اُصول کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ اولاً یہ کہ ہر قسم کی وصولیابی کے لیئے حکومت سے باقاعدہ اجازت ہونی چاہیئے دوسرے یہ کہ قومی مالیات کا حساب جانچنے کے لیئے کسی کارگر آئین کو رواج دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے فوجی افسروں کو مجبور کیا کہ وہ سپاہیوں کے مصارف کے واسطے خزانے سے مطالبہ کریں اور غیر ضروری تحصیلداروں کی ایک جماعت کو موقوف کردیا اور ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی دولت کو واپس کرنے کے لیئے ان پر دباؤ ڈالا۔ دفاتر تشخیص کی تصحیح اور درستگی کی گئی اور بہت سے حقوق استثنا، جو بدنظمی کے زمانے میں مان لیئے گئے تھے یکقلم اُڑا دیئے گئے۔ ان تدابیر سے وہ صیغہ خزانہ کی بدنظمی دور کرنے میں بہت جلد کامیاب ہوگیا۔ بارہ سال کے سرگرم اور منصفانہ انتظام کے بعد سُلی نے فرانسیسیوں کو غیر مجاز اور غیر قانونی محصولات ادا کرنے سے چھڑایا۔ اور اس طرح سے اُنہیں بارہ کرور فرانک سالانہ کی بچت ہونے لگی۔ اس نے دو کرور بقایا بھی معاف کردیا۔ ۳۳ کرور کا قرضہ یا تو ادا کردیا یا منسوخ کردیا۔ اور ایک زبردست فوج اور عالیشان عدالت کے مصارف کے واسطے ضروری سرمایہ اکٹھا کردیا۔ اور قلعہ باستیل کے تہ خانوں میں ضروریات ناگہانی کے لیئے تین کرور کا خزانہ بھر دیا۔ پس اگر اہل فرانس سُلی اور اُس کے آقا کو قومی اقتدار کا مشترک بانی سمجھنے لگے تو یہ کچھ غلط بات نہ تھی۔

بادشاہ اور امراء کے تعلقات

تیس سال کی خانہ جنگی کے بعد امن وامان قائم کرنے کا کام خزانے کی اصلاح سے زیادہ دشوار اور زیادہ ضروری تھا۔ فرانس میں بادشاہ ہمیشہ انتظام اور اتحاد کا حامی اور امراء اور عوام بدنظمی اور مقامی آزادی کے خواہاں رہے۔ انگلستان میں طبقۂ امراء اپنے ہموطنوں پر اعلیٰ ذمہ داریوں کی بناپر فوقیت رکھتا تھا۔ لیکن فرانس میں امراء طبقۂ ادنیٰ سے خاص حقوق کے سبب سے ممتاز تھے اس لیئے وہ فطرۃً چاہتے تھے کہ اُن کے موجودہ حقوق میں توسیع ہوجائے اور وہ امتیازی خصوصیات جو ان کو عوام اور بادشاہ سے جدا کرتی ہیں زیادہ نمایاں ہوجائیں چنانچہ دوسروں کے حق جتانے میں مدد دینے کے بہ نسبت اُنھیں اپنے حقوق جتانے کی خاص طور پر فکر رہتی تھی۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ازمنۂ وسطیٰ کے سیاسی تنازعات میں امراء عوام کا ساتھ دینے کے لیئے ہمیشہ اور ان کی فتحمندی پر خوشیاں منانے پر قانع تھے۔ اس طرح سے پارلیمنٹ، جو تینوں طبقوں کے نائبین پر مشتمل ہوتی تھی۔ متحدہ کوشش سے قومی آزادی کی مرکز اور ضامن بن گئی۔ اس کے برخلاف فرانس میں امراء اپنے ہی طبقے کے مفاد کے لیئے سرگرم رہتے تھے۔ اور عوام کی فلاح وبہبود سے بے غرض ہوکر وہ ایسی آزادی کے لیئے کوشاں تھے جس کا مآل قومی زیست کو تلف کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ امراء کے جبر وتشدد سے تنگ ہوکر عوام نے بادشاہ کے دامن میں پناہ لی اور اُس کی روزافزوں قوت کو خیر مقدم کہا کیونکہ وہ امید کرنے لگے تھے کہ بادشاہ کے سائے میں جان ومال نسبتہً زیادہ محفوظ رہیگا۔ ایک مطلق العنان بادشاہ کا زمانۂ مستقبل میں عذاب جان ہوجانا ممکن تھا۔ مگر بے اصول اور خودمختار امراء تو زمانۂ موجودہ ہی میں بلامبالغہ بلائے عظیم تھے۔ اس لیئے طبقہ ہائے مجتمعہ "یا اسٹیٹس جنرل" (فرانس کی سہ طبقی مجلس نائبین) کا ٹُٹنا دیکھکر دونوں خاموش رہے۔ بادشاہ تو اس لیئے کہ وہ ہر ایک مدمقابل کے وجود کو خطرناک خیال کرتا تھا اور عوام اسلیئے کہ وہ مذکورہ فرقہ بندی کو اتحاد طبقات پر ترجیح دیتے تھے۔ حالانکہ صرف یہی اتحاد آزادی کی ضمانت ہوسکتا تھا؛

ہنری چہارم کا برتاؤ امراء کے ساتھ

مذہبی لڑائیوں نے اُمراء کو آزادی کا دعوے کرنے کا نہایت عمدہ

موقع دیا۔ بہتیرے کالوین کے پیرو ہو گئے۔ اور اس طرح ان کے فرقہ پسندی کے جذبات میں ایک مذہبی شان اور کوشش کے لیئے خاص خاص سیاسی مقاصد پیدا ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ فرمان نانٹ نے کالوینی طریقۂ عبادت کو امرا کی ۳۵۰۰ گڑھیوں یا قلعوں میں قانوناً جائز قرار دیدیا۔ قاعدے کی بات ہے کہ جب شاہی قوت کم ہوتی ہے تب تنازعات زور پکڑتے ہیں۔ اس لیئے تخت پر متمکن ہونے سے پہلے ہنری چہارم کو ضرورت پڑی کہ وہ چھوٹے موٹے نوابوں کی مشکوک جنبہ داری کو رشوت کے ذریعے خریدے۔ لیکن تخت پر اس کا قدم جمتے ہی امرا کو معلوم ہوا کہ اُن کا بھی کوئی آقا ہے۔ دربار میں تو وہ برابر آجا سکتے تھے لیکن انھیں ملکی معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہ تھی۔ ہنری نے حکومت کو ادنیٰ طبقے کے اہل کاروں کے سپرد کر دیا جو اُسی کے ماتحت تھے امرا حسد بھری نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے ان کے مخصوص حقوق کے متعلق بڑی چھان بین کی گئی اور جو حقوق ثابت نہ کیئے جا سکے وہ خارج کر دیئے جاتے تھے محصول "پولٹ" کے آغاز سے غرض یہ تھی کہ امراء سیفی، کے مقابلے میں امراء خلعتی، بنائے جائیں۔ ڈوئل (یا جنگ یک یکی) جو شرفا کا نہایت محبوب حق امتیازی تھا قطعی ممنوع قرار دیا گیا۔ اور ان لوگوں کے نام جنھوں نے ڈوئل میں حریف کو مارا ہو تحریر معافی کا بھیجا جانا موقوف کر دیا گیا۔ امرا جو خانہ جنگی کی خونریزیوں کے عادی تھے بہت جلد ہنری کے پنجۂ فولادی کے قابو میں آ گئے۔ سپہ سالار بیرون Biron فرقۂ کیتھولک کا سرغنہ اور ڈوک دی بوئی اُون Ducde Bouillon کو

بیرون کی سازش
سنہ ۱۶۰۲ء

فرقۂ ہیوگونو کا سردار دونوں نے سیوائے اور ہسپانیہ سے سازش کی۔ اور "تقسیم فرانس" کے متعلق اسی طریقے پر اظہار خیالات کرنے لگے جو بادشاہ کی وفاداری کے خلاف تھا۔ اس کے جواب میں ہنری نے بھرپور ہاتھ مارا۔ فرانس کی خدمت میں جو چھتیس زخم بیرون نے کھائے تھے وہ بھی معافی نہ دلا سکے اور سنہ ۱۶۰۲ء میں اُسے پھانسی دیدی گئی اسکی موت اس انتقامی جنگ کے آغاز کی علامت تھی جو بادشاہ نے فرانس میں امرا کے خلاف برپا کی۔ اور جو رشلیو کے زمانے میں بھی پوری قوت و خونریزی کے ساتھ جاری

سترہویں صدی میں فرانس کی ملکی فتوحات کا ظاہر کرنیوالا نقشہ



محاذی صفحہ ۲۷

رہی اور اس وقت تک نہ تھمی جب تک کہ حکومت کا غلبہ عہد لوئی چہاردہم میں مسلّم و مکمل نہ ہوگیا۔ ڈک دی بوئی اون نے المانیہ بھاگ کر جان بچائی کونٹ دو ورلی قید کردیا گیا۔ دے پیبرون اور ڈیوک دے پیرنون نے خوف سے مطیع ہوکر معافی حاصل کرلی۔ شاید ہنری چہارم خود بھی ہنری سوم کے اس دبدبہ وحشم کو نصف فرانس کے حاکم اور مغرور امراء کے مغرور ترین فرد کو کوئی اور ضرر نہ پہنچا سکتا تھا۔ تاہم چار برس بعد بھی جب اشتعال اور خطرے مدت کے مٹ چکے تھے ہنری چہارم کی آتش انتقام اُسی طرح بھڑک رہی تھی سنہ ۱۶۰۶ء میں اس نے ایک فوج کے ساتھ جنوب و جنوب مغرب کے غیر مامون اور شوریدہ سر علاقوں میں دورہ کیا اور امراء کے متعدد قلعے منہدم کرادئیے۔ اور عدالت خاص کے فیصلے سے اُن لوگوں کو قتل کرادیا جنھوں نے پچھلی شورش میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

ہنری چہارم کا خارجی طرز عمل

مگر ہنری چہارم کا اصلی جوہر امور خارجی کے ضمن میں کھلتا ہے۔ کئی برس سے فرانس نے یورپین سیاسیات میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا تھا۔ گو فرانسس اول نے یورپ کو چارلس پنجم کی غلامی سے بچایا لیکن لوگوں کو یاد تھا کہ اس نے عہد میڈرڈ کو توڑا اور نیز یہ کہ وہ ترکوں کا مددگار اور حلیف تھا۔ اُس کی موت کے بعد فرانس اقوام کی میزان میں روز بروز نیچا ہوتا گیا یہاں تک کہ مذہبی لڑائیوں کی شد و مد سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوسرا اطالیہ بنجائیگا اور مثل ایک کھلونے کے ہوجائیگا جسے یورپ کی قومیں جدھر چاہیں گی لڑھکا دینگی۔ اس پرآشوب زمانے میں فرانس کو فلپ دوم کی غلامی سے جس چیز نے بچایا وہ فرانسیسیوں کی حب الوطنی نہ تھی بلکہ ولندیزوں کی مردانگی اور الیزبتھ کی کارسازی تھی۔ صلح ویروین کے بعد ہنری کو قومی اقتدار، نیز قومی اثر جو قریب قریب بالکل فنا ہوگیا تھا، دوبارہ قائم کرنا پڑا۔ سب سے بڑا خطرہ جو فرانس کو لاحق تھا وہ اُس کی غیر محفوظ سرحد پر ہر طرف سے آسٹروی و ہسپانوی قوتوں (?) کا دباؤ تھا۔ ایک طرف تو ہسپانیہ روسی اون (?)۔ برگنڈی (فرانش کومٹے) اور ممالک ادنٰی پر قابض تھا اور سیوائے کی مدد پر بھی بھروسہ کرسکتا تھا دوسری طرف ووڑ (?) کے دربے (?) حکومت شہنشاہی کے ہاتھ میں تھے۔ اس طرح سے آسٹروی ہسپانوی خاندان فرانس کو دابے ہوئے

تھا۔ دشمن کا ہاتھ گلو پر ہونے سے فرانس سانس بھی نہیں لے سکتا تھا مگر زنجیر کی قوت کا دارمدار اس کی کمزور ترین کڑی کی قوت پر ہوتا ہے اور ہنری کی تیز آنکھوں نے جس زنجیر سے وہ جکڑا ہوا تھا اُس کے کمزور حصے کو فوراً تاڑ لیا۔ یہ شمالی اطالیہ تھا جو فرانس اور ہسپانیہ کا میدان جنگ تھا۔ ملان سرسبز اور کشادہ خطہ تھا جسے قلعے اور ندیاں دشمنوں کے حملوں سے بچاتی تھیں۔ یہ ایک شہنشاہی جاگیر تھی جس پر ہسپانیہ کا تسلط تھا۔ ہسپانیہ کی دوستانہ بندرگاہ سے سمندر کے راستے اس شہر تک رسائی بہ نسبت المانیہ کے زیادہ آسان تھی۔ جہاں جانے کیلئے ان دشوار گذار اور بعض اوقات پیچیدہ پہاڑی راستوں کو طے کرنا پڑتا ہے جو وال تے لین Valtelline کو درہ برے نر Brenner اور وادی اِن Inn سے ملاتے ہیں۔ غرضیکہ اس خطے پر جنوب میں سیوائے کے پہاڑوں کی طرف سے اور شمال میں گریزون Grisons کے پہاڑوں کی طرف سے نہایت آسانی کے ساتھ حملہ کیا جاسکتا تھا اور ایک مرتبہ فرانس کے ہاتھے چڑھنے کے بعد نہ صرف وہ زنجیر جو اُس کو جکڑے ہوئے تھی ٹوٹ جاتی بلکہ یورپ میں آسٹروی ہسپانوی اثر بھی خوفناک حملہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ جس راستے سے ہسپانیہ جنوبی المانیہ اور فرانشے کامٹی کے ساتھ خط وکتابت کرسکتا تھا وہ ملان ہی سے ہوکر گذرتا تھا۔ اگر یہ راستہ مسدود ہوجاتا تو ہسپانیہ کے خزانے اور فوجوں کے لیئے صرف ایک ممکن راستہ تھا جو خلیج بسکے اور رود بار انگلستان سے ہوکر انٹ ورپ Antwerp اور ہسپانوی ممالک اونی SP. netherlands تک پہنچتا تھا۔ مگر یہ راستہ طولانی اور راس فی نس ٹر کے قریب کے طوفانی خطروں سے اور انگریزی اور فرانسیسی لٹیرے جہازوں کی وجہ سے جو ان تنگ بحیروں میں بکثرت تھے نہایت مخدوش تھا۔

سیوائے کی اہمیت

غرض فرانس کے لیئے اطالیہ میں قسمت آزمائی کا موقع تھا۔ جس کی کلید سیوائے کے ہاتھ میں تھی سیوائے کی حدود ابتک دریائے رون کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھیں اور پیرو دالنس اور دوفینے کے قبضے کے لیئے بھی اس میں اور شاہ فرانس میں نزاع رہتی تھی۔ لیکن اُس کے زبردست ہمسایوں نے رفتہ رفتہ اسے اطالیہ کی طرف

ہٹا دیا اور وہاں کے شہزادے نے مستقل طور سے دامنہ کوہ میں ٹورِن کو دارالسلطنت بنا لیا اور اب اسے آرزو تھی کہ وہ اطالوی شہزادہ بن جائے۔ گو سیوائے کی جگہ پیڈمانٹ اس کی قوت کا مرکز ہو گیا تاہم پیڈمانٹ کا اطالوی ملک نہیں بلکہ سیوائے کے سرحدی مقبوضات ملک رانی کا مرکز قرار پائے۔ فرانس اور اطالیہ کے درمیان پہاڑوں پر واقع ہونے سے سیوائے فرانس اور شہنشاہی اطالیہ دونوں کا دربان تھا۔ جب وہ فرانس سے عہد کر لیتا تھا تو اپنے کوہی درون سے فرانسیسی افواج کو لمبارڈی کے شاداب میدان میں پہنچا دیتا تھا۔ اور جب وہ آسٹریا سے وعدہ کر لیتا تھا تو ہاپسبرگ کی فوجوں کو وادی رون میں لا اُتارتا تھا۔ ایسے فیصلہ کن اور خطرناک ملک کے لیے کسی قسم کے مستقل طرزِ عمل کا پابند ہونا ناممکن تھا۔ چونکہ دونوں فریق اسکے آرزومند ہوتے تھے اس لیے اُسے موقع تھا کہ جب تک ہو سکے ایک سے دوسرے کو لڑاتا رہے۔ گو آخر میں وہ اپنی حفاظت کے لیے زیادہ طاقتور کا طرفدار بنتا تھا۔ لیکن ایک نازک وقت میں سیاسی مقیاس الحرارت کا غلط اندازہ قومی استیصال کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔ جب سے فرانس اور آسٹروی ہسپانوی قوت کی رقابت نے اطالیہ میں زور پکڑا تب سے والیان سیوائے کو مجبوراً اس پیچیدہ طرزِ عمل پر کاربند ہونا پڑا۔ چارلس ہشتم اور لوئی دوازدہم اور چارلس پنجم کی باہمی جنگ میں والیِ سیوائے شہنشاہ کی طرف چلا گیا۔ اس کی پاداش میں فرانسیسیوں نے اس کے ملک کو پچیس سال تک اپنے قبضے میں رکھا۔ لیکن صلح نامۂ کاتو کامبرِیسی سنہ ۱۵۵۹ء میں ملک پھر واپس کر دیا گیا۔ البتہ چھ قلعوں پر جن میں سوسا اور پنرولو قابلِ ذکر ہیں فرانسیسیوں کا قبضہ بدستور رہا۔ یہ قلعے کوہ آلپس کے خاص خاص دروں کی ناکہ بندی کیے ہوئے تھے خاندان والوا کے شاہان متاخرین کے عہد میں جو بدامنی پھیلی اس میں چارلس عمانویل نے سالوتسو لے لیا اور گو عہد نامۂ ویروین میں یہ شرط تھی کہ سالوتسو واپس کر دیا جائے مگر اس پر عمل نہیں کیا گیا اور ہنری چہارم کو حسبِ خواہش موقع ہاتھ آیا کہ وہ سیوائے کو فرانس کے ساتھ اتحاد کرنے کی دعوت دے سنہ ۱۶۰۱ء میں گابری ایل ولیسرے کی موت کے بعد اُن سے اپنی پہلی بیوی مارگریٹ دی والوا

برَیس اور بیوژے کا الحاق فرانس سے۔

کو طلاق دیدی اور گرانڈ ڈیوک آف ٹسکنی Grand Duke of Tuscany کی بیٹی میری ڈومیڈیچی کے ساتھ شادی کرکے اطالیہ میں اپنا اثر مستحکم کیا۔ اُسی سال اُس نے سیوائے پر یورش کی اور بہت جلد اُسے تاراج کردیا پھر جنوری ۱۶۰۱ء میں اُس نے نوجوان چارلس عمانویل سے جو عمانویل فلی برٹ کا جانشین تھا ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے سالوزسو سیوائے کے قبضے میں رہے لیکن اس کے عوض میں فرانس کو برَیس اور بیوژے کی دو چھوٹی ریاستیں مل گئیں۔ اس صلح نامے کے بعد سیوائے پھر فرانس کا حلیف ہوگیا گو اس دوستی کی قیمت ایک بعید علاقے سے دست برداری کی صورت میں ادا کرنی پڑی۔ جو فرانس کے ہاتھ میں رہ کر دربار ٹورن کے لئے دائمی خطرے اور باہمی دشمنی کا سبب بن گیا۔

اسی طرح سے ہنری چہارم نے اس طرزعمل کی بنیاد ڈالی جس پر رشلیو نے اطالیہ میں نہایت کامیابی کے ساتھ عمل کیا بے شبہ ان دونوں مدبرین کا انتہائے کار ایک ہی تھا فرانس کے مفاد کے لئے آسٹروی ہسپانوی خاندان کو زک دینا دونوں کے خارجی طرزعمل کا مقصود ہے مگر ہنری چہارم کو ایسے موقع نہیں ملے جیسے کہ اس کے جانشین کو نصیب ہوئے۔

ہسپانوی آسٹروی خاندان پر حملہ

یہ کہنا مشکل ہے کہ جو منصوبہ عظمیٰ یادداشت سُلی میں ہنری سے منسوب کیا جاتا ہے وہ کسی طرح خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ مدبرین کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ وہ کاروبار سلطنت کے بکھیڑوں سے پیچھا چھڑا کر ہوا میں قلعے بنایا کرتے ہیں اور یہ قرین قیاس ہے کہ اپنے تخیل میں ہنری بھی ایک ایسے یورپ کا نقشہ کھینچتا ہو جس میں مذہبی تنازعات اور قومی نفرتیں ایک پنچایتی عدالت کے حکم سے ختم جائیں اور اسی عدالت میں تمام آزاد ریاستوں کی نیابت ہو اور یہی مذہبی آزادی کے اُصول کی ترجمان ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ از راہ فراست اس بات کو سمجھ گیا ہو کہ یورپ میں جس کا اتحاد ملکی صرف مذہبی آزادی سے مزید استحکام پاسکتا تھا، مقدس رومن سلطنت، یا تاج ہسپانیہ کی مطلق گنجائش نہیں! بہرحال آسٹروی ہسپانوی خاندان کی تباہی (منصوبہ عظمیٰ) کی کامیابی

کی مقدم شرط تھی۔ اگر ہنری چہارم نے کبھی یہ ارادہ حقیقتہً کیا بھی تھا کہ پروٹسٹنٹ نوت کے نائبین کو تینوں مذاہب تسلیم کرا کے ہسپانیہ اور سلطنت شہنشاہی کے خلاف متحد کر دے۔ تب بھی اس نے ۱۶۰۳ء میں الیزبتھ کے مرنے پر اس ارادے کو ضرور ترک کر دیا ہوگا۔

تاہم تھوڑے ہی عرصے بعد آسٹریا ہسپانوی خاندان کو نہایت کارگر طریقے سے زک دینے کا موقع ہاتھ آگیا یعنی ۱۶۰۹ء میں کلیو یولش اور برگ کا ڈیوک جان ولیم لاولد مرگیا اور دو شہزادے وراثت کے دعویدار ہوئے۔ ایک جان سگسمونڈ انتخاب کنندہ برانڈن برگ تھا جس کی بیوی ولیم "زردار" کی (جو ڈیوک سابق کا بھائی اور پیشرو تھا) بڑی بیٹی کی نورِ نظر تھی اس نے اپنی بیوی کے حق کا دعویٰ کچھ تو اس بنا پر کیا کہ وہ خود بڑے خاندان سے تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ ولیم زردار نے اپنی وصیت میں اپنی بڑی بیٹی کی اولاد کو چھوٹی بیٹی کی اولاد پر ترجیح دی تھی۔ دوسرا انبوبرگ کا کاؤنٹ پیلاٹین یعنی حاکم تھا۔ جس نے ولیم زردار کی چھوٹی لڑکی سے شادی کی تھی اسلئے اسکا دعوائے وراثت قرابت نسلی پر مبنی تھا۔ چونکہ جان ولیم کی بڑی بہن مرچکی تھی اس لئے اس کا حق اس کے بیٹے وُلف گانگ، ولیم کو پہنچا۔ اب سوال یہ تھا کہ آیا خاندان کا بزرگ ترین رکن وارث ٹھہرایا جائے یا قریب ترین رشتہ دار؟ دراصل یہ ایسا مسئلہ تھا جس کی عقدہ کشائی مجلس شہنشاہی کا فرض تھا۔ مذہبی رعایتوں نے اس معاملے کو اور بھی پیچیدہ کر دیا تھا۔ تینوں ریاستیں دریائے رائن کے مجاری ادنیٰ کے کنارے صوبجات متحدہ کی سرحد سے لیکر قریب قریب آنڈر ناخ تک پھیلی ہوئی کولون کی اسقفیہ کے معتدبہ حصے کو گھیرے ہوئے تھیں۔ گو دونوں ریاستوں کی آبادی کیتھولک تھی مگر حکومت کے دونوں دعویدار لوتھر کے پیرو تھے اور آؤگز برگ کے مذہبی صلح نامے کے اس موضوعہ اصول کے مطابق کہ "بادشاہ کو اپنے ملک کا مذہب تجویز کرنے کا اختیار ہے" یہ یقینی امر تھا کہ اگر یہ دونوں ریاستیں لوتھری شہزادوں کے ہاتھ لگیں تو تھوڑے ہی عرصے میں نہ صرف وہ خود اس مذہب کے پیرو ہو جائینگی بلکہ اپنے ساتھ کولون کی متذبذب دینی ریاست کو بھی گھسیٹ لے جائیں گی۔ اس خطرے سے بچنے کے لئے شہنشاہ

رودولف دوم نے مسئلہ وراثت طے ہونے تک ان ریاستوں کے انتظام کرنے کا دعویٰ کیا اور **یولیس** کو لینے کے لئے **ایک فوج** بھی روانہ کی لیکن اگر کیتھولک ان ریاستوں پر پروٹسٹنٹ کا تسلط دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے تو پروٹسٹنٹ اور فرانس بھی **ہسپانوی صوبجات ادنیٰ** اور فرانسیسی محاذ کے قریب صوبجات متحدہ کی سرحد پر شہنشاہی فوجوں کا اجتماع نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ رائن کے محاذ ادنیٰ پر شہنشاہی فوج کی موجودگی شمالی **المانیہ** کے پروٹسٹنٹوں اور ولندیزی آزادی کے لئے جو ابھی پورے طور سے حاصل نہیں ہوئی تھی، نیز انگریزی اور فرانسیسی قیبوں کے لئے یکساں خطرناک تھی۔

شہنشاہ کے خلاف اتحاد ہنری کی سرکردگی میں (۱۶۱۰ء)

ہنری چہارم نے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ وہ انتخاب کنندہ **برانڈن برگ** اور **نواب نیوبرگ** کے حقوق کا محافظ ہے اور خود **آسٹروی ہسپانوی خاندان** کے دشمنوں کی متحدہ جماعت کا سرغنہ بن گیا۔ **انگلستان۔ صوبجات متحدہ۔ المانی پروٹسٹنٹ اتحاد۔ وینس اور سیوائے** سب نے اس کی دعوت قبول کی۔ تین فرانسیسی فوجیں تیار ہو گئیں ایک سرحد **پیرینیز** کی طرف روانہ کی گئی دوسری **سلے دی گی ایر** کی سرکردگی میں فتح **ملن** کے لئے **سیوائے** اور **وینس** سے جا ملنے کے لئے چلی۔ تیسری نے جن کا افسر وہ خود تھا **یولش** پر یورش کی۔ اور المانی پروٹسٹنٹ اتحادیوں اور انگریزی و ولندیزی فوجوں سے ملکر ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا آسٹروی ہسپانوی قوت صفحۂ دنیا سے مٹ رہی ہے۔ **رودولف دوم** جو سیاسیات سے ناواقف اور فاترالعقل تھا۔ **بوہیمیا** اور **ہنگری** کی ناراض رعایا سے سرگرم پیکار تھا ادھر **آسٹریا۔ کارنتھیا** اور **کارنی اولا** میں شہنشاہ کا بھتیجا **فرڈی نینڈ**، فرقۂ جیسے **زوئٹ** (حلقہ یسوعی) کی مدد سے **کالوینیوں** کے خلاف جو **ہابزبرگ** کے موروثی ممالک میں بھی قدم جما رہے تھے کمال سرگرمی سے مذہبی جنگ کر رہا تھا؛ روپیہ۔ سردار۔ اور اتحاد نہ ہونے سے آسٹروی قوت کے پاس نہ تو فوج تھی جس پر تکیہ کرے اور نہ رعایا تھی جس پر اعتماد کرے۔ ہسپانیہ کی حالت بھی کچھ بہتر نہ تھی۔ **فلپ دوم** کی ہوس ملک گیری کی وجہ سے یہ ملک پہلے ہی

نادار تھا کہ ایک کمزور بادشاہ اور نااہل وزیر کی بدانتظامی نے اب اور بھی حالت خراب کردی۔ طرّہ یہ کہ اسی وقت اس کو قوم مور کے اخراج کی سوجھی جو اس کی کاربارمی رعایا میں سب سے زیادہ محنتی اور ذکی تھے۔ مختصر یہ کہ وہ سوائے اپنی سرحد کی محافظت کرنے اور مِلان کو اتحادیوں کے حملوں سے بچانے کے اس جنگ میں اور کوئی کام کرنے کے قابل نہ رہا تھا، فی الحقیقت کیتھولک اور آسٹروی ہسپانوی قوت کو اس جانکاہ معرکے میں جس میں وہ بیوقوفی سے اُلجھ گئی تھی جماعت کیتھولک کی فوجوں میکسی ملین حاکم بویریا کے خزانے اور اس کے سپہ سالار ٹلی کی فراست کا کوئی سہارا نہ رہا تھا مگر کمک غیر متوقع جانب سے آئی۔ اور ایک سخت جرم نے خوفناک سرعت کے ساتھ فرانس کے زانو توڑ دیئے، اور خاندان آسٹریا کو بچالیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے

ہنری چہارم کا قتل

کہ کوچ کی تاریخ مقررہ کے دو روز قبل جس وقت ہنری چہارم اپنے وزیر سگلی کی ملاقات کے لئے پیرس کی گلیوں سے گزر رہا تھا ایک مجنون نے جس کا نام راوائیاک تھا اس کے سینے میں خنجر بھونک دیا اور ہنری کی موت کے ساتھ وہ اتحاد بھی فنا ہوگیا جس کا وہ بانی مبانی تھا؛ چنانچہ ناساؤ کے موریس کا انگریزوں کی قلیل فوج کی مدد سے یولش کو چھین لینا، اکیلی کارگزاری تھی جو ادلین بوربون خاندان کے "منصوبۂ عظمیٰ" کو عمل میں لانے کے واسطے کی گئی

ماری ڈمیڈیچی کی اتالیقی

راوائیاک کے خنجر نے صرف آسٹروی ہسپانوی خاندان کو بچایا ہی نہیں بلکہ فرانس کو پندرہ سال تک تباہی اور رسوائی کے سمندر میں غرق رکھا نیا بادشاہ لوئی سیز دہم صرف نو سال کا تھا اس لئے تولیت امر ناگزیر تھی۔ اس ناگہانی افتاد میں ملک کو سنبھالنے کے لئے جیسی ذکاوت و بیدار مغزی کی ضرورت تھی وہ صرف ڈیوک دے پیرنوں میں پائی جاتی تھی۔ قصر شاہی اور ایوان بلدیہ کو اپنی اور معتمد امراء کی فوجوں سے گھیر کر وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں پارلیمان (مجلس شوریٰ) مجتمع تھی۔ اور مطالبہ کیا کہ بادشاہ بیگم فوراً متولیۂ سلطنت تسلیم کرلی جائے اپنی تلوار کی طرف معنی خیز اشارہ کرکے اُس نے کہا "یہ تلوار ابھی تک نیام میں ہے لیکن اگر مجلس برخاست ہونے سے پہلے بادشاہ بیگم اتالیق نہ تسلیم کرلی گئی تو میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اس کو باہر نکلنا پڑے گا۔ جو کچھ آج

بلا خوف وخطر کیا جا سکتا ہے وہ کل دشواری اور خونریزی کے بغیر نہیں ہو سکتا"۔ پارلیمان میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو یہ دیکھ کر خوش تھے کہ یہ شخص حکومت فرانس پر دھاوا ڈالنے کے غیر معمولی رتبے پر دفعتہً پہنچ گیا۔ اور بہت سے ایسے بھی تھے جن کو دی پرلون کی تقرر ایسی زبردست معلوم ہوئی جس کی مزاحمت دشوار تھی۔ غرض میری بلار دو فتحِ مزید کے پارلیمان کے فیصلے سے بادشاہ کے عہد طفولیت میں سلطنت کی متولیہ مان لی گئی اور اس کو بادشاہی کے پورے اختیارات دیئے گئے۔ ایک مجلس نوبیت جو سرکردگان اُمراء پر مشتمل تھی فوراً مرتب کی گئی۔ اس طرح وہ قصر حکومت جس کو ہنری چہارم اور سُلی نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے تعمیر کیا تھا ایک لمحہ میں منہدم ہو گیا اُمراء پھر ہر معاملے میں پیش پیش رہنے لگے سُلی ہی ایک ایسا با اثر شخص تھا جو اس طوفان خیز "اجابی انقلاب" کی روک تھام کر سکتا تھا لیکن اس کی ہمت پست ہو گئی اور اپنی ہی سلامتی کی خیر منانے لگا۔ اور بے سود و بے اثر جد و جہد کے بعد گوشہ گیر ہو گیا۔ جو خزانہ سُلی نے بڑی دقتوں سے جمع کیا تھا وہ اُمراء کی نذر ہو گیا

ہنری چہارم کے طرزِ عمل کی تردید

تاکہ وہ سب نئی حکومت کا ساتھ دیں۔ نگران کار شاہ بے جو دل سے ہسپانیہ کی خیرخواہ تھی، بیرونی جنگ کے خطرے سے ڈر کر ہنری چہارم کی جمع کردہ فوج کے بڑے حصے کو منتشر کر دیا اور دربار ہسپانیہ سے خفیہ سازش شروع کی یولش کی فتح (ستمبر سنہ ۱۶۱۰ء) کے بعد رائن ادلی کے ارد گرد کے ممالک پر شہنشاہی حملوں کا خطرہ جاتا رہا۔ اور اُس نے بالاعلان جنگ سے علیحدہ ہونے کا ارادہ ظاہر کر دیا اور یہ بھی جتا دیا کہ وہ ہسپانیہ سے اتحاد کو اپنی لڑکی الیزبتھ کی شادی ولیعہد ہسپانیہ کے ساتھ اور فلپ سوم کی بڑی لڑکی این کی شادی نوجوان شاہ فرانس کے ساتھ کر کے مستحکم کرنا چاہتی ہے اس طرح ہنری چہارم کی موت کے چھ ماہ بعد اس کا سارا اندرونی و بیرونی طرزِ عمل الٹ دیا گیا۔ فرانس کی کشیدگی پر آسٹریائی خاندان کے خلاف جو اتحاد ہوا تھا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا المانی پروٹسٹنٹ اور ولندیزوں نے شہنشاہ سے صلح کر لی جس پر اکتوبر سنہ ۱۶۱۰ء کو بمقام ولزنٹ دستخط ہو گئے۔ ڈیوک سیوائے نے جس کو فرانس نے تنہا چھوڑ دیا تھا جس طرح بنا ہسپانیہ سے سمجھوتہ کر لیا اور اس طرح کلید اطالیہ پھر فرانس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

ملک کے اندر بد انتظامی رشوت ستانی اور بدامنی نے سر اُٹھایا، خود غرض اور نفاق پسند اُمراء ایسے جھگڑوں سے جن سے انکی ہوس جاہ و مال جھلکتی تھی فرانس کو تباہ کرنے لگے تو

مارشل ڈانکر کا غلبہ

سات برس تک زمام حکومت ماری کے ہاتھ میں رہی۔ وہ ایک خود پسند۔ متلون مزاج۔ سازشی عورت تھی جس نے اپنے خاندان کی خصوصیتوں کو وراثۃً پایا تھا اور جو اپنی ہمجنسوں کی طرح قوی تر ہستیوں پر زیادہ بھروسہ رکھتی تھی۔ مگر اس میں حکمرانی کی اہلیت بالکل نہ تھی۔ یہ زمانہ نفاق اور رسوائی کا زمانہ تھا۔ فرانس کے اصلی فرمان روا اطالیہ کی منچلی لیونورا گالی گائی اور اس کا شوہر تھا، جس کو ماری کی کمزوری نے عملاً فرانس کی سپہ سالاری کے مرتبے پر سرفراز کر دیا۔ حالانکہ اس شخص نے سچ مچ توپ چلتے ہوئے بھی کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایسے عہدے کی جسے اُمراء اپنے طبقے کا حق سمجھتے تھے نامناسب تفویض نے ان کو برہم کر دیا اور وہ سب ماری شال ڈانکر جیسے نو دولتے کے اقتدار کو کینے کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ انھوں نے دو مرتبہ ناکارہ شہزادہ کونڈے کی سرکردگی میں شورش کی مگر ماری اور ڈانکر خوب جانتے تھے کہ بھوکے کُتّے کے آگے کیا پھینکنا چاہیئے۔ دس لاکھ پاؤنڈ کی چوتھائی دینے سے صلح سینٹ نے ہولڈ ۱۵ مئی ۱۶۱۴ء اور ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کی رشوت سے صلح لوڈن مرتبہ مئی ۱۶۱۶ء عمل میں لائی گئیں۔ متولیۂ سلطنت اور اس کا وزیر دونوں خاموشی کے ساتھ اپنے دستور پر کاربند رہے اور مطالبات اصلاح کا منہ سونے سے بند کر دیا گیا، یہی تاریک زمانہ ہے جس میں جاں بلب دستوری حکومت میں دوبارہ زندگی کی کچھ جھلک نظر آتی ہے۔ کچھ تو اپنا اقتدار مستحکم کرنے کی غرض سے اور کچھ کونڈے کی دائمی خطرناک آواز کو خاموش کرنے کیلئے ماری ومیڈیچی "فرانس کی مجلس قومی"، "طبقات مجتمعہ" پھر مجتمع کرنے اور ملک کے مصائب کے بارے میں وہ صلاح لینے کے لیئے راضی ہوگئی۔

اسٹیٹس جنرل ۱۶۱۴ء

وہ غم آلود دلچسپی جو بستر مرگ کے محیط ہوتی ہے شاہی فرانس کے "طبقات مجتمعہ" کے اس آخری اجتماع کو اسی ملکہ سے منسوب کرتی ہے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۶۱۴ء کو پیرس میں اس مجلس کے تینوں طبقے مجتمع ہوئے۔ نائبین کلیسا کی تعداد ۱۴۰، امراء کی ۱۳۲ اور "طبقۂ ثالثہ" کی ۱۹۲ تھی لیکن آخر الذکر کسی طرح عوام کے نمائندے نہیں کہے جا سکتے تھے۔ اس میں کسی تاجر یا کاشتکار

یا چھوٹے زمیندار کا نام نظر نہیں آتا۔ یہ سب زیادہ تر ملازمین سرکاری اور آزاد پیشے والے تھے بعض فرانس کے چھوٹے چھوٹے ضلعوں کے حاکم۔ اور بعض خزانے اور مجالس بلدی کے رکن تھے۔ ان کے علاوہ کہیں کہیں اہل قانون اور عام شہری بھی ملے جلے نظر آتے تھے۔ انھوں نے فوراً وہ ذمہ داری لے لی جو ان کی ترکیب نے ان کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اور اپنے طبقے کو کلیسا اور اُمراء کے مقابلے میں حکومتی طبقہ بنا لیا۔ ابتدا ہی سے تینوں طبقوں کی باہمی رقابت اور "طبقۂ ثالثہ" کے اپنے حقوق کو امراء کی دست برد سے بچانے کے مہلک عزم بالجزم نے بجائے حکومت کے سامنے ملک کی شکایات کو پیش کرنے کے حکومت پر کسی قسم کے واقعی دباؤ کا ڈالنا قطعی ناممکن کر دیا۔ "محصول پولت" کی اجازت دادہ مزید مراتب وحقوق تفویض کے زور سے، حکام کی موروثی جماعت کا (جو تھوڑے ہی عرصے میں نئی امارت قائم کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی) تدریجی فروغ امراء کی حسد بھری آنکھوں میں فطرۃً کھٹکتا تھا اور وہ ملکی خدمات کی خرید و فروخت بند کرانے کے لیئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ دوسری طرف "طبقۂ ثالثہ" جن کی صفوں میں حق یافتہ مستثنیٰ نسبتہً کم تھے اُمراء کے بھاری وظیفوں پر نظریں جمائے ہوئے تحفۃً وظائف کی موقوفی اور "مائی" کی تخفیف کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ امراء کے نازک ترین مقام پر یورش تھی چنانچہ دونوں فرقوں میں ایسی نزاع برپا ہوئی کہ دربار شاہی کو دخل دیکر ملاپ کرانا پڑا۔ امراء سے طبقۂ ثالثہ کا تنازعہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ پادریوں سے ان کی اَن بَن ہو گئی۔ حکام، خصوصاً اہل قانون کلیسائی حکومت کو گالوی (Gallicon) نظر سے دیکھتے تھے یعنی وہ یہ مانتے تھے کہ فرانسیسی کلیسا کے تمام معاملات میں جو سر تا سر روحانی نہ ہوں قومی عہدہ داروں کو دخل دینے کا حق ہے۔ مگر وہ پاپائے روما کی مداخلت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ فرقۂ "جے زوئٹ" سے ان کو خاص عناد تھا۔ اور اُن کی خواہش تھی کہ مجلس ٹرنٹ کے فیصلوں سے جو فرانس میں پورے طور پر تسلیم نہیں کیئے گئے تھے، بالکل انکار کر دیا جائے۔ چنانچہ طبقۂ ثالثہ نے اپنی فردِ شکایات میں ایک فقرہ شامل کر دیا جس میں انھوں نے فرانسیسی بادشاہوں کے آسمانی حقوق کی تائید اور جرم سلطان کشی کی مذمت کے پیرائے میں ضمناً پاپائے روما کے اس حق سے انکار کر دیا کہ وہ رعایا کو معزول بادشاہوں کی

کی اطاعت سے بری قرار دے سکتا ہے"۔پس گالوی التراموں تان کے مابین مباحثہ چھڑ گیا۔ اور ایک مہینے سے اوپر تک مجلس میں اور کسی مسئلے پر بحث نہیں ہوئی۔ اُمرا نے پادریوں کا ساتھ دیا۔ اور چوبیس فقروں کو جو دونوں کے متفقہ عقائد کو ظاہر کرتے تھے مان لیا۔ ان میں احکام ٹرنٹ کی پابندی اور پاپائے روما کے اقتدار کی برقراری کا مسئلہ اسی قدر اہم تھا جس قدر فرانس کے ساتھ ناوار اور بے ارن کے الحاق اور "پولت" اور رسم خرید و فروخت جائداد کی موقوفی اس موقعہ پر حکومت نے جو طبقۂ ثالثہ کی دستگیری کرتی تھی، اپنی مداخلت سے اسباب فساد میں ایک اور اضافہ کر دیا۔ لیکن آخر کار اس نے طبقۂ ثالثہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی فرد شکایت سے اس قابل اعتراض فقرے کو نکال ڈالیں۔

اصلاحات مرتبہ طبقہ ہائے مجتمعہ

مگر ان تمام جاں گزا تنازعات کے باوجود، جنھوں نے دستوری ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے اسٹیٹس جنرل کی نااہلیت ثابت کر دی، ان کا اجتماع بالکل بے سود نہ تھا؛ چنانچہ حکومت کی مخالفت کے باوجود وزیر خزانہ ژانین کو حساب دینے کے لیے مجبور کیا گیا۔ اور جب حساب پیش ہوا تو کھلا کہ وہ پیش کرنے کے لائق نہ تھا۔ پس تخفیفِ وظائف کی معتد بہ تخفیف "پولت" کی موقوفی اور خزانے کی نگرانی کے واسطے محکمۂ نظارت بنانے کے لیے تاج کی منظوری حاصل کر لی گئی۔ کسی قسم کا اختیار قانون سازی نہ ہونے کے سبب سے حکومت کو مرفہ الحال کرنے کے لیے جو کچھ مجلس کر سکتی تھی وہ یہ تھا کہ کیفیت سے مطلع کرے اور وعدہ لے اس کے علاوہ وہ نظم و نسق کے اہم ترین شعبوں میں کارگر طریقے سے جو کچھ ہو سکتا تھا، وہ بھی کرتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انھوں نے خود اپنا اثر زائل کرنے اور اپنی باہمی فساد انگیزی سے خود کو مضحکہ خیز بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تو یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس وقت تک جبکہ سلطنت مٹ رہی تھی، پھر کسی بادشاہ کی ہمت نہ پڑی کہ انھیں اکٹھا کرے۔

ڈانکر کا زوال لیوئین کی وزارت ۱۶۱۷ء

۱۶۱۴ء میں جب لوئی چودہ سال کا ہوا تو "طبقات مجتمعہ" نے اعلان کر دیا کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گیا ہے ۱۶۱۵ء میں ہسپانیہ کے شاہی خاندان میں دوہری نامرغوب شادی رچائی گئی۔ اور ماری کی کامیابی میں ظاہرا کوئی کسر نہ رہی۔ مگر یہ چاندنی چند روزہ تھی لوئی

کو عوام کی طرح خود بھی ڈانکرے کے ساتھ عناد تھا۔ اپنے دوست اور شکاری ساتھی کاونٹ ڈِ لیوئین کی ترغیب سے اُس نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ ۱۶۱۷ء کے آغاز میں اُمراء کی تیسری شورش نے اپنا مقصد یہ ظاہر کیا کہ وہ بادشاہ کو غیر ملکیوں کے ہاتھ سے بچانا چاہتی ہے۔ صرف مادرِ سلطان نے اپنے مقرب کی مدد کی لیکن وہ بھی بیٹے کے سامنے بے بس تھی۔ ۲۵ اپریل ۱۶۱۷ء کو جب ڈانکرے قصر لوور میں داخل ہوا تو اس کو بادشاہ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ تلوار حوالے کر دے۔ اُس کے انکار پر دربان نے گولی ماردی اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ اُس کی بیوی کو اس کے پاس پہنچنے میں زیادہ عرصہ نہ لگا۔ جادو کرنے کے جھوٹے جرم پر سزائے موت کا حکم دیا گیا اور چند روز کے بعد اسے پھانسی دیدی گئی۔ مادرِ سلطان کو بلوا (Blois) میں پناہ لینی پڑی۔ اور لوی اپنے ستانے والوں کا کامیابی کے ساتھ قلع قمع کر کے سمجھا کہ اب وہ بادشاہ ہے۔ لیکن وہ غلطی پر تھا کیونکہ اسے دوسرا آقا بھی ویسا ہی ملا۔ لیوئین نے جو ڈانکرے کی مقتدر جگہ پر متمکن ہوا بہت جلد ثابت کر دیا کہ نہ تو وہ اپنے پیشرو سے زیادہ قابل اور دیانت دار ہے اور نہ اُمراء کی مرضی کے موافق ہے ادھر اس کی ماں دوبارہ طاقت حاصل کرنے کے لیئے برابر سازشیں کرتی رہی۔ اور یہ سازشیں روز بروز زیادہ خطرناک ہوتی جاتی تھیں۔ کیونکہ رشلیو کا پوشیدہ ہاتھ بھی شریکِ کار ہو گیا تھا۔ ۱۶۱۹ء میں سن رسیدہ ڈک دے پرنون اور ۱۶۲۰ء میں مائی این اور واندوم کے نوابوں نے ہیوگونو کے سرغنہ روہان اور لائرے موای سے مل کر اس کے موافق شورش کی اور لوی اور اسکے مقربین کو مجبوراً ملکہ سے سمجھوتہ کرنا پڑا۔

ہیوگنو فرقے کی بغاوت

جوں ہی صُلح آنگولیم (مرتبہ فروری ۱۶۱۹ء و مصدقہ ۱۶۲۰ء) نے لوئی۔ اُس کی ماں اور اُمراء میں مصالحت کرا دی، ہیوگونو نے جو اب حکومت کی ابتری سے فائدہ اٹھا کر اپنی سیاسی آزادی بڑھانا چاہتے تھے، سارے جنوب فرانس میں آگ لگا دی۔ ۱۶۲۰ء میں بے ارن میں مذہب کیتھولک کی بالجبر تجدید سے خوف زدہ ہو کر انھوں نے آزادی کے لیئے جان توڑ کر کوشش کی اور جنوب فرانس میں ہیوگونو جمہوری سلطنت کے

خواب دیکھنے لگے۔ اور اگر اُن کے ذاتی حوصلے اس سے پورے ہو سکتے تو انکو یہ بھی گوارا تھا کہ قوم کے حصّے بخرے ہو جائیں۔ جن متعدد اغراض نے فرانس کو منقسم کر رکھا تھا اُن میں سے جس پر نظر پڑتی تھی خواہ لیوئین اور درباریوں پر یا مادرِ سلطان و حریف باب حکومت پر خواہ کون دے اور اُمراء پر یا روہان اور ہیوگونو فرقے پر۔ ہر طرف خود غرضانہ حوصلوں اور ذاتی مقاصد کی تصویر دکھائی دیتی تھی۔ ہر شخص "اپنے لیئے" اور قوم کے لیئے "کوئی نہیں" کے دستور العمل پر دو کے سوائے بقیہ کل پیشوایان فرانس کاربند تھے۔ خود بادشاہ اور لیوسون کا نوجوان پادری رِشیلو ہی دو ایسے شخص تھے جن کے سینوں میں فرانس کی محبت کے پاک جذبات موجزن تھے لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جو دونوں کو عوام کی فلاح و بہبود کے مشترک کام میں متحد کر دیتا۔ اسی اثناء میں حالت بہت نازک ہو گئی اور لوئی اس کو سنبھالنے کے لیئے مردانہ وار مستعد ہو گیا۔ اسلحہ کی جھنکار اور خطرے کی دھمکی ہمیشہ اس کی طبیعت کے بہترین عناصر کو نمایاں کرتی تھی۔ اس نے فرمان نانت کی تصدیق کی۔ بعد ازاں ایک بڑی فوج کے ساتھ شمال کو طے کر کے ہیوگونو کے قلعۂ لاروشل پر دھاوا کیا اور باوجود سوبیز کی کوششوں کے ژاں وان ژرے لی پر قبضہ کر لیا۔ لاروشل کے محاصرے کا انتظام کرنے کیلئے ڈیوک دے پرنون کو چھوڑ کر اُس نے اپنی ساری قوت ہیوگونو کے جنوبی قلعہ مونتوبان کو لینے کی طرف مبذول کی۔ اسی درمیان میں مانٹ مورن سی نے روہن کو زیر کیا۔ ہیں پہنچنے تک مستحکم شہر نے شاہی فوجوں کی بے ترتیب یورش کو پسپا کیا اور نومبر ۱۶۲۱ء میں بادشاہ نے جلکر بقیہ فوج کو واپس بلا لیا۔ لیوئین میدان جنگ ہی میں بخار سے مرگیا۔ اس کی موت نے صلح کو ممکن کر دیا اور اپریل ۱۶۲۲ء میں ری کے سرحد پر سوبیز پر لوئی اور کوندے کی فتح نے اور بھی قریب کر دیا۔ اب ہیوگونو کو معلوم ہوا کہ بلا بیرونی مدد کے ان کی کامیابی دشوار ہے۔ لوئی آدن شمال میں خاموش بیٹھا رہا پرانا ہیوگونو سردار لے دی گی ایر کیتھولک ہو گیا اور کانسٹبل (صدر ناظم کوتوالی) کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ مونتوبان کے بہادر محافظ لافورس نے فرانس کا عہدۂ سپہ سالاری اور

دو لاکھ کراؤن کا پیشکش منظور کرلیا۔ صرف روہان ثابت قدم رہا۔ مگر جب یہ ظاہر ہوگیا کہ مون پیلی اے یعنے جنوب میں ہیوگونو کا آخری قلعہ بھی ہتھیار ڈالنا چاہتا ہے تو اس نے مجبوراً امرشلن کے آگے سر جھکا دیا۔ صلح مون پیلی اے دم رتبہ ۱۹؍ اکتوبر سنہ ۱۶۲۲ء) وہ موقع ہے جبکہ حکومت فرانس نے ہیوگونو کے سیاسی نظام کو برباد کرنے کی پہلی نمایاں تدبیر کی۔ اس صلح کی رو سے اُنھیں مذہبی آزادی دی گئی لیکن انکو ہر قسم کی سیاسی مجلسیں منعقد کرنے کی ممانعت کر دی گئی تمام قلعے جو اُنھوں نے حال میں بنائے تھے سہندم کر دئے گئے۔ اور آئیندہ کے لیئے صرف مونٹوبان اور لاروشل انکے پاس رہ گئے ہیوگونو پر فرانس کی فتح کے نتیجے جیسے بظاہر نظر آتے تھے اس سے زیادہ ہمہ گیر تھے۔ ملک کے اندرونی امن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دربار میں شخصی مصالحت کرانے کی بھی کوشش شروع ہوگئی۔ اور وزارت کے نہایت بااثر رکن لاوی اُوویل کی ثالثی سے بادشاہ اور اس کی ماں کے درمیان میں اختلافی مسئلوں کے بارے میں مفاہمت ہوگئی۔ اس سمجھوتے کی شرائط میں سے ایک یہ تھی کہ رِشلیو شاہی مجلس شوریٰ میں داخل کرلیا جائے۔ اس روز سے فرانس کے لیئے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔

باب سوم

جوابی اصلاح اور جرمنی میں مذہبی دشواریاں

"جوابی اصلاح" کے اسباب۔ پروٹسٹنٹ مذہب کی کمزوری۔ کلیسا کی بیداری حلقۂ مسیحی سوسائٹی کا اثر۔ پولینڈ جرمنی اور آسٹروی ممالک میں "جوابی اصلاح" کا آغاز جرمنی کے مسائل متنازع فیہ۔ کالوینیوں کی وقعت اوقاف منسوخہ کلیسائی جاگیریں۔ ممالک رائن کے کالوینیوں کی مخدوش حالت۔ ڈوناورتھ کا فساد۔ "اتحادِ کالوینی" اور کیتھولک لیگ۔ بوہیمی پروٹسٹنٹوں کی بغاوت ؏

جوابی اصلاح کے اسباب

یورپ میں پروٹسٹنٹ مذہب کے خلاف ردِ عمل سولھویں صدی کے سنین آخری میں نمایاں ہونے لگا۔ تمام بڑی مذہبی اور ملکی تحریکوں کی طرح یہ تحریک بھی مختلف اور پیچیدہ اسباب پر مبنی تھی؛ ایک حد تک نسلی تفریق نے اپنا اثر دکھایا کہ رُومی زبان[1] بولنے والی قومیں اور سلافی نسل کے لوگ عموماً کچھ توقف کے بعد علانیہ پروٹسٹنٹ مذہب کے خلاف ہو گئے۔ حکومتوں کے طرزِ عمل پر سیاسی اسباب کا اثر زیادہ گہرا تھا۔ اور انھوں نے بھی اپنی رعایا کا مذہب تعین کرنے میں کافی حصہ لیا بشلاً مذہب کیتھولک کے بچاؤ کے لیے ہسپانیہ نے جو استقلال ظاہر کیا اس کی تہ میں ایک یہ وجہ بھی تھی کہ حریص فلپ دوم تمام یورپ پر حاوی ہو جانا چاہتا تھا؛ الزبتھ کی طرف سے ہسپانوی ملک گیری کی پرزور مزاحمت کا سبب مذہبی اختلاف نہ تھا بلکہ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ الزبتھ انگلستان کی آزادی اور تجارتی بہبود و فلاح کی دل سے خواہاں تھی جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے اسی طرح مذہب کیتھولک

[1] رُومی زبان سے مراد وہ تمام زبانیں ہیں جو آجکل یورپ میں بولی جاتی ہیں اور جو لاطینی زبان سے بلاواسطہ مشتق ہیں بشلاً اطالوی۔ فرانسیسی ہسپانوی اور پرتگالی۔ مترجم ؏

پر قائم رہنے کے لیے فرانس کا آخری نتیجہ اس بنا پر تھا کہ اُس کو اتحاد کی بڑی ضرورت تھی اور ہیوگونو فساد کی جڑ تھے ؛

پروٹسٹنٹوں کی بنیادی کمزوری

دوسری وجوہات سے قطع نظر جن اسباب سے واقعات آئندہ ظہور میں آئے وہ ہمیشہ مذہبی تھے۔ مذہب پروٹسٹنٹ اول اول ایک بڑے اخلاقی انقلاب کا خارج میں رونما ہونا تھا یعنی لوگوں کی دینی اور اخلاقی فطرت نے بدعت آلود مذہب اور ناشائستہ اور ناقابل اصلاح رواج کے خلاف سر اٹھایا۔ اور چونکہ اسکی بنا انکار و تردید پر تھی لہذا جب تک اس کا کام کلیۃً برباد کن تھا اس وقت تک اس کا بڑا زور شور رہا۔ اخلاقی سقم کو دور کرنا اور ایک ایسے مذہب پر جس کے اُصول کی تعریف غلط کی گئی تھی، یورش کرنا ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں حق کے واسطے مذہبی جنگ کا ولولہ جوش زن تھا، نہایت آسان تھا لیکن جب اس کی باری آئی کہ وہ خود اپنا آئین وضع کرے اور اپنے اصول قرار دینے اور حقیقت کی تشریح کرنے کی کوشش کرے تب اس کی کمزوری نمایاں ہوگئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس مذہب کے دو فرقے ہوگئے جو لوتھر اور کالوین کے نام سے منسوب کیے گئے اور ان دونوں میں ایسی پھوٹ پڑی کہ یہ ظاہر ہوگیا کہ ہر فرقے کا رجحان مزید قیود اور مزید تفریق کی طرف ہے۔ انسانی زبان میں خود آشکار و کامل حق کو ظاہر کرنے کی کوشش میں بڑی بڑی توضیحات کی گئیں لیکن نتیجہ تفریق مزید کے سوا اور کچھ نہ ہوا؛ لوتھر کا مسلک نفاق کے خطرے سے بچنے کے لیے حکومت کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہوا۔ مگر وہ جس قدر حکومت کا صیغۂ اخلاقی زیادہ ہوتا گیا عوام پر اس کا زور اُسی نسبت سے گھٹنے لگا۔ سولھویں صدی کے وسط سے اس کی ترقی رکنا شروع ہوئی۔ اور جب کسی مذہبی تحریک کی ترقی تھم جاتی ہے، ردعمل شروع ہوجاتا ہے؛ کالونیت نے زیادہ جوش دکھایا یہ مذہب تشدد پسند تھا اور جس طرح سے لوتھریت نے حکومت پر تکیہ کیا تھا اسی طرح اس نے ان لوگوں کی مدد پر اعتماد کیا جو حکومت کی مرکزیت کے مخالف تھے۔ اس کے سخت عقائد جن کا میلان مذہبی جوش اور تعصب کی طرف تھا ایسے وضع کیے گئے تھے جو ہمیشہ اجتماعی اور زود اثر اور بعض اوقات اعلیٰ اور ناقابل برداشت ہوتے تھے۔ جس وقت

یہ ولندیزوں اور سوئس کی آزادی اور حب الوطنی سے پیوست ہو جاتے تھے
تب انکی تمام خوبیاں نظر آتی تھیں لیکن جب یہ فرانس اور جرمنی میں خود غرضی اور
تفرقہ پردازی کا بہانہ قرار دیا جاتا تھا تب اس کے برابر کوئی دوسری چیز قبیح نہیں دکھائی
دیتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہر چیز کو بہالے جائیگا۔ وہ اسکاٹلینڈ۔
سوئٹزرلینڈ اور بالائی ممالک رائن میں اور ولندیزوں کے درمیان مضبوطی
سے جڑ پکڑ لینے کے بعد فرانس انگلستان اور ہنگری کو بڑی سُرعت کے ساتھ تسخیر
کر رہا تھا۔ اس کے پھریرے آسٹروی خاندان کی آبائی ریاستوں میں لہرا رہے تھے۔
اور ہسپانیہ اور اطالیہ میں بھی اس کے قدم جم گئے تھے۔ مگر لوتھریت کی طرح اس
میں بھی مدافعت کرنے کی بہ نسبت فتوحات کی صلاحیت زیادہ تھی۔ پس رفتہ رفتہ
موجیں پلٹنے لگیں ممالک نشیبی میں طولانی اور سخت لڑائی کا فیصلہ ملکی تقسیم پر ہوا۔
باوجود فلپ دوم کی بیجہ کوششوں کے ساتھ شمالی صوبے آزاد ہو گئے اور کالونیی
مذہب پر قائم رہے لیکن زود شلیٹ کے جنوب و مغرب کا ملک ہسپانیہ اور مذہب
کیتھولک سے وابستہ رہا الیزبتھ کی سرکردگی میں ملکی قرار داد و مصالح کی بنا پر انگلستان
نے کالونیی مذہب قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس پر بھی بہت سے انگریز
کالونیی ہو گئے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ فرانس کو کالونیت اور اتحاد ملکی میں سے ایک کو
انتخاب کرنا تھا پس اس نے صرف متحدہ اور کیتھولک رہنا ہی نہیں پسند کیا
بلکہ وہ ہیوگونو نظام کے سیاسی اثر کو بیخ و بُن سے کھود کر پھینکدینے کے لیئے
مستعدی کے ساتھ مصروف ہو گیا۔

کلیسا میں مذہبی بیداری

لیکن یہ پروٹسٹنٹ مذہب کے اصول کی فلسفیانہ یا سیاسی کمزوری
نہ تھی جس نے اس کی ترقی کا خاتمہ کر دیا۔ اور بڑھتی ہوئی موجوں
کو پلٹا دیا۔ بلکہ یہ مذہب کیتھولک کی روز افزوں طاقت تھی۔
سولھویں صدی کے آغاز میں پروٹسٹنٹ مذہب کی قوت فاجرانہ زندگی اور شرمناک
آئین کی مزاحمت پر مبنی تھی کانس ٹینس Constence اور بازل Basle
کی مجالس دینی کے فیصلوں نے جو نفاق کی آگ بھڑکائی اس کے بعد بھی کلیسا نے
اصلاح کرنے سے انکار کر دیا تھا اور جب ساوونارولا نے اصلاح عمل کا شور مچایا تو

اس کے جواب میں پوپ الگزنڈر ششم نے اُس کو خارج ملّت قرار دیا تھا۔ مگر آخر کار پروٹسٹنٹ مذہب کی کامیابی نے کلیسا کو اصلاح پر مائل کر دیا۔ مجلس ٹرنٹ نے رومن کلیسا پر دو نمایاں اثر چھوڑے ایک تو مدارس کا قیام لازمی ٹھہرا کر اس نے پادریوں کی اصلاح کی اور انھیں سکھایا کہ وہ عوام کو تعلیم دیں۔ دوسرا پاپائے روما کی سرداری کو تسلیم کر کے اس نے رومن کلیسا کے نظام کو اس طرح سُدھارا جس طرح فوج اپنے سپہ سالار کی ماتحتی میں جس کی فرمانبرداری ہر سپاہی پر واجب ہوتی ہے مربوط رہتی ہے۔ بے شبہ اس وقت سے پاپا کا اثر یورپ میں پہلے سے کم رقبے پر رہ گیا مگر اس میں اپنے معتقدین کو اطاعت پر مجبور کرنے کی قوت زیادہ ہو گئی۔ "اصلاح مذہب" کے بعد کی صدی میں رومن کلیسا کی مذہبی زندگی میں از سر نو روح کا پیدا ہونا اور نئے فرقوں کا بننا سبب نہ تھا بلکہ درحقیقت اس بات کا نتیجہ یا ثبوت تھا کہ اہل کلیسا میں پھر ایثار نفس و تقویٰ کا جوش بھر گیا ہے لیکن ان سب اصلاحی فرقوں میں بھی

جے زوئٹ گروہ کا اثر

"حلقہ مسیحی" کی بنیاد دنیا کی مذہبی تاریخ کا نیا ورق الٹتی ہے اگناتیوس لویولا پادری ہونے سے پہلے سپاہی تھا اور اس کی انجمن مذہبی مقاصد کے واسطے ایک فوجی تنظیم تھی الحاد اور شرک کو مٹانا اس کا مقصد تھا اور ترک خودی اس کے نزدیک اولین فضیلت تھی ایک جے زوئٹ جس کے رگ و پے میں مذہبی اُصول پیوست تھے اپنی انفرادی حیثیت کھو کر ایک بڑے کُل کا محض جزو بنجاتا تھا۔ وہ زندہ رہتا تھا۔ حرکت کرتا تھا۔ احساس کرتا تھا اور سوچتا تھا لیکن اپنی انجمن میں اور صرف اپنی انجمن کے واسطے۔ ان سب کو ایک ہی طرز پر تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک ہی شخص کا دماغ ان کی ہدایت کرتا تھا اور آئین مسلّمہ کے مطابق "پاپا" کے احکام کی بے چون وچرا تعمیل ان کا فرض عین تھا۔ اس طرح جب "حلقہ مسیحی" ابتدائی زمانے کے سچے جوش و سرگرمی کے ساتھ تمام دنیا میں پھیلا، تو "پاپا" کے ہاتھ میں ایسی قوت بن گئی۔ جو اپنی حکومت کی انتہائی مرکزیت اور اپنے کاموں کی ہمہ گیری کے سبب سے دنیا کی تاریخ میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ یورپ میں جہاں مذہب پروٹسٹنٹ جیسا زبردست حریف موجود تھا اس نے موقعہ شناسی سے

انکی تعلیم وتدریس	جو اس کی خصوصیت تھی، مسئلۂ تعلیم کو اپنا خاص فرض بنا لیا۔ آزادانہ تحقیقات کا روز افزوں جوش مزید معلومات کے لیے مطالبہ کر رہا تھا۔ لیکن مذہب پروٹسٹنٹ گو، تجدید علم، سے پیدا ہوا

تھا لیکن ان مطالبات کی پیاس کو نہ بجھا سکا۔ اس نے علما تیار کیے لیکن عوام کی تعلیم کے واسطے کچھ نہیں کیا تھا۔ جے زوئٹ گروہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے عوام کو اعلیٰ درجے کی تعلیم مفت دینے کا تہیہ کر لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں حریفوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ جن ممالک میں پروٹسٹنٹ مذہب نے قوت حاصل کی مگر وہ پورا حاوی نہ ہوا تھا وہاں کلیسا کو گروہ جے زوئٹ کی اس کوشش سے بہت نفع پہنچا کیونکہ ان کی تعلیم اس بات کی ضامن تھی کہ ملک کی عقلی تربیت آئندہ کلیسائیت کے راسخ مذہب کے مطابق کی جائیگی۔ ہر کیتھولک بادشاہ کو ان کی مدد نہایت ضروری معلوم ہوتی تھی فرانس میں بھی جہاں کالوینی مذہب کی قوت بہت زیادہ تھی۔ اور جہاں کے بادشاہ کا مذہب حکمت عملی کا تابع رہتا تھا گروہ جے زوئٹ نے جامعۂ سار بون کی زہریلی اور مستعد مزاحمت کے باوجود اپنے قدم جمالیے تھے بیویریا اور آسٹریا کے حکمران کے لیے جو پروٹسٹنٹ مذہب کو مٹانے کے دل سے آرزومند تھے یہ بہت مفید ثابت ہوئے۔ اس طرح صدی کے آخر میں بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ اب جوش۔ عبودیت علم۔ جانفروشی اور مذہبی ولولہ کلیسا کی طرف تھا۔ تنظیم میں اعلیٰ۔ مذہبی مساعی میں اعلیٰ۔ مرکزیت میں اعلیٰ۔ ہوکر اہل کلیسا نے ملکر اپنے دشمنوں کا نہایت پُرزور مقابلہ کیا۔ اور اس پر بھی تیار تھے کہ جب موقع ملے تو جے زوئٹ گروہ کی مدد سے یورپ میں مذہب پروٹسٹنٹ کے خلاف اپنی جنگ شروع کر دیں۔ اسی زمانے میں ان کی انجمنیں سمندر پار ایک نئی دنیا کو اس کے حلقۂ اطاعت میں لانے کے لیے جان توڑ کوشش کر رہی تھیں۔

موقع کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سولھویں صدی کے سنین آخر میں وسط یورپ میں وہ لوگ صاحب قوت ہوئے جن کا شباب کیتھولک بیداری کے زیر اثر سدھایا گیا تھا۔ اس کے پہلے ہی فلپ دوم سان کارلو بورومیو کی کوششوں اور تحقیقات کی مدد سے اطالیہ اور ہسپانیہ میں پروٹسٹنٹ مذہب کی تحریک دبا دی گئی اور الحاد کو

پولینڈ میں جوابی اصلاح

آلپس اور پرسے نیز کے پار بھگا دیا گیا تھا۔ ۱۵۸۷ء میں جان دسوئے ڈیٹی اور کیتھرن یا گیلون کا بیٹا سجس منڈ پولینڈ کے تخت پر بیٹھا یا گیا۔ وہ پکا کیتھولک تھا اور اُس کی تخت نشینی کیتھولکوں کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ وہ فوراً پولینڈ میں مذہب کیتھولک کو دوبارہ رواج دینے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے شاہی سرپرستی کو جو پولینڈ میں بہت ہمہ گیر تھی صرف کیتھولک لوگوں کے لیئے روا رکھا۔ انھیں اپنی اعانت کے لیئے بلایا۔ ان کی روپے پیسے سے مدد کی اور امُرار کے لڑکوں کو ان کے مدارس میں شریک ہونے کی ترغیب دی۔ کلیسائی عمارات پر استحقاق کے حل طلب مسائل میں اس نے تاج کے اثر کو کیتھولک مذہب کے موافق صرف کیا اور اس میں اس درجہ کامیاب ہوا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ پولینڈ بھر میں صرف ڈانٹ زِک ہی ایک ایسا شہر رہ گیا تھا جہاں پروٹسٹنٹ فرقے کو گرجا میں جانے کا حق باقی تھا۔ پس چند سال میں سارے سرکاری طبقے کیتھولک ہو گئے۔ دوسری طرف جے سوئٹ مبلغوں نے لی ووُنیا اور لی تھوا لے نیہ میں پرانا مذہب پھر مروج کر دیا۔ ملک جرمنی میں اس سے زیادہ سخت طریقے استعمال کیئے گئے کیونکہ آوگزبرگ کے مذہبی صلح نامے مرتبہ ۱۵۵۵ء کے اصول کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ ہر حکمران کو اپنی رعایا کا مذہب معین کرنے کا اختیار رہے۔ چنانچہ عہد مو نووسٹ ۱۵۹۵ء کو اسقف بام برگ نے فرمان کے ذریعے سے تمام ان لوگوں کو جو مذہب کیتھولک کی رسوم کے مطابق روٹی اور شراب قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اپنی اسقفیہ سے خارج کر دیا۔ اُس کی کامیابی سے دلیر ہو کر اسقف پادربورن نے چند روز بعد اس کی تقلید کی اور اپنے اسقفیہ میں ایک جے زوئٹ دارالعلوم قائم کیا اور اسکی امداد بھی کی نئی صدی کے ابتدائی سنین میں منتخبین فون بی کن Mainz ملینسر کے شولی کارٹ اور کولون کے فرڈی نینڈ اور ازلنسدٹ اور ٹریر کے لوتھیر نے کچھ تو حکومتی دباؤ اور کچھ شخصی اثر سے رووراٹن کی ہین صدر اسقفیوں میں مذہب کیتھولک مستقل طور سے دوبارہ قائم کیا۔ لیکن سب سے اہم نتائج جنوبی جرمنی میں نکلے۔

اسٹی ریہ

۱۵۹۶ء میں شہنشاہ روڈالف دوم کا چچرا بھائی فرڈی نینڈ سن شعور کو پہنچا اور اپنے باپ آرک ڈیوک چارلس کی جگہ

ریاستہائے اسٹی ریہ کارنی اُولا اور کارِن تھیہ کا والی ہوا۔ فرڈی نینڈ نہایت پختہ ارادے اور گہرے مذہبی عقائد کا آدمی تھا اور اس کے جے زوئٹ معلمین نے ان عقائد کو جنون مذہبی کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ مذہب کیتھولک کی دوبارہ اشاعت کو وہ اپنی زندگی کا خاص کام سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کے دوسرے سال لوری ٹو کی درگاہ کے آگے دوزانو ہو کر اس نے صدق دل سے قسم کھائی کہ وہ اپنی آبائی ریاستوں میں سے پروٹسٹنٹ مذہب کی جڑ کھود کر پھینک دیگا۔ وہ اپنے عہد سے غافل نہیں ہوا۔ ۱۵۹۸ء میں احکام نافذ ہوئے اور پروٹسٹنٹ پادریوں کو حکم ملا کہ وہ چودہ دن کے اندر اس کا ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔ دوسرے سال فرامین مجریہ پر عملدرآمد کرانے

آسٹریا اور موراویہ میں

کے لیئے اضلاع میں مہتممین روانہ کیئے گئے۔ پروٹسٹنٹ گرجا منہدم کر دیئے گئے۔ پادری نکال دیئے گئے اور عوام پر مذہب کیتھولک قبول کرنے کے لیئے دباؤ ڈالا گیا۔ شہنشاہ نے اپنے بھائی کی کامیابی دیکھ کر اس کے قدم پر قدم رکھا اور سنہ ۱۵۹۹ء سے سنہ ۱۶۰۳ء تک آسٹریا میں اسی نوع کے احکامات نافذ ہوتے رہے۔ اور پروٹسٹنٹ پادری خارج کر دیئے گئے اس پر اکتفا نہ کر کے روڈولف دوم نے اپنے دوسرے ممالک میں بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔ سنہ ۱۶۰۲ء میں اس نے بوہیمیہ اور موراویہ میں "اخوت موراوی" کے جلسوں کے انعقاد کی ممانعت کر دی۔ اور پروٹسٹنٹ عوام کو کیتھولک بنانے کی غرض سے اُس نے ہنگروی پادریوں کو فوجی کمک پہنچائی اسی اثناء میں ولیم ڈیوک بیوریہ اور اس

بیوریہ میں

کے بیٹے میکسی می لین کی (جو اپنے باپ کے استعفاء پر سنہ ۱۵۹۷ء میں تخت نشین ہوا) کوشش اور انگولسٹاٹ Ingolstat کے بڑے جے زوئٹ دارالعلوم کی پرزور مدد سے بیوریہ میں بھی مذہب کیتھولک کا پورا غلبہ ہو گیا۔

الغرض سترھویں صدی کے آغاز میں کلیسا کے موافق بڑے زور و شور سے عمل ہوا۔ اس تحریک کا مرکز پوپ پال پنجم بورگیزے تھا۔ پال پنجم میں گو سکس ٹس پنجم کی عالی دماغی اور پی اس پنجم کی دینی گرم جوشی بہت کم تھی مگر اپنے منصب کی اہمیت اور اختیارات کا بلند معیار جو اُس نے قائم کیا تھا اُس میں وہ اپنے متقدمین سے

دھتی کہ ہیلدے برانٹ سے بھی آگے سبقت لے گیا تھا۔ فلپ سوم والیٔ ہسپانیہ میکسی می لین والیٔ بوہیمیا، فرڈی ننڈ والیٔ اسٹی ریہ اور سگسمنڈ والیٔ پولینڈ نے اس کے قدم پر قدم رکھا اور مذہب کیتھولک کی ترویج و ترقی کو اپنے طرزِ عمل کا اولین مقصد قرار دیا۔ اس کے پہلے ہی پولینڈ اور جنوبی جرمنی میں ان کی کوششیں کارگر ہو چکی تھیں۔ اور اس تحریک کا اثر اُن تمام شہنشاہی ممالک پر پڑا جن کی ملکیت زیرِ بحث تھی اور جو ہنوز نہ پروٹسٹنٹ کے قبضے میں آئے تھے اور نہ کیتھولک کے۔ خود شہنشاہی حقوق بھی اس کی ترقی کے اثر سے محفوظ نہ رہے اور شہنشاہی عدالتوں کے فیصلوں میں تو شہنشاہ اور منصفین کے مذہبی تعصب کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ اس واقعے کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ ان عدالتوں کے سامنے ایک نہایت دلچسپ سیاسی مسئلہ پیش تھا۔ صلح نامہ اوگزبرگ مرتبہ ۱۵۵۵ء کی غرض و غایت گو یہی تھی کہ کلیسا اور لوتھرانیوں میں مصالحت ہو جائے مگر پھر بھی تین مسئلوں کی عقدہ کشائی باقی رہ گئی تھی اور یہ یقینی امر تھا کہ اگر فریقین میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو گیا تو ان مسئلوں کا فیصلہ دیر یا سویر تلوار کے ذریعے سے ہوگا۔ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ اس عہد نامے کے فقرے صرف لوتھرانیوں کے متعلق تھے کیونکہ صلح کے وقت "سلطنت جرمنی" کے کل شہزادے لوتھرانی تھے۔ ان کو صرف اپنے ہی فائدوں کا خیال تھا۔ اس لیے "کالوینیت" کو سلطنت میں کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا اور اس کو اپنے حقوق جتانے کی ضرورت تھی۔ دوسرے یہ کہ معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ جو کلیسائی اوقاف لوتھرانی شہزادوں کے ممالک محروسہ کے اندر تھے اور جنکو ان شہزادوں نے کلیسا سے علٰحدہ کر لیا تھا یا ۱۵۵۲ء کے پہلے لوتھرانی اغراض کے نذر کر دیا تھا، ان پر کلیسا کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن بعد ازاں فریقین کے درمیان ان اوقاف کے بارے میں جو ۱۵۵۲ء کے بعد علٰحدہ کیے گئے تھے برابر جھگڑے ہوتے رہے۔ کیتھولک یہ کہتے تھے کہ صرف یہی واقعہ کہ وہ علاقے جو ۱۵۵۲ء کے پہلے علٰحدہ کر لیے گئے تھے، کلیسا کی ماتحتی سے بری تھے۔ اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ جو علاقے ۱۵۵۲ء

صلح نامہ اوگزبرگ کے ضمنی مسائل

کالوینیوں کی حالت

۲۔ اوقاف منسوخہ

کے بعد علیحدہ کیئے گئے وہ اس برئیت میں شامل نہیں تھے اس لیئے وہ کلیسا سے ناجائز طور پر چھینے گئے اور ان کی واپسی فوراً عمل میں آنی چاہیئے۔ دوسری طرف لوتھرانی یہ حجت کرتے تھے کہ معاہدے کی غرض ایک عام اُصول قرار دینا تھا جو اس نوعیت کے تمام اوقاف منسوخہ کے لیئے یکساں قابل عمل ہو۔ اور سنہ و تاریخ سے تو محض معاہدۂ پاشاؤ کا حوالہ دینا منظور تھا اور معاہدۂ صلحنامۂ اوگزبرگ کا پیش خیمہ تھا۔ اس سنہ سے مراد یہ نہ تھی کہ منسوخ شدہ اوقاف کی دو جداگانہ قسمیں بنائی جائیں۔ غرض کہ صلحنامے کی اس تاویل سے فائدہ اٹھاکر بیشتر لوتھرانی اور ریفارمڈ کالوینی شہزادوں نے ۱۵۵۲ء کے بعد بڑے بڑے علاقوں کو کلیسا سے لے لیا اور اپنے چھوٹے بیٹوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بطور جاگیر کے تقسیم کر دیا تھا۔

کلیسائی جاگیریں

ایک اور دشواری کلیسائی جاگیروں کے بارے میں پیدا ہوئی۔ تجدید مذہب کے سنین ابتدائی میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک اسقف (یا) شماس جو اپنی اسقفی یا شماسی جاگیر کا رئیس بھی ہوتا تھا (جرمن میں ایسے دینی رئیسوں کی ایک بڑی تعداد تھی) لوتھرانی ہو جاتا۔ ایسی صورت میں کلیسا کے حقوق محفوظ رکھنے کے لیئے صلحنامۂ آوگزبرگ میں اس کی رعایت رکھی گئی تھی کہ اگر کوئی اسقف یا شماس لوتھرانی ہو جائے تو وہ اپنے اعزاز سے فوراً دستکش ہو جائے لیکن پروٹسٹنٹ لوگوں کا دعویٰ تھا کہ یہ قید صرف اُن اسقفوں یا شماسوں کے لیئے تھی جن کا انتخاب کیتھولک مجلس کلیسائی نے انکے کیتھولک ہونیکے زمانے میں کیا تھا اور بعدازاں وہ پروٹسٹنٹ ہو گئے۔ ورنہ اس کا اثر ان حالتوں پر ہرگز نہیں پڑتا تھا مجلس کلیسائی خود پروٹسٹنٹ ہو گئی ہو اور پروٹسٹنٹ ہونیکی حالت میں اس نے کسی پروٹسٹنٹ کو اپنا اسقف یا شماس منتخب کیا ہو۔ اس دلیل کے زور پر شمالی جرمنی کی آٹھ بڑی بڑی اسقفیاں اور ملک بھر میں بہت سی شماسیاں کلیسا سے عملاً چھن گئیں۔ پروٹسٹنٹ اسقف یا شماس، کلیسائی حقوق یا اختیارات پر کوئی حق نہیں جتاتا تھا۔ وہ ایک ایسا رئیس ہوتا تھا جو بجائے ڈیوک یا لینڈگراف کے اسقف یا بعض اوقات منتظم کہلاتا ہو۔

جب تک پروٹسٹنٹ مذہب کا دور دورہ رہا سو تب تک ان معاملات میں پروٹسٹنٹ خیالات کا غلبہ رہا کیونکہ پروٹسٹنٹ لوگ غالب تھے۔ اور کیتھولک

کو اظہار نارضامندگی پر قناعت کرنی پڑتی تھی مگر "جوابی اصلاح" کے فروغ کے ساتھ ہی صورت معاملات بدل گئی۔ پروٹسٹنٹ لوگوں میں اس قدر نااتفاقی تھی کہ مذہبی صُلح کے حقوق مفوضہ میں کالوینیوں کو شریک کرنے کے لیئے کسی لوتھرانی نے ایک اُنگلی بھی نہ ہلائی؛ اب کیتھولک اپنے طاقت ور حامیوں کی مدد سے منسوخ شدہ اوقاف کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ امر مُسلّم تھا کہ اگر یہ مسئلہ شہنشاہی عدالت کے سامنے پیش ہوا تو فیصلہ کیتھولک کے موافق کیا جائیگا۔ بالائی رائن کے کالونی اب بڑی خطرناک حالت میں تھے۔ ان کے ایک طرف ہسپانیہ اور دوسری طرف بیویریہ تھا۔ مذہبی صلح کے دامن حفاظت میں ان کے لیئے قانوناً کوئی گنجائش نہ تھی۔ اور نہ شمال کے لوتھرانی رئیسوں سے ہی مدد کی کوئی امید تھی۔ غرض کہ ان کو ہر وقت خوف تھا کہ کہیں شہنشاہ اور میکسی می لین جو اپنے اپنے ممالک میں الحاد کا خاتمہ کر کے سرخرو ہو رہے تھے ان کے اوپر دھاوا نہ کر بیٹھیں۔ ایک چھوٹے سے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا خوف بالکل بجا تھا۔ دریائے ڈینیوب کے کنارے ڈوناوورتھ ایک آزاد شہر تھا جہاں پروٹسٹنٹ بہت کثرت سے آباد تھے۔ ۱۶۰۶ء میں یہاں ایک کیتھولک جلوس کی تحقیر و تذلیل کی گئی اور مذہبی ہنگامہ ہو گیا یہ معاملہ فوراً شہنشاہی مجلس کے سامنے لایا گیا جو کلیتہً شہنشاہ کے نامزدگان سے مرکب تھی۔ ڈوناوورتھ کے خلاف سلطنت کا فرمان اخراج صادر ہو گیا۔ اور فرمان نافذہ کی تعمیل کے لیئے میکسی می لین مامور کیا گیا۔ اس نے فوراً شہر میں اپنی فوجیں اُتار دیں۔ اور امن قائم کرنے اور مصارف افواج کیلیئے ضمانت وصول کرنے پر اکتفا نہ کر کے اس نے پروٹسٹنٹ لوگوں کو گرجاؤں سے نکالنا اور کیتھولک طرز عبادت کو اس حیلے سے رواج دینا شروع کیا کہ اس ملک میں اشاعت پروٹسٹنٹ مذہب خلاف قانون کی گئی تھی اور صلح نامہ آوگزبرگ میں اسکی کوئی اجازت نہیں۔ میکسی می لین کی یہ حرکت پروٹسٹنٹ کی نظر و نمیں صریح اور ناقابل فروگذاشت پیش دستی تھی اور اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابلے میں طاقت آزمائی کے لیئے تیار ہو گئے۔ کرسچین رئیس آنہالٹ ان خونخوار اور مفسد لوگوں میں سے تھا جن کی سرکردگی جنگ و جدال کی یقینی فال ہوتی ہے۔ اُس نے اِس موقع سے فائدہ اٹھایا اور محاذ رائن کی تمام پروٹسٹنٹ

ریاستوں کو سنہ ۱۶۰۸ء میں ایک مدافعانہ اتحاد میں باہم وابستہ کردیا۔ اُسے امید تھی کہ ایک مرتبہ ان کو متحد کرنے کے بعد وہ آسٹروی خاندان پر یلغار کرنے کے قابل ہو جائیگا۔

اتحاد کالونی
سنہ ۱۶۰۸ء

دوسرے سال اس اتحاد میں اسٹراس برگ نیورمبرگ اور اُولم جیسے قوی آزاد شہر شریک ہو گئے۔ منتخب پلاطی اس کا صدر تسلیم کیا گیا۔ اور کرسچین رئیس آنہالٹ اور مارگراف باڈن ڈرلاخ سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ اس طرح جرمن کا یونین "جوابی اصلاح" کی دست درازیوں سے اپنے حقوق کو بچانے کے لئے تیار ہوگئی۔ ادھر کیتھولک بھی لڑائی کے اہتمام میں پیچھے نہ تھے سنہ ۱۶۰۹ء میں جنوبی المانیہ کے کیتھولک پادریوں نے میکسی می لین والیٔ بویریہ کے زیرِ صدارت کیتھولک اغراض کی محافظت کیلئے ایک "کیتھولک لیگ" کی بنا ڈالی۔

کیتھولک لیگ
سنہ ۱۶۰۹ء

پاپائے روما (Pope) نے منظوری عطا کی اور ہسپانیہ نے مدد کا وعدہ کیا۔ اِس کی رہبری کے لئے میکسی می لین کا بڑا دماغ تھا مصارف جنگ کے لئے اس کا معمور خزانہ تھا اور نبرد آزمائی کیلئے ٹیلی کی آزمودہ کار فوج تھی۔ غرضکہ کیتھولک لیگ کو اپنے حریف پر جنوبی جرمنی میں گوئے سبقت لیجانے کا نادر موقع حاصل تھا۔

لیکن اسوقت دو واقعات نے بہت جلد فریقِ مخالف کے پلّے کو بھاری کردیا۔ کلیوز و یولش کی وراثت متنازع فیہ کا جس کا مآل یہ ہوا کہ شہنشاہ کو مداخلت کرنی پڑی اور یولش پر اس کے نام سے قبضہ کر لیا گیا اور دوسری طرف کلیوز پر انتخاب کنندہ برانڈن برگ ور بلاطی کاؤنٹ نوئی برگ نے ملکر قبضہ کرلیا تھا

شہنشاہ کی کمزوری

نتیجہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ ہوا کہ آسٹروی خاندان کو پائمال کرنے اور کیتھولک مذہب کی ترقی کو مسدود کرنے کی غرض سے فرانس کی ماتحتی میں پروٹسٹنٹ ریاستوں میں ایک زبردست اتحاد قائم کیا گیا۔ ٹھیک اسی وقت جبکہ اسے بیرونی حملوں کا خدشہ تھا بدنصیب روڈولف کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی باغی رعایا کے بس میں ہے۔ اس سے پہلے ہی سنہ ۱۶۰۶ء میں مذہب کیتھولک کی بالجبر واپسی کے سبب سے آسٹریا اور

ہنگری ہی (خصوصاً طبقۂ امرا میں) جو بیچینی پھیلی تھی اوس سے اسکے بھائی ماتھیاس نے فائدہ اٹھاکر خود کو اُس ملک کی ریاستوں کے اتحاد کا سرغنہ بنالیا تھا اور اس کی غرض یہ تھی کہ مذہبی آزادی دیگران ممالک کا حکمراں بنجائے۔ یہ بغاوت پوری طرح

آسٹریا اور ہنگری میں مذہبی رواداری سنہ ۱۶۰۸ء۔ سنہ ۱۶۰۹ء

سے کامیاب ہوئی اور سنہ ۱۶۰۸ء میں روڈولف نے آسٹریا اور ہنگری کی حکومت اپنے بھائی کے سپرد کردی اور اب ماتھیاس نے ہنگری میں ایک پروٹسٹنٹ نائب مقرر کیا اور وہاں کے باشندوں کو اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی عطا کی۔

اس طرح سے صرف بوہیمیہ اور موراویہ شہنشاہ کے حلقہ بگوش رہ گئے تھے مگر شہنشاہ کی کمزوری سے فائدہ حاصل کرنے میں بوہیمی آسٹریا سے بہت پیچھے نہ تھے سنہ ۱۶۰۹ء میں مجلس طبقات نے اپنی وفاشعاری کے صلے میں فرمان سلطانی منظور کرایا جس کی رو سے چند معین فرقوں کے کل افراد کو مذہبی آزادی اور شاہی علاقوں میں پرستش کرنے کی اجازت عطا کی گئی۔ مگر جاگیروں اور شہروں میں گرجا تعمیر کرانے یا مذہبی عبادت برپا کرنے کے لیئے جاگیرداروں اور حکام شہر کی منظوری لازمی قرار پائی۔ اس طرز کا یک طرفہ سمجھوتہ جس کے مطابق بادشاہ کو اپنی رعایا کی مرضی کے خلاف مذہبی آزادی دینی پڑے، قطعی ناممکن العمل تھا۔ اِس کی تفہیم کے متعلق دشواریاں پیدا ہونے لگیں جنکا

روڈولف کی موت ماتھیاس کی تخت نشینی سنہ ۱۶۱۲ء

خاتمہ سنہ ۱۶۱۱ء روڈولف کی معزولی اور ماتھیاس کی تخت نشینی پر ہوا۔ سنہ ۱۶۱۲ء میں روڈولف مرگیا اور ماتھیاس شہنشاہ منتخب کیا گیا۔ یہ تبدیلی امن کے حق میں نہایت مفید تھی سنہ ۱۶۱۰ء میں ہنری چہارم کی موت اور آسٹروی خاندان کے مخالف اتحاد سے فرانس اور انگلستان کی نہتی علحدگی نے کرسچین رئیس آنہالٹ کی جوشیلی صلاحوں پر کاربند ہونے میں کالوینی اتحاد کی مستعدی کو کم کردیا۔ یورش سے شہنشاہی

مسئلہ کلیوز یولش تصفیہ سنہ ۱۶۱۴ء

فوج کے اخراج کے بعد مسئلہ کلیوز یولش لیت ولعل میں پڑا رہا مگر بلاطی کاونٹ نوئی برگ کے کیتھولک ہوجانے اور انتخاب کنندہ برانڈن برگ کے کالوینیت قبول کرنے سے اور بھی اُلجھ گیا۔ آخر کار معاہدۂ زانٹین دمرتبہ سنہ ۱۶۱۴ء و مرہ سنہ ۱۶۳۰ء میں یہ طے پایا کہ ریاستیں

دونوں دعویداروں میں منقسم کر دیئے گئے۔ چنانچہ کلیوز، مارک اور راوِنس برگ انتخاب کنندہ برانڈبرگ کے حصے میں آئے اور پولش، برگ اور راولسٹائن خاندانِ لوئی برگ کو ملے۔ آٹھ سال تک جرمنی برباد کن جنگ کے منڈلاتے ہوئے خطروں سے محفوظ اور عارضی صلح سے مامون رہا۔ لیکن بوہیمیہ میں اب بھی شکایت سنی جاتی تھی کہ ماتھیاس "فرمانِ سلطان" کا پاس نہیں کرتا۔ "جوابی اصلاح" کا دریا اب بھی اسی قوت کے ساتھ موجزن تھا۔ میکسی می لین والی بویریہ اپنی فوج بڑھا رہا تھا اور خزانہ بھر رہا تھا اور اس دن کے انتظار میں تھا جبکہ تلوار اور حرف تلوار جرمانیہ میں مسائل مذہبی کا تصفیہ کر دے گی۔

مگر عہد شکنی خود شہنشاہ کی طرف سے ہوئی۔ ماتھیاس ضعیف اور لاولد تھا۔ اس کے بھائی بھی جو عمر میں اُسی کے لگ بھگ تھے لاولد تھے۔ آسٹروی خاندان کی ساری امیدیں فرڈی نینڈ والی اسٹی ریہ سے وابستہ ہوگئیں کیونکہ وہی ایک ہابس برگ تھا جس کا ایک جانشین موجود تھا۔ پس آخری ایام میں شہنشاہ کے طرزِ عمل کا خاص پہلو یہ تھا کہ جرمنی میں آسٹروی خاندان کے مختلف مقبوضات میں فرڈی نینڈ کی جانشینی مستحکم کر دے اور اگر ہو سکے تو مرتبہ شہنشاہی پر بھی اُس کا انتخاب ہو۔ ہابس برگ کے آبائی مقبوضات کی وراثت کے لیئے صرف خاندان کے بزرگ تر افراد کی رضامندی اور ہسپانیہ کی منظوری درکار تھی۔ اس میں زیادہ دشواری نہ تھی لیکن ہنگری اور بوہیمیہ کی حکومت کی تفویض بالکل جداگانہ بات تھی۔ کیونکہ دونوں سلطنتوں کی تاجداری انتخابی تھی۔ خوشامد اور وعدوں نے ماتھیاس کی حکمت عملی کو کچھ دیر کے لیئے کامیاب کر دیا یعنی ہنگری کی مجلس طبقات Esteles نے فرڈی نینڈ کو اس کا جانشین باضابطہ تسلیم کر لیا۔ اور پریس برگ میں بلا مزاحمت اُس کے سر پر تاج رکھا گیا اُدھر بوہیمیہ میں دلیری نے کام بنایا اور ۱۶۱۷ء میں مجلس نائبین دفعتہً مجتمع کی گئی اور اُس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فرڈی نینڈ کو بحق آبائی ماتھیاس کا جانشین تسلیم کرے۔ اور اس امر کا ثبوت پیش کیا گیا کہ مجلس نے اس سے پیشتر یہ تسلیم کیا تھا کہ بوہیمی تاجداری فی الحقیقۃ آبائی ہے۔ گھبراہٹ اور عدالت کے دباؤ سے

آسٹریا ہنگری بوہیمیہ فرڈی نینڈ کی جانشینی تسلیم کی گئی

بوہیمیہ میں پروٹسٹنٹوں کی بغاوت سنہ ۱۶۱۸ء

مجلس نے اس نئے حق کو مان لیا۔ کسی سرگروہ کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ شہنشاہی مقدمے کی جرح یا تردید کرے۔ فرڈی نینڈ بوہیمیہ کا خاندانی بادشاہ مان لیا گیا اور تخت پر متمکن ہوا۔ اور دربار تاجپوشی میں اس نے حلف لیا کہ وہ فرمان سلطانی کا ہمیشہ لحاظ کرے گا۔ فرڈی نینڈ کے تخت نشین ہوتے ہی بوہیمی پروٹسٹنٹ اُمرا نے اپنی غلطی محسوس کرنی شروع کی۔ اُنھوں نے صرف یہی نہیں کیا تھا کہ اپنے مذہب کے بدترین دشمن کو اپنا بادشاہ بنانے میں مدد دی بلکہ اپنی سلطنت کی انتخابی نوعیت کو مٹا کر اُنھوں نے اپنی وقعت پر بھی زخم کاری لگایا تھا۔ اس بےچینی سے کام لینے کے لئے کاونٹ ہنری والی ٹرن جیسا راہبر مل گیا۔ جو کرسچین رئیس آنہالٹ کی طرح ایسا شخص نہ تھا کہ فرڈی نینڈ کو معزول اور آسٹروی خاندان کو غارت کرنے کے ارادے میں پس و پیش کرتا۔ اب مجلس کے پروٹسٹنٹ ارکان کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ اور یہ طے پایا کہ شہنشاہ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جائے۔ پھر ناموافق جواب ملنے پر اُمراء کی ایک جماعت کے ساتھ ٹرن ۲۳ مئی سنہ ۱۶۱۸ء کو پراگ کے قصر شاہی میں گھس گیا اور سلطنت کے دو نگراں کاردل کو جن کا نام مارٹی نٹز اور سلا فاتا تھا اور جو اس ناگوار جواب کے اصلی بانی تصور کئے گئے تھے۔ پکڑ کر مع ان کے معتمد فابری شیس کے قدیم بوہیمی طریقے پر کھڑکی سے نیچے پھینک دیا۔ وہ پورے ستر فیٹ نیچی خندق میں گرے۔ لیکن حیرت ہے کہ ان میں سے ایک بھی نہ مرا۔ ٹرن کو اُمید تھی کہ اس ظالمانہ حرکت کے بعد آسٹریا اور بوہیمیہ کے درمیان مصالحت ناممکن ہو جائیگی۔ مگر اس کو مطلق خیال نہ تھا کہ وہ ایسی لڑائی کی ابتدا کر رہا ہے۔ جس نے اس کے وطن اور سارے جرمنی کو تیس برس تک برباد کیا۔ اور ان کو تہذیب کی دوڑ میں ایک صدی پیچھے پھینک دیا۔

باب چہارم

سی سالہ جنگ کا آغاز

بوہیمی انقلاب کی نوعیت۔ سیوائے اور سائی لیشیا کی بھیجی ہوئی کمک۔ فرڈی نینڈ والی اسٹی ریہ (Sturea) کی تخت نشینی۔ اسٹی ریا میں بغاوت۔ فرڈی نینڈ شہنشاہ منتخب کیا جاتا ہے اور بوہیمیہ کی بادشاہی سے معزول ہوتا ہے۔ فریڈرک منتخب بلاطنی کا بوہیمی تاج کو قبول کرنا۔ انگلستان اور لوتھرانی شہزادوں کی فریڈرک سے علٰحدگی۔ بیویریہ۔ ہسپانیہ اور سیکسنی فرڈی نینڈ کی مدد کرتے ہیں "کوہ سپید" کا معرکہ۔ بوہیمیہ اور سائی لیشیا کا انتظام۔ فسخ بلاطیہ۔ حق انتخاب کی تفویض بیویریہ کو۔ جنگ شمال میں چھڑتی ہے۔ انگلستان اور ڈنمارک کی مداخلت۔ والن شٹاین شہنشاہ کے لئے فوج آراستہ کرتا ہے۔ اس کی خصائل اور مقاصد۔ سنہ ۱۶۲۶-۲۷ء کے دھاوے۔ ڈنمارک کی شکست۔ صلح لیوبک۔ فرمان بازدہی۔ والن شٹاین کی کامیابی اور فرمان بازدہی کی وجہ سے نئے مسائل کا چھڑ جانا۔

انقلاب بوہیمی کی نوعیت

جب کاونٹ ٹرن اور اس کے ساتھیوں نے نگراں کاروں کو قصر پراگ کی کھڑکیوں سے باہر پھینکا تھا تو غالباً انکی غرض صرف یہ تھی کہ وہ اُس رسی کو توڑ دیں جو بوہیمیہ کو آسٹروی خاندان سے باندھے ہوئے تھی۔ اس ناعاقبت اندیشانہ فعل کا نتیجہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ پروٹسٹنٹ بوہیمیہ آزاد ہو جائیگا۔ اور وہاں کی حکومت اُنھیں کے ایک منتخب کردہ کمزور بادشاہ کی برائے نام ماتحتی میں خود انکے اور انکے ہم قوم امراء کے ہاتھ میں رہیگی۔ پہلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا خیال درست ہے۔ جرمنی اس بات پر رضامند نظر

آتا تھا کہ بادشاہ اور اس کی رعایا لڑ کر خود ہی جھگڑا چکا لے۔ جان جارج والی سیکسنی نے اور میکسی می لین والی بیویریہ نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔ ہسپانیہ نے مدد کا وعدہ تو کر لیا تھا مگر ایفائے وعدہ نہ کیا۔ ماتھیاس اور فرڈی نینڈ کے پاس بکوئے کے تحت میں صرف چودہ ہزار کی جمعیت تھی۔ مگر بکوئے ایک ہسپانوی سپہ سالار تھا جس نے ممالک نشیبی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے اور ہر طرح قابل اعتماد تھا۔ اس سپاہ کے پیچھے خالی خزانہ اور غیر مطمئن رعایا تھی۔ اگر بوہیمی انقلاب بپا کرنے والوں کے دل میں بے غرضانہ حب وطن کی ذرا بھی لو لگی ہوتی یا ایثار کرنے کی صلاحیت اور تمام نتائج برداشت کرنے کی مستعدی جو سوئیس اور ولندیزی انقلابوں کی خصوصیات امتیازی تھیں موجود ہوتیں تو آسٹروی خاندان کا یقیناً خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ مگر بات یہ نہ تھی۔ جرأت و سرگرمی فرڈی نینڈ کے جلو میں تھی۔ بوہیمی سرداروں کی نہایت ذلیل خواہش یہ تھی کہ بغاوت کی کامیابی سے فائدہ تو وہ خود اٹھا دیں اور بوجھ دوسروں کی گردن پر پڑے۔ باغیوں میں سب سے زیادہ سمجھدار و محترم فرد رُبا کی نگرانی میں تیس ارکان کی ایک جماعت نظماء مرکب کی گئی۔ ملکی کاروبار کو انجام دینے کے واسطے ''مجلس وئیت'' منعقد کی گئی۔ اور فوج ٹرن کے تحت میں کر دی گئی فوج بھرتی کرنے کے لیے حکم نافذ ہو گیا۔ مگر فوراً ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ سپاہ کے مصارف کون اٹھا دے۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ یہ شرف شہروں کو دیا جائے۔ لیکن شہروں نے ایثار نفس کے شجاعانہ منصب کو جو اُمراء نے غور و خوض کے بعد اُنھیں تفویض کرنا چاہا تھا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نئے محاصل کے لیئے رائیں دی گئیں لیکن کسی نے اُنھیں وصول کرنے کی کوشش بھی نہ کی۔ جب یہ سنا گیا کہ بکوئے بوڈوائس کی طرف بڑھ رہا ہے جو کیتھولک اور شہنشاہ کا اطاعت گذار شہر تھا۔ تو نظماء اور مجلس وئیٹ دونوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ شہر بھر کے مردوں کو بھرتی کرنے کے احکام جاری کئے گئے اور یہ تجویز ہوئی کہ وہ محاصل جو منظور کیئے جا چکے ہیں وصول کیئے جائیں۔ لیکن اس ناخوش گوار مسئلے کو طے کرنے کے بجائے ''مجلس'' کے جملہ ارکان چپکے سے کھسک گئے۔ بغاوت مدرسے کے طلبا کا کھیل بن گئی۔ اس فوج کا کچھ حصہ تو ٹرن

کے حصے میں بھی پہنچا لیکن نہ تو ان کے ہاتھ میں دینے کے لیئے اسلحہ موجود تھے اور نہ انھیں تعلیم دینے کو افسر تھے حتیٰ کہ اُن کے مصارف کے لیئے روپیہ بھی نہ تھا! کامیاب انقلاب کا یہ رنگ نہیں ہوتا بوہیمی اُمراء صرف ایک فریق تھے جو آزادی وطنیت اور مذہب کے مقدس ناموں کے پردے میں حصول اقتدار و مطلق العنانی کے لیئے برسر جنگ تھے اور اگر دوسری طاقتیں مداخلت نہ کرتیں تو انھیں بکوسیٔ اور اس کی چودہ سو فاقہ کش اور بری طرح سے تنخواہ پائی ہوئی سپاہ کے ہاتھوں انکی نخوت و خودغرضی کی مناسب سزا ملجاتی ؟

چارلس عمانوئیل والئی سیوائے کی مداخلت۔

ہنری چہارم کی موت کے بعد گو چارلس عمانوئیل نے ہسپانیہ سے مصالحت کر لی تھی مگر آسٹروی ہسپانوی خاندان کے ساتھ دشمنی نہ گئی تھی، گو وہ فطرۃً منچلا اور حریص تھا۔ مگر عقل و دانش سے بالکل خالی نہ تھا۔ اور جب اُسے بوہیمی انقلاب کا حال معلوم ہوا تو اُس نے حتی المقدور مدد پہنچانیکا قصد کر لیا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھا کہ ساری کارروائی خفیہ رہے۔ اِس غرض سے اُس نے فریڈرک پنجم منتخب بلاطی سے گفت و شنید شروع کی۔ فریڈرک اپنے باپ کے مرنے پر ۱۶۱۰ء میں جاگیر انتخاب پر فائز ہوا۔ وہ ایک نوعمر خوبصورت پرجوش اور دشوار مہمات میں حصہ لینے کا شائق تھا مگر اس میں اتنی عقل نہ تھی کہ ان دشواریوں سے عہدہ برآ بھی ہوسکے؛ سیاسیات میں وہ کرسچین والی آنہالٹ کا پیرو اور مذہب میں سرگرم کالوینی تھا۔ وہ خود بھی سمجھتا تھا اور دوسرے لوگ بھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ جرمن کالوینیوں کا حقیقی سردار اور آسٹروی خاندان والا جو ابی اصلاح کا مستعد دشمن ہے وجیمس اول شاہ انگلستان کی مہ جبین دختر الیزبتھ کے ساتھ بیاہ کر لینے سے اُس کے سیاسی خیالات کی وقعت اور بھی زیادہ ہوگئی۔ یہ سب کو معلوم تھا کہ جیمس ہسپانیہ کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے پر مُصر اور یورپین جنگ میں مداخلت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ دوسری طرف یہ بات بھی اُتنی ہی یقینی تھی کہ جیمس پروٹسٹنٹ مذہب کے عہدۂ معاونی و مددگاری سے جو اُسے اپنے پیشرو سے وراثتہً ملا تھا مستعفی نہیں ہوا ہے اور انگلستان میں ایک بڑی اور با اثر جماعت ایسی بھی تھی جو اس شادی کو مذہب

پروٹسٹنٹ کی زیادہ نمایاں حمایت کا لازمہ سمجھتی تھی۔

الغرض فریڈرک پہلا جرمنی شہزادہ تھا جس نے بوہیمیوں کو انکی بغاوت پر مبارک باد دی۔ اور مدد کا وعدہ کیا۔ ۱۶۱۸ء میں اس نے ایک خفیہ گماشتہ پراگ بھیجا تاکہ وہاں کی حالت سے اطلاع دے اور نظمار کو یقین دلاوے کہ اگر ہسپانیہ یا بیویریہ شہنشاہ کی مدد کو آئے تو پروٹسٹنٹ اتحاد بھی اُن کو کمک پہنچائیگی اس توقع پر چارلس عمانوئیل نے کہلا بھیجا کہ اگر انتخاب کنندہ یہ ظاہر کرے کہ یہ فوج اس کی بھیجی ہوئی ہے تو وہ مینس فلڈ کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ بوہیمیوں کی مدد کو بھیجنے کے لیئے تیار رہے۔ فریڈرک راضی ہوگیا۔ اس راز سے صرف منتخب بلاطی۔ کرسچین والی آنہالٹ اور مارگراف آنس واقف تھے۔

مینس فلڈ بوہیمیوں کی مدد کو بھیجا جاتا ہے۔

پس جب مینس فلڈ میدان کارزار میں پہنچا پلزن کا محاصرہ کر لیا تو سب کو یقین تھا کہ وہ فریڈرک کی طرف سے لڑ رہا ہے اور بہتوں نے تو یہ خیال کیا کہ اگر فریڈرک کو انگلستان کی مدد کا بھروسہ نہ ہوتا تو اُس کی اتنی مجال نہ ہوتی۔ کمک وقت پر پہنچی تھی لیکن انتظام سے کسی فریق کی بھی دور اندیشی ظاہر نہ ہوتی تھی کیونکہ مینس فلڈ گو نہایت جری سپاہی تھا لیکن فوجی جانبازوں کی اس جماعت میں سے تھا جو زمانہ جنگ میں پرورش پا کر بے کس و بے گناہ رعایا کے لیئے عذاب ہو جاتی ہے۔ پس ایک قومی جنگ کے آغاز میں ایسے شخص کو سردار بنانا لڑائی میں بہیمیت اور غارتگری کا داغ لگانا تھا۔ بہرکیف اس کی آمد نے پلزن میں واقعات کی صورت بدل دی۔

سائی لیشیا کی مزید امداد

سائی لیشیا والوں نے جب اس مہم کے کا خیال سنا جسے وہ فریڈرک کی طرف منسوب کرتے تھے تو وہ مداخلت پر فوراً کمربستہ ہو گئے اور تین ہزار آدمی بوہیمیوں کی مدد کو بھیجے۔ ان امدادی فوجوں نے بکوے کو پراگ کی طرف بڑھنے سے روکا ہی نہیں بلکہ اُسے بوڈوائس کی جانب پلٹنے پر مجبور کیا جہاں وہ محصور کر لیا گیا ۲۱ر نومبر ۱۶۱۸ء کو پلزن نے مینس فلڈ کی اطاعت قبول کی۔ اور سال کے آخر میں بوہیمی سلطنت اور سپاہ میں سے سوائے بوڈوائس اور اُس کی محصور فوج متعینہ کے شہنشاہ کے قبضے میں بوہیمیہ میں سے کچھ نہ رہا۔

مائتھیاس کی وفات
فرڈی نینڈ کی تخت نشینی سنہ ۱۶۱۹ء

سنہ ۱۶۱۹ء کا آغاز آسٹروی خاندان کے لیئے نہایت تاریک تھا ۲۰ مارچ کو خستہ جان شہنشاہ کا انتقال ہوگیا۔ اور فرڈی نینڈ کی تخت نشینی پر لوگ سمجھے کہ اب مصالحت کا وقت نکل گیا۔ کامیابی کی صرف ایک صورت رہ گئی تھی۔ وہ یہ کہ قبل اس سے کہ فرڈی نینڈ شہنشاہی اور ہسپانوی قوت کو فراہم کرسکے پروٹسٹنٹ حملہ کردیں۔ ایگر میں جو بات چیت شروع ہوئی تھی روک دی گئی سائیلیشیا Silesia موراویہ اور لوسے شیا Lusatia کی مجلس ویئت، نے کھلم کھلا بوہیمی باغیوں کا ساتھ دیا۔ اور بوہیمیوں سے یہ بھی طے کرلیا کہ ہر ملک متحدہ فوج کے لیئے کتنے جنگ آزما مہیا کریگا اور نیز یہ کہ ہر ملک کو نئے بوہیمی تاجدار کے انتخاب میں کس نسبت سے رائے دینے کا حق ہوگا بالائی و زیریں آسٹریا کی مجالس طبقات نے بوہیمی مسئلے کو اپنا بنالیا۔ سپاہ کی فراہمی منظور کی اور آرک ڈچی پر قبضہ کرکے انتظام کرنا شروع کیا۔ اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ ٹرن اور بوہیمی فوجوں کو مدد کے واسطے بلا بھیجا۔ بکوئے کی نگرانی کے لیئے موہین کو چھوڑ کر ٹرن خوشی خوشی وائنا پر حملہ آور ہوا۔ اس کو امید تھی کہ ایک شاندار حکمت عملی سے لڑائی بھی ختم ہوجائیگی اور بوہیمی انقلاب بھی کامیاب ہوجائیگا۔ پریشان و عاجز۔ مجبور و مایوس ہوکر آخرکار دوسری جون کو فرڈی نینڈ مجلس طبقات کے وفد کو اجازت حضوری دینے کے لیئے راضی ہوگیا۔ انھوں نے نہایت پرزور الفاظ میں اسے یقین دلایا کہ نجات کی صرف یہی سبیل ہے کہ انقلاب بوہیمی تسلیم کرلیا جائے، اور آسٹریا میں ایک جداگانہ پروٹسٹنٹ حکومت کی بنیاد ڈالی جائے۔ فرڈی نینڈ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر اس نے انکار کیا تو ٹرن اور اس کی سپاہ کے لیئے شہر کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ اور بہت ممکن تھا کہ وہ اسی رات کو اپنے سب سے بڑے دشمن کا قیدی ہوجائے۔ لیکن یورپ کی قسمت اور اپنی زندگی کے اس نازک وقت میں وہ ذرا بھی نہیں گھبرایا۔ اس نے کہا کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو میں اس لڑائی میں ہلاک ہوجاؤنگا۔ وہ ہلاک ہونے کیلئے آمادہ تھا۔ مگر اپنے اختیارات سے دستکش ہونے کیلئے مطلق تیار نہ تھا۔ اسپر وفد بہت برانگیختہ ہوا شور و غل کرکے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا کہ سمجھا بجھا کر یا ڈرا دھمکا کر جس طرح بنے اپنے مطالبات

منوا دے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ایک نائب نے زارک ڈیوک کی طرف ہاتھ بھی بڑھایا تھا کہ ناگاہ بڑے دالان میں بوق و نفیر کی آواز آئی اور تمام سڑکیں اس مبہم آواز سے جو سپاہ کی آمد کا پیش خیمہ ہوتی ہے گونج اٹھیں۔ یہ شاہی سواروں کی جمعیت اس امدادی فوج کی ہراول تھی جو فرڈی نینڈ نے اضلاع سے منگائی تھی؛

نازک وقت گذر گیا اراکین وفد خفیف ہو کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ اور اپنی جان کی خیر منانے لگے۔ دوسرے ہی دن ٹُرن شہر کے پھاٹک کے سامنے دکھائی دیا۔ دروازے بند تھے اور شہر پناہ پر پہرہ مقرر تھا۔ اُس کے پاس محاصرے کا سامان نہ تھا اس لیئے وہ جس تیزی کے ساتھ آیا تھا اُسی تیزی کے ساتھ سرحد کے پار واپس چلا گیا۔ ٹُرن نہایت اچھے وقت پر پہنچا تھا۔ بکوئے کو ہسپانوی ممالک اولی سے مدد آچکی تھی۔ اپنی فوج کا ایک حصہ ہوہن لوہے کو بوڈوائس میں تاکنے کیلئے چھوڑ کر اُس نے اچانک مینس فلڈ پر جو ہوہن لوہے سے زابلاٹ میں اتحاد العمل کرنے جا رہا تھا، چھاپا مارا اور اُس کی فوج کا قلع قمع کر دیا۔ بوڈوائس کا محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ اور بکوئے ہوہن لوہے کا پیچھا کیئے ہوئے جنوبی بوہیمیہ میں داخل ہوا۔ اسی اثنا میں سبیٹ لِن گابور شہزادہ ٹرانسلوانیہ جو بوہیمیوں کا طرف دار ہو گیا تھا، آسٹریا پر چڑھ آیا۔ اس لیئے بکوئے کو اس کے حملوں سے پرلس برگ اور وائنا کو بچانے کے لیئے بوہیمیہ سے ہٹنا پڑا۔ معرکۂ زابلاٹ میں جن لوگوں نے امتیاز حاصل کیا ان میں ایک بوہیمی رئیس بھی تھا جو والون Waloon سواروں کے ایک رسالے کا سردار تھا۔ یہ شخص کاؤنٹ البرٹ فون والڈ شٹائن تھا؛

فرڈی نینڈ نے وائنا کے دشمنوں سے نجات پائی ہی تھی کہ اس کو آیندہ شہنشاہی کے انتخاب میں منتخب ہونے کی کوشش کرنے کے لیئے فرانک فورٹ جانا پڑا۔ بادی النظر میں اُس کی کامیابی یقینی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ تین کلیسائی رائیں Votes اُس کے موافق تھیں اور بحیثیت شاہ بوہیمیہ کے خود اس کی رائے ملا کر اُسی کا غلبہ ہوتا تھا۔ لیکن انتخاب کنندہ سیکسنی نے باضابطہ اعتراض کیا کہ فرڈی نینڈ

فرڈی نینڈ کا شہنشاہ منتخب کیا جانا ۱۶۱۹ء

اپنی بوہیمی رائے اس وقت تک استعمال نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ طے نہ ہو جائے کہ تخت بوہیمیہ کا حقیقتہً وہی حقدار ہے اور ہر شخص یہی مناسب خیال کرنے لگا کہ جب تک ایسا زبردست قانونی نکتہ حل نہ ہو جائے انتخاب شاہنشہی ملتوی رہے اس طرح کالونی نمایندوں (انتخاب کنندہ بلاطی اور مارگراف برانڈن برگ) کے لیئے یہ آسان ہو گیا کہ اگر وہ اپنے نامزد کو منتخب نہ کرا سکیں تو ہوشیاری کے ساتھ انتظام کریں کہ کم از کم فرڈی نینڈ کو بھی منتخب نہ ہونے دیں۔ اگر وہ دونوں جان جارج کے طرز عمل کی پوری قوت کے ساتھ حمایت کرتے تو یقینی فرڈی نینڈ کے انتخاب کو عرصۂ نامعلوم کیلئے ملتوی اور پروٹسٹنٹ اغراض کو متحد کر دیتے مگر انتخاب کنندہ بلاطی جس کی نکیل کرسچین آنہالٹ کے ہاتھ میں تھی۔ انتخاب کنندہ سیکسنی کی ہاں میں ہاں ملانا ذلت خیال کرتا تھا۔ اُن میں ہر ایک خود کو شہنشاہ گر بنانا چاہتا تھا کرسچین والی آنہالٹ نے ٹیورن کا دور دراز سفر کیا اور اُس کی غرض یہ تھی کہ وہ چارلس عمانویل کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کی کوشش کرے میکسی می لین والی بیویریہ کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اُس نے صاف انکار کر دیا۔ غرض کہ ۲۰ر جولائی کو جب انتخابی مجلس وُیٹ کا اجلاس ہوا تو کالونیوں کی طرف سے نہ تو کوئی نامزد ہوا تھا اور نہ کوئی طریق عمل۔ جان جارج کی تجاویز حقارت کے ساتھ رد کر دی گئیں۔ مگر اس کی جگہ کوئی دوسرا طرزِ عمل نہ پیش کیا گیا ادھر جان جارج کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت جھنجھلایا اور آئین سلطنت کو ایسے بے شعور اور ناقابل ہاتھوں میں دینے سے رک گیا۔ اُس نے اپنے نائب کو تنبیہ کی کہ فرڈی نینڈ کی بوہیمی رائے کے خلاف جو اعتراض تھا وہ واپس لے لے اور اُسکی رائے فرڈی نینڈ کے موافق مندرج کرا دے۔ فریڈرک اور انتخاب کنندہ برانڈن برگ نے جب دیکھا کہ فرڈی نینڈ کی بوہیمی رائے کے بغیر بھی اسی کا غلبہ ہوتا ہے تو انھوں نے بھی اپنی رائیں اُسی کے موافق دیدیں اور ۲۸ر اگسٹ کو فرڈی نینڈ بالاتفاق شہنشاہ منتخب ہو گیا۔ اور فریڈرک اور کرسچین کے طرز عمل کا سوائے اسکے کچھ نتیجہ نہ ہوا کہ جان جارج شہنشاہ کا پکا طرفدار ہو گیا۔

انقلابی فریق کا فرڈی نینڈ کو تخت بوہیمیہ سے اُتارنا اور فریڈرک کو میر بلاطی کو منتخب کرنا

اس نقصان رساں فعل کے بُرے نتائج بہت جلد ظاہر ہونے لگے فرانک فورٹ میں فرڈی نینڈ کے انتخاب کے دس روز پہلے

وہ پراگ میں باضابطہ تخت سے اُتار دیا گیا تھا۔ ۲۷ اگست کو اس کی جگہ پر امیر پلاطی بوہیمیہ کا بادشاہ منتخب کیا گیا اور اُس سے مطالبہ کیا گیا کہ آیا وہ تخت و تاج قبول کرنے کے لئے رضامند ہے یا نہیں یہ فیصلہ نہایت نتیجہ خیز تھا۔ اب تنازعہ آسٹروی خاندان اور اُس کی ایک ماتحت ریاست کے درمیان نہیں تھا۔ بلکہ فرڈی نینڈ کا حریف کالونیوں کا سردار اور انتخاب کنندۂ شاہنشہی تھا۔ اس میں ممالک جرمنی کے اہم ترین اغراض کی بازی لگی ہوئی تھی اور ایسے تنازعہ سے اگر آسٹریا اور بوہیمیہ کا امن و انتظام معرضِ خطر میں تھا جرمنی کا خطرہ بھی ہرگز کم نہ تھا۔ اگر فریڈرک اور کالونینی بوہیمیہ کے مالک ہو جائیں تو شہزادگان سلطنت کے موجودہ اتوازن دول، اور دنیائے پروٹسٹنٹ کی

کشمکش کی اہمیت

روایتی صدارت ڈرسڈن سے ہائیڈن برگ منتقل ہو جاتی۔ کوئی شخص بھی یہ دیکھنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ہیچین والی آنہالٹ جرمنی کا حاکم اعلیٰ بنے یا جینوا کا روما اور وٹن برگ دونوں پر غلبہ ہو جائے۔ دوسرے یہ کسی طرح قرین قیاس نہ تھا کہ میکسی می لین والی بیویریہ اور کلیسائی شہزادے اپنے مذہب کے خاص مرد میدان کا ملک چھنتے ہوئے اور اس کی قوت مٹی میں ملتے ہوئے دیکھکر خاموش کھڑے رہینگے۔ اس کے علاوہ چند اور اندیشے بھی تھے۔ وہ یہ کہ ہسپانیہ مصارف اور فوجیں تو بھیج ہی چکا ہے آیا اب یہ ظاہر ہونے کے بعد کہ یہ لڑائی جس قدر ملکی ہے اُسی قدر مذہبی بھی ہے، برطانیہ کے ساتھ اس کا ازدواجی اتحاد جس پر جیمس اول شد و مد کے ساتھ زور ڈال رہا تھا، اسے (یعنی ہسپانیہ کو) اپنی پوری قوت صرف کرنے سے روک لیگا یا نہیں؟ کیا پاپائے روما فریڈرک کی دست اندازیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے اور جرمن کالونیوں کے لئے دوسرے سینٹ بارتھولومیو کا سامان کرنے میں تامل کریگا؟ اور اگر تمام کیتھولک قوتیں فریڈرک کے خلاف متحد ہو جائیں اور عہد کر لیں کہ خواہ کچھ ہی ہو لیکن جوابی تجدید مذہب کی موج کو نہ پلٹنے دینگے تو کیا خود جیمس اول فطرتی جذبات سے اتنا بے حس۔ برطانوی روایات سے اس درجہ غافل اور انگریزی عوام کے خیالات سے اس قدر لاپرواہ ہو جائیگا کہ اپنے داماد اور پروٹسٹنٹ مذہب کو ہسپانیہ اور پاپا کی غارتگریوں سے بچانے کے لئے تلوار اٹھانے سے انکار کر دے گا؟ سنجیدہ لوگ اپنے ہی دل سے یہ سوالات کرتے تھے اور ان کی

خوف زدہ آنکھوں کے سامنے مذہبی جنگ کا وہ بھوت نمودار ہو جاتا تھا جو نہ صرف جرمنی کو بلکہ یورپ بھر کو تباہ و برباد کر ڈالتا۔ انھوں نے فریڈرک سے منت کے ساتھ درخواست کی کہ وہ موقع کی نازک حالت کو سمجھے مگر ان کی ایک نہ چلی۔ خود اُس کی ماں اور مشیر کاروں نے، فرانسیسی ایلچی نے حتیٰ کہ لینڈگراف ہسے کا شل نے بھی زور دیا کہ وہ بوہیمی تاج قبول کرنے سے انکار کر دے۔ صرف کرسچین والی آنہالٹ اور اس کے مصاحبوں نے امر لابدی کے سامنے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فریڈرک کو آگے ڈھکیلتے گئے۔ خود فریڈرک بھی تاخیر کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کو انگلستان سے یہ معلوم ہو جائے آیا اُس کا خسر اس کی امداد کریگا۔ لیکن تاخیر نہ تو بوہیمیوں کو پسند تھی اور نہ کرسچین کو۔

فریڈرک تخت بوہیمیہ کو منظور کرتا ہے

لہذا اپنی خود نمائی اور اپنے سردار کی ترغیب سے وہ آنکھیں بند کر کے اس غار میں کود پڑا جو اس کے لئے منھ کھولے ہوئے تھا۔ ۲۵ ستمبر ۱۶۱۹ء کو اُس نے بوہیمی "مجلس ڈیئت" کو اپنی منظوری کی باضابطہ اطلاع دی اور ۴ نومبر کو پراگ کے گرجا میں بڑی دھوم دھام سے اس کی تاجپوشی ہوئی۔

انگلستان اور لوتھرانی شہزادوں کی علیحدگی

جن بڑے نتائج کا ڈر تھا وہ بہت جلد نمودار ہو گئے جیمس اول نے گو کبھی انقلاب بوہیمی سے ہمدردی نہیں ظاہر کی تاہم وہ کوشاں تھا کہ اسی بہانے سے اُسے جرمنی میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں میں بیچ بچاؤ کرنے کا موقع ہاتھ لگ جائے جس سے وہ جرمنی میں امن قائم کر سکے۔ لیکن جیمس کو کامیابی کی جو رہی سہی امید تھی وہ بھی اُس کے خویش کی مجنونانہ حرکت سے جاتی رہی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اور بھی بُرا تھا۔ قبل اس کے کہ جیمس کو بوہیمی آئین حکومت کا مطالعہ کر کے یہ فیصلہ کرنے کا کافی وقت ملے کہ آیا بوہیمی شورش قانوناً جائز ہے یا نہیں، یہ ہرگز قرین مصلحت نہ تھا کہ فریڈرک صرف اپنی ذمہ داری پر کوئی کام کرنے کی جرأت کرے۔ یہ اور بھی نامناسب تھا کہ وہ ایسا طرز عمل اختیار کرے جس سے ہسپانوی جذبات برانگیختہ ہو جائیں اور جیمس اول کی ساری کوششیں جو وہ شہزادہ ویلز کو ہسپانیہ کی شہزادی ماریا سے بیاہنے کے لئے کر رہا تھا، خطرے میں پڑ جائیں۔ جیمس نے اپنے داماد کے

معاملے سے بے تعلقی ظاہر کی اور اُس سے بیحد ناراض ہوا کیونکہ فریڈرک نے اس کے یورپین منصوبے پر پانی پھیر دیا تھا۔ جب انگلستان سے مدد کی امید جاتی رہی تو سیوائے یا جرمنی کے لوتھرانی شہزادوں سے کیا توقع ہوسکتی تھی۔ پروٹسٹنٹ اتحادیوں نے صرف اِس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ جب فریڈرک بوہیمیہ میں جنگ کر رہا ہو اور اس وقت اس کے آبائی مقبوضات پر حملہ ہو تو وہ اُس کی حمایت کرینگے۔ پس فریڈرک کو آنے والی جنگ میں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا پڑا۔ ٹرانسلوانیہ کے شراب خوار مگر قابل شہزادے بیٹ لین گابور کو جو فرڈی نینڈ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر لوٹ مار کرتا ہوا وائینا کے پھاٹک تک بڑھ آیا تھا، جب یہ معلوم ہوا کہ اب اُسے رقم نہیں مل سکتی تو اس نے بھی پروٹسٹنٹ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ۱۷ر جنوری ۱۶۲۰ء کو اس نے شہنشاہ سے معاہدہ کرلیا۔ جس کی رو سے عیسائی ہنگری کے معتدبہ حصّے پر اس کی فرماں روائی تسلیم کرلی گئی۔ دوسری طرف جب یہ مان لیا گیا کہ انتخاب کنندہ پلاطی

فرڈی نینڈ۔ سازباز ہسپانیہ اور پاپائے روما میں رشتہ بندی

کا فعل جرمن ادارات کے لیئے نہایت خطرناک ہے تو فرڈی نینڈ کو جانبدار تلاش کرنے میں سُہولت ہوگئی۔ سب سے آگے میکسی می لین والی بیویریہ تھا۔ مگر اپنی فوج اور کیتھولک کے سازوسامان کو فرڈی نینڈ کے سپرد کرنے سے پہلے اس نے یہ عہد و پیمان کرلیا کہ ان خدمات کے معاوضے میں کلاہ منتخبی، فریڈرک کے سر سے اُتار کر اسے دیجائے اور نیز یہ کہ مصارف کی ضمانت میں بالائی آسٹریا پر قبضہ کرنے کا حق عطا کیا جائے۔ مارچ ۱۶۲۰ء میں اس کی نگرانی میں انتخاب کنندۂ سیکسنی کے ساتھ لیگ مذکور کے اراکین نے بمقام میول ہاوزن ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ وہ شمال کے پروٹسٹنٹ اساقفہ اور منتظمین کے مقبوضات کی بازیافت کے لیے کوشش نہ کرے گی، بشرطیکہ وہ شہنشاہ کے خیر خواہ رہیں۔ گو یہ معاہدہ کلیسا کی جاگیروں کے مسئلے کا خاطر خواہ حل نہ تھا تاہم اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ کچھ عرصے کے لیئے انتخاب کنندگان برانڈن برگ و سیکسنی غیر جانبدار ہوگئے پوپ نے کیتھولک لیگ کے ذخائر کو بڑھانے کے لیئے زر و جواہر بھیجے اور فلپ والی ہسپانیہ جاگیرات پلاطی پر حملہ کرنے کے لیئے ممالک نشیبی سے سپاہ بھیجنے کے لیئے تیار ہوگیا۔

قومی اور مذہبی جنگ

الغرض ۱۶۲۰ء کے حملوں کی صورت ۱۶۱۹ء کے حملوں سے بالکل جداگانہ تھی۔ یہ جنگ پہلے ہی ایک جرمنی جنگ ہو چکی تھی۔ اب ہسپانیہ اور پوپ کی مداخلت کے یقین اور انگلستان کی مداخلت کے امکان سے خوف تھا کہ مبادا یہ یورپین جنگ ہو جائے کیتھولک لیگ کے ایک جانب اور پروٹسٹنٹ فریق کے دوسری جانب ہونے سے یہ مذاہب کی جنگ تھی۔ اگر کچھ فرق تھا تو فوجی اور سیاسی نکتۂ خیال سے صرف یہ تھا کہ میکسی می لین شہنشاہ کا معین و مددگار تھا۔ میکسی می لین گو کمزور اور کریہ منظر تھا مگر اس بدنما صورت کے پردے میں ایک آہنی ارادہ اور صائب عقل مخفی تھی۔ اپنے المانی ہم عصروں میں صرف وہی ایسا مدبر تھا جو ممکن و ناممکن کو سمجھتا تھا۔ وہ اسی وقت کوشش کرتا تھا جب اُسے کامیابی کی امید ہوتی تھی۔ اس کی عادت یہ نہ تھی کہ بلا زمین ٹٹولے آگے قدم رکھے۔ جب وہ تخت نشین ہوا تھا تو خزانہ خالی تھا۔ ملک ٹکڑے ٹکڑے اور مذہبی نفاق سے ابتر تھا۔ مگر اس نے اپنے طرز عمل میں مذہب کیتھولک کے اقتدار، ممالکِ محروسہ کے نظم نسق اور اعزاز منتجی کے حصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ کفایت شعاری اور باسلیقہ انتظام سے اُس نے خزانہ بھر لیا اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ قواعد داں سپاہ تیار کی۔ اس سپاہ کو اس نے ٹیلی کے ماتحت کر دیا جو نسلاً والون تھا اور جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا سپہ سالار مانا جاتا تھا۔ اب اس کو موقع ہاتھ لگا اور وہ نہایت سرگرمی کے ساتھ ہوس دنیا اور مذہب کی جنگ میں مصروف ہو گیا۔ وہ سمجھتا تھا اور اُسے اس پر ناز تھا کہ وہ فرقۂ کیتھولک کا حقیقی سردار اور آسٹروی خاندان کا بچانے والا ہے۔ جون میں بدنصیب فریڈرک کی دشواریاں بڑھنی شروع ہو گئیں۔ **فلپ سوم کو گوندومار کی حکمت عملی** سے یقین ہو گیا تھا کہ **جیمس اول جاگیرات بلاطی** پر حملہ ہونے کے بعد بھی اپنی غیر جانبداری کو نہ چھوڑیگا۔ اور اس نے **اسپینولا** کو ضروری احکامات دیدئیے۔ اگسٹ میں ہسپانوی سپاہ رود شہر مائنز **(Mainz)** کے کنارے پہنچ گئی۔ جون کے آخر میں ٹیلی سرحد کو عبور کر کے آسٹریا میں داخل ہوا اور بکوئے سے ملکر شہروں کو فتح کرتا ہوا اور دشمنوں کو پراگ کی طرف بھگاتا ہوا آہستہ آہستہ بوہیمیہ میں داخل ہوا۔ آٹھویں نومبر کو وہ شہر کے سامنے ظاہر ہوا اور کرسچین رئیس آنہالٹ اور بوہیمیوں

جنگ کوہ سپید

کو شہر پناہ کے باہر کوہ سپید پر آراستہ پایا بکوئے کی رائے تھی کہ توقف کیا جائے مگر ٹیلی نے اس کی خواہش کا خیال نہ کیا اور فوری حملے پر مصر ہوا جب حملہ شروع ہوا تو فریڈرک شہر کے اندر تھا سپاہ کی رہنمائی کے لیئے وہ بڑی تیزی سے نکلکر آیا۔ لیکن اس کا آنا بے کار تھا ٹیلی کے جنگ آزما سپاہیوں کے سامنے سے اس کی فوج بھاگی جارہی تھی۔ اُس کی آبائی ریاست پر ہسپانوی قبضہ کر چکے تھے (پوپ نے اُسے پہلے ہی خارج ملت کر دیا تھا)، پس وہ جرمنی ہوتا ہوا بھاگا اور ایک لمحہ بھی دم نہ لیا یہاں تک کہ وہ ہیگ میں موریس شہزادۂ ناساؤ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ جے زوئٹ تمسخرانہ کہتے تھے کہ وہ صرف اشاہ سرما، ہوگا۔ اور جب موسم گرما آئیگا تو وہ نابود ہو جائیگا۔ یہ پیشین گوئی لفظ بہ لفظ صحیح نکلی۔ البتہ یہ کہنا چاہیئے کہ یہ گرما کی تپش نہ تھی بلکہ برسات کا سیلاب تھا جس نے فریڈرک کو تباہی کے سمندر میں ڈبو دیا۔

پروٹسٹنٹ مذہب نے بوہیمیہ میں اقتدار حاصل کرنا چاہا تھا مگر کوہ سپید کی فتح نے ان کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔ فرڈی نینڈ نے فرمان شاہی منگا بھیجا اور خود اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالا۔ رہبران انقلاب کو پھانسی دیدی گئی اور ان کے علاقے ضبط کر لیئے گئے۔ فریڈرک (مغضوب سلطانی) مشتہر کر دیا گیا اور اس کے مقبوضات اور خطابات سلب ہو گئے۔ پروٹسٹنٹ پادری عموماً جلاوطن کر دیئے گئے اور ان لوگوں سے جنکی جانیں اور مقبوضات چھوڑ دیئے گئے تھے معاوضۂ جنگ طلب کیا گیا (جرمن)، اور کیتھولک زمینداروں کی ایک نئی جماعت ضبط شدہ علاقوں پر قابض ہو گئی اور ان کے ذریعے سے کیتھولک طرز عبادت رفتہ رفتہ ملک کے اطراف واکناف میں پھر رواج پا گیا۔

بوہیمیہ میں مذہب پروٹسٹنٹ کا اضمحلال

جے زوئٹ مدارس تمام خاص خاص شہروں میں قائم کیئے گئے تاکہ جو بات کہ جبر کے ساتھ شروع کی گئی تھی وہ ترغیب کے ذریعے سے پوری کیجائے۔ چنانچہ ایک ہی پشت کے بعد بوہیمیہ کا شمار یورپ کے کیتھولک ممالک میں ہونے لگا۔ صرف سائی لیشیا اور لوسے شیا اپنے اگلے حقوق اور اپنا مذہب برقرار رکھنے میں ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ بوہیمیہ کے ان اتحادیوں پر یورش کرنی جان جارج والیِ سیکسنی کے حصے

میں آئی تھی اور کوہ سپید کی لڑائی کے بعد جب اُن پر کھل گیا کہ صلح کر لینا مناسب ہے تو لوتھرانی شہزادہ بہت سخت گیر نہ نکلا۔ ۱۲؍ جنوری ۱۶۲۱ء کو اس نے سائی لیشیا کی مجالس کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر ایک معاہدہ کیا جو تاریخ میں "تراضی" (Accord) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی رو سے اُنھوں نے فرڈی نینڈ کو اپنا باقاعدہ انتخاب کردہ تاجدار اور ڈیوک تسلیم کیا۔ اور تین لاکھ فلورین بطور جرمانہ اس شرط پر دینے کے لئے راضی ہوئے کہ ان کی سیاسی اور مذہبی آزادی کا احترام کیا جائے۔ جب فرڈی نینڈ نے اس کا حال سنا تو وہ الفاظ "منتخب شدہ" پر بہت برہم ہوا لیکن اس نے انتخاب کنندہ سیکسنی کو ناراض کرنے کی بہ نسبت یہ زیادہ مناسب سمجھا کہ عہد نامے کو مان لے گو

سائی لیشیا کو عطائے آزادی سنہ ۱۶۲۱ء

سنہ ۱۶۲۱ء کے آغاز تک میکسی می لین اور فرڈی نینڈ کے طرزِ عمل پر پوری کامیابی کا سہرا بندھ گیا انقلاب بوہیمی فرو کر دیا گیا۔ بلاطی جاگیرات زیریں پر ہسپانیہ کا قبضہ ہو گیا۔ فریڈرک کا اعزاز انتخابی ضبط ہو گیا۔ اور آسٹریا علیا و سفلیٰ اور بوہیمیہ میں کیتھولک مذہب کی فتح ہوئی۔ اپریل سنہ ۱۶۲۱ء میں پروٹسٹنٹ اتحاد بھی توڑ دیا گیا۔ مگر اب بھی بہت سی چٹانیں تھیں جن سے بچنے کے لئے بہت ہوشیار ناخدا کی ضرورت تھی۔ حکومت ہسپانیہ اعزاز انتخابی بویریہ کو تفویض کرنے کی تجویز پر بہت برانگیختہ ہوئی جیمس اول اپنے داماد کے آبائی مقبوضات کے چھن جانے سے اسقدر متاثر ہوا کہ اس نے زیریں جاگیرات بلاطی کی محافظت کے لئے ویر کو انگریزی فوج بھرتی کرنے کی اجازت دیدی اور خاندانی رشتہ داری کے لئے ہسپانیہ سے جو گفت و شنید عرصے سے جاری تھی۔ اُس میں اس بات پر خاص زور ڈالا کہ فریڈرک کو پیلے ٹی نیٹ واپس کر دیا جائے۔ اسی اثناء میں ہسپانیہ اور ولندیزوں کی عارضی صلح مرتبہ اینٹ ورپ کی میعاد ختم ہو گئی۔ اور موریس شہزادہ ناساؤ تیار ہو گیا کہ وہ اپنی بے نظیر فوجی قابلیت کو آسٹروی خاندان کے خلاف صرف کرے۔ ممالک رائن کے شہزادے کیتھولکوں کی کامیابی سے خوف زدہ ہو گئے تھے اور جرمانیہ کے حدود کے باہر اپنے مددگار تلاش کر رہے تھے۔ مگر اس وقت سوائے مارگراف باڈن ڈرلاخ دور کرسچین والی برنشوک کے کسی نے جنبش نہ کی۔ یہ دونوں تاجدار بڑی بڑی ریاستوں پر قابض تھے جو آوگزبرگ کے بعد منقسم کی گئی تھیں اس لئے

ان کو "جوابی تجدید" کی کامیابی سے بڑا ڈر تھا۔ کرسچین نہ صرف ہالبرشٹاٹ کا پروٹسٹنٹ اسقف بلکہ پرانے (Knight errant) نمونے کا فوجی جانباز تھا۔ وہ لڑائی کا صرف لڑائی کیلئے شیدا تھا اور چاہتا تھا کہ نبرد آزمائیوں کو قصص کا جامہ پنہا دے۔ بوہیمیہ کی مہ جبین ملکہ کے تیر نظر کا نشانہ بنکر اس کا عطا کردہ دستانہ خود پر ڈالے ہوئے رہتا تھا کہ دنیا کو حسن کا مصیبت کے وقت محافظ و دستگیر نظر آئے۔ لیکن فریڈرک کے یہ نئے دوست کچھ کام نہ آئے۔ اکتوبر سنہ ۱۶۲۱ء میں مینس فلڈ کو بالائی جاگیرات بلاطی کو چھوڑ کر سرحد کے پار السا س میں پناہ لینی پڑی۔ سنہ ۱۶۲۲ء کے گرما میں وہ مارگراف بادن و کرسچین والی برنسوک کو ساتھ لیکر جاگیرات بلاطی لینے کے لیئے بڑھا لیکن ٹیلی نے ۶ مئی کو دریائے نیکر کے کنارے بمقام وئیمفن مارگراف کو اور ۲۰ جون کو دریائے مین کے کنارے مقام ہوخسٹ پر کرسچین کو شکست دی۔ کرسچین اور مینس فلڈ چار و ناچار بقیہ فوج کے ساتھ رائن کے پار لورین میں چلے گئے۔ ۱۶ ستمبر کو ہائیڈل برگ نے ٹیلی کی اطاعت قبول کر لی۔ مان ہائم نے دار الحکومت کی تقلید کی اور سال کے آخر میں بد نصیب انتخاب کنندہ کے قبضے میں ساری آبائی ریاست میں صرف قلعہ فرانکن تال رہ گیا۔ ملک و مال تو جا ہی چکا تھا اب اُسے اپنی بقیہ فوج کو بھی علیحدہ کرنا پڑا۔ اور جب اُس نے دیکھا کہ کرسچین اور مینس فلڈ پر اس کا کچھ زور نہیں رہا تو اُس نے دونوں کو باضابطہ اپنی خدمت سے سبکدوش کر دیا۔ حالانکہ سارا یورپ ان کے جرائم کا اسی کو جواب دہ سمجھتا رہا۔ اس کی فرد تقدیر میں ابھی ایک اور نقصان اٹھانا باقی تھا۔ ۱۳ فروری سنہ ۱۶۲۳ء کو انتخاب کنندہ سیکسنی اور ہسپانیہ کی مخالفت کو فرو کرنے کے بعد فرڈی نینڈ نے ریگنسبرگ کی مجلس دیہت میں حق منتخبی (Electorate) میکس می لین کو زندگی بھر کے لیئے تفویض کر دیا۔ اور مصارف جنگ کی مزید ضمانت کے لیئے بالائی جاگیرات بلاطی کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔

حق منتخبی کی تفویض فریڈرک سے میکس می لین کو

میکس می لین والی بویریہ کو حق منتخبی کی تفویض سی سالہ جنگ کے بڑے ناٹک کے پہلے ایکٹ یعنی انقلاب بوہیمیہ کا خاتمہ ظاہر کرتی ہے کیونکہ یہی وہ شخص تھا۔ جس پر حاصل کردہ کامیابی کا

جنگ کی توسیع شمالی جرمانیہ میں سنہ ۱۶۲۳ تا ۱۶۲۴ء

دار و مدار تھا۔ اس کی سپاہ نے فتوحات کیں اُس کے دماغ نے طرزِ عمل کی رہبری کی اور اُسی کے خزانے سے سپاہیوں کو تنخواہیں دی گئی تھیں۔ اگر اُس نے صرف معقول شرائط پر صلح کی ہوتی تو وہ دنیا کے سامنے **جرمانیہ** کا سب سے بڑا مدبر ہوتا اور آسٹروی خاندان کا محافظ ظاہر ہوتا۔ مگر مصائب راہ بہت سخت تھے۔ عارضی صلح **اینٹ ورپ** کی میعاد گذرنے پر ولندیزوں نے ہسپانیوں سے پھر جنگ چھیڑ دی لیکن **اسپنیولا** کی دست اندازیوں سے تنگ آکر انھوں نے **نیس فلڈ** اور برنسک کے لیٹرے دستوں کو مدد کے لیئے بلایا۔ نامعلوم طریقے پر اس لڑائی سے شمالی جرمن شہزادے بھی متاثر ہونے لگے بیشتر نے یہ خیال کیا کہ اگر شہنشاہ اسقف **ہالبرشٹاٹ** کو زیر کرنے میں کامیاب ہوا تو دوسرے پروٹسٹنٹ اسقف بھی اس کی دست درازیوں کا شکار بنجائینگے۔ اس لیئے وہ کرسچین کے جھنڈے کے نیچے آگئے۔ **سیکسن** کے حلقۂ زیریں نے اسی قسم کے خطرات سے خوف زدہ ہوکر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان خطروں کی موجودگی میں کیتھولک لیگ کیلیئے لڑائی سے ہاتھ اٹھانا بالکل ناممکن تھا۔ اگست سنہ ۱۶۲۳ء میں ٹِلی نے کرسچین والیِ برنسوک کو اسقفیہ منسٹر میں بمقام **اسٹاٹ لون** شکست فاش دی لیکن جب تک مینس فلڈ آزاد پھرتا تھا تب تک امن کی کوئی امید نہ تھی غرضکہ جنگ کی گرم بازاری سنہ ۱۶۲۳ء و سنہ ۱۶۲۴ء میں جاری رہی۔ اس طرح سے اطمینان بخش مصالحت کا موقع جس میں جرمن مفاد پیش نظر رہتا ہمیشہ کے لیئے ہاتھ سے نکل گیا۔

انگلستان کی دخل اندازی

سنہ ۱۶۲۵ء آغاز کے پہلے ہی موقع ہاتھ سے جاچکا تھا۔ جرمنی میں بیرونی مداخلت شروع ہو گئی تھی مگر اب تک صرف اُنھیں اجنبیوں کی مداخلت تھی جن کے جرمنی میں بیشتر اغراض تھے **جیمس شاہ انگلستان** پر کھل گیا کہ ہسپانوی رشتے کے ذریعے سے معاملات یورپ کو طے کرنے کی خواہش و کوشش محض فضول ہے۔ سنہ ۱۶۲۳ میں شہزادہ چارلس اور بکنگھم کے میڈرڈ کے ناعاقبت اندیش سفر نے آخرکار یہ بات اُن پر ظاہر کر دی جو ساری دنیا پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھی۔ کہ مجوزہ پیوند کے متعلق گفت و شنید ہسپانیہ کو صرف اس واسطے عزیز تھی کہ وہ جیمس اول

کو جرمن آویزشوں میں حصہ لینے سے باز رکھے اور خود رشتے سے اس کی غرض یہ تھی کہ انگلستان کو پاپائے روما کے حلقۂ اطاعت میں لانے کا ذریعہ ہو۔ اس انکشاف پر برہم ہو کر شہزادہ اور اس کے مقرب نے بوڑھے اور بزدل بادشاہ کو خلاف مرضی لڑائی میں مداخلت کرنے کے واسطے مجبور کیا۔ سنہ ۱۶۲۴ء میں برطانوی سفراء سویڈن، ڈنمارک اور سیکسن حلقۂ زیریں میں دوڑ دھوپ کرنے لگے۔ تاکہ ایک عام اتحاد کر کے پلاطینیہ واپس لے لیں۔ خود جیمس نے مینس فلڈ کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ اس کو پلاطینیہ میں جنگ کرنے کے لیئے بیس ہزار سپاہ بھرتی کرنے کی اجازت دی اور شاہ لوئی سے اس سپاہ کے لیئے فرانس سے گذرنے کے واسطے اجازت لے لی ہسپانیہ کی بندرگاہوں اور خزانے والے جہازوں پر حملہ کرنے کی تیاری سے تمام برطانوی جہازی گودام گونج اٹھے۔ مارچ سنہ ۱۶۲۵ء میں جیمس فوت ہو گیا۔ اور اس سن رسیدہ شخص کی احتیاط سے محروم ہو کر چارلس اور بکنگھم جرمنی کی جنگ میں ایسی بے فکری اور ایسی بے سمجھی سے گھس پڑے کہ فریڈرک کو بھی درماندہ کر دیا۔

ڈنمارک کی مداخلت

ڈنمارک کا بادشاہ کرسچین چہارم پہلا شخص تھا جو ان سادہ لوحوں کے جال میں پھنسا۔ دوسرے لوتھرانی شہزادوں کی طرح سے وہ بھی شمالی جرمنی میں جنگ کی توسیع کو نہایت اندیشے کے ساتھ دیکھتا تھا اور فرڈی نینڈ اور سیکسنی می لین نے بوہیمیہ اور پلاطینیۂ بالائی میں مذہب کیتھولک کو رواج دیکر لوتھرانیت کو جو شدید نقصان پہنچایا تھا، اس سے وہ نہایت مضطرب تھا۔ کلیسائی جاگیروں کے مسئلے سے بھی اُس کا تعلق تھا کیونکہ اُس نے اپنے ایک لڑکے کے لیئے وردین اور دوسرے کے لیئے برمین کا عہدۂ اسقف حاصل کر لیا تھا۔

انگلستان، ڈنمارک اور شمالی جرمنی کے ایک حصے میں عہد وپیمان شہنشاہ اور ہسپانیہ کے خلاف سنہ ۱۶۲۵ء

اس لیئے جب انگلستان نے ہسپانوی بندرگاہوں پر بحری یورش کرنے کے علاوہ کرسچین سے تیس ہزار پونڈ ماہوار دینے کی درخواست کی تو مذہب اور دنیاوی اغراض نے ملکر اسے جنگ پر آمادہ کر دیا مئی سنہ ۱۶۲۵ء میں چارلس شاہ انگلستان کرسچین شاہ ڈنمارک اور سیکسن حلقۂ زیریں کے مابین اُنھیں شرائط پر معاہدہ ہوا اور انگریزی امدادی رقم کی پہلی قسط حسب وعدہ ادا کر دی گئی۔

نگران کی مخلصانہ کوششوں کے نصیب میں ابتدا ہی سے ناکامیابی لکھی تھی۔
پچھلے سال شاہ لوئی نے عین وقت پر بہت سی وجوہ نکال کر مینس فلڈ کو فرانس سے گذرنے کی جو زبانی اجازت دی گئی تھی اُسے منسوخ کر دیا۔ اس لئے سپاہ بجائے فرانس کے ممالک نشیبی بھیجی گئی جہاں پر بوجہ عدم مصارف و عدم آسائش وہ امراض کا شکار ہونے لگی۔ بحری سپاہ نے جو وِمبل ڈن کی سرکردگی میں اکتوبر ١٦٢٥ء میں قادس پہنچی سوائے کلفت و ذلت کے اور کچھ حاصل نہ کیا۔ برطانیہ میں چارلس اور اسکی پارلیمنٹ میں جھگڑے ہو گئے جس کی وجہ سے کرسچین چہارم کو موعودہ امدادی رقم نہ جا سکی۔ اس پر بھی گو کوئی سامان درست نہ تھا مگر مینس فلڈ، کرسچین والیِ برنسوک اور کرسچین شاہ ڈنمارک کی متحدہ فوج ٹیلی اور لیگ کی سپاہ سے بہت زیادہ تھی۔ پس فرڈی نینڈ اور میکس می لین پر ظاہر ہو گیا کہ ایسے وقت میں جبکہ سائی لیشیا، بوہیمیہ اور آسٹریا میں بے چینی پھیل

فرڈی نینڈ کی مشکلیں

رہی ہو اور بیٹ لین گابور سرحد ہنگری پر حملے کی پھر دھمکی دے رہا ہو یہ نہایت ضروری ہے کہ ایک اور فوج میدان میں لائی جائے۔ مگر یہ فوج آئے کہاں سے؟ شہنشاہ اسکو کبھی نہیں گوارا کر سکتا تھا کہ وہ مینس فلڈ کی سی لوٹ مار کرنے والی سپاہ کرائے پر بلائے۔ دوسری طرف میکس می لین اور لیگ کا خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا، ہسپانیہ بھی جس کو انگلستان اور فرانس دونوں کی جانب سے خطرہ تھا، ایک حبہ تک نہیں دے سکتا تھا اور فرڈی نینڈ کا بیت المال ہمیشہ کی طرح خالی تھا۔ اس نازک وقت میں، فرڈی نینڈ کی مدد کو ایک شخص آیا جو ایک اعتبار سے سی سالہ جنگ کا دلچسپ ترین شخص ہے۔ البرٹ خون والٹ نشٹائن یا والن نشٹائن سلافی نسل کے ایک مشہور بوہیمی خاندان میں اپنے والدین کا چھوٹا بیٹا تھا۔ گو اس کی تعلیم کچھ تو ''اخوان موراوی'' (Moravian Brethre) اور کچھ جیزوئٹ گروہ کے ہاتھ میں رہی مگر وہ پختگی سے کبھی کسی مذہب کا پیرو نہیں ہوا۔ بلکہ دونوں مذاہب کے عقائد باطنی کو لیکر اُس نے اپنے لئے ایک علیحدہ مذہب بنا لیا تھا جو کچھ عرصے بعد نپولین اعظم کے مذہب کی مثل عملاً اپنی ذات و صفات پر خاص عقیدت کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔ غرض چونکہ وہ اس زمانے کے مذہبی مناقشوں سے الگ تھلگ تھا لہٰذا اسکی آنکھوں کے آگے وہ دھند نہ تھا جس نے دوسرے مدبرین

کو اندھا کر دیا تھا، دور اندیشی ذاتی اغراض و روایات نے والن شٹائن کو شہنشاہ کی خدمت گزاری پر مستعد کر دیا۔ کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ جرمنی کے حریف مذاہب اور شخصی رقابت کے تفرقہ انداز اثرات میں وہی ایک مستقل و پائدار عنصر ہے۔ سچی وطنیت اور بلند حوصلگی نے اُسے آمادہ کیا کہ وہ اجنبیوں کو جرمنی کے باہر نکالنے میں ہر طرح کا نقصان برداشت کرے۔ عقل سلیم اور دینی لاپروائی نے اوروں کے بہ نسبت اس پر یہ بات زیادہ روشن کر دی کہ ملکی اتحاد صرف اسی طرح ممکن ہے کہ تمام مذاہب کو آزادی عطا کی جائے جرمنی کی اصلی حاجتوں اور بیرونی مداخلت کو روکنے کی ضرورت کے خیال میں گو وہ مدبّر اور وطن پرست تھا مگر اس کی وطنیت اور تدبّر مقاصد اعلیٰ کی گرفت سے کبھی آزاد نہ ہونے پایا۔ جرمن مصالحت میں اُسی کی تقدیر میں شرائط مقرر کرنا لکھا تھا۔ اجنبیوں کو خارج کرنے اور تنازعات کو فرو کرنے میں اُسی نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ شہنشاہ کا طرفدار تھا مگر اس شرط پر کہ اُسے فوجی آزادی دیجائے۔ وہ وطن پرست تھا مگر صرف اس شرط پر کہ وہ حاکم اعلیٰ مانا جائے۔ جب تک اس کے اور شہنشاہ وانخاذیوں کے طرز عمل و شخصی اقتدار میں موافقت رہی ہر کام بنا رہا مگر جب ان میں پھوٹ پڑ گئی تو جس طرح سے زمانۂ مابعد میں فرانس نپولین اعظم اور جماعت انتظامیہ (Directory) کو ساتھ ساتھ نہ رکھ سکا اسیطرح فرڈیننڈ اور والن شٹائن بھی باہم دگر نہ رہ سکے ؛ یہ دقتیں ابھی مستقبل کے پردے میں تھیں۔ فی الحال فرڈیننڈ کو ایک لائق سردار اور قواعداں فوج کی ضرورت تھی مگر وہ خود اس قابل نہ تھا کہ وہ ان میں سے ایک کا بھی انتظام کرسکے والن شٹائن نے عرض کیا کہ وہ بیس ہزار سپاہ مہیا کر دیگا اور خزانے پر بھی

لشکر والن شٹائن کی نوعیت

مزید بار نہ پڑیگا۔ مگر شرط یہ تھی کہ فرڈیننڈ اُسے مجاز کردے کہ جس علاقۂ ملک میں اس کی فوج اُترے وہاں وہ حکماً ضروریات فراہم کرسکے نپولین اعظم کا قول تھا کہ جنگ کو جنگ کی پرورش کرنی چاہیئے مگر مینس فلڈ کی ناجائز نوچ کھسوٹ اور وحشیانہ لوٹ مار سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ مطالبات کے ذریعے سے جن کو قانون کا لباس پہنا دیا گیا ہو۔ شہنشاہ نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ گو وہ بخوبی جانتا تھا کہ سلطنت کے آئین کے رو سے اُسے مطالبات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پس جیسے ہی والن شٹائن کا پھریرا لہرایا چاروں طرف سے لوگ

اُس کے نیچے جوق جوق آنے لگے لشکری جو لڑائی ہی کی روٹی کھاتے تھے۔ کاشتکار جنکو جنگ نے برباد کر دیا تھا۔ اور خاندان کے چھوٹے لڑکے جن کو دنیا میں دولت و ثروت زورِ بازو سے حاصل کرنی تھی۔ غرض کہ کل مذاہب و اقوام کے جانباز ایسے سردار کے تحت میں خدمت کرنے کے لیئے دوڑے جس نے خود اپنی تلوار و فراست کے ذریعے سے انقلاب بوہیمی کی غنیمت میں دولت خطیر اکٹھی کر لی تھی۔ ۱۶۲۵ء کے موسم خزاں میں پچاس ہزار کا لشکر اُس کے زیر حکم تھا۔ جس کا رشتۂ اتحاد اُس کی ذاتی اطاعت و فرمانبرداری پر موقوف تھا۔ پس وہ ماگڈبرگ اور ہالبرشٹاٹ کے حلقۂ اُسقفی کی طرف بڑھا اور آنے والی جنگ کے لیئے سرما بھر اپنے لشکر کو قواعد سکھاتا رہا۔

۱۶۲۶ء کی مہم

شاہ ڈنمارک کا نقشۂ جنگ نہایت سادہ تھا خود کرسچین کو اپنی اور برطانوی امدادی رقم سے یافت پانے والی فوجوں کو لیکر دریاے ویزر کے کنارے کنارے ٹیلی کے مقابلے میں بڑھنا تھا۔ تاکہ برمین اور ورڈن کی اسقفی پر قبضہ کرے اور جیسی کہ امید کی جاتی تھی دشمنوں کو ہالبرشٹاٹ سے نکالکر خطِ مین کے پیچھے ہٹا دے اس اثنا میں مینس فلڈ کا کام یہ تھا کہ ایلب کے کنارے والن شٹائن پر یورش کرے۔ اور اُسے بوہیمیہ میں بھگا کر یا تو بلا طیۂ بالائی کو اس کے قبضے سے چھین لے یا و ائنا پر مینس فلڈ اور بیٹ لین گابور (جس نے سرحد ہنگری پر پھر نرغہ کیا تھا) کی متحدہ سپاہ کے حملے کے لیئے راستہ صاف کر دے۔ یہ تجویز تھی تو بہت اچھی لیکن اس کی تعمیل اُسی عمدگی کے ساتھ نہ ہو سکی۔ برطانوی امدادی رقم رک گئی۔ اور مینس فلڈ کو بلا کرسچین کی شرکت کے حملے شروع کرنے پڑے۔ والن شٹائن نے ڈیساؤ کے پل کو جو نہایت اہم مقام تھا خوب مورچہ بند کیا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ مینس فلڈ حملہ ایلب کے پیچھے ہٹ جائے۔ ۲۵ / اپریل کو مینس فلڈ نے اس مورچے پر یورش کی مگر پیچھے ہٹنا پڑا۔ والن شٹائن نے دشمن کی پسپائی کی گھبراہٹ سے فائدہ اٹھا کر جوابی حملہ کیا اور پسپائی کو بھگدڑ سے بدل دیا۔

سامنے سے حملہ کر کے والن شٹائن کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی کوشش میں ناکامیاب ہو کر مینس فلڈ نے یہ ارادہ کیا کہ حملے کا رُخ بدلدے اور سائلیشیا کی طولانی راہ سے ہوتا ہوا بیٹ لین گابور کے ساتھ ملکر وائنا پر مشرق کی سمت سے حملہ آور ہو۔

یہ تجویز میبنس فلڈ کی فوجی قابلیت کے ہرگز شایاں نہ تھی۔ جب فتحمند دشمن اندرون ملک میں سرگرمِ پیکار ہو اس وقت ایک طولانی جناحی کوچ لڑائی کی چالوں میں سب سے زیادہ مخدوش چال ہے اور ایسی صورت میں جب دشمن کی فوج جانباز سپاہیوں پر مشتمل ہو جن کی پرورش لوٹ مار سے ہوتی ہو اور جو آئین سے بالکل نابلد ہوں۔ یہ چال ہرگز کارگر نہیں ہو سکتی۔ کرسچین کے مقابلہ میں ٹیلی سے جا ملنے کے لیئے آٹھ ہزار کی جمعیت چھوڑ کر والن شٹائن وائنا کو عقب میں لیئے ہوئے ایک اندرونی دائرے پر میبنس فلڈ کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چلا۔ اور آخر میں دریائے ڈینیوب کے کنارے بپیسٹ اور پریس برگ کے وسط میں بمقام گران مورچہ بند ہو گیا اور یہاں پر وہ متحدہ حملے کا انتظار کرنے لگا مگر میبنس فلڈ اس مورچے پر یورش کرتے ہوئے ڈرتا تھا کہ مبادا ڈیساؤ کا واقعہ پھر ظہور میں آئے۔ اس کی فوج بھی نہایت قلیل اور شکستہ خاطر تھی گو اس کی بھرتی نہایت بے رحمی کے ساتھ شہزادہ ٹرانسلوانیہ نے کی تھی۔ اُدھر خود بیٹ لین گابور یہ سمجھتا تھا کہ لڑائی کی بہ نسبت عہد و پیمان سے اُسے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ فوراً ایک عارضی صلح کی گئی جس کی رو سے میبنس فلڈ کو ہنگری کو چھوڑنا پڑا۔

میبنس فلڈ کی موت

اب اس ان تھک جانباز کے دل و دماغ دونوں جواب دے چکے تھے۔ اس لیئے اُس نے سخت سردی کے زمانے میں قصد کیا کہ پہاڑ کو قطع کر کے اطالیہ میں جائے اور وہاں جمہوریۂ وینس کو جنگ کے لیئے ورغلائے مگر بوسینیا سے گزرتے ہیں پیامِ موت نے اُسے آلیا (۳۰ نومبر) اور اس طرح دنیا سے دفعتہً وہ شخص اٹھ گیا جو فوجی قابلیت کی وجہ سے شہنشاہ کے طرفداروں کی راہ میں خاص رکاوٹ تھا اور عمدہ اخلاق اور جذبۂ حبِ وطن سے عاری ہونے کے باعث جرمانیہ میں امن و صلح کا سخت دشمن تھا۔ بدقسمتی سے اُس کی موت دیر میں آئی۔ اژدہے کا جو دانت اُس نے بویا تھا اس سے بہت سے فوجی جانباز پیدا ہو گئے۔ جو اسی کے مانند بے فکر اور قابل تھے۔ اور اُدھر ملک جرمنی کی لاش پر بیرونی قوتوں کا ہجوم ہو گیا تھا جو اپنے خود غرضانہ مقاصد کے لیئے ایسے معاونین سے مدد لینے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتی تھیں بہرحال میبنس فلڈ کی موت نے شہنشاہ اور بیٹ لین گابور کے درمیان مصالحت آسان کر دی اور ۲۸ دسمبر کو عہد نامۂ پریس برگ پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے ہنگری

کے تیرہ صوبوں پر بیٹ لین کی حکومت تسلیم کرلی گئی۔ اور مینس فلڈ کی سپاہ منتشر کردی گئی تو اس اثنار میں کیتھولک لیگ کے لشکر نے دریائے ویزر کے کنارے اس سے بھی زیادہ کامیابی حاصل کی۔ کرسچین چہارم برطانوی امدادی رقم کے بغیر سپاہ تیار نہیں

معرکہ لُٹر

کرسکتا تھا۔ مگر انگلستان سے نہ تو امدادی رقم آئی اور نہ آسکتی تھی۔ کیونکہ چارلس اول ایک پارلیمنٹ کے بعد دوسری سے جھگڑتا تھا۔ اسلئے ٹیلی آہستہ آہستہ ویسر ادنیٰ کی طرف بڑھا اور منڈن وگوٹنگن پر قبضہ کرلیا۔ ڈیساؤ میں مینس فلڈ کی شکست کے بعد والن شٹائن نے آٹھ ہزار کی جمعیت ٹیلی کی کمک کو بھیجی اور کرسچین نے دیکھا کہ اگر اس کو حملہ کرنا ہی ہے تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہیئے پس اگست میں وہ بڑی تیزی سے تورنگیا کی طرف بڑھا۔ اوس کو امید تھی کہ شہنشاہی فوجوں کے پہنچنے کے قبل وہ ٹیلی پر یورش کرکے قلع قمع کردیگا لیکن اُس کو بہت دیر ہوگئی۔ ۲۲ راگست کو دشمن کی دونوں فوجیں مل گئیں اور کرسچین ان کی کثرت تعداد دیکھکر واپس ہوا۔ ٹیلی نے فوراً پیچھا کیا اور ۲۶ اگست کو بمقام لُٹر اس کے لشکر کے برابر پہنچ گیا۔ کرسچین نے آٹھ ہزار سپاہ اور توپخانہ میدان جنگ میں چھوڑ کر ہال شٹائن اور میک لن برگ کی راہ لی اور ٹیلی نے ساری ریاست برنسوِک کو تہس نہس کرڈالا اور فوج کو موسم سرما گذارنے کے لیئے ایلب زیریں کے کنارے اُتار دیا۔ نیز ایک شہنشاہی دستے نے مارک براندن برگ کو بھی تسخیر کرلیا۔

دوسرے سال فتحمندی کی لہریں آگے ہی بڑھتی گئیں۔ والن شٹائن جواب ڈیوک آف فریڈ لینڈ ہوگیا تھا ایک زبردست فوج کے ساتھ سائلیشیا میں در آیا اور اپنی فتح وظفر کے ثبوت کے لیئے پچاس پھریرے وائنا بھیجے بعد ازاں زیریں ایلب کے کنارے ٹیلی سے اتصال کرکے متحدہ فوجیں ہال شٹائن میں ساحل سمندر تک گھس گئیں اور بدنصیب کرسچین کو جزائر میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ فروری ۱۶۲۸ء میں بلا طمی انتخاب کنندہ کے مثل ڈیوک میک لین برگ کو بھی فرڈینینڈ نے اس بنا پر معتوب شاہی قرار دیا کہ اس نے کرسچین کی مدد کی تھی اس کے علاقوں کو ضبط کرلیا اور والن شٹائن کو اجازت دی کہ وہ مصارف کی ضمانت میں ان ریاستوں پر قبضہ اور اپنا انتظام کرے۔ ملک کو تیزی کے ساتھ قطع کرکے شہنشاہی سپہ سالار نے ویسمار اور راسٹاک کی بندرگاہوں کو دبا لیا اور نواب پامی رانیہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی ریاست

محاصرۂ اسٹرال سُنڈ

کے طویل ساحل کو شہنشاہی سپاہ کی زیر نگرانی رکھے۔ مگر مارچ ۱۶۲۸ء

میں اِسٹرالسُنڈ (Stralsund) کی دلدل اور مورچوں نے اس کی فاتحانہ رفتار کو روک دیا۔
پانچ مہینے کی طولانی مدت تک شہنشاہی فوجیں شہر کے سامنے پڑی رہیں اور پیہم کوشش کرتی رہیں
کہ ایک مورچہ بند شہر کو جس کا سمندر کی طرف سے راستہ کھلا تھا، صرف خشکی کی طرف سے
حملہ کر کے فتح کر لیں۔ گو یہ امر بالکل ناممکن تھا مگر جد وجہد لگاتار جاری رہی کیونکہ والن شٹائن
سے بڑھ کر دوسرا نہیں جانتا تھا کہ نتیجہ کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ ڈوانٹ زک سے لیکر لیوبک
تک بحر بالٹک کا کل جنوبی ساحل اُس کے زیر حکم تھا۔ البتہ سمندر کے پار ایک مخدوش حریف
باقی تھا۔ اس لیئے اگر وہ سویڈن کے حملوں سے بچنا چاہتا تھا تو بحر بالٹک اور اس کے
ساحلی اقطاع پر اُس کی حکمرانی ضرور تھی۔ اس مقصد کے لیئے اُس نے شہنشاہ سے بحر بالٹک
کے امیر البحر کا لقب حاصل کر لیا تھا اور اب وہ بلدیات ہانسا سے ایک بیڑے کی تیاری کے
متعلق قول و قرار کر رہا تھا تاکہ اُس کا خطاب تھوڑا بہت حقیقی ہو جائے۔ جب تک
اسٹرال سنڈ قلب جرمانیہ میں دشمنوں کے گھسنے کے لیئے ایک کھلا دروازہ بنا رہا اسوقت
تک اس فرمانروائی کے حصول کی اولیں تدبیر ناتمام تھی۔ مزید براں ابتک جرمنی میں
شہنشاہ کی مخالفت کی رہبری کرسچین والی آنہالٹ جیسے جوشیلے فرقہ پرست مینس فیلڈ
اور کرسچین والی برنسوک جیسے فوجی من چلے یا کرسچین شاہ ڈنمارک جیسے خود غرض مدبر
اور دوسرے کلیسائی جاگیرداروں نے کی تھی۔ جرمن قوم اور عموماً جرمن شہر ان آویزشوں سے
دور دور رہے اور یا کسی نے کی تو شہنشاہ ہی کی طرفداری کی جو نظم و نسق کا ضامن تھا۔ مگر
اسٹرال سنڈ کے محاصرے نے یہ ظاہر کر دیا کہ اب نئی قوتیں شریک کار ہو رہی ہیں۔ جو لوگ
آخری دم تک لڑنے کے لیئے کمربستہ نظر آئے، وہ عوام تھے۔ اُن کے سرگروہ نہ تھے۔ بلدی
آزادی کی روح عوام الناس میں پھونک گئی تھی اور وہ تُلے ہوئے تھے کہ فوجی حکمرانی کے
آگے ہرگز سر نہ جھکائینگے مگر پروٹسٹنٹ مذہب تیار تھا کہ اپنے فتحمند حریفوں سے آشتی کرے۔
جب والن شٹائن نے عاجز ہو کر تیسری اگست کو اپنی فوجیں شہر اسٹرال سنڈ کے سامنے
سے ہٹالیں تب وہ کم از کم یہ ضرور سمجھتا تھا کہ جرمنی کے شہروں میں ایسے بھی ہیں جو جنیوا
کا ساتھ دینگے اور ہر چیز ضائع کر دیں گے مگر فوجی حکومت اور مذہبی تعزیر کبھی نہ قبول کرینگے۔
اسٹرال سنڈ پر ہی ظفرمندی کا جھنڈا نہ لہرایا تھا گلوک سٹاٹ ٹیلی کے لیئے ایسا ہو ہے
کا چنا نکلا جیسا کہ اسٹرال سنڈ والن شٹائن کے لیئے ثابت ہوا تھا۔ جنوری ۱۶۲۹ء میں ٹیلی

کو مجبوراً محاصرہ اٹھانا پڑا۔ اب معاملات نہایت پیچیدہ ہوگئے تھے۔ کرسچین خشکی میں آنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا لیکن اُس کے دشمن سمندر میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے تھے۔ والن شٹائن کو نہایت ضروری معلوم ہوا کہ سویڈن کے شریک جنگ ہونے سے پہلے ڈنمارک سے مصالحت کرلی جائے۔ اس لیئے اُس نے صلح کی بات چیت شروع کردی

عہدنامہ لیوبک

مئی میں عہدنامہ لیوبک پر دستخط ہوگئے۔ کرسچین نے جرمنی میں کلیسائی جاگیروں سے اپنا دعویٰ اٹھالیا اور اُس کے عوض میں اُس کی آبائی ریاست واپس دیدی گئی۔

اُس نامراد دن کو گذرے ہوئے دس سال ہوچکے تھے جس دن شوریدہ سر بوہیمی مجلس نے فریڈرک امیر بلاطی کو تخت بوہیمی کے لیئے منتخب کیا تھا۔ اُسی روز مارگراف انس پاچ نے نہایت غرور کے ساتھ کہا تھا کہ "اب ہم میں دنیا کو اُلٹ دینے کی قوت ہے"۔ اس دس برس کے عرصے میں جرمنی دنیا ضرور زیروزبر ہوگئی تھی لیکن اس معنی میں نہیں جو مارگراف کا مقصد تھا۔ جرمنی میں عوام کی ہمدردی اور امداد سے جس چیز نے کالونیوں کو محروم رکھا وہ یہ تھی کہ آسٹروی خاندان پر یورش کرنے میں وہ جرمنی کو پامال کررہے تھے۔ جرمنی آئین میں تلاطم ڈال رہے تھے کسی طرح جرمن شہزادوں کی آزادی اور مذہب پروٹسٹنٹ کے حقوق کے نمائندے نہ تھے۔ جان جارج والیِ سیکسنی جیسے محتاط اور معاملہ فہم فرمانروا کالونیت کو انقلاب پسند اور شہنشاہ کو ضامن امن و انتظام سمجھتے تھے فریڈرک اور اُس کے مشیروں نے مینس فلڈ اور کرسچین والیِ برنسوک کو نہایت بے فکری کے ساتھ غریب رعایا کو ستانے کے لیئے مطلق العنان چھوڑ دیا تھا۔ مکانوں کو خاک سیاہ اور کسانوں پر عقوبت کرکے مذہب کے مقدس نام کو رسوا کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر صحیح الخیال شخص کے دل سے اس مذہب کی وقعت و عزت جاتی رہی۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ مذہب پروٹسٹنٹ کو بچانے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جرمنی کو زیروزبر کرکے وہاں کے باشندوں کو لوٹا جائے۔ نظربرایں لوہیمیہ اور نیز بلاطیہ میں میکس می لین اور اتحاد کیتھولک کی فتح اُن کے لیئے نہایت مسرت بخش اور گویا قدیم طرز کے انتظام کی ضامن تھی۔

اس کے بعد ایک بڑا تغیر ہوا۔ والن شٹائن نے اپنی ذاتی سپاہ اور اعلیٰ فوجی قابلیت سے رنگ بدلدیا۔ اب جرمنی کو حکومت سیف کا خوف سمایا۔ اُدہر فرڈی نینڈ کو

اپنی پشت پر ایک قوت نظر آئی جو جرمنی کو اس کی مرضی پر کاربند اور اگر ضرورت ہو تو جرمن پروٹسٹنٹوں کو کلیسا سے ہم آغوش کرا سکتی تھی۔ معاہدۂ لیوبک کے بعد اگر وہ مذہب کیتھولک کی ترویج کرنا چاہتا تو کون مزاحمت کر سکتا تھا اس کی آسٹروی رعایا کی پروٹسٹنٹوں سے ہمدردی خاک میں ملا دی گئی تھی، بوہیمیا اور موراویہ میں نئے کیتھولک جاگیرداروں کے اثر سے پروٹسٹنٹ مذہب کو دبایا جا رہا تھا اور احکام اصلاح (Reforming commission) کی رو سے جو نئے دستور کے مطابق ۱۶۲۷ء میں شائع ہوا، کل پروٹسٹنٹ جلاوطن کر دیئے گئے۔ سائلیشیا بھی والن شٹائن کے آہنی چنگل میں آگیا تھا اور اب سر اٹھانے کی مجال نہ تھی۔ بلاطیہ بالائی اور بلاطیۂ زیرین کے ایک جزو میں جو کچھ روز قبل میکسی ملین کو دیدیا گیا تھا کیتھولک مذہب نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ فرڈی نینڈ کی آبائی ریاستیں بالکل محفوظ تھیں اور میکسی ملین مدد کے لیئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اب جرمنی میں شہنشاہ کو کس کی مزاحمت کا خوف ہو سکتا تھا۔ شمالی جرمنی کے چھوٹے چھوٹے شہزادے زیادہ تر ڈینی لڑائی میں پھنسے ہوئے تھے اور ان کی ریاستوں پر شہنشاہ اور کیتھولک لیگ کی فوجیں قابض تھیں۔ جان جارج والی سیکسنی اور انتخاب کنندہ برانڈن برگ ایسے نہ تھے کہ مصالحت میونسٹر ہوزن کی حفاظت کو کھو بیٹھتے۔ کیونکہ ابتک عہد نامے پر طرفین نہایت وفاداری کے ساتھ کاربند تھے یہ ممکن تھا کہ چند شہر مثلاً ماگڈی برگ اور ہامبرگ اعتراض کریں۔ شاہ سویڈن سمندر پار سے مداخلت کرے مگر بغیر خطرے میں پڑے ہوئے کبھی کوئی بڑا کام انجام نہیں پایا۔ ۱۶۲۷ء میں انتخاب کنندگان کیتھولک اور ڈیوک بیویریہ نے فرڈی نینڈ پر زور ڈالا کہ صلح آوگزبرگ کے موافق کلیسا کے حقوق جتانے کا وقت آگیا ہے۔ فرڈی نینڈ خود اس طرز عمل کے موافق تھا اس لیئے اُس نے انکار نہ کیا۔ مارچ ۱۶۲۹ء میں اس نے "فرمان بازدہی" نافذ کیا جس میں اُس نے تاکید کی کہ صلح آوگزبرگ کے بعد جو اوقاف ضبط کیئے گئے تھے وہ کلیسا کو واپس کر دیئے جائیں۔ پس ایک ہی حکم میں ماگڈی برگ و بریمن منڈن وردین ہالبرشٹاٹ لیوبک راٹزے برگ بیس نیامرزے برگ نائوم برگ برانڈن برگ ہاول برگ لیبس اور کامن پروٹسٹنٹ پادریوں سے چھین کر کلیسا کو واپس کر دی گئیں۔ یہ نہایت فاش غلطی تھی۔ قانون کے نام سے اُن علاقوں کو لے لینا جو پچاس سے اسی برس کے درمیان میں

پروٹسٹنٹ مالکوں کے ہاتھ میں رہے ہوں مقصد صلح کے سراسر خلاف تھا۔ اور اس کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ لوگوں کو ضبطی سے جو صدمہ پہنچا وہ خوب جم گیا کل جرمنی شہنشاہ کے خلاف مسلح ہوگیا اور جوشیلے پروٹسٹنٹوں کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ مگر اس کام کو صرف جسمانی قوت کے ذریعے سے انجام دینا سیاسی خودکشی کے برابر تھا۔ اُودھرٹلی اور والن شٹائن کی سپاہ کے بغیر فرمان بازدہی، کا نفاذ ممکن نہ تھا۔ اور ان کی موجودگی میں یہ فوجی انقلاب تھا لہذا شہنشاہ کو ساری دنیا سمجھنے لگی کہ وہ ایک مذہبی اور سیاسی انقلاب کا بانی مبانی ہے۔ جس کی کامیابی کا دار و مدار کسی اخلاقی بنا پر نہیں بلکہ محض فوجی مطلق العنانی پر ہے۔ اور اس قسم کے انقلاب کے لیئے جرمانیہ تیار نہ تھا ٭

باب پنجم

بقیہ حالات جنگ سی سالہ معاہدۂ لیوبک سے معاہدۂ پراگ تک

والن شٹائن اور شہنشاہ میں ناچاقی کیتھولک لیگ کی عداوت والن شٹائن سے اور اسکی معزولی۔ مذہب پروٹسٹنٹ کی نازک حالت جرمنی میں۔ سویڈن کی حالت گسٹاوس اڈولفس کا طرز عمل۔ اسکی معرکہ آرائیاں ڈنمارک روس اور پولینڈ سے۔ اسکی مداخلت جرمنی میں اور فرانس سے عہد و پیمان۔ ۱۶۳۱ء کا حملہ اور ٹلی کی برگ کی تاراجی سیکسنی اور سویڈن میں عہد و پیمان معرکہ برائی ٹنفلڈ گسٹاوس کی فوجی کامیابیاں اور سیاسی وقتیں۔ والن شٹائن حاکم مطلق مقرر کیا جاتا ہے۔ والن شٹائن کے ہاتھوں گسٹاوس کو زک نیورمبرگ میں معرکہ لٹسین۔ والن شٹائن کا قتل معرکۂ نورڈلن گن۔ معاہدۂ پراگ؛ جان جارج والی سیکسنی کا طرز عمل ؛

جس ناعاقبت اندیشی سے فرڈی نینڈ نے تمام جرمنی میں تلاطم مچا دیا تھا وہ بہت جلد ظاہر ہوگئی۔ ڈنمارک اور سیکسن حلقۂ زیریں کی سیاسی مزاحمت کو دفع کرنے کے لیئے اس نے والن شٹائن اور اُس کی ذاتی سپاہ کو مدد کے لیے بلایا۔ شمالی جرمنی کے بڑے بڑے علاقوں کو جو پروٹسٹنٹوں کے قبضے میں آسی یا نوے سال سے تھے کیتھولکوں کو دینے اور ہزاروں جرمنی پروٹسٹنٹوں کو بالجبر اپنے مذہب میں لانے کے زیادہ دشوار کام کے لیئے بھی اس کو اسی قوت پر اعتماد کرنا پڑا۔ یہ خیال فضول تھا کہ بلا مدد سپاہ فرمان بازدہی پر عملدرآمد ہوگا۔ یہ یقینی امر تھا کہ ٹلی اور لیگ کی فوجیں فرمان کی تعمیل کرانے اور سویڈن کی مداخلت کو روکنے کے لیئے کافی نہ ہونگی۔ پس شہنشاہ والن شٹائن اور اس کی ساٹھ ہزار سپاہ کے سوائے کس سے استمداد کرسکتا تھا۔ مگر یہی وہ بات تھی جس پر اس کو پورا بھروسہ نہ تھا خود والن شٹائن اشاعت فرمان کے سخت خلاف تھا۔ کیونکہ یہ اُس مذہبی مساوات کا نقیض تھا۔ جس پر اس کی قوت مبنی تھی۔ اس کی فوج ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں کیتھولک لوتھرانی اور کالوینی برابر درجہ رکھتے تھے۔ اور دوش بدوش لڑتے تھے۔ ایک فوج کو جس کی تنظیم ایسی بنیاد پر ہو پروٹسٹنٹ پادریوں کو نکالنے اور تبدیلی مذہب کی نگرانی کے کام پر

والن شٹائن مامور کرنا گویا اس کو بیخ و بُن سے ہلا دینا تھا۔ مزید برآن یہ محض ہوس نہ تھی جس نے والن شٹائن سے تنظیم فوج کی بنا ر مذہبی مساوات پر کرائی۔ اس کو پورے طور سے یقین تھا کہ یہی جرمنی کی تنظیم نو کا ممکن ذریعہ ہے اور وہ اُس دن کے انتظار میں تھا جبکہ وہ جرمنی کے حاکم مطلق کی حیثیت سے ایک زبردست فوج کے زور سے فریقین کے جوشیلے لوگوں کو امن و مذہبی آزادی کی برکتوں سے مستفید کرے۔ اس کی زندگی میں یہ پہلا وقت تھا جبکہ اس کے اعتقادات اور ہوس نے اس کو شہنشاہ کے طرزِ عمل اور مقاصد سے دور کر دیا تھا۔

کیتھولک لیگ کی عداوت والن شٹائن سے

دوسری طرف سرگروگان لیگ بھی والن شٹائن سے بیزار ہو رہے تھے۔ اس کے خیالات ان کو پسند نہ تھے۔ اُس کی ہوس سے وہ خوف زدہ تھے۔ اس کی وفاداری پر ان کو اعتماد نہ تھا فوج کے مصارف کیلئے اس نے جو طریقہ مطالبات رواج دیا تھا وہ گو پروٹسٹنٹوں کے لئے جائز سمجھا جاتا تھا۔ مگر جب کیتھولک اس کا شکار بنتے تھے تو اسے رہزنی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۶۲۶-۲۷ اور سنہ ۱۶۲۷-۲۸ کے سرما میں اسکے ظلم کی داستانیں جرمنی کے ہر بڑے شہر میں پیہم سنے جاتے تھے اور واقعتہً یہ امر بالکل ناقابل برداشت تھا کہ خود شہنشاہ کا سپہ سالار دشمنوں سے زیادہ دوستوں کیلئے ایذا رسان ہو آخر ریگنز برگ

مجلس ڈیٹ منعقدہ ریگنز برگ

کی مجلس ڈیٹ منعقدہ جولائی سنہ ۱۶۳۰ء میں یہ مخالفت آشکارا ہو گئی۔ میکس می لین والی بویریا پیش پیش تھا۔ رشلیو کے جہاں دیدہ مدبر جوزف نے فساد کو بڑھانے میں نہایت سرگرمی اور کامیابی کے ساتھ کوشش کی۔ اور فرڈی نینڈ کو سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ والن شٹائن یا لیگ میں سے کسی ایک کی طرف ہو جائے۔ کوئی درمیانی راستہ نہ تھا۔ اس کو دو میں سے ایک کو علٰحدہ کرنا ضروری تھا۔ والن شٹائن جو امیدیں دلا رہا تھا وہ ایک عالی دماغ، عالی حوصلہ اور عالی ہمت شخص کو گرویدہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اگر فرڈی نینڈ قصد مصمم کر لیتا کہ حصول مدعا کے لئے ہر چیز کو قربان کر دیگا اور والن شٹائن کی طرف ہو جاتا اور اس کی مدد سے ایک لاکھ کی جمعیت کے ساتھ جرمنی کو ایک نئے آئین کے آگے سر جھکانے پر مجبور کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شہزادوں کی قوت ٹوٹ جاتی اور شہنشاہ کی قوت بڑھ جاتی تو شہنشاہ کیلئے ایک نیا میدان کھلتا یعنی یورپ میں آسٹروی خاندان کا غلبہ مسلم ہو جاتا مگر فرڈی نینڈ جیسے متدین اور معمولی فطرت کے آدمی کے لئے ایسا طرزِ عمل بہت زیادہ انقلابی اور خطرناک تھا۔ اس میں شک نہیں کہ

والن شٹائن کی طرف ہونے سے شہنشاہ اور شہزادوں کے قدیم تعلقات کا خاتمہ ہونا تھا یہ بھی یقینی تھا کہ اس کو فرمان بازدہی منسوخ کرنا پڑتا۔ ساتھ ہی یہ بھی خوف تھا کہ بجائے دنیا کے مالک و مختار ہونے کے کہیں اپنے کامیاب سپہ سالار کی غلامی نہ کرنا پڑے۔ فرڈی نینڈ کی قسمت میں سورج دیوتا کے گھوڑے[1] ہانکنا نہیں لکھا تھا۔ مگر اس کے واسطے کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا۔ اُس کا ہمیشہ اصول یہی رہا کہ خواہ کچھ بھی ہو مگر پہلے کی طرح قانون کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ والن شٹائن نظائر و قانون دونوں کا دشمن تھا۔ اسلیئے اس کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ والن شٹائن کو قربان کردیا جائے۔

والن شٹائن کی معزولی

جب گسٹاوس اڈولفس ساحل پامی رینیہ پر اُترا اس کے بعد ہی جرمنی کی کیتھولک ریاستوں کے ایماء سے شہنشاہ نے اپنے قابل سپہ سالار کو معزول کردیا حالانکہ وہی ایسا تھا جو اس پروٹسٹنٹ سورما کی روک تھام کرسکتا تھا۔

گسٹاوس کی آمد سے یہ جنگ کچھ عرصے کے لیئے اعلیٰ سیاسیات کے درجے پر پہنچ گئی۔ اور اعلیٰ مقاصد اور بالاتر طرز عمل نے اسے شرف بخشا۔ ابتک شرافت اغراض اگر کسی جانب تھی تو وہ کیتھولک فریق میں نظر آتی تھی۔ کلیسائی اوقاف کو چھوٹے لڑکوں کے لیئے جاگیر بنانے اور حصول تخت و تاج و قیادت سپاہ کے لیئے جنگ و جدال کرنے کے بہ نسبت اُن کے لڑنے کی یہ اغراض کہیں بہتر و افضل تھیں کہ تفرقہ پسند و ناعاقبت اندیش امراء کی مخالفت کے باوجود جبروت شہنشاہی اور آئین سلطنت کو بحال اور کلیسائی حکومت کو قائم رکھا جائے مگر ٹیلی اور والن شٹائن کی فتوحات اور فرمان بازدہی کے نفاذ نے بڑا تغیر پیدا کردیا تھا۔ کرسچین شاہ ڈنمارک کو

شمالی جرمنی میں پروٹسٹنٹ گروہ کی نازک حالت

شکست دیکر کیتھولک لیگ اور شہنشاہ کی فوجوں نے شمالی جرمنی پر تسلط جمالیا۔ والن شٹائن امیر البحر اور ڈیوک آف میک لن برگ کے خطابات سے سرفراز ہوکر بحر بالٹک کے ساحل اور بندرگاہوں پر قابض تھا اب مسائل زیر غور جبروت شہنشاہی کی برقراری پر مبنی نہ تھے بلکہ سب کو شمالی جرمنی اور حکومت بالٹک کے بچانے کی فکر پڑی تھی۔ فرمان بازدہی کے نفاذ سے صرف اوقاف منسوخہ ہی معرض خطر میں نہ آئے بلکہ

---

[1] فیٹان نے اپنے باپ سورج دیوتا سے درخواست کی تھی کہ سورج کی رتھ ہانکنے کی اجازت اُسے دیجائے مگر جب اجازت مل گئی تو وہ گھوڑوں کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ پس جب بزرگ ترین دیوتا ذی یوس نے دیکھا کہ دنیا میں آگ لگا چاہتی ہے تو اس نے فیٹان پر برق گرادی اور ناعاقبت اندیش رتھبان کو جلادیا۔ اس موقع پر اسی قصے کیطرف اشارہ ہے۔ مترجم

شمالی جرمنی میں خود مذہب پروٹسٹنٹ کی جان کے لالے پڑ گئے تھے ؀

گسٹاوس کے اغراض

اسی سالہ جنگ یورپ کی مذہبی بڑی لڑائیوں میں سب سے آخری اور عظیم الشان سیاسی لڑائیوں میں سب سے پہلی جنگ ہے۔ جنگ کی روح رواں گسٹاوس اڈولفس میں دونوں رنگ ظاہر ہوتے ہیں جب وہ پامی رینیہ میں جولائی ۱۶۳۰ء میں اُترا تو وہ صاف صاف مذہب پروٹسٹنٹ کا محافظ بنکر آیا تھا۔ تاکہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کو وحشیانہ قوت کے چنگل سے بچائے مگر وہ سویڈن کے قومی تاجدار کی حیثیت سے بھی آیا تھا تاکہ وہ بالٹک اور اس ساحل پر سویڈن کے اُس اقتدار کو محفوظ رکھے اور قائم کرلے جو اس کے ملک کی فلاح و بہبود کے لیئے نہایت ضروری تھا۔ وہ ایک دفاعی جنگ کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ تاکہ اپنے مذہب اور ملک کو محفوظ رکھے۔ مگر کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ اس جنگ کی صورت فاتحانہ جنگ کی سی ہوگئی۔ ورنہ دراصل گسٹاوس اور رشلیو کے طرز عمل میں وہی فرق ہے جو حب وطن اور ہوس ملک گیری میں ہوتا ہے ؀

سویڈن کی حالت

جس شخص نے سویڈن کی حالت سترھویں صدی کے آغاز میں دیکھی ہو وہ ایک لمحہ کے لیئے بھی یہ توقع نہیں کرسکتا تھا کہ اس کی قسمت میں ایسا اعزاز لکھا ہے۔ جو اسے حاصل ہوا۔ اس کی مالی حالت بہت خراب تھی اور سڑکیں اور ذرائع آمدورفت ناپید تھے آبادی بہت کم تھی اور سال کے چھ مہینے تک کہرا چھایا رہتا تھا۔ خود اسکے اور اس کے فاتح ڈنمارک کے درمیان صرف ایک آبنائے حائل تھی۔ پس اس کو ہر وقت یہی خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اس کے طاقتور ہمسایہ جن کے ملک کی جائے وقوع بہتر تھی اس کی ہستی کو نہ مٹا دیں۔ سویڈن کو اس انجام بد سے بادشاہوں کے ایک مشہور ترین

وہاں کی بادشاہی

خاندان نے بچایا گسٹیوس واز اکے بعد جس نے سویڈن کو مظالم ڈینن سے نجات دی اور جو ۱۵۲۳ء میں تخت پر بیٹھا چارلس دوازدہم کی رجو فخر یورپ تھا اور جس کے نام سے سارا یورپ تھراتا تھا) وفات واقعہ ۱۷۱۸ء تک کوئی بادشاہ بھی ایسا نہیں ہوا جس نے کم و بیش عمدہ اور فطرتی قابلیت کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سویڈن سے مورخ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ تاریخ سویڈن اس کے بادشاہوں کی تاریخ ہے۔ کیونکہ شاید ہی کوئی ایسا زمانہ ہوا ہو جس میں قومی خصوصیات و قومی ترقی شخصی سلطنت سے اس قدر وابستہ رہی ہو گسٹاوس نے سویڈن کو آزادی دلائی اور کلیسا کے کھنڈروں پر اپنی نئی سلطنت کی نیو ڈالی۔ وہ بہت بڑا مدبر تھا اور

اس کی تیز آنکھوں نے فوراً دیکھ لیا کہ لوتھرانیت اور جبروت سلطانی دست و گریباں ہیں بس اس نے اصلاح مذہب کو اپنے ملک میں بحیثیت ایک سیاسی تجویز کے شائع کیا۔ اس طرح سے اس نے نہ صرف خزانۂ شاہی کو بھر لیا بلکہ ضبط شدہ کلیسائی اوقاف کو دے کر اس نے اُمراء کو بھی طرفدار بنا لیا۔ اس وقت سے سویڈن کے دو دشمن رہ گئے۔ ایک ڈنمارک اور دوسرے امراء۔ پھر ان میں پولینڈ کے خاندان شاہی کی وارث ملکہ کیتھرن یاگیلون کے شوہر جان سوم کے زمانے میں کیتھولک حریفوں کا بھی اضافہ ہو گیا۔ بلکہ سترھویں صدی کے آغاز میں یہ خطرہ سب سے زیادہ وقیع تھا۔ کیونکہ جان سوم و کیتھرن یاگیلون کا فرزند سگسمنڈ ایک پُر جوش کیتھولک تھا وہ ۱۵۸۷ء میں منتخب ہو کر تخت پولینڈ پہ متمکن ہوا۔ اور قبل اس کے کہ وہ ۱۵۹۲ء میں سویڈن کا بادشاہ ہوا اُس نے پولینڈ میں مذہب کیتھولک دوبارہ رواج دینے کی حتی المقدور سعی کی۔ جب اُس نے سویڈن میں

مذہب کیتھولک کی ترویج نو کے لیے سگسمنڈ کی کوششیں ۱۵۹۲ء تا ۱۶۰۴ء

بھی اسی قسم کا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہا تو امراء جو کلیسائی جاگیروں کے بڑے حصے پر قابض تھے، اور عوام کے قومی جذبات نے جو اہالیان پولینڈ اور اطالویوں کی مداخلت گوارا نہیں کر سکتے تھے بڑھی شدومد کے ساتھ اس کی مخالفت کی۔ اس واقعے کو دیکھ کر ہمیں یاد آتا ہے کہ ازمنۂ وسطیٰ کے برطانوی بھی اجنبیوں سے ایسی ہی نفرت کرتے تھے۔ ان احساسات کی نمائندگی گسٹاوس واذا کے چھوٹے بیٹے اور سگسمنڈ کے چچا چارلس نے کی اور خفیف آویزش کے بعد اپنے بھتیجے کو سویڈن سے نکال دیا۔ اور سنہ ۱۶۰۴ء میں خود تخت پر بیٹھ گیا۔

چارلس نہم کا عہد حکومت ۱۶۰۴ء تا ۱۶۱۱ء

اس خاندانی انقلاب نے مذہب کو آزادی کی علامت و معیار بنا کر سویڈن کو مستحکم کر دیا۔ لوتھرانیت ملک کا دینی و سیاسی مذہب ہو گئی۔ مگر ساتھ ہی اس نے سویڈن کے قدیم دشمنوں کی تعداد میں اضافہ کر کے اس کو کمزور بھی کر دیا۔ اگر ڈنمارک کے دل سے یہ بات فراموش نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ بھی کبھی سویڈن کا فرمانروا رہا ہے۔ تو یقیناً پولینڈ بھی کم از کم سگسمنڈ کی زندگی تک ہرگز نہیں بھول سکتا تھا۔ کہ اس کے فرمانروا کو اسٹاک ہوم میں بادشاہت کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ وارسا میں۔ بہرحال چارلس نہم نے بیرونی مشکلیں تو ضرور بڑھا دی تھیں۔ مگر اُس نے اندرونی خرابیوں کو بہت کم کر دیا تھا۔ امراء اور بادشاہ دونوں نے ملکر بیرونی اثر کی مزاحمت کی اور جب چارلس تخت پر بیٹھا تو اس نے دانشمندانہ انتظام سے اس رشتۂ اتحاد کو

اور بھی مضبوط کیا۔ اور جب مرا تو اپنے بیٹے نوجوان گسٹاوس اڈولفس کے لیئے ایک متحد اور ترقی یافتہ قوم چھوڑی۔ بایں ہمہ گو سویڈن گسٹاوس اڈولفس کی تخت نشینی کے وقت (۱۶۱۱ء) فدائے مذہب اور وطن پرست تھا۔ مگر ابھی اس نے اس مرحلہ کو طے نہیں کیا تھا جس کا سامنا عہد طفولیت میں ہر قوم کو کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس وقت توسیع حدود قومی زیست کے لیئے لابدی ہوتی ہے۔ چونکہ اب وہ ایک آزاد ملک ہو گیا تھا۔ اس لیئے اب اس کے بادشاہوں کو موقع ملا کہ اُس کے معدنی ذخائر کو خوب ترقی دیں۔ تعلیم و تہذیب بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی جب سے سویڈن نے مذہب پروٹسٹنٹ اختیار کیا تھا تب سے اس کو قدرتہً ولندیزوں اور برطانیہ کے ساتھ ملکی و تجارتی عہد و پیمان کرنے کا میلان ہوا۔ اور ان قوموں نے **بلدیات ہالنسا** کے زوال کے بعد نہایت تیزی کے ساتھ شمالی سمندروں خاص کر بحر بالٹک میں اپنی تجارتی فوقیت قائم کر لی تھی۔ مگر

سویڈن کی کمزوری

ڈنمارک جزیرہ نمائے سویڈن کے جنوبی صوبوں پر اب بھی قابض تھا۔ اور سویڈن بیرونی سمندروں سے صرف ایک مقام پر ملا تھا۔ یہ مقام دریائے گوٹا کے دہانے پر تھا جہاں پر قلعہ ایلفس بوگ کھڑا تھا اور گوٹن برگ کے مکانات و گھاٹ بننا شروع ہو گئے تھے عملاً سویڈن کی تجارت صرف بحر بالٹک میں محدود تھی۔ اور اگر اس کو کچھ مال و اسباب بیرونی مقامات پر بھیجنا ہوتا تھا تو اس کو ڈنمارک سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ اور شرائط مقررہ کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ ڈنمارک آبنائے ساؤنڈ پر قابض تھا اور تمام جہازوں سے جو اس راستے سے گزرتے تھے محصول لیتا تھا۔

حدود بالٹک کے اندر بھی سویڈن کی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ جس خط ساحل پر سویڈن کا قبضہ تھا وہ گو بہت طولانی تھا مگر بالکل بیکار تھا کیونکہ اس میں فن لینڈ کا ویران و نیم وحشی ساحل بھی شامل تھا۔ اس کے پاس ایک شہر بھی حتیٰ کہ اسٹاک ہوم تک ایسا نہ تھا (بہت ناک) جو دولت و تجارت میں لیوبک یا ڈانٹزگ کی ہمسری کر سکتا۔ **ایوان** کے زمانے سے روس نے شمال میں خاصی بڑی قوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور بحر بالٹک میں اپنا حصہ لینے کی دھمکی دے رہا تھا۔ خاندان رومانوف کے عروج کے قبل کے زمانۂ پرآشوب میں سویڈن کو موقع ہاتھ لگا۔ اور ایرک اور چارلس نہم کے عہد میں اس کے حدود سمندر کے پار تک پھیل گئے۔ اور استھونیہ اور لیوونیہ کے نئے ساحلی صوبوں پر اس کا قبضہ مستحکم ہو گیا۔ مگر چونکہ یہ علاقے اس کے حریف پولینڈ اور نیم مخالف روس کے درمیان میں واقع تھے اس لیئے ان کی حیثیت ایک چوکی سے زیادہ نہ تھی جہاں موقع

کے لحاظ سے کبھی تو کمک بھیجی جاتی تھی اور کبھی سویڈن والے اس کو چھوڑ کر چلے آتے تھے۔ غرض کہ اس تو خیز سلطنت کی حالت نہایت خطرناک تھی کیونکہ اس کے تینوں حریف جب چاہتے متحد ہو کر اسکا قلع قمع کر دیتے۔ اور صلح کے پردہ میں دشمنوں کا لگاتار دباؤ اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ پس سویڈن اس وقت تک محفوظ نہ تھا جب تک کہ وہ بالٹک میں اپنا اقتدار قائم نہ کر لے۔ وہ اس وقت تک سرسبز نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ سمندر تک آزادی سے نہ پہنچ سکے۔ اور شمال میں اس کا غلبہ اس وقت تک قطعی ناممکن تھا جب تک کہ وہ بالٹک کے مشرقی ساحل پر کوئی مستقل زمین حاصل کر کے اپنی فوقیت مستحکم نہ کرے۔ اہل سویڈن کے قومی طرز عمل کے یہ بین اغراض تھے۔ جن کو گسٹاوس اڈولفس اور اس کے بعد اس کے دوست اور صدر دیوان اکسنس ٹیرنا نے ہمیشہ مدنظر رکھا۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے فاتحانہ جدوجہد کی ضرورت تھی اور خاموش بیٹھنا موت کے برابر تھا۔ بادشاہ کی نوجوانی اور جوش جنگجوئی نے مذکورۂ بالا اغراض سے ملکر اس کو زیادہ دلیرانہ روش اختیار کرنے پر آمادہ کیا اور فوج نے جو حالت کی نزاکت و اہمیت کو خوب سمجھی تھی نہایت دریادلی سے اس کا ساتھ دیا۔

گسٹاوس اڈولفس کا طرز عمل

سب سے پہلے گسٹاوس کا وار ڈنمارک پر چلا۔ نئے بادشاہ کی طفولیت کے سبب سے جو بدنظمی پھیلی تھی اس سے فائدہ اٹھا کر کرسچین چہارم نے آغاز ۱۶۱۱ء میں ایلفس بورگ اور کوتمار پر قبضہ کر لیا تھا جیسے ہی گسٹاوس بالغ قرار دیا گیا اس نے فوراً ان قلعوں کو واپس لینے کی غرض سے حملہ کر دیا۔ اور فن سپہ گری کا پہلا سبق سال بھر کی سرحدی آویزشوں میں سیکھا۔ جن کا خاتمہ جیمس اول کے توسط سے معاہدۂ کنارو ڈ پر ۱۶۱۳ء میں ہوا اس معاہدہ کی رو سے کولمار سویڈن کو واپس دیدیا گیا اور ایلفس بورگ کی واپسی دس لاکھ ڈالر کے ادا کرنے پر مشروط کی گئی جو دو سال میں جمع کر کے دیدئیے گئے۔ ڈنمارک کی طرف سے خطروں کو مٹا کر گسٹاوس روس کی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف متوجہ ہوا۔ جواب خاندان رومانوف کے ماتحت پر پرزے جھاڑ رہی تھی ۱۶۱۴ء میں اس نے اینگریہ پر فوج کشی کی۔ اور تین برس تک مسلسل جنگ میں گذارے جس کی ہر لڑائی میں وہ فتحیاب ہوا اور رفتہ رفتہ کل صوبہ پر مسلط ہو گیا۔ انگلستان نے جس کے تجارتی تعلقات روس کے ساتھ تھے بیچ بچاؤ کیا۔ اور معاہدۂ اسٹول بووا

ڈنمارک پر لشکر کشی

روس پر چڑھائی ۱۶۱۴ء تا ۱۶۱۷ء

مرتبہ فروری سنہ ۱۶۱۷ء کی رو سے روس نے انیگریہ اور کریلیہ سویڈن کے حوالہ کر دیا۔ اس طرح سے سویڈن کا ساحل کریلمار سے ریگا تک مسلسل قبضہ ہوگیا۔ روس سمندر سے بالکل مسدود کر دیا گیا اور گسٹاوس نے فخر کے ساتھ کہا کہ "اب دشمن ہماری اجازت کے بغیر بحر بالٹک میں ایک کشتی بھی نہیں چلا سکتا"۔

پولینڈ سے معرکہ آرائی سنہ ۱۶۱۷ء تا سنہ ۱۶۲۹ء

معاہدہ اسٹولبووا پر دستخط بھی ثبت نہ ہوئے تھے کہ سگسمنڈ والی پولینڈ نے سویڈنی لیوونیہ پر حملہ کر کے گسٹاوس کو تیسری جنگ چھیڑنے پر مجبور کیا۔ پولینڈ روس سے زیادہ زبردست حریف تھا کیونکہ اس کی پشت پر کلیسا کی قوت تھی۔ مگر بعض وجوہات سے فریقین میں سے کسی نے بھی پر زور جنگ نہ کی۔ اس جنگ کے عرصہ میں دو معاہدہ کئے گئے (پہلا سنہ ۱۶۱۸ء تا سنہ ۱۶۲۱ء اور دوسرا سنہ ۱۶۲۲ء تا سنہ ۱۶۲۵ء) جس میں سویڈن نے اپنی گرتی ہوئی قوت کو سنبھالا۔ اور اس کے بادشاہ کو وقت مل گیا کہ وہ اپنے مشہور قواعد جنگ کو مکمل کر سکے۔ سنہ ۱۶۲۵ء میں اس نے پھر جنگ شروع کی۔ اور ڈوینا کو عبور کر کے کورلینڈ پر تاخت کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ پولینڈ کے سپہ سالاروں کو لیتھوانیہ میں بھگا دیا گیا تھا مگر ریگا یا کورلینڈ میں کوئی ایسا موقع کا مقام نہ ملا جسے وہ اپنے حملوں کا مرکز بناتا۔ اس غرض سے اس نے دوسرے سال ڈانٹ زک پر دھاوا کیا۔ گو اس میں اس کے برادر نسبتی جارج ولیم والی برانڈن برگ کی غیر جانبداری ٹوٹنے کا خطرہ تھا اور خود ڈانٹ زک خشکی کی طرف بہت مضبوطی کے ساتھ مورچہ بند تھا۔ اور سویڈنی بیڑہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ سمندر کی طرف سے محاصرہ کر سکے۔ اس لئے جب تک اس کا تعلق سمندر سے تھا اس وقت تک اسٹرال سنڈ اور لا روشل کی طرح سے یہ بھی ناقابل فتح تھا۔ چار برس تک گسٹاوس نے اس کو تسخیر کرنے کے لئے بے فائدہ کوشش کی۔ آخر کار سنہ ۱۶۲۹ء میں جرمنی کے معاملات نے اسے مجبور کیا کہ سر دست وہ ہر طرف سے اپنی توجہ پھیر لے چنانچہ اس نے بلا حصول مدعا کے ایک معاہدہ کر لیا۔ بایں ہمہ جنگ پولینڈ بالکل بے سود نہ تھی۔ عہد نامۂ اسٹومس ڈورف کی رو سے پورا لیوونیہ اور پروشیا کے چند مقامات سویڈن کو مل گئے۔ اس کے علاوہ پولینڈ کی چار جنگوں میں خود کو اور اپنی سپاہ کو تعلیم دیکر گسٹاوس نے گویا بلا ارادہ سویڈن کو اپنے زمانے کی نہایت زبردست فوجی قوت بنا دیا تھا۔

گسٹاوس اور انگلستان کے درمیان بے گفتگو کے عہد و پیمان سنہ ۱۶۲۴ء

اسی سالہ جنگ کے زمانے میں جرمن پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کی نگاہیں امید و بیم کے ساتھ گسٹاوس پر پڑ رہی تھیں۔

وہ خود بھی نہایت اشتیاق کے ساتھ اُس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب کہ اُس سے استعانت کی جائے کیونکہ وہ ٹیلی اور شہنشاہی سپہ سالاروں سے تیغ آزمائی کے لیئے بیقرار تھا مگر اُس کے اشتیاق میں دانشمندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر شریکِ جنگ ہو تو اپنی شرائط اور موقع دیکھ کر ہو ورنہ الگ ہی رہے۔ سنہ ۱۶۲۴ء میں انگلستان نے شرائط کو منضبط کرنے کی درخواست کی اور گسٹاوس نے تین فوجی شرطیں لازمی قرار دیں اولاً تو یہ کہ انگلستان سترہ ہزار آدمیوں کے مصارف ادا کرے دوسرے یہ کہ تین مہینہ کے مصارف پیشگی ادا کرے اور تیسرے یہ کہ جب وہ جرمنی میں سرگرمِ پیکار ہو تو انگلستان ڈنمارک کے حملوں سے سویڈن کی محافظت کرے۔ اور آمد و رفت محفوظ رکھنے کے واسطے دو بندرگاہیں سپرد کرے۔ کرسچین شاہ ڈنمارک کے برخلاف وہ محض خوش آیند وعدوں پر قانع نہ تھا۔ بلکہ خود جنبش کرنے سے پہلے اس نے ایفاءِ وعدہ پر زور دیا۔ اور گو ان شرائط کی منظوری ایسے وقت میں بہت دشوار تھی لیکن کرسچین کے حشر نے انکی اہمیت اور ضرورت کو ظاہر کر دیا تھا۔ ڈینوں کی شکست اور ساحل بالٹک پر والنِ شٹائن کے تسلط سے خطرہ قریب نظر آنے لگا تھا اور اب سوال یہ تھا کہ ایسی صورت میں جبکہ میک لین برگ اور پامی رینیہ شہنشاہی امیر البحر کے زیر اثر ہوں سویڈن کو بالٹک میں فوقیت حاصل کرنے کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ ظاہر تھا کہ اگر والنِ شٹائن کو میک لین برگ کا ڈیوک بنجانے کا موقع مل گیا تو مذہب کی حمایت درکنار سویڈن کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کیلئے جنگ کرنی پڑیگی گسٹاوس نے اس ضرورت کو فوراً محسوس کیا۔ اپریل سنہ ۱۶۲۸ء میں اس نے اپنے قدیم دشمن کرسچین چہارم والی

سویڈن اور ڈنمارک میں عہد و پیمان سنہ ۱۶۲۸ء

ڈنمارک سے معاہدہ کیا جس کی رو سے ولندیزی جہازوں کے علاوہ تمام قوموں کے جہاز بحر بالٹک سے خارج کر دیئے گئے۔ اُسی سال کے موسم خزاں میں اس نے اسٹرال سنڈ کو والنِ شٹائن کی دست برد سے بچانے کیلئے الکزنڈر لزلی کی سرکردگی میں دو ہزار سپاہ بھیجی۔ ستمبر سنہ ۱۶۲۹ء میں معاہدہ اسٹومس ڈورف نے جنگ

گسٹاوس کا ورود جرمنی میں سنہ ۱۶۳۰ء

پولینڈ کو ختم کر دیا اور اب وہ ۲۴ جون سنہ ۱۶۳۰ء کو جزیرہ اوسیڈوم میں لنگر انداز ہوا۔ اس وقت اس کے ہمراہ تیرہ ہزار سپاہ تھی جو سال کے آخر میں چالیس ہزار کی تعداد کو پہنچ گئی تھی

گسٹاوس کی تدابیر

گسٹاوس نے اپنے حملہ کا وقت بہت سوچ سمجھ کر مقرر کیا تھا۔ ریگنز برگ کی مجلس ڈیٹ کا انعقاد ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ والنِ شٹائن کی سپاہ اپنے سردار کی

آئندہ معزولی سے ہمت کھو بیٹھی تھی۔ سویڈن کے بادشاہ کے ورود کو ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ یہ خیال عمل میں آگیا۔ والن شٹائن کی فوج کا بڑا حصہ موقوف اور بقیہ لشکر ٹلی کی ماتحتی میں کر دیا گیا جو عالم ضعیفی میں سست اور کاہل ہوتا جاتا تھا اس لیے چھ مہینے تک گسٹاوس کی کسی نے مزاحمت نہ کی اور اس نے اس وقت کو ساحل بالٹک پر مضبوط جنگی مرکز تیار کرنے اور نئی فوج بھرتی کرنے میں صرف کیا۔ دوسرے سال جنوری میں ایک نہایت خوش آئند کمک پہنچی۔ رشلیو گسٹاوس کو ہمیشہ خاندان آسٹریا کے خلاف استعمال کرنے کا نہایت زبردست آلہ سمجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ اس آلہ کو فرانس کے اسلحہ خانہ میں داخل کرے۔ اس غرض سے موسم بہار میں بات چیت شروع ہوئی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس نے گسٹاوس کو توقع سے زیادہ ضدی پایا۔ اور فوراً محسوس کیا کہ وہ شاہ سویڈن کی مدد اسی کی شرائط پر حاصل کر سکتا ہے۔ تقدیر کے آگے سر جھکا کر اس نے گسٹاوس کے ساتھ معاہدۂ بیروالڈے مرتب کیا جس کی رو سے وہ چھ مہینے کے لیے بادشاہ کو اس شرط پر دو لاکھ ڈالر دینے پر راضی ہو گیا کہ گسٹاوس چھتیس ہزار سپاہیوں کا لشکر رکھے شہنشاہی

گسٹاوس اور رشلیو میں عہد و پیمان ۱۶۳۱ء

دستور کے احترام کا وعدہ کرے۔ اور جس حد تک بویریا اور کیتھولک اتحاد کے رکن اس کے ساتھ غیر جانبداری برتیں اسی حد تک وہ بھی ان کے ساتھ غیر جانبداری برتے اور جن مقامات پر مذہب کیتھولک مستحکم ہو گیا ہو وہاں اس کو ہاتھ نہ لگائے۔ ایک غیر ملک کے از خود آمادہ اتحاد ہونے کی یہی ایک مدد تھی جو آزاد کنندہ جرمنی کو ملی۔ پومیرانیہ کا ڈیوک بوگوسلاف گسٹاوس کا اتنا ہی مطیع تھا جتنا کہ بیشتر والن شٹائن کا مطیع تھا۔ مگر یہ اطاعت دوستی کے سبب سے نہیں بلکہ مجبوری

Jealonsy of Gustowus Pennary

جرمنی میں گسٹاوس کے خلاف آتش حسد مشتعل ہونا

کی وجہ سے تھی۔ اور اسی مجبوری نے پامیرانیہ کے ذخائر کو گسٹاوس کے زیر تصرف کر دیا۔ جان جارج والی سیکسنی اور جارج ولیم والی برانڈن برگ اپنی غیر جانبداری ترک کرنے اور سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں حصہ لینے سے برابر انکار کرتے رہے۔ مارچ میں پروٹسٹنٹ فرقے کا ایک بڑا جلسہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے واسطے لائپزگ میں منعقد ہوا اور یہ طے پایا کہ یورش سے اپنی محافظت کرنے کے لیے فوج بھرتی کرنی چاہیے۔ انھوں نے شہنشاہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا بشرطیکہ فرمان بازدہی منسوخ کر دیا جائے۔ مگر انھوں نے اجنبی حملہ آور کی اعانت کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا۔

سنہ ۱۶۳۱ء کی مہم

جرمن وطن پرست گسٹاوس کے خلاف تھے۔ یہ ظاہر تھا کہ اس کو تلوار اور صرف تلوار کے ذریعے سے راستہ نکالنا تھا۔ مارچ کے آخر میں حملہ شروع ہوگیا ٹیلی دفعتہً نیو برانڈن برگ پر چڑھ آیا۔ اور ۲۹ مارچ کو اس پر قبضہ کر کے دو ہزار سویڈنوں کے دستہ کو قتل کرا دیا۔ اس طرح وہ گسٹاوس جو پامی رانیہ میں تھا اور ہارن Horn جو میکلنبرگ میں تھا دونوں کے بیچ میں آگیا گسٹاوس خطرہ کو تاڑ گیا۔ اور شب و روز کوچ کر کے ٹیلی کے گرد گھوم کر ہارن سے مل گیا۔ جب بوڑھے سپہ سالار کو یہ معلوم ہوا تو غصہ میں وہ ایلب کی طرف ہٹا اور ماگڈی برگ کا محاصرہ کر لیا جو اپنی خوشی سے شہنشاہ کے خلاف ہوگیا تھا۔ اور ایک سویڈی دستۂ فوج طلب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں گسٹاوس دریائے اوڈر کی طرف بڑھ گیا اور فرانکفورٹ کے مشہور قلعہ کو تسخیر کر لیا۔ جس کی محافظت ایک شہنشاہی دستہ کر رہا تھا۔ وہاں سے اس کا ارادہ ماگڈی برگ کو بچانے کے لئے جانے کا تھا جس پر ٹیلی اور پاپن ہائم نرغہ کر رہے تھے اپنا وقار قائم رکھنے کے واسطے نیز وقتی مصالح کی بنا پر ماگڈی برگ کی محافظت ضروری نظر آتی تھی مگر غیر متوقع مشکلات حائل ہوگئیں۔ ماگڈی برگ جانے کے لئے برانڈن برگ اور سیکسنی کی سرحدیں قطع کرنی پڑتی تھیں اور دونوں انتخاب کنندگان میں سے ایک بھی ایسے کام کی اجازت دینے کیلئے تیار نہ تھا جو شہنشاہ کو ترک غیر جانبداری معلوم ہو۔ ادھر تو ماگڈی برگ حالت جانکنی میں تڑپ رہا تھا اور اُدھر بے سود گفتگو ہو رہی تھی دونوں انتخاب کنندگان اپنے عزم سے نہ ہٹے آخر کار گسٹاوس نے تلوار کے زور سے بحث کا خاتمہ کرنا چاہا اور اپنی فوج کے ساتھ برلن کے سامنے نمودار ہوا۔ مذبذب جارج ولیم کو قلعہ سپانڈاؤ کے دروازے کھولنے پڑے۔ مگر وقت نکل گیا تھا اور ابھی سیکسنی سے بھی معاملہ ہونا باقی تھا سیکسنی بحث مباحثہ کر ہی رہا تھا کہ ماگڈی برگ تسخیر ہوگیا۔

تسخیر ماگڈی برگ

۲۰ مئی کو پاپن ہائم نے شہر پر یورش کی قتل و خونریزی کی گھبراہٹ میں مکانوں میں آگ لگ گئی شہنشاہی سپاہی فتح اور لوٹ مار کے جوش سے بے خود ہو کر قابو سے باہر ہوگئے شعلوں کی بھڑک اور گرتے ہوئے مکانوں کے دھماکوں میں ظلم و خونریزی کا وہ طوفان برپا ہوگیا جس پر یورپ انگشت بدنداں رہا۔ دوسرے روز صبح کو صرف شہر کا گرجا گھر سلامت رہ گیا تھا اس کے چاروں طرف کالے کالے کھنڈروں کے ڈھیر تھے جو ماگڈی برگ کے جائے وقوع کا پتہ دے رہے تھے ؎

گسٹاوس کی ذمہ داری

ماگڈی برگ کی غارتگری تاریخ کا تاریک ترین واقعہ ہے۔ بہت دنوں تک یہ غارتگری ٹیلی کے دامن شہرت پر داغ لگاتی رہی۔ مگر یہ درست نہیں ہے

کیونکہ اس وقت ٹیلی اُس مقام سے بہت دور تھا۔ برعکس اس کے یہ خوفناک ذمہ داری خود گسٹاوس پر عائد ہوتی ہے۔ ماگڈی برگ نے اُسی کے بھروسہ پر شہنشاہ کے خلاف سر اُٹھایا تھا۔ اس نے اپنے افسروں میں سے ایک کو مداخلت کی نگرانی و رہبری کے لئے بھیجا بھی تھا۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس شہر پر کیا مصیبت گذر رہی ہے۔ اور گو وہ واقعی مظالم کی پیش بینی نہ کر سکتا تھا تاہم وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ اُس وحشیانہ زمانے میں ایک شہر پر آوارہ گرد سپاہیوں کے تسلط کا کیا انجام ہوگا پھر بھی اس نے دو مہینے تک جنبش نہ کی اور اپنی عزت پر بٹہ لگایا۔ اسکی ذمہ دار دونوں انتخاب کنندگان کی ضد تھی۔ لیکن اگر گسٹاوس نے ضرورت کے وقت جس کے لئے کوئی قانون نہیں ہے سپاہیانہ طرزِ عمل اختیار کیا ہوتا تو ان انتخاب کنندگان کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ اُسے روک سکتے۔ اگرچہ ممکن تھا کہ اس طریقۂ عمل سے وہ ہر دو انتخاب کنندگان کو اپنا حریف اور علانیہ شہنشاہ کا طرفدار بنا دیتا۔ مگر یہ بات زیادہ قرین قیاس نہ تھی چنانچہ جب گسٹاوس نے والنسٹائن کے مقابلے میں مرکز جنگ قائم کرنا چاہا تو اس نے انتخاب کنندہ برانڈن برگ سے ۱۶۳۶ء میں پیلاؤ کے بزور لے لینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا تھا اسی حملہ میں گو بہت دیر ہو چکی تھی مگر اس کو اسپانڈاؤ پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے قوت آزمائی کرنی پڑی۔ ان دونوں زبردستیوں کے باوجود انتخاب کنندہ نے اپنی غیر جانبداری کو ترک نہ کیا۔ غرض اس میں شک نہیں کہ کم سے کم ماگڈی برگ اس سے یہ مطالبہ ضرور کر سکتا تھا کہ اگر غیر جانبداری کو توڑنے میں اپنے فائدہ کے لئے اس نے زیادہ پس و پیش نہیں کیا تھا تو اب ماگڈی برگ کو بچانے کے لئے زیادہ تامل نہ کرے گا۔

گسٹاوس کی پسپائی

فوجی نقطۂ خیال سے ماگڈی برگ کا ہاتھ سے نکل جانا ایک مہلک ضرب تھی تمام باغیانہ تحریکیں جو پروٹسٹنٹ شہروں میں گسٹاوس کے موافق ظاہر ہونی شروع ہوئی تھیں دفعتہً رک گئیں۔ جرمن شہزادوں میں سے سوائے ولیم والی ہیسے کاسل اور برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار کے کوئی مدد کو نہ آیا۔ جب گسٹاوس دریائے ایلب زیرین کی طرف آہستہ آہستہ ہٹا اور ویربین میں مورچہ بند ہو گیا تب اس کو یہ ضرور یقین ہوا ہوگا کہ اگر شہنشاہی سردار اس کی مزاحمت نہ کریں تو بھی اس کی قوت خود بخود زائل ہو جائیگی۔ مگر کسی چیز کو اپنی حالت پر چھوڑنا ایسی بات تھی جو موہو مسرت فتح و ظفر کی خوشی میں فرڈی نینڈ اور میکسی ملین کو پسند نہ تھی۔ اپریل میں فرانس اور فرڈی نینڈ کے درمیان کے راسکو میں عہد و پیمان ہو گیا اور شہنشاہ کی اطالوی فوجیں آلپس کو قطع کر کے ٹیلی کی مدد کو پہنچ گئیں۔ اس کے جھنڈے کے نیچے

چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ پس ساری مخالفت کو فرو کرنے اور ایک ہی ضرب میں لڑائی کا خاتمہ کر دینے کی امید میں سپہ سالاروں کے نام احکام نافذ کیئے گئے کہ وہ سیکسن دستہ کو برطرف کر کے سویڈن پر حملہ آور ہوں۔ مگر جان جارج نے اپنی خود مختاری میں اس دست اندازی کو ناپسند کیا اور اپنی سپاہ کو برطرف کرنے سے انکار کر دیا۔ ٹیلی نے فوراً مرزی برگ اور لائپ زگ لے لیا اور ملک کو برباد کرنا شروع کر دیا۔ جلتے ہوئے قصبوں کے منظر اور محبوب آزادی پر حملہ دیکھ کہ آخر کار بے حس انتخاب کنندہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ اُس نے فی الفور گسٹاوس کے پاس ایک

ٹیلی کا حملہ سیکسنی پر

ایلچی دوستی کا پیام دیکر بھیجا اور مدد طلب کی۔ پس صرف ایک غلطی سے فرڈی نینڈ کو اس قدر نقصان اُٹھانا پڑا جتنا کہ اس کے تمام دشمن ابتک نہ پہنچا سکے تھے سیکسنی دشمنوں کی طرف ہوگیا۔ اس کی دوستی گسٹاوس کے لیئے اس وجہ سے اہمیت نہ رکھتی تھی کہ اس کا مالی ذخیرہ بہت زیادہ تھا۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ اُس کی بجائے وقوع جرمنی

عہد و پیمان سیکسنی اور سویڈن میں

میں فیصلہ کُن شے تھی۔ اور گو والی سیکسنی شرابخوار کاہل۔ ضدی اور غیر مستقل مزاج تھا مگر اس پر بھی وہ لوگوں کی نظروں میں موجودہ آئین شہنشاہی کا خیر خواہ اور انقلابی تجویزوں سے محترز دکھائی دیتا تھا اس میں تھوڑی بہت سیاسی فراست بھی پائی جاتی تھی، شمالی شہزادوں نے فریڈرک اور کرسچین والی ڈنمارک کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا اس کے دو بڑے سبب بھی یہی تھے کہ اول تو جان جارج فرقہ لوتھرانی کا خاندانی راہ نما تھا اور دوسرے اس میں مذکورہ بالا اوصاف تھے۔ غرض اُس کا اپنی فوج کو سویڈن سے ملا دینا ہی ظاہر کرتا تھا کہ اُس کے نزدیک سلطنت کے حق داروں سے یہ اجنبی حملہ آور کم انقلاب پسند ہے تو

معرکہ برائی ٹنفلٹ

گسٹاوس نے "اپنے پیروں کے نیچے گھاس نہ اُگنے دی"۔ وہ انتخاب کنندہ برانڈن برگ کے ساتھ سیکسنی کی طرف فوراً بڑھا۔ اور سیکسنی لشکر کو ساتھ لیکر لائپ زگ کی طرف چلا۔ راستہ میں ٹیلی کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی جو میدان برائی ٹنفلٹ میں صف آرا تھی ۱۷ ستمبر ۱۶۳۱ء کو ٹیلی نے زود لوڈر با کے اوپر سطح مرتفع کے برابر اپنی ۳۲ ہزار کی سپاہ کو ایک قطار میں آراستہ کیا۔ حسب معمول قلب لشکر میں نیزہ بردار استادہ کیئے گئے تھے اور میمنہ و میسرہ پر بندوقچی تھے۔ ہسپانوی اصول جنگ کے مطابق معرکہ آرائی کی یہی ترکیب تھی میمنہ پر اطاعتی سواروں کے ساتھ فیورسٹن برگ متعین تھا اور میسرہ کی حفاظت پر جوش

پاپن ہائم اور اُس کا مشہور رسالہ کر رہا تھا۔ قلب اور بازو کے درمیان میں بھاری توپیں نصب کی گئی تھیں۔ جن کی تعداد تقریباً چالیس یا پچاس ہوگی۔ خود ٹیلی اپنے والون ہم وطنوں کے درمیان اپنے سبزہ گھوڑے پر قلب لشکر میں جما ہوا تھا۔ مگر لشکر گسٹاوس کی ترتیب دوسری تھی فوج دو صفوں میں آراستہ کی گئی تھی اور ہر صف کے پیچھے سواروں کا ایک رسالہ تھا اور قلب لشکر کے پیچھے ایک اور رسالہ تھا فیوفارسٹن برگ کے مقابلہ میں یسرہ پر خود انتخاب کنندہ کے زیر کمان افواج سیکسنی تھیں۔ سیکسن فوج کے داہنے پر اور سویڈی قلب سے ملحق سویڈی سواروں کے ساتھ ہارن تھا خود گسٹاوس بقیہ رسالوں کو لیئے ہوئے پاپن ہائم کے مقابلہ میں میمنہ پر کھڑا تھا۔ دونوں بازوؤں میں پہلی صف کے پیچھے رسالوں کے درمیان میں دو دو سو بندوقچیوں کے دستے متعین تھے پیادہ فوج قلب لشکر میں تھی۔ جس کی صف بندی ٹیلی کی فوج سے زیادہ چھوٹے مربعوں میں کی گئی تھی مگر بندوقچیوں کی تعداد نیزہ برداروں سے بہت زیادہ تھی۔ اور ہر دستہ کے آگے میدانی توپخانہ تھا۔ بھاری توپیں جو سو کے قریب تھیں ارسن ٹن شن کے زیر حکم قلب کے بائیں حصہ میں نصب کی گئی تھیں بلحاظ تعداد گسٹاوس کی فوج کو یقیناً فوقیت تھی۔ خود اُس کی سپاہ تخمیناً ۲۶ ہزار تھی اور سیکسن سپاہ ۱۵ ہزار سے کم نہ تھی۔ اس کی توپیں بھی گو ٹیلی کی توپوں کے برابر بھاری نہ تھیں مگر تعداد میں بہت زیادہ تھیں اور جتنی دیر میں شہنشاہی توپیں ایک گولہ چلاتی تھیں اس کی توپیں تین گولے داغتی تھیں۔ مگر ہوا اور زمین ٹیلی کے موافق تھی۔ لڑائی توپوں کی گولہ باری سے شروع ہوئی جس میں سویڈن کی جلد جلد چلنے والی توپوں نے شہنشاہی صفوں کو درہم برہم کر دیا تاہم ضدی بڈھا سردار گولوں کی بوچھار میں ذرا بھی نہیں گھبرایا پاپن ہائم جو کمسن اور ناتجربہ کار تھا صبر کھو بیٹھا۔ اور بلا حکم کے وہ دفعتہً سویڈی میمنہ پر جا پڑا۔ مگر گسٹاوس اسکے لیئے تیار تھا۔ بندوقچیوں نے گولیوں کی ایسی بوچھار کی کہ اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور امدادی رسالہ کے ساتھ بانز اور داہنے بازو کے ساتھ خود گسٹاوس اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اسی اثناء میں شہنشاہی میمنہ پر فیورسٹن برگ سیکسن فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور ان کو پہلے تو توپوں پر اور بعد ازاں پیادوں پر ڈال دیا۔ حتیٰ کہ دشمن کی پوری فوج گھبراہٹ میں تتر بتر ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی انکے ساتھ انتخاب کنندہ بھی ڈوبن کو نکل گیا ڈوبن سے وہ آئلین برگ کو بھاگا فتحمند اور شہنشاہی فوجیں اس کے پیچھے تھیں۔ اب ٹیلی کو موقع ہاتھ لگا اور اس نے قلب کو حکم دیا کہ وہ بازو میں جو سیکسن کی فراری سے غیر محفوظ ہو گیا تھا گھس کر ہارن کو گھیر لے

لیکن قواعد داں اور پھرتیلے سویڈی سپاہیوں نے ذرا پیچھے ہٹکر ایک نئی صف درست کی اور پُرانے بازو کی جگہ لے لی اور نہایت بہادری کے ساتھ اپنے کو بچایا۔ اس جہناحی حرکت میں ٹیلی نے توپخانہ کو غیر محفوظ چھوڑ دیا تھا اور **گسٹاوس** نے **پاپن ہائم** کا تعاقب چھوڑ کر اپنے رسالے کو پیچھے موڑا۔ اور جس مقام پر پہلے ٹیلی جما تھا اس کو صاف کرتا ہوا میسرہ سے میمنہ کی طرف آگیا پھر توپوں پر قبضہ کرکے ان کا منہ ان کے مالکوں کی طرف پھیر دیا اور خود **ٹیلی** کے بازو پر ٹوٹ پڑا۔ اب شہنشاہی فوج کو آگے سے **ہارن** اور پیچھے سے **گسٹاوس** نے گھیر لیا خود انھیں کی توپیں اُن کی صفوں کو توڑ رہی تھیں۔ اس وقت پیادوں نے ثابت کردیا کہ ان کی شہرت بالکل بجا تھی۔ وہ سورماؤں کی طرح سے لڑے مگر مایوسی بڑھتی گئی اور دشمن کا غلبہ زیادہ نمایاں ہوتا گیا جبکہ موسم خزاں کا سورج خون آلودہ میدان میں غروب ہوا تو صرف چھ سو جوان صف بستہ تھے جنھوں نے اپنے آقا کے گرد پرا باندھ لیا اور اس کو میدان جنگ سے بحفاظت نکال لے گئے۔ شہنشاہی فوج اب لڑنے کے قابل نہ رہی۔ تقریباً دس ہزار آدمی کام آئے تھے۔ اور اسیقدر اسیر ہوئے تھے جنھوں نے اُس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق فاتحین کی خدمت اختیار کرلی۔ ایکسو چھ جھنڈے اور کل توپیں فاتح کی ظفرمندی کا اظہار کرنے کیلئے باقی رہ گئیں۔ ٹیلی دریاے **ویزر** کی طرف پلٹا اور راستہ میں اپنی ہزیمت خوردہ سپاہ کے دستوں کو اکٹھا کرتا گیا۔ مگر اُسے وہاں چین نصیب نہ ہوا۔ فتحمند سویڈی **ڈینیوب** کی طرف بڑھے حتیٰ کہ اُس کو عبور کرنے سے ٹیلی ایسا دب گیا کہ آیندہ موسم بہار تک **گسٹاوس** کے آگے سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔

گسٹاوس کا کوچ دریائے مین کیطرف

برائٹنفلٹ کی فتح نے سویڈی بادشاہ کو کل شمالی جرمنی کا مالک بنا دیا ایک نظر میں یہ دیکھ کر کہ **وائنا** پر ایک کامیاب یلغار بھی جنگ کو ختم نہیں کرسکتی اور یہ خیال کرکے کہ اُس کا اہم ترین فرض وسط جنوب کے مظلوم پروٹسٹنٹوں کی اعانت ہے گسٹاوس سیدھا قلب جرمنی میں گھس گیا اور دریائے مین (Main) و رائن کے کنارے فروکش ہوا۔ اور **والن شٹائن** کی امتیازی تجویز کا کہ دونوں جرمنی کو شہنشاہ سے چھین کر آپس میں بانٹ لیں مطلق خیال نہ کیا۔ دس اکتوبر کو اس نے وُرس برگ پر قبضہ کرلیا۔ ۱۸ نومبر کو وہ **مین** کے کنارے **فرانکفورٹ** پہنچا جو جرمنی کا پرانا دار السلطنت ہے۔ اُس نے ٹراون مائنز میں

گذارا۔ اور خوشنما و زرخیز ممالک رائن میں اپنی تھکی ماندی سپاہ کو اُتار دیا۔ اسی اثناء میں شمال میں ٹوٹ ساحل میک لین برگ کی تسخیر پوری کر رہا تھا۔ اور جو پروٹسٹنٹ منتظمین کہ از روئے فرمان بازدہی برطرف کر دیئے گئے تھے وہ بحال کیئے جارہے تھے گسٹاوس خوب جانتا تھا کہ اس کی قوت کتنی نازک بنیاد پر مبنی ہے۔ رشلیو بھی خیال کرنے لگا تھا کہ اس کا حلیف بہت طاقتور ہوتا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا تھا کہ لوئی سیزدہم کو لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "اب اس گاتھ کی ترقی کو روکنے کا وقت آگیا ہے"۔ سیکسنی کو اُس نے ترغیب یا حکمت عملی سے نہیں بلکہ قوت سے حلیف بنایا تھا اس لیئے یہ یقینی تھا کہ اگر سیکسنی پر دوسری طرف سے زور پڑا تو وہ اُدھر ہو جائیگا۔ ٹیلی ڈینیوب کے پار نئی فوج بھرتی کر رہا تھا اور اُس کی ناموری اس بات کی کفیل تھی کہ جس وقت چاہے ایک اشارے میں آوارہ گرد منچلوں کی فوج کی فوج بھرتی کرلے۔ اِدھر اگر کوئی افتاد پڑی تو پروٹسٹنٹ فرقے سے بھی کوئی توقع نہ تھی۔ سوائے نیورمبرگ اور چند دوسرے مقامات کے جہاں لوگوں نے ظالم کے ہاتھ سے اذیت اٹھائی تھی، جرمنی میں دوسرے مقامات پر پروٹسٹنٹوں کے آزاد کنندہ سے کسی کو ہمدردی نہ تھی۔ جو فتوحات اس نے کی تھی اُس سے فائدہ حاصل کرنے کیلیے دو چیزوں کی ضرورت تھی۔

اس کی تجویز ایک عام پروٹسٹنٹ اتحاد کے لیئے سویڈن کی سرکردگی میں

اول یہ کہ دشمن برائٹنفلٹ کے نقصان کی تلافی سے پہلے کچل ڈالا جائے دوسرے یہ کہ فوج اور سیاسی اثر کے لیئے مرکز قائم کرنے کی غرض سے پروٹسٹنٹ ریاستوں کی ایک مستقل لیگ اس کی سرکردگی میں مرتب کی جائے ٹیلی کی ہزیمت اور اس جماعت انجیلی (Euangelicorum) کی ترکیب اور وسط جرمنی کی کلیسائی جاگیروں پر معتبر سویڈن حاکموں کے تقرر کے بعد وہ ہرگز خیال نہیں کرسکتا تھا کہ اس کا فرض پورا ہو گیا۔

ڈی نیوب کے کنارے تک میونخ پر چڑھائی ۱۶۳۲ء

پہلا کام فوجی مخالفت کو دبانا تھا۔ مارچ کے آخر میں سویڈی پھر میدان میں آموجود ہوئے۔ ۳۱ تاریخ گسٹاؤس نیورمبرگ میں داخل ہوا اور اُس کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ پانچویں اپریل کو اس نے ڈونا وورتھ لے لیا اور ۱۴ تاریخ کو ٹیلی کو دریائے لیخ کے پیچھے مورچہ بند پایا اور دریا کو بمشکل عبور کرکے دشمن پر حملہ کر دیا۔ اور بوڑھے سردار کو انگولشٹاٹ

کی طرف بھگا دیا۔ ٹیلی زخموں سے چور چور اور موت کے قریب تھا۔ انتخاب کنندہ بلاطی کے ساتھ وہ ۷ رمئی کو میونخ میں داخل ہوا۔ اب سوائے شہنشاہ کے کوئی حریف باقی نہ تھا۔ اور خاندان ہابس برگ کی ریاستیں اس قدر بدنظمی کی حالت میں تھیں کہ ان میں تاب مقاومت نہ تھی۔ حتیٰ کہ سیکسن بھی بلا مزاحمت بوہیمیہ میں داخل ہو گئے تھے اور جس وقت گسٹاوس شاہ سرمائے کے ساتھ بیٹھا ہوا فتح و فیروزی کی خوشیاں منا رہا تھا اس وقت خود جان جارج جس نے فریڈرک کو بوہیمیہ سے نکالنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ پراگ میں مصروف عیش و عشرت تھا۔

شہنشاہ کی درخواست والن شٹائن سے

یہ چاندنی چند روزہ تھی۔ یورپ کے طول و عرض میں صرف ایک شخص تھا جو فرڈی نینڈ کو طوفان بے تمیزی سے بچا سکتا تھا۔ کیونکہ وہی ایک شخص تھا جو اپنے علم کے نیچے ان جانباز سپاہیوں کو اکٹھا کر سکتا تھا جو تمام مہذب دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ دسمبر میں ایگن برگ جو فرڈی نینڈ کا نہایت معتمد صلاح کار تھا والن شٹائن کے پاس بھیجا گیا تاکہ وہ اس سے گذشتہ کی معافی اور خاندان آسٹریا کو بچانے کی کوشش کی درخواست کرے۔ والن شٹائن نے نہایت شوق سے اس تجویز کو منظور کیا۔ کیونکہ اُسے ایک ایک بات کی خبر تھی گسٹاوس کی فتوحات نے میکسی می لین اور کیتھولک اتحاد کی کمر توڑ دی تھی۔ اسلئے اُسے کامل یقین تھا کہ جو کچھ وہ کہے گا شہنشاہ کو ماننا پڑیگا۔ گویا جس وقت کا وہ مدت سے منتظر تھا وہ آگیا اور اب اس نے منصوبہ باندھنا شروع کیا کہ وہ ایک ذاتی لشکر کی مدد سے جس کا شہنشاہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا جرمانیہ کا حاکم مطلق ہو جائیگا۔ اور اجنبیوں کو سرزمین جرمنی سے خارج کر کے مذہبی آزادی کے اصول پر کل ملک کو مامون کر دیگا۔ جو شرائط کہ اس نے پیش کیں انکو دیکھکر پھر اس کے مقاصد کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہجاتا۔

اس کی شرائط

اسکی شرائط یہ تھیں کہ جرمنی میں اسکی فوج کے علاوہ کسی فوج کو رہنے کی اجازت نہ دی جائے اور غلط کاروں کی سزا اور مقبوضات کو ضبط کرنے کا حق

حکومت اعلیٰ پر تقرر

صرف اسی کو ہے اور فرمان بازدہی منسوخ کر دیا جائے۔ بالفاظ دیگر اُسکا مطلب یہ تھا کہ وہ جرمنی کا فوجی اور سیاسی حاکم بنجائے۔ یہ شرائط منظور کر لی گئیں۔ اور اس کا علم بلند کیا گیا۔ اطالیہ اسکاٹ لینڈ آئرلینڈ اور ہر حصۂ جرمانیہ

سے لوگ ناموری کے شوق اور لوٹ کی لالچ میں بلا امتیاز قومیت و مذہب جوق جوق آنے لگے۔ مئی ۱۶۳۲ء میں اس کی تیاری پوری ہوگئی۔ پس دفعتہً وہ سیکسن سپاہ پراگ پر جا پڑا اور اُن کو بوہیمیہ سے باہر نکال دیا۔ پھر بائیں جانب مڑ کر اس نے اپنی ساری قوت سے دولتمند اور پروٹسٹنٹ نیورم برگ پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں پاپن ہائم اور اس کے رسالے نے ممالک رائن کو تہس نہس کر ڈالا۔ گسٹاوس موقع کی نازکی کو تاڑ گیا اور نیورم برگ پہنچکر شہر کو مورچہ بند کر دیا۔ پھر اپنے ادھر ادھر کے دستوں کو فراہم کر کے برائی ٹنفلٹ کی طرح اُس نئے دشمن کو شکست دینے کے خیال سے وہ والن شٹائن سے لڑائی پر آمادہ ہوگیا۔ مگر والن شٹائن نے گسٹاوس سے ایک نئے طریقے پر معرکہ آرائی کرنے کا قصد کر لیا تھا وہ خوب جانتا تھا کہ اپنے مرکز سے دور ایک وسیع و مخالف ملک میں سویڈن کو لڑنے میں کیا دشواریاں پیش آتی تھیں۔ وہ یہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ ہلکے رسالے کی وجہ سے اُس کو فوقیت ہے کیونکہ وہ اپنی فوج کو رسد آسانی سے پہنچا سکتا تھا اور سویڈن کے ذرایع رسد کو مسدود کر سکتا تھا۔ اُس کو اپنی نئی بھرتی کی ہوئی فوج پر زیادہ بھروسہ نہ تھا۔ اس لئے جس میدان میں نیورم برگ واقع تھا اُس کے محاذی بلند ٹیلے پر اُس نے ڈیرہ ڈالدیا اور گسٹاوس کو بھوکوں مارنے پر کمر بستہ ہوگیا۔

نیورم برگ میں خیمہ زنی

جون کے آخر میں فرودگاہ تیار ہوگئی۔ اور اپنے زمانے کے دو بڑے سپاہیوں میں مقابلہ شروع ہوگیا۔ مگر یہ دو سپاہیوں ہی کا مقابلہ نہ تھا بلکہ مخالف اصول کا بھی مقابلہ تھا۔ اس وقت سلطنت کی تقدیر کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ ایک طرف قدیم آئین سلطنت فوجی حکومت اعلیٰ اور مذہبی آزادی تھی۔ دوسری طرف ایک اجنبی کے زیر سیادت پروٹسٹنٹ فوقیت اور سیاسی مشارکت تھی اس مسئلے کا فیصلہ اسلحہ کے ذریعے سے نہیں بلکہ استقلال سے کیا جا رہا تھا۔ اور روز بروز یہ ظاہر

گسٹاوس کی پسپائی

ہوتا گیا کہ والن شٹائن کا اندازہ ٹھیک تھا گسٹاوس کی رسد پہلے ختم ہو جائیگی۔ ستمبر کے شروع میں پریشانی ناقابل برداشت ہوگئی، اور قاعدے میں خلل پڑنے لگا اور بادشاہ کو محسوس ہوا کہ ایک حملے پر ہر چیز کی بازی لگا دینی چاہیئے ۳ ستمبر کو اس نے اپنی فوج کو والن شٹائن کی خندق کی طرف بڑھایا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اور شجاعانہ کوششوں کے بعد پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر چند دنوں کے بعد اپنی فوج کے بہترین سپاہیوں کو فصیل آسلٹے و یسٹے کے سامنے مردہ یا شہر کے ہسپتالوں میں مرتے ہوئے چھوڑ کر

سیکسنی پر حملہ

وہ نیورم برگ سے باہر نکل آیا۔ والن شٹائن نے اپنے موضوعہ تدبیر پر عمل کر کے اُس کا تعاقب نہ کیا بلکہ سیکسنی میں جا کر جاڑا گزارنے کے لیئے اُس نے ایلبے اور زالے کے درمیان ایک مقام پر مورچہ تیار کیا۔ اور اپنے لوٹیرے اور مطالبہ کرنے والے دستوں کا زور جان جارج کے متذبذب ارادے پر ڈالا اور اُس کو سویڈی اتحاد سے الگ کر دیا۔ گذشتہ سال گسٹاوس نے اپنے تذبذب کی وجہ سے ماگڈی برگ کو ضائع کر دیا تھا۔ وہ سیکسنی کا بھی ایسا ہی حشر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ پس آکسنس ٹیرنا اور برن ہارٹ کو مدد کے لیئے بلا کر وہ تھورنگیا سے بہت عجلت کے ساتھ گذرا اور قبل اس کے کہ والن شٹائن سمجھ سکے کہ کیا ہوا اُس نے ایرفورٹ اور ناؤم برگ پر قبضہ کر لیا۔ اب نومبر شروع ہو گیا تھا۔ اور دفعتہً کڑاکے کی سردی پڑنے لگی تھی۔ والن شٹائن یہ یقین کر کے کہ اس سردی میں گسٹاوس لڑائی جاری نہ رکھے گا۔ مارسی برگ اور ٹورگاؤ کے درمیان مورچہ بند ہو گیا۔ اور پاپن ہائم کو اجازت دیدی کہ وہ ممالک رائن کو واپس جائے مگر جاتے جاتے راستے میں ہالے کو لے لے۔ یہ نہایت اہم غلطی تھی۔ قبل اس کے کہ اس غلطی کی تلافی ہو سکے گسٹاوس والن شٹائن کی فوج پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا۔ والن شٹائن کو جب محسوس ہوا کہ لڑائی اٹل ہے تو اُس نے پاپن ہائم کو واپس بلانے کیلئے قاصد پر قاصد بھیجے۔ اور جلدی جلدی کچھ مورچے بنا کر اور میدانی خندقوں کو گہرا کر کے وہ سویڈی بادشاہ کے یلغار کا بمقام لیوتزان انتظار کرنے لگا۔

معرکۂ لیوتزان ۱۶۳۲ء

برائی ٹنفلٹ کی طرح سویڈی سپاہ دو صفوں میں اور شہنشاہی ایک صف میں آراستہ کی گئی تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ٹیلی کے برخلاف والن شٹائن نے سواروں کے درمیان میں بندوقچی متعین کیئے تھے اور قلب کی پشت پر فوج محفوظ تھی حسب معمول صبح کو لڑائی گولہ باری سے شروع ہوئی۔ بعد ازاں جب موسم خزاں کا کہر صاف ہو گیا تو دس بجے کے قریب سویڈی لشکر حملہ کرنے کے لیئے بڑھا۔ اس وقت سپہ سالاری کے جوہر دکھانے کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ بہت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی دو گھنٹے تک لڑائی کا پلہ کبھی ادھر کبھی اُدھر جھکتا رہا۔ مگر جنگ و جدال کا زور سویڈی میمنہ پر تھا جہاں کہ خود بادشاہ پیکولومینی کے سیاہ زرہ پوشوں سے اُلجھا ہوا تھا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے سویڈی آگے بڑھ رہے تھے کہ فوج محفوظ کو لا کر والن شٹائن نے سویڈی قلب پر بڑے شد و مد

سے حملہ کیا اور بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اس آویزش میں سویڈی افسروں کی بڑی تعداد کام آئی گسٹاوس جتنے سوار مل سکے جمع کر کے بچانے کے واسطے جھپٹا مگر جبکہ وہ کہرے میں گذر رہا تھا جو خطا میں تھوڑی دیر کے لیئے اکٹھا ہو گیا تھا تو وہ دشمنوں کے ایک رسالے میں گھر گیا۔ ایک گولی سے اس کا بایاں بازو بیکار ہو گیا۔ دوسری اس کی پیٹھ کے پار ہو گئی۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ناگاہ ایک گولی سر میں لگی جس نے اُسے ہمیشہ کے لیئے سُلا دیا۔

گسٹاوس کی موت

اس کا سبزہ گھوڑا کوتل و خون آلود دشمنوں کی فوج سے نکل کر سویڈی صفوں میں پہنچا اور اپنے مالک کی موت کی خبر دی۔ برنا ہارٹ والی ساکسے وائیمار نے سپہ سالاری کی جگہ لی۔ اور انتقام کے نعرے سے کل فوج کو اکٹھا کر کے اس زور و شور سے حملہ کیا کہ دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ عین اسوقت پاپن ہائم معہ سوار دل کے سویڈی میمنہ پر آ پہنچا۔ اور تین گھنٹے پھر لڑائی دو بدو ہوتی رہی۔ خود پاپن ہائم پہلے ہی حملے میں مر کر گر گیا مگر اُس کا رسالہ دشمنوں کی طرح اپنے سردار کا انتقام لینے کے لیئے اور بھی سرگرمی سے لڑنے لگا۔ پایان کار جب اندھیرا چھا گیا تو سویڈن نے آخری کوشش کے لیئے قوت مجتمع کی۔ اور پاپن ہائم کی پیادہ فوج میدان جنگ میں پہنچی ہی تھی کہ انہوں نے شہنشاہی سپاہ کو مورچے سے ہٹا دیا۔

اس کی موت کے نتائج

اس معرکے میں گو جیت سویڈن کی ہوئی مگر فائدہ والن شٹائن نے اٹھایا۔ بلحاظ تعداد اموات سویڈن کا نقصان شہنشاہی سپاہ کی بہ نسبت یقیناً بہت زیادہ تھا۔ اگر سویڈن کی طرف صرف گسٹاوس ہی مرا ہوتا تب بھی اُس کی اکیلی موت تمام شہنشاہی نقصانات سے زیادہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف سپہ سالار و بادشاہ ہی تھا۔ وہ پروٹسٹنٹ قوتوں کو متحد کرنے کی صلاحیت ہی نہ رکھتا تھا۔ بلکہ وہ جرمنی میں ایک ایسا با اثر شخص تھا جس نے اس جنگ کو اعلیٰ اخلاقی جنگ بنا دیا تھا۔ اس میں شبہ ہے کہ آیا جرمنی کے پروٹسٹنٹوں میں اتحاد کی کافی قوت اور ایک عام طرز عمل پر کاربند ہونے کی صلاحیت تھی۔ یا یہ کہ سویڈن اپنے اغراض و ہمدردی میں عہد گسٹاوس میں بھی اس قدر جرمنی رنگ میں رنگا جا سکتا تھا کہ وہ جرمنوں کو مطیع فرمان کرے۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ یہ طرز عمل جو ہر آئینہ قابل آزمائش تھا وہ کامران سپہ سالار کی ذاتی ہوس پر نہیں بلکہ رعایا و عوام کی اخلاقی و سیاسی ضرورتوں پر مبنی تھا اگر اس میں ناکامیابی ہوئی تو

اس کا سبب یہ تھا کہ جرمنی میں وہ اوصاف نہ تھے جو اس کو کامیاب بنانے کے واسطے لابدی تھے مگر جب گسٹاوس اڈولفس میدان لیوتزن میں کام آیا تو تمام اخلاقی ومذہبی خوبیاں سی سالہ جنگ سے رخصت ہو گئیں۔ ایک طرف تو ایک فوجی حاکم اعلیٰ کی ذاتی ہوس تھی اور دوسری طرف ایک بیرونی حملہ آور کے قومی مفاصد تھے۔ خود عالی وقار گسٹیوس کے پیرو اور ساتھی وقعت میں ڈاکوؤں سے بھی گر گئے کیونکہ وہ بیکس جرمنی کو لوٹ کر خود کو اور ملک کو دولتمند بنانے کی تاک میں تھے۔

اکسنس ٹیرنا کی قیادت

گسٹاوس کے مرنیکے بعد سویڈی معاملات کی دیکھ بھال اکسنس ٹیرنا کے حصے میں آئی جس کا سب سے پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے مرحوم دوست و بادشاہ کے طرز عمل کی تکمیل کرے۔ مگر اکسنس ٹیرنا سپہ سالار نہ تھا اور چونکہ گسٹیوس کے اختیارات اُسے حاصل نہ تھے اس لیئے تحکم کی جگہ ترغیب سے کام لینا پڑتا تھا۔ اُس کے اولین عمل ہی نے اس اہم تبدیلی کو ظاہر کر دیا۔ تمام فوجی جانبازوں کی طرح برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار نے بھی جنبش کرنے سے پہلے اُجرت طلب کی۔ اس لیئے بیمبرگ اور ورزبرگ کی کلیسائی جاگیروں کی قطع و برید کر کے اُس کے واسطے ایک ریاست بنانی پڑی۔ یہ پہلا کیتھولک علاقہ تھا جو پروٹسٹنٹ فوجوں نے چھین لیا اور یہ پہلی نظیر ہے جبکہ کیتھولک آبادی خلاف مرضی پروٹسٹنٹ حاکم کے ماتحت کی گئی فرمان بازدہی کے مقابلے میں یہ عمل چاہے کتنا ہی روا ہو مگر اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ خود کو جرمنی کا محافظ کہتے ہیں وہ سیاسی اور فوجی ضرورتوں کے مقابلے میں جرمن قوم کے مفاد کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار کی امداد

اتحاد ہائیل برون ۱۶۳۳ء

سے مطمئین ہو کر اکسنس ٹیرنا نے حلقہ جات سوابیہ Swabia فرینکونیہ اور رائن بالائی وزیرین کو سویڈن کے ساتھ جنگی معاہدہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس معاہدے پر اپریل ۱۶۳۳ء میں بمقام ہائیل برون دستخط ثبت ہوئے۔ جو فوجیں حلقوں نے بھرتی کیں ان کی قیادت برن ہارٹ کے سپرد کی گئی۔ اور سویڈی سپاہ سے ملکر اس نے وائینا پر یورش کرنے کی تیاری شروع کر دی تھی

والن شٹائن کے منصوبے

کچھ عرصے کے لیئے فوجی معاملات میں برن ہارٹ و اکسنس ٹیرنا کی آواز والن شٹائن کے مقابلے میں دھیمی پڑ گئی۔ اُسے خوب معلوم

تھا کہ گسٹاؤس کی وفات کے بعد جرمنی میں اُس کی ٹکر کا دوسرا کوئی نہیں ہے اور لیوٹزن سے آہستہ آہستہ بوہیمیہ کے پہاڑوں کے پیچھے آگیا۔ وہ اس زعم میں تھا کہ وہ اب جرمنی کو اپنی مرضی کے موافق مصالحت کرنے پر مجبور کرسکتا ہے اپنے خیال میں فوج کے اوپر اسے پورا بھروسہ تھا اور وہ فرڈی نینڈ و اکسنس ٹیرنا کی سیاسی چالوں کو نظر تحقیر سے دیکھتا تھا۔ پس وہ اپنی شرائط صلح منوانے کے لیئے شہنشاہ اور اکسنس ٹیرنا دونوں پر زور ڈالنے کے لیئے تیار ہوگیا۔ شرائط یہ تھیں کہ فرمان بازدہی منسوخ کردیا جائے اور سویڈن کو ساحل بالٹک پر معاوضہ دیا جائے۔ خود اپنی ریاست میکلینبرگ کو وہ بلاطیہ یا اگر ممکن ہو تو تاج بوہیمیہ سے بدلنا چاہتا تھا۔ اثناء خزاں ۱۶۳۳ء میں اُس نے ان شرائط کو اکسنس ٹیرنا اور جان جارج کے سامنے پیش کیا۔ جون میں اُس نے قریب قریب موخرالذکر کی منظوری حاصل کرلی۔ لیکن محتاط و مخالف اکسنس ٹیرنا نے اُس پر اعتماد نہ کیا۔ دونوں کے درمیان قاصدوں کی بڑی دوڑ دھوپ ہوئی اور والن شٹائن کے پس پشت نہ صرف وائینا میں بلکہ خود اُس کے لشکر میں سازش کی افواہ سنی جاتی تھی۔ جیسے جیسے لوگ اس سازش میں شریک ہوتے گئے والن شٹائن کی تجاویز یورپ کے خاص خاص لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ

جیزوئٹ ہسپانوی اور فوج کی مخالفت

ہوتی گئیں جیزوئٹ اور کیتھولک اس قدر جلد فرمان بازدہی کو ترک کرنے پر رضامند نہ تھے ہسپانوی اور فرانسیسی بلاطیہ پر والن شٹائن کا تسلط ہرگز دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو فوج کہ برائے نام اُس کی کہلاتی تھی اُس کے زور سے شہنشاہ کو شرائط منظور کرنے کے لیئے مجبور کرنا نہ تو اتحادی مدبرین اور نہ خیرخواہ سپاہیوں کو پسند تھا۔ آوارہ گرد سپاہی خصوصاً افسر ایسی لڑائی کو ختم کرنا نہیں چاہتے تھے جو زرخیز تھی اور جو زیادہ روپیہ ملنے کی امیدیں دلا رہی تھی۔ جنوری ۱۶۳۴ء میں ہسپانوی حکومت نے شہنشاہ کے سامنے الزامات کی بوچھاڑ کردی اور والن شٹائن کی معزولی کا مطالبہ کیا جس طرح میکسی ملین اور کیتھولک لیگ نے چار سال قبل کیا تھا۔ والن شٹائن نے سرداروں کو قسم لے کے اپنی ذات سے وابستہ کرنے پر قناعت کی تھی۔ اُن کی مدد کے بھروسے پر وہ دنیا بھر سے مقابلہ کرسکتا تھا۔ لیکن فروری کے آغاز میں اُس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلنے لگی۔ پیکولومینی گالاس اور آلڈرینگر نے ساتھ چھوڑ دیا اور فرڈی نینڈ نے ہمت کرکے ہسپانویوں کا مطالبہ منظور کرلیا۔ اُس نے والن شٹائن کو معزول کردیا اور اُس کے

والین شٹائن کی معزولی اور قتل ۱۶۳۴ء

اور پر دغا بازی کا الزام لگا کے لشکر کو اس کی اطاعت سے بری کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ جو شخص اُس کا سر لائیگا وہ مستحق انعام ہوگا۔ شکر بھی پورے طور سے ہوگئی تھی لیکن والین شٹائن ہمت نہیں ہارا۔ ۲۰ فروری کو بمقام پلزنی میں فوجی سرداروں کو جمع کر کے اُس نے اُن سے حلف لیا کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں اُس کی مدد کرینگے۔ پھر برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار سے ملنے کے لئے ایگر چلا گیا تاکہ سویڈن سے عہد و پیمان کر کے شہنشاہ کو صلح کرنے پہ مجبور کرے یہاں اوسکے ساتھ چار آوارہ گرد سپاہی بھی آئے تھے۔ ان میں سے دو آئرش اور دو اسکاٹ تھے۔ جس طرح پانچ صدی قبل فٹزرس (Fitzurs) اور اُس کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ اُسی طرح سے انھوں نے بھی یہ دیکھکر کہ شہنشاہ کے اعلان سے خود اُن کی نا پاک سازش کی اجازت مترشح ہے فوراً تہیہ کر لیا کہ وہ اپنے آقا کو ایسے زبردست غلام سے ضرور چھٹکارا دلائینگے۔ ۲۵ فروری کو کچھ رات گئے والین شٹائن کے خاص مددگار دعوت میں بلا کر قتل کر دیئے گئے (Deverew) ڈیوریو جو ایک آئرش کپتان تھا خونریزی کے نشے میں جھومتا ہوا سپہ سالار کے خیمے میں پہنچا۔ اور جیسے ہی والین شٹائن شور و غل سے گھبرا کر اٹھا کپتان نے مار کر گرا دیا اس طرح سے والین شٹائن کا خاتمہ عین شہرت و قوت کے زمانے میں ہوگیا اور اُس کے ساتھ جرمنی سے اجنبی کو نکال دینے کی آخری امید بھی رخصت ہوگئی ہو

معرکہ نورڈلنگین ۱۶۳۴ء

والین شٹائن کے قتل سے جو تاریکی پھیلی تھی اُس کے باوجود پہلے تو فرڈی نینڈ کا ستارہ زیادہ چمکتا ہوا معلوم ہو۔ جو فوج کے نوجوان فرڈی نینڈ شاہ ہنگری کے زیر قیادت رکھی گئی تھی اُس نے جولائی میں ریگنسبرگ پر قبضہ کر لیا۔ اور ڈوناؤ ورتھ پر یلغار کر کے نورڈلنگین کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں ہسپانیہ کا شہزادہ کارڈینل فرڈی نینڈ جو ممالک نشیبی کی حکومت لینے کے لئے ۱۵ ہزار جمعیت کے ساتھ جا رہا تھا بادشاہ سے ملگیا باوجود قلت تعداد کے برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار نے جو ہمیشہ سے خونریز اور سخت تھا سویڈن کے ہوشیار افسر ہارن کو مجبور کیا کہ زور آزمائی کیجائے مگر چھٹی ستمبر ۱۶۳۴ء کی شام نے اُسے بھاگتے ہوئے دیکھا اور ہارن لڑتے ہوئے ۱۶ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقید کر لیا گیا۔ معرکہ نورڈلنگین جنگ کے فیصلہ کن معرکوں میں سے تھا جس طرح برائی ٹنفلٹ نے شہنشاہ کے ہاتھوں شمالی جرمنی کی تسخیر و فرمان بازدہی کی کامیابی کو ناممکن

کر دیا تھا اسی طرح نورڈلنگین نے پروٹسٹنٹ کے لئے جنوبی جرمنی کی تسخیر کو غیر ممکن کر دیا۔ کیتھولک جاگیریں چھین لی گئیں اور برن ہارٹ کی ریاست فرانیکونیہ فنا ہو گئی اور رود مین (Main) مذاہب کے درمیان پھر خط فارق ہو گیا۔

معاہدۂ پراگ ۱۶۳۵ء

مئی ۱۶۳۵ء میں صلح کی گفتگو جو سیکسنی کے ساتھ عرصے سے جاری تھی خوشگوار اختتام کو پہنچی۔ اور شہنشاہ و جان جارج کے مابین ایک عہد نامے پر جس میں شرائط منضبط تھیں پراگ میں باقاعدہ دستخط ہو گئی۔ مسئلہ علاقہ کلیسائی اُس طرح طے ہوا کہ ۱۶۲۷ء امتحانی سال مقرر کیا گیا۔ اُس وقت جو کچھ پروٹسٹنٹوں کے قبضے میں تھا وہ اُنکے اور جو کیتھولک کے قبضے میں تھا وہ کیتھولک کے ہاتھ میں رہا۔ اس سمجھوتے سے قریب قریب کل شمالی جاگیریں پروٹسٹنٹ کے ہاتھ لگیں۔ کو سے شیا انتخاب کنندہ سیکسنی کے لئے تجویز ہوا اور ساحلی لیشیا میں شہنشاہ نے لوتھرانیت کو تسلیم کر لیا۔ مگر اب بھی صرف لوتھرانیت ہی مذہب پروٹسٹنٹ کا مسلمہ فرقہ رہا۔ ان شرائط کا مقصود ایک عام صلح کی بنا ڈالنی تھی۔ یہ امید کیجاتی تھی کہ دوسری ریاستیں بھی ان کو منظور کر لیں گی۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ ایک حد تک یہ پیشبینی ٹھیک اتری شمالی جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور شہروں کی معتد بہ تعداد نے معاہدہ پراگ کو تسلیم کر لیا۔ مگر اس کا ایک عالمگیر صلح کے لئے بنا ہونا غیر ممکن تھا۔ جب تک کہ اس میں کالوینوں کی بھی رعایت نہ کی جائے۔ اور جب تک کہ بیرونی مداخلت کے خطروں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ ہو۔

جان جارج والی سیکسنی کا طرزِ عمل

معاہدۂ پراگ کے بعد سیکسنی پھر شہنشاہ کی طرف ہو گیا۔ اس پُر آشوب زمانے میں جان جارج نے جو طرزِ عمل اختیار کیا اُس کے مقاصد کی تنگی اور جمہوری جوش کا مضحکہ اُڑانا بہت آسان ہے تاہم ایک ہوشیار مبصر پر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ شروع سے آخر تک اُس کے طرزِ عمل میں ایک ممتاز مطابقت رہی جس کی وجہ نہ تو قوت ارادی کی کمزوری تھی اور نہ طبیعت کی سستی بلکہ وہ طرزِ عمل کے مستقل اصولوں پر مبنی تھی جن کی خلاف ورزی اُس نے کبھی نہیں کی شہنشاہی سیاسیات میں جان جارج قدامت پسند اور معاملات مذہبی میں لوتھرانی تھا۔ اور انھیں دو اصولوں پر وہ نہایت استقلال و مستعدی کے ساتھ کاربند رہا۔ بحیثیت اتحادی اور لوتھرانی ہونے کے

وہ کرسچین والی ان ہالسٹ اور فریڈرک انتخاب کنندہ بلاطی کے برباد کن طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس لیئے انتخاب شاہنشی کے وقت اُس نے فرڈی نینڈ کے لیئے کوشش کی اور عملاً بھی فوج کے ساتھ اُس کی باغی رعایا کے خلاف مدد کی جب فریڈرک مینس فلڈ کے زیر اثر ہوگیا۔ جب اُس کے ہم مذہب شمال میں خوف زدہ ہونے لگے جب کرسچین شاہ ڈنمارک نے اپنے دین اور اپنے بیٹوں کی کلیسائی جاگیروں کیلئے لڑنے کا عزم کیا اسوقت جان جارج بالکل غیر جانبدار بنا رہا کیونکہ اُسے یقین تھا کہ تمام آئین سلطنت کو تہ و بالا کرنے کے بہ نسبت یہ زیادہ بہتر ہے کہ شہنشاہ کے مظالم کو برداشت کیا جائے۔ فرمان بازدہی پہلا واقعہ تھا جس نے اُس کے کان کھڑے کیئے لیکن اگر شہنشاہ جبر و تشدد سے کام نہ لیتا تو یہ بھی اُس خطرے کے مقابلے میں کچھ نہ تھا۔ جو جرمنی میں ایک اجنبی کے آنے سے لاحق تھا اگر جان جارج کو غیر جانبداری ترک بھی کرنی پڑتی اگر جرمنی کو برباد کرنے کے کام میں اُسے حصہ لینا بھی پڑتا۔ اگر اتحاد غیر ممکن ہوجاتا اُس وقت البتہ وہ والن شٹائن یا ٹیلی کی طرف ہونے کے بجائے گسٹاوس کا ساتھ دینا زیادہ پسند کرتا۔ مگر اس اتحاد سے وہ کبھی خوش نہ تھا۔ ملک کی تباہی اور جنگ کی ناخوشی کا احساس اسقدر زیادہ تھا کہ اُسے خوشی سے عرصے تک ہتھیار بند رہنا کبھی گوارہ نہ تھا لیکن جب شہنشاہ شکست کھا چکا جب فرمان بازدہی کی تعمیل ناممکن ہوگئی جب والن شٹائن فوت ہوگیا اور فرانس نے پھرتی کے ساتھ معاملات جرمنی میں مداخلت کرنی شروع کردی اُسوقت جان جارج کیلئے مناسب موقع آیا کہ وہ پھر شہنشاہ کی طرف ہوجائے کیونکہ شہنشاہ انقلاب کے مقابلے میں جرمنی حقوق کا پھر محافظ ہوگیا تھا۔ بااین ہمہ معاہدۂ پراگ کسی عمدہ سیاسی اصول کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بڑے دینی منصوبات جن کے ساتھ جنگ شروع ہوئی تھی ختم ہوگئے۔ اب لوگ یہ نہیں یقین کرتے تھے کہ وہ کلیسا یا مذہب کے واسطے لڑ رہے ہیں یا قوم کی بہترین اغراض کیلئے برسرپیکار ہیں۔ سترہ سال کی خونریزی نے انکی آنکھیں کھولدی تھیں۔ زندگی کے اعلیٰ اثرات میں مذہب کے بعد وطنیت کا درجہ ہے پس جسوقت سویڈن اور فرانس اپنی ہوس ملک گیری کو پورا کرنیکی غرض سے جرمنی کو تیرہ سال کی مزید بربادی میں مبتلا کرنا چاہتے تھے اُسوقت غیر ملکی اتحاد سے کنارہ کشی کرکے جان جارج نے وہ اوصاف ذاتی دکھائے جن میں حب الوطنی اور حکمت تھوڑی بہت ضرور موجود تھی۔ حالانکہ دوسرے تمام لالچی اور لیٹرے سردار خودغرضانہ تنازعات میں پھنسے ہوئے تھے۔

باب ششم

فرانس کی توسیع حدود (Aggrandisement)

رشلیو کا خارجی طرز عمل۔ توسیع ارضی۔ والٹیلین اور وراثت مانتوا کے مسائل۔ جرمنی میں رشلیو کی سازشیں فرانس کی مداخلت سی سالہ جنگ میں۔ فرانس کی بے سود یورشیں فتح السا س Alsace پرتگال اور قطلونیہ کی بغاوت۔ رشلیو کی موت کے وقت فرانس کی حالت۔ مازارین کا طرز عمل۔ معرکہ روک روآ Rocroy ممالک رائن بالائی کی تسخیر۔ ٹیورین کا حملہ صلح کی گفتگو صلح وسٹ فیلیا عقدۂ مذہبی کا حل۔ یورپ کے دور جدید کا آغاز فرانس کی مستقل ترقی۔ ہسپانیہ کی ناگفتہ بہ حالت مازارین اور کرامویل میں اتحاد۔ صلح پیرینیز۔

رشلیو کا خارجی طرز عمل

جب ۱۶۲۴ء میں ملک فرانس میں رشلیو نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اُس وقت سی سالہ جنگ کل جرمنی کو اپنے دامن میں لپیٹ رہی تھی سیکسن کے حلقۂ زیرین کے شاہزادے مسلح ہو چکے تھے۔ شاہ ڈنمارک پروٹسٹنٹ لشکر کی سیادت کرنے والا تھا اور انگلستان نے بلاطیہ کی واپسی اور ہسپانیہ کی قوت کو کم کرنے کے لئے عملی تدابیر اختیار کرلی تھیں۔ اس بات کا امکان روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا کہ دو چار سال آسٹروی ہسپانوی خاندان کی پوری قوت معاملات جرمانیہ میں صرف ہوگی۔ ہسپانیہ اور سلطنت جرمنی کی پریشان حالی فرانس کو سترھویں صدی میں اچھا موقع دیتی رہی تھی۔ اس مرتبہ بھی رشلیو نے اپنی ذہانت سے سمجھ لیا کہ وہ وقت آگیا ہے جو یورپ میں جرمنی کے اثر کو یا تو قائم کردیگا یا مٹا دیگا۔ خود فرانس کا اقتدار قائم کرنے کے لئے تین باتیں ضروری تھیں۔ قومی اتفاق ۔ انتظامی مرکزیت ۔ اور توسیع و تحفظ حدود۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے رشلیو نے اپنی زندگی کو وقف کردیا۔ وہ بخوبی آگاہ تھا کہ معاملات خارجی میں کامیابی دوسرے مقاصد میں کامیابی کو یقینی کردے گی۔ یعنی اگر فوجی و سیاسی تسخیر سے

فرانسیسی بادشاہ فرانس کی حدود کو رائن شلیٹ اور پیری نیز تک بڑھا سکے تو اندرونی دشمنوں کا اسے کچھ کھٹکا نہ رہیگا۔ پس رشلیو نے دوبارہ ہنری چہارم کے سابقہ طرزِ عمل کو اختیار کیا اور ہسپانیہ اور سلطنت جرمنی پر پوری قوت سے پھر حملہ کیا۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں فرق یہ تھا کہ ہنری چہارم خاندانِ ہاپس برگ کو مٹا کر امن و انتظام قائم کرنے کا خواب دیکھتا تھا اور رشلیو ایسے خیالِ خام میں مبتلا نہ تھا بلکہ علی الاعلان کھلا فرانس کا فروغ چاہتا تھا۔

اس کی نوعیت

صفحۂ تاریخ پر رشلیو مدبرین کے اس طولانی سلسلے میں پہلا شخص نظر آتا ہے جس کا طرزِ عمل خودغرضانہ قومی مفاد پر مبنی تھا اخلاقی مقاصد (جو ازمنۂ وسطیٰ کی ذاتی حوصلہ سوز ہوس کی لڑائیوں کو چھپانے میں بہت زیادہ کام آتے تھے) اور دینی تحریکوں سے (جو سولھویں صدی کی لڑائیوں کی سرگرمی کو باوجود تیز کر دینے کے شریفانہ کر دیتی تھیں) اٹھارھویں اور سترھویں صدی کے نصف آخر کے تاجدار بالکل غیر متاثر تھے۔ اور ایک دوسرے سے صرف ملک گیری اور ہوس جاہ کے لئے جنگ کرتے تھے۔ صلح وِسٹ فیلیا کے بعد سے لیکر وایناکی کانگریس تک جتنی لڑائیاں ہوئیں اُن سب کی محرک حصول و اقتدار ملک ستانی یا اپنی قوم کی تجارتی ترقی تھی۔ ان اغراض کے مقابلے میں قوم و نسل حتیٰ کہ انسانیت کے حقوق بھی کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔ جرمنوں کو اپنی زبان اور ملک کو خیرباد کہنا پڑتا تاکہ فرانس کی حدود رائن تک پہنچ جائیں۔ پولینڈ نقشۂ یورپ سے مٹا دیا گیا صرف اسلئے کہ روس و پروشیا زیادہ وسیع ہو جائیں حتیٰ کہ افریقی حبشی بھی اپنے وطن سے زبردستی جدا کر دیئے جاتے تھے۔ تاکہ وہ مغرب کے بازاروں میں اسبابِ منقولہ کی طرح فروخت کیئے جائیں۔ اور انگریزوں اور انگریزی نوآبادی والوں کی جیبیں سونے سے بھر جائیں اور گو خودغرضی اور خونریزی کی تاریکی میں وقتاً فوقتاً ایک نورانی روشنی جھلکتی ہے جو لوئی چہاردہم اور نپولین کے مظالم کے خلاف آزادی کی لڑائی کو ممتاز کرتی ہے مگر یہ سایہ عہد فریڈرک اعظم اور واثنا میں نپولیانی ناٹک کے آخری قصر تک پہنچ کر بہت دھندلا ہو جاتا ہے۔ اور مورخ کو افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اِن واقعات میں اٹھارھویں صدی کے سیاسی فن فریب اور جنگ و جدال کا نقش اول موجود ہے۔ اور اقوامِ یورپ کی سیاسی تاریخ میں یہ اعتراف اُصول مکیاویلی کے مقلدوں کی بڑی جیت ہے اور اس موقع پر جو تعریف ہوبس (Hobbes) نے "طبعی" انسان کی لکھی ہے وہی قومی معاملات پر صادق آتی ہے:-

(Homohomini lupus) یعنی یہ کہ انسان انسان کے لئے بھیڑیا ہے بادشاہ کے واسطے تمام چیزیں مباح ہیں جو اُس کی طاقت کی افزونی وحفاظت کے لئے درکار ہوں اور ایک قوم دوسری قوم کے نزدیک وحشی جانوروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ ذاتی تعلقات میں انسان مہذب و تعلیم یافتہ مانا گیا ہے اور قوموں میں عام مراسم میں شایستہ اور آداب پسند ہوتی ہیں۔ مگر جس وقت خود غرضانہ فروغ ممکن ہو جاتا ہے تو یہ بھی روا سمجھا جاتا ہے کہ تہذیب کا باریک نقاب چاک کر دیا جائے۔ اس وقت ایک قوم دوسری قوم سے برملا اور وحشیانہ جنگ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اُن کا دستور العمل وہی ہوتا ہے جو دور قدیم کے سپاہیوں کا اصول تھا کہ جس کے پاس طاقت ہو وہ فتحمند ہو گا۔ اور جس کے بس میں ہو گا وہ مدافعت کر سکے گا ؛

ملکی فروغ جو فرانس کے لئے لابدی تھا۔

سلطنت فرانس کی ضرورتوں کا خیال کرنے کے بعد اس میں کوئی شک نہیں معلوم ہوتا کہ جب رشلیو نے فرانس کو ملکی فروغ حاصل کرنے پر مجبور کیا تو وہ حق بجانب تھا فرانس اپنے ہمسایوں کے بہ نسبت اس طریق عمل کی پیروی پر زیادہ قادر تھا کیونکہ وہ مذہبی تنازعات سے آزاد تھا۔ اور اپنے اغراض کے مطابق وہ پروٹسٹنٹ یا کیتھولک میں سے جس طرف چاہتا اس طرف ہو سکتا تھا۔ اس طرز عمل سے اُس کو دوسری سلطنتوں کی بہ نسبت فائدے کی زیادہ امید تھی۔ کیونکہ ہر طرف اُس کی بڑی سرحدیں کمزوری کا مخزن تھیں۔ جنوب میں سیروانی اور روسی آون کے ہسپانوی صوبے وسطی سلسلہ پیرینیز کے فرانسیسی سمت میں واقع تھے۔ ان کی راہ سے ہسپانوی فوجیں نہایت آسانی کے ساتھ زرخیز اور شوریدہ سر لانگ ڈوک (Languedoc) میں داخل ہو سکتی تھیں۔ اطالوی سرحد والی سیوائے کے قبضے میں تھی، جب تک ڈیوک سیوائے خود مختار و آزاد تھا اس وقت تک جس طرح وہ فرانسیسی سپاہ کو میدان لومبارڈی میں پہنچا سکتا تھا اسی طرح ہسپانوی اور شہنشاہی فوجوں کو وادی رُون میں اُتار سکتا تھا۔ مشرقی اور شمال مشرقی سرحد اور بھی زیادہ غیر محفوظ تھی۔ ساؤن (Saoune) میوز (Meuse) اور سوم (Soine) کی ندیوں کے کناروں تک پہنچنے کی وجہ سے سلطنت اور ہسپانوی مقبوضات پیرس کے بہت قریب آ جاتے تھے۔ یہ ایک دائمی خطرہ تھا خصوصاً اس وجہ سے کہ درمیانی ملک کی حفاظت آسانی کے ساتھ نہیں

کی جا سکتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ ۱۵۵۲ء میں میٹز ٹول وور ڈون کے حصول سے مشرقی سرحد بہت مستحکم ہو گئی تھی کیونکہ میٹز کے اہم قلعے پر فرانس کا قبضہ ہو گیا تھا مگر ان کلیسائی جاگیروں کا الحاق باضابطہ ابھی تک نہ ہوا تھا بلکہ صرف فرانسیسی حکام یہاں پر انتظام کرتے تھے۔ اس لئے نقشے پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ ہسپانیہ کی طرف سے بہت زیادہ خطرہ تھا۔ اور نیز یہ کہ جب تک فرانس اس زنجیر کو نہ توڑ ڈالے جو اس کو پیرنیز سے آبنائے ڈوور تک جکڑے ہوئی تھی۔ اس وقت تک وہ اپنے بے نظیر محل وقوع سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

مسئلہ والٹے لین ۱۶۲۲ء

یہ اسباب تھے جنھوں نے رشلیو کو ممالک نشیبی، رائن اور پیرنیز کی طرف فرانسیسی سرحد درست کرنے پر مجبور کیا۔ اور یہی اس کا اولین مقصد تھا۔ ان اسباب کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے فرانس کو خاندان ہابس برگ کے مقبوضات چھین لینے اور تسخیر کرنے کے راستے پر ڈال دیا۔ اور یہ طریق عمل اُس کے وقت سے لیکر زمانۂ حال تک یورپی سیاسیات میں سب سے نمایاں رہا۔ چنانچہ معرکہ نورڈ لنگین سے معرکہ سولفرینو (Solfereno) تک شاید ہی کوئی ایسی جنگ ہوئی ہو جس میں فرانس اور آسٹروی خاندان کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا نہ رہی ہوں۔ ہسپانیہ پر سب سے پہلے وار کیا گیا۔ کیونکہ اُس کو چھوڑنا خطرناک اور اس پر حملہ کرنا نہایت آسان تھا۔ ہسپانوی فوجیں جو نواح ملان میں متعین تھیں اُنھوں نے ۱۶۲۲ء میں وادی والٹے لین پر زبردستی قبضہ کر لیا تاکہ وہ سلطنت آسٹریہ کے ساتھ ذرائع آمدورفت کو محفوظ کر سکیں۔ اور نیز اُنھوں نے گریزوں کی لیگ (Legue of the Grisons) کے خاص شہر خورہا کے حکام کو مجبور کیا کہ وہ ایک شہنشاہی دستے کو اپنے ہاں متعین کر لے۔ یہ بلاشک وشبہہ غاصبانہ عمل تھا اسی سے رشلیو کو اپنے حریف پر ایک مہلک ضرب لگانے کا موقع ہاتھ لگا۔ والٹے لین ایک کشادہ اور زرخیز وادی ہے جو جھیل کومو کے سرے سے شمال مشرقی سمت میں وسط رائے ٹین (Rhaetian) ری ٹیائی آلپس تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس وادی کے وسط میں ایک درۂ کوہ ہے جس میں سے فوجیں نہایت آسانی سے گذر سکتی ہیں۔ یہ درہ مشرق کی طرف وادی آویجے میں ٹرنٹ کے ذرا اوپر نکلا ہوا ہے اس وادی میں مشہور درۂ برنیر واقع ہے جس کے ذریعے سے انزبروک (Innsorocke)

اور جنوبی جرمنی کے ساتھ آمد و رفت آسان و محفوظ ہے۔ یہ اکیلا راستہ تھا جس کے ذریعے سے فوجیں اور رسد سلطنت سے میلن کو بھیجی جا سکتی تھیں۔ کیونکہ دوسرے درّے جو ٹیرول (Tyrol) کارنتھیا (Corinthia) سے سیدھے اطالیہ میں آتے تھے وہ جمہوریہ وینیس میں نکلتے تھے اور وینیس بالعموم شہنشاہی فوجوں کی آمد کو پسند نہیں کرتا تھا۔ بہرحال والٹے لین کو محفوظ کرنے کے بعد بقیہ راستہ خود بخود محفوظ ہو جاتا تھا کیونکہ وہ حدود شہنشاہی میں واقع تھا۔ غرض کہ شاہانِ آسٹریہ کا اطالیہ میں تسلّط قائم رکھنے کے لیے والٹے لین پر ان کا قبضہ رہنا نہایت ضروری تھا۔ مگر خود وادی گریزون کی لیگ والوں کے قبضے میں تھی، جون ۱۶۰۵ء میں فرانس کی حفاظت میں آگئے تھے اسلئے جب ہسپانیہ نے فوجیں والٹے لائن میں بھیجیں اور وادی میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور گری زون کے شہر خور میں جبراً فوجی دستہ متعین کیا تو لوئی سیزدہم کو بحیثیت محافظ اس میں مداخلت کرنی پڑی۔

اس کی واپسی گریزوں کو ۱۶۲۶ء

رشلیو نے اپنی تدابیر فوراً شروع کر دیں۔ ۱۶۲۴ء میں اس نے شہزادہ ویلز چارلس اور لوئی سیزدہم کی بہن ہنری ایٹا ماریا Henrietta Maria کی شادی ٹھیرائی جس کے ذریعے سے وہ اُمید کرتا تھا کہ جب وہ والٹے لین میں مصروفِ جنگ ہوگا اس وقت انگلستان ممالکِ اولیٰ سمندر میں اُس کی مدد کریگا۔ فرانسیسی قیادت میں گریزوں کی کوہستانی فوج نے خور سے شہنشاہی سپاہ کو اور والٹے لین سے پاپائی سپاہ کو جو ہسپانیوں کی جگہ آگئی تھی، مار بھگایا۔ فرانسیسی دستے کا سردار لے دی گی ایر جینوا کے خلاف سیوائے کی مدد کو بڑھا مگر ٹھیک اُسی وقت لاروشل کے ہیوگونو نے بغاوت کی۔ اسلیئے رشلیو ڈرا کہ مبادا اندرونی اور بیرونی جنگ میں ایک ساتھ پھنس جائے۔ پس اُس نے ہسپانیہ کے ساتھ معاہدہ کر لیا جو بمقام مونزون مارچ ۱۶۲۶ء میں مرتب کیا گیا۔ اس کی روسے وادی والٹے لین اہلِ گری زون کے قبضے میں چھوڑ دی گئی۔

وراثت مان توآئی ۱۶۲۷ء

آئندہ تین سال تک رشلیو اور فرانس کی پوری قوت تسخیر لاروشل اور جنگ انگلستان میں مصروف رہی۔ جو ۱۶۲۴ء کے معاہدۂ ازدواج کے بعد ہی اور غالباً اُسی کے وجہ سے چھڑ گئی تھی۔ ۱۶۲۹ء میں ساوہ پھر

اطالوی معاملات کی طرف توجہ کرنے کے لیئے آزاد ہوگیا۔ سنہ ۱۶۲۷ء میں مان توا اور مونٹ فیراٹ کا ڈیوک فوت ہوگیا۔ اُس کا قریب ترین وارث نیویرس کا فرانسیسی ڈیوک تھا۔ مگر شہنشاہ کو مِلان کے اس قدر قریب ایک فرانسیسی شاہزادے کی موجودگی پسند نہ تھی۔ پس ہسپانیہ کے اشتعال سے اُس نے طے کرلیا کہ وراثت متنازع فیہ کی بنا پر اس پر قبضہ کرے۔ چنانچہ ہسپانوی فوجوں نے فوراً مان توآ اور مونٹ فراٹ کو تاخت تاراج کر ڈالا اور ڈیوک نیویرس کو کاسالے میں بھگاکر محصور کرلیا۔ لیکن اطالوی شہزادے شہنشاہ کے ایک منسوخ ومشکوک حق کے آگے سر اطاعت خم کرنے کے لیئے تیار نہ تھے پاپائے روما آربن ہشتم نے جو فرانس کا ہمدرد تھا وینس سے ملکر فرانس سے مدد طلب کی اور جنوری سنہ ۱۶۲۹ء میں لوئی اور رِشلیو ایک بڑا لشکر لیکر مُونٹ جنیورے (Genevere) کے پار آئے۔ اور سوسا Susa پر قبضہ کرلیا اور کاسالے کو چھڑا کر والی سیوائے کو مصالحت پر مجبور کیا۔ مگر ہیوگونو کی بغاوت عین فتحمندی کے وقت لوئی کو پھر واپس لے گئی مارچ سنہ ۱۶۲۹ء اور اُسی سال کے موسم خزاں میں نئی فوجیں جو جرمنی میں شہنشاہی کامیابی کی وجہ سے آزاد ہوگئی تھیں اسپینولا کے زیر قیادت اطالیہ میں در آئیں اور مان ٹوآ (Mantua) اور کاسالے کا محاصرہ کرلیا۔ لوئی نے ایک بڑی فرانسیسی فوج لے کر سنہ ۱۶۲۹ء و سنہ ۱۶۳۰ء کے سرما میں آلپس کو قطع کیا مگر اس کی سخت کوششوں کے باوجود ہسپانیہ اور سلطنت کی متحدہ فوجیں مان ٹوآ اور مونٹ فیراٹ سے نہ ہٹائی جاسکیں لیکن جرمنی پر گستاؤس کے حملے نے جس کو فرانس اور نیز پوپ سے تائید پہنچ رہی تھی، شہنشاہ کو صلح کے لیئے آمادہ کردیا اور پاپائی نائب گالی جولیو مازارینی (جو زمانہ مابعد میں فرانسیسی تاریخ میں بہت نامور ہوا ہے) کی سیاسی تدبیروں سے ایک ہنگامی صلح ہوگئی جس نے بعد ازاں کے راسکو کے صلح نامے کی صورت اختیار کی (اپریل سنہ ۱۶۳۱ء) اس

معاہدہ کے راسکو سنہ ۱۶۳۱ء

معاہدہ کی رو سے ڈیوک نیویرس ڈچی پر سرفراز کیا گیا۔ اور فریقین نے مفتوحہ قلعے واپس کردیئے۔ مگر پِنیرولو فرانس ہی کے قبضے میں رہا۔

اس طرح آسٹروی خاندان کے خلاف رِشلیو کی پہلی کوشش ختم ہوئی۔ رِشلیو کے اکثر منصوبوں کی طرح دیکھنے میں یہ منصوبہ بھی نہایت عمدہ تھا۔ لیکن اس کی تعمیل اُسی عمدگی

کے ساتھ نہ ہو سکی کیونکہ اُس میں بہت ہی دقتوں کا سامنا کرنا تھا ان میں سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ اس کو اندرون ملک میں ہیوگونوا ور امرار کی مخالفت نے بہت پریشان کر رکھا تھا اطالیہ میں اس کی حکمت عملی کوئی جداگانہ منصوبہ نہ تھا بلکہ یہ ایک بڑے کل کا جزو تھی یعنی جس وقت وہ اطالیہ میں شہنشاہی فوجوں پر کھلم کھلا حملہ آور تھا اُس وقت وہ درحقیقت جرمنی میں شاہنشاہی قوت کی جڑ کاٹ رہا تھا۔ اور اگر ۱۶۳۱ء میں اُس نے مناسب سمجھا کہ تسخیر سوائے اور کسی درۂ کوہ آلپس کے حصول پر قناعت کرے تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت جرمنی کی بجائے اطالیہ میں گویا بالواسطہ جنگ کے ذریعے وہ اپنا مقصد زیادہ عمدگی کے ساتھ حاصل کر سکتا تھا۔

رشلیو کی سازشیں جرمانیہ میں ۱۶۳۰ء

ولندیزوں کی معاونت اور مینس فلڈ کی فوج کو ۱۶۲۴ء میں ممالک شیبی بھیج کر وہ ہسپانیہ کے خلاف بغاوت کی آگ مشتعل رکھنے کی پہلے ہی کوشش کر چکا تھا۔ اب ۱۶۳۰ء میں اُس نے اپنے نہایت معتمد مشیر فادر جوزف کو ایگنز برگ کی مجلس رئیت میں بھیجا جہاں اُس نے والن شٹائن کو معزول کرائے اور کیتھولک لیگ اور میکسی می لین والی بیویریہ کو شہنشاہ سے علیحدہ کرنے کی سعی نہایت چالاکی کے ساتھ کی۔ پچھلے سال کی خزاں میں دوسرے کار آزمودہ مدبر نے ڈوانٹ زرک کا سفر کیا تاکہ فرانس کی وساطت سے پولینڈ و سویڈن کے درمیان صلح کرا دے۔ اور اس طرح اُس نے اُن متعدد رکاوٹوں میں سے ایک کو دور کر دیا جن کی وجہ سے گسٹاوس اڈولفس جنگ جرمنی میں شرکت کرنے سے ہچکچا رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت رشلیو اس خیال میں تھا کہ وہ گسٹاوس سے بحیثیت آلۂ جنگ کام لے سکیگا اور فرانسیسی مدد دیکر اس سے شہنشاہ کے خلاف فرانس کی لڑائیاں لڑوا سکیگا۔ مگر اُس کو اپنی غلطی بہت جلد محسوس ہوگئی گسٹاوس نے فوجی اور سیاسی آزادی میں کوئی مداخلت گوارا نہ کی وہ اس پر راضی تھا کہ فرانس اگر چاہے تو جنگ میں علانیہ شرکت کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنی لڑائیوں کو رائن کے مغربی کنارے تک محدود رکھے۔ مگر وہ اپنی قیادت میں کسی قسم کی مداخلت کا ایک لمحہ کے لئے بھی متحمل نہ تھا۔ فرانسیسی روپے کے عوض میں معاہدہ بئیر والڈے مرتبہ ۱۶۳۱ء سے رشلیو کو جو کچھ فائدہ حاصل ہوا وہ صرف یہ وعدہ تھا کہ جبتک بویریہ اور کیتھولک انجمن گسٹاوس کے ساتھ دوستی یا غیر جانبداری برتینگی اوسوقت تک

وہ بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریگا۔ یہ وعدہ زیادہ سودمند نہ ثابت ہوا کیونکہ معرکہ برائی ٹنفیلڈ کے بعد جب گسٹاوس نے وائینا کے بجائے وسطی اور جنوبی جرمنی کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو بویریہ کو شہنشاہ کی مدد سے باز رکھنے کی ساری اُمیدیں جاتی رہیں۔

فرنچ مداخلت جرمانیہ میں ۱۶۳۲ء تا ۱۶۳۴ء

جب تک گسٹاوس زندہ رہا تب تک جرمن سیاسیات پر رشلیو کا کوئی اثر نہ تھا۔ اگر وہ چند سال اور زندہ رہتا تو بہت ممکن تھا کہ شہنشاہ اور شاہ سویڈن کے خلاف جرمنی میں رشلیو کے زیر سیادت ایک اتحاد قائم ہو جاتا۔ جس کی تائید میکسی می لین اور والن شٹائن دونوں کرتے لیکن گسٹاوس کی موت نے جرمنی معاملات میں فرانس کی آواز کو فیصلہ کن بنا دیا۔ ۱۶۳۲ء ہی میں فرانسیسی فوجیں رود رائن کے کنارے پر نمودار ہوئی تھیں اور انتخاب کنندہ ٹریر (Trier) کے ایما سے انھوں نے اہرین برائٹ شٹائن (Ehrenbrietstian) کے نئے قلعے میں فوجیں متعین کر دی تھیں۔ اُسی سال رشلیو ہائیل برون کی انجمن میں شریک ہو گیا اور اُس طرح سے اس کو جرمنی معاملات میں مداخلت کرنے کا حق حاصل ہو گیا۔ ۱۶۳۳ء میں ایک فرانسیسی فوج نے لورین Loraene کے قدیم جرمن سرزمین پر دھاوا کیا اور اُس کے صدر مقام نانسی کو لے لیا۔ کیونکہ متواتر کارڈی نل[1] کے خلاف بہت سی سازشیں ہوئی تھیں اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ لورین کا ڈیوک ان سازشوں میں شریک ہے۔ ۱۶۳۴ء میں معرکہ نوردلنگین نے جرمنی کو رشلیو کے بس میں کر دیا۔ سرزمین جرمنی جو لوٹ مار کا شکار بنی ہوئی تھی وہ تباہ کن فوجوں کی مزاحمت مشکل سے کر سکتی تھی۔ غریب اور تباہ شدہ سویڈن کوئی قربانی نہیں کر سکتا تھا۔ اور انگلستان خود اپنے مالی دقتوں میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ وہ جرمنی کو کسی قسم کی مدد نہیں پہنچا سکتا تھا۔ صرف فرانس ہی ایسا تھا جو مصارف جنگ مہیا کرنے پر قادر اور تیار تھا۔ بس وہ ہائیل برون کی لیگ کا محافظ و ناظم ہو گیا اور برن ہارٹ والی ساکسے وائیمار اور اُس کی فوج کو ملازم رکھ کے اُس نے سویڈن سے مطالبہ کیا کہ آلپس کے جو قلعے اُن کے قبضے میں ہیں وہ اُس کے حوالے کر دیئے جائیں۔ ۱۹ رمئی ۱۶۳۵ء کو اس نے

اعلان جنگ ہسپانیہ کے خلاف ۱۶۳۵ء

[1] کارڈی نل سے مراد رشلیو ہے جسے بارگاہ پاپائی سے یہ معزز خطاب عطا ہوا تھا۔ مترجم

ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کا سرکاری طور سے اعلان کر دیا ۔

فرانسیسی مداخلت سی سالہ جنگ کی نوعیت بدل دیتی ہے ۔

اُس وقت سے سی سالہ جنگ کی نوعیت بالکل بدل گئی ۔ اب وہ مذہبی جنگ نہ تھی اور اُس کا مقصد یہ نہ تھا کہ جوابی اصلاح مذہب کی ترقی کو روکنے یا کیتھولک یا پروٹسٹنٹ مذہب کو مٹنے سے بچائے ۔ اب وہ حقوق شہنشاہی کی بھی جنگ نہ تھی کہ شہنشاہ کے اقتدار یا شاہزادوں کے مخصوص حقوق کی محافظت کرے ۔ اور نہ اب یہ جائداد کی جنگ تھی کہ سنہ ۱۵۵۵ء کی ملکی صلح کی خلاف ورزی کو روکے ۔ اور اب اسکی غرض یہ بھی نہ تھی کہ فوجی قوت کی مدد سے ایک جدید طرز پر جرمنی کی تنظیم کی جائے ۔ بلکہ اب اس جنگ میں جو سرزمین جرمنی پر جرمنی کی تباہی کے لیئے ہورہی تھی، جرمن مفاد کا قطعاً لحاظ نہ تھا ۔ وہ دراصل خاندان بوربون Bourbon وخاندان ہابس برگ کی جنگ ہوگئی تھی اور اس کی غرض یہ تھی کہ الساس اور لورین لیکر ہسپانیہ کی قوت توڑ دی جائے اور فرانس کی قوت بڑھائی جائے ۔ دوسرے یہ جنگ سویڈن اور سلطنت شاہنشاہی کی جنگ تھی تاکہ اوّل الذکر نے جس قدر مصارف برداشت کیئے تھے اور جس قدر خون بہایا تھا اُس کے معاوضے میں جرمن زمین کے چند قطعات حاصل کرلے ۔ مگر اس طولانی جنگ کے دردناک قصے میں دو باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں ۔ ایک تو فرانسیسی قوت کی ترقی اور دوسرے عمدہ سپہ سالاری کی شاندار کامیابی ۔

جنگ میں فرانس کی شرکت اول اول شہنشاہی کامیابیوں کو نہ روک سکی رشلیو نے فرانس کے ذخائر اور فوجی قوت کا غلط اندازہ کیا تھا اُس نے میدان میں چار فوجیں بھیجیں جن میں تخمیناً ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی تھے مگر چونکہ وہ لڑائی سے ناآشنا تھے اور نہ انکو کافی رسد اور نہ مناسب تنخواہیں ملتی تھیں

سرحد فرانس پر پیسود حملے سنہ ۱۶۳۵ و ۱۶۳۶ء

اس پر طرہ یہ تھا کہ ان کی رہبری کے لیئے کوئی ہوشیار سردار بھی نہ تھا پس وہ ہسپانیہ اور شہنشاہ کے جنگ آزماؤں کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے ۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ فرانس کی نئی حکومت نے بڑے پیمانے پر جنگ کی تھی ۔ چنانچہ اس مرتبہ اس کو تجربہ حاصل کرنے میں بہت نقصان اٹھانا پڑا ۔ سنہ ۱۶۳۵ء و سنہ ۱۶۳۶ء و سنہ ۱۶۳۷ء کے حملوں میں شکست پر شکست ہوتی گئی ۔ جرمنی میں فرانس کی فوجوں سے سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوسکا کہ جہاں تھیں وہیں جمی رہیں الساس اور لورین میں دشمن ہر جگہ فتحمند ہوئے

اور فرانسیسیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ ۱۶۳۶ء میں ایک ہسپانوی سپاہ نے خود فرانس پر دھاوا کیا اور پیرس پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اگر ممالک رائین میں برن ہارٹ جیسا بیدار مغز سپہ سالار نہ ہوتا اور اگر سویڈی فوجوں کو کامیابی حاصل نہ ہوئی ہوتی تو یہ بہت ممکن تھا کہ شہنشاہ کل جرمنی کو صلح پراگ کے شرائط ماننے پر مجبور کرتا اور سویڈن کو جرمنی سے نکال کر مسائل متعلقہ کو محدود کر دیتا۔ اور جنگ صرف فرانس اور آسٹریا۔ ہسپانیہ کی قومی جنگ کی صورت اختیار کر لیتی۔ بیویریا اور کیتھولک جرمنی سیکسنی برانڈن برگ اور قریب قریب تمام لوتھرانی شہزادوں نے پہلے ہی صلح کو منظور کر لیا تھا۔ مگر اکسنس ٹیبرنا اور سویڈوں نے طولانی گفت و شنید کے بعد انکار کر دیا۔ کیونکہ شہنشاہ اور جان جارج جرمنی میں سویڈن کو ایک انچ زمین بھی دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ دوسری طرف سویڈی صرف مالی معاوضہ پر قانع نہ تھے پس سیکسنی اور برانڈن برگ نے اپنی فوجیں شہنشاہ کی سپاہ سے ملا دیں اور طے کر لیا کہ وہ اہل سویڈن کو سمندر کے پار ان کے ملک میں واپس بھگا دینگے۔ یہ بڑا نازک موقع تھا۔ اگر ۱۶۳۵ء کے خزاں میں مصالحت کی آخری نا امیدی کے بعد سیکسن فوجیں پوری

جرمانیہ میں بانیر کی کامیابی معرکۂ وٹسٹاک ۱۶۳۶ء

قوت سے بڑھتیں، تو وہ سویڈی جرنیل بانیر Baner کو ساری فوج کے ساتھ ماگڈے برگ میں پامال کر ڈالتیں مگر اس موقع کو بچا کر بانیر احتیاطاً شمال کی طرف ہٹ گیا اور وہاں اس کو پر زور کمک پہنچ گئی۔ اب اس کے تحت میں دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کافی فوج ہو گئی پس اس نے کوچ پر کوچ کر کے ۴۔ اکتوبر ۱۶۳۶ء کو برانڈن برگیون پہنچنے سے پہلے سیکسنی والوں اور شہنشاہی سپاہ پر بمقام وِٹسٹاک چھاپا مارا۔ وِٹسٹاک میکلن برگ کی طرف برانڈن برگ کی سرحد پر واقع ہے۔ انتخاب کنندہ کی فوج کا قلع قمع ہو گیا۔ اور جس طرح رائین کے کنارے شہنشاہی سپاہ Imperialists بالادست اسی طرح بانیر شمالی جرمنی میں آئندہ موسم خزاں تک، جبکہ اسے دوبارہ پامیرانیہ میں پسپا ہونا پڑا، چیرہ دست رہا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیاسیات اور جنگ دونوں میں رشیلیو نے اپنی حالت کو سال بہ سال بہتر بنایا۔ جس طرح اس نے فرانس پر حکومت کرنی بتدریج سیکھی تھی۔ اسی طرح لڑائیاں جیتنا بھی رفتہ رفتہ سیکھ گیا۔ اپنی عمر کے آخری چار سالوں میں اس نے اپنے گذشتہ ایام کی

برن ہارٹ برائی زاخ پر قبضہ کرتا ہے ۱۶۳۸ء

مستقل شقتوں کا ثمرہ حاصل کیا۔ ۱۶۳۸ء میں برن ہارٹ والی ساکسے ڈوائیمار بالائی ممالک رائن پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور شہنشاہی فوج کو رائن فیلڈین Rhine felden میں شکست دیکر برائس گاؤ کے شہر فرائی برگ Frieburg پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹ دسمبر کو برائی زاخ کا اہم قلعہ فتح کر لیا۔ جس وقت رشلیو نے یہ خبر سنی تو وہ اپنے جاں بلب دوست جوزف کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ اور چلا کر کہا۔ "بابا جوزف! کمر ہمت باندھو برائی زاخ پر ہمارا قبضہ ہو گیا"۔ اور حالت جانکنی میں اطمینان و قوت کلمہ ہی ترا لا توشۂ آخرت لیکر یہ چالاک مدبر مکر و فریب کی اس دنیا سے رخصت ہو گیا، جہاں گذشتہ دس سال تک اس کا باریک بیں دماغ امور حل طلب کی عقدہ کشائی کرتا رہا تھا۔ آیندہ سال جولائی میں

برن ہارٹ کی موت۔ اس کی فوج فرانس کے زیر قیادت آجاتی ہے

برن ہارٹ بھی مرگیا اور اُس کی فوج کل مقبوضات کے ساتھ براہ راست فرانس کے زیر قیادت آگئی السیاسی Alsatian شہروں میں فرانسیسی حکام مامور کیئے گئے اور اس وقت سے الساس کا الحاق خاندان بوربون کی سیاسی کوشش کا مستند مقصد ہو گیا۔ رشلیو کی کامیابیاں خشکی تک محدود نہ تھیں۔ جب روز ہیو گونو سوبز Soubise نے بندرگاہ بلاوے میں چند فرانسیسی جہازوں پر قبضہ کر لیا اور مغرور کارڈینل کو انگریزوں اور ولندیزوں کے آگے باغی اہل روشل پر حملہ کرنے کے واسطے چند جہاز مانگنے پڑے اس ناشملی دن کے بعد سے رشلیو نے جہازوں کی تیاری پر خاص توجہ کی ۱۶۳۹ء میں پہلا فرانسیسی بیڑہ رود بار میں نمودار ہوا۔ اور ہسپانیہ کے بھاری جہازوں سے مقابلہ کرنے اور اُس رشتے کو جو ممالک نشیبی کو اس کے ساتھ جوڑے ہوئے تھا، کاٹنے کے لیئے آمادہ نظر آیا۔ اب فرانس کی تقدیر میں ہسپانیہ کے ساتھ وہی سلوک کرنا لکھا تھا جو انگلستان کی الیزبتھ نے پچھلی صدی میں کیا تھا۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جبکہ فرانس ہسپانیہ سے بحری حکومت چھین سکے۔ ہسپانوی فرانسیسی بیڑے سے تو بچ گئے مگر فرانسیسی حلیف ولندیزوں کے ہاتھ سے لگے

ہسپانوی بیڑے کی شکست ڈاؤن میں ۱۶۳۹ء

دشمنوں کے ہلکے جہازوں سے تنگ آکر انھوں نے انگلستان کے غیر جانبدار جھنڈے کے نیچے ڈاؤن میں پناہ لی لیکن ولندیزی امیر البحر نے وہاں بھی اونکا پیچھا کیا۔ اور کچھ جہاز جلا دیئے اور کچھ چھین لئے۔ بقیہ ڈن کرک کے دوستانہ دامن میں پناہ گزیں

ہوئے۔ اس وقت سے جب تک ہسپانیہ فرانس یا ممالک ادنیٰ سے سرگرم جنگ رہا اُس کے لیئے رود بار انگلستان کا راستہ مسدود ہو گیا۔ آئندہ سال تاج ہسپانیہ کو اس سے

پرتگال اور قطلونیہ کی بغاوت ۱۶۴۰ء

بھی زیادہ مصیبتیں پیش آئیں۔ فرانسیسی معاونت پاکر پرتگال نے کامیابی کے ساتھ پھر آزادی کا اعلان کر دیا اور دسمبر ۱۶۴۰ء میں خاندان براگینزا کے زیر سیادت پھر اپنی حکومت قائم کی۔ اس سے کچھ ہی روز پہلے جوشیلے قطلونیوں کی بغاوت نے جنوب کی طرف سے فرانس پر حملے کے خطرے کو بالکل دور کر دیا اور فرانس کے لیئے روسی اون کا راستہ کھول دیا اُس سال بہ ہی فرانسیسی پھریرا پیورن کی فصیل پر گاڑ دیا گیا۔ آئندہ چند سال میں رشلیو نے مقبوضات کو مستحکم کیا اور جب دسمبر ۱۶۴۲ء میں رشلیو مرا تو اُس کو اس خیال سے بڑی تسکین تھی کہ اس کا پنجہ اس کے قوی دشمن کے گلے پر پہنچ گیا ہے اور وہ اس کا گلا گھونٹ رہا ہے چونکہ فرانس کی فوجیں دریائے رائن کے کنارے اور میدان پیڈمونٹ میں نہایت مضبوطی سے مورچہ بند تھیں۔ فرانسیسی حکام الساس اور لورین میں فرمانروائی کرتے تھے۔ اور روسی اون، سروانی اور درہ ہائے سیوائے فرانس کے قبضے میں تھے پس فرانس کو فی الحقیقت ایسی سرحد حاصل ہو گئی تھی جو اُسے صرف اچانک حملوں ہی سے نہیں بچاتی تھی بلکہ اب اگر وہ چاہتا تو قبل اس کے کہ اُسکے دشمن اُس کے خلاف فوجیں اکھٹا کر سکیں خود وہ دشمنوں پر نہایت پھرتی سے مہلک یلغار کر سکتا تھا۔ غرض اٹھارہ سال کی حکومت میں رشلیو نے فرانس کو مرکزیت۔ اتحاد

فرانس کی بہتر حالت رشلیو کی موت کے وقت ۱۶۴۲ء

اور حسب منشار حدود مہیا کر دی تھیں۔ فرانس دو بحروں کے درمیان میں واقع تھا اور پیرنیز ووژ اور آلپس سے گھرا ہوا تھا۔ اور رائن اور شیلٹ پر بھی قبضہ تھا۔ پس اب یورپ میں فوقیت حاصل کرنے کے سب اسباب اس کے پاس جمع ہو گئے تھے۔

رشلیو کے طرز عمل کا تسلسل عہد مازارین میں

سخت و سنگدل رشلیو کی موت کے بعد فرانس کے طرز عمل کی باگ نرم و سازشی مازارین کے ہاتھ میں آئی۔ مگر اس تبدیلی سے معاملات خارجی کے انتظام میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ لوئی سیز دہم اپنے عالیوقار وزیر کے تھوڑے ہی دن بعد مر گیا۔ اور اُس کے فرزند لوئی چہار دہم کے عہد طفولیت میں مادر سلطانہ این شاہزادی آسٹریا جو مازارین پر فدا تھی متولیہ سلطنت

مقرر کی گئی۔ اور آسٹروی ہسپانوی خاندان (؟) کا ملک چھین لینے کی حکمت عملی پر شدومد کے ساتھ عمل ہو تا رہا صغیرسن بادشاہ کی تخت نشینی کے کچھ ہی دن بعد فرانسیسی لشکر نے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی کہ ڈیوک گینر کے کیلے Calais فتح کرنے کے بعد نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ڈان فرانسیسکو میلو Don Francisco Mello نے جو کارڈینل شاہزادہ Cordinal in fant کے بعد والی ممالک نشیبی ہوا تھا فرانس میں تبدیلی وزارت سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ اور جس قدر فوج جمع کر سکا وہ کاؤنٹ فوین ٹیکس کی معیت میں سرحد کے پار بھیجی۔ مازارین نے جو شاہی خاندان کے افراد کو اپنی ذات سے وابستہ کرنا چاہتا تھا۔ فرانسیسی فوج کی قیادت شاہزادہ کونڈے Gonde کے بڑے بیٹے ڈیوک دانگی ادین کے سپرد کی۔ جو خود بھی اسی نام (کونڈے) سے مشہور ہے۔ اُس نے ۱۹ مئی ۱۶۴۳ء کو ہسپانویوں کو آن دلدلوں میں مورچہ بند پایا جو روک رواَ کے چھوٹے قلعے کو گھیرے ہوئے تھیں کونڈے نے جنگ کی طولانی ترتیب میں بھی قیادت کی اعلیٰ قابلیتیں نہیں حاصل کی تھیں مگر اس کی ذات کا لوگوں میں ایک مقناطیسی اثر تھا، جو معرکۂ جنگ میں اشد ضروری ہے۔ سپاہی اُس کے ساتھ ہو کر

ہسپانیہ کی جنگی قوت کا زوال روک روآ میں ۱۶۴۳ء

جانے کے لیے تیار رہتے تھے فرانسیسی جوش نے جس کا ذکر سولھویں صدی کی اطالوی جنگوں کے سلسلے میں اکثر آچکا ہے افریقی درویشوں کی یورش کی طرح ایک غیر قواعد داں گروہ کے دیوانہ وار حملے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ کونڈے پہلا شخص تھا جو قواعد داں فوج کی اس قوت کو کام میں لایا اور فرانسیسی حملے کی طرز کو اس نے لڑائی کی فیصلہ کن نقل و حرکت بنا دیا۔ ہسپانیہ کے بڑے کپتان گونزالو و ساکن قرطبیہ کے زمانے سے لیکر ہسپانوی پیادہ فوج دنیا بھر میں سب سے بہتر تھی نیزہ برداروں کی پیوستہ جمعیت جو ایک قلعہ کی صورت میں جمع ہوتی تھی اپنے استقلال سے سواروں کے حملوں کا تدارک کر سکتی تھی۔ اور اپنے وزن کی وجہ سے ہر مزاحمت کو زیر کر سکتی تھی۔ مگر ایک مرتبہ منتشر ہونے کے بعد یہ جماعت پھر درست نہیں ہو سکتی تھی۔ اور نیزوں کی خار پشت کو توڑ دینا گویا کہ فتح حاصل کرنا تھا۔ معرکہ برائی ٹنفلٹ میں گسٹاوس نے دکھلایا تھا کہ کس طرح توپوں اور بندوقوں کی گولہ باری سے ان طاقتور جمعیتوں میں راستہ بنایا جا سکتا ہے۔ جس میں گھس کر دست بدست لڑائی کے شور و شغب میں دسالے وزن کو وزن سے زیر کر سکتے ہیں۔ روک روآ میں کونڈے نے اپنی پھرتیلی اور قواعد داں پیادہ فوج کے ساتھ اسی طرز کے اصول کی تمثیل پیش

کی ہسپانوی فوج کی گھنی اور ثابت قدم جمعیت پر خوفناک گولہ باری کرکے وہ اس وقت کے انتظار میں تھا جبکہ سپاہیوں کے گرنے سے صفوں میں کھلبلی مچ جائے۔ تب اس نے اپنے سبک و قواعد داں پیادوں کو ان کی صفوں کے اندر بڑھایا اور کچھ فوج کو سامنے سے بھیجا۔ یہ واقعہ آرماڈا اور انگریزی جہازوں کی جنگ سے مشابہ ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ یہ معرکہ خشکی میں واقع ہوا تھا غرض فرانسیسیوں کے ہجوم کے مقابلے میں اس زبردست جمعیت سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنا حملہ آوروں نے اُس کو بازو، عقب اور سامنے سے گھیر لیا اور وہ اپنی ترتیب کو بدل نہ سکی اور نہ لڑائی کے مقررہ قواعد پر عمل کر سکی۔ اس کے سپاہی منتشر ہوکر بھاگنا نہ جانتے تھے۔ اُن کے لیئے سوائے مرنے کے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

فوین ٹیس کے بوڑھے کاؤنٹ کی صورت سے حسرت ٹپکتی تھی اور یہ حسرت ایسی ہے جس کی ترجمانی مشکل ہے۔ وہ اپنی چیدہ فوج کے جلد جلد گھٹنے والے مربع کے وسط میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، کیونکہ گٹھیا کی وجہ سے وہ کھڑا بھی نہیں ہوسکتا تھا اس کی فوج ہر لحظہ کم ہوتی جاتی تھی۔ مگر اس نے اطاعت کا خیال بھی نہیں کیا اور اٹل موت کا صبر وخاموشی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔ اب اس میں اتنی بھی قوت نہ تھی کہ وہ ذاتی محافظت یا ملک یا ملکی عظمت کے لیئے جدوجہد کر سکے گو یہ ظاہر تھا کہ اسی ہنگامے میں جو روک روآ کے نوجوان فاتح کا خیر مقدم کر رہا تھا ہسپانیہ کی ملکی عظمت کا شور ماتم برپا تھا۔

بالائی ممالک رائن کی تسخیر فرانس کے ساتھ ۱۶۴۵ء تا ۱۶۴۸ء

روک روآ کی فتح نے فرانس کو یورپ میں اول درجہ کی جنگی قوت بنا دیا مگر اس کی ساری قوتیں دریائے رائن کے کنارے نہیں بلکہ ممالک نشیبی میں صرف ہوئی تھیں۔ لہٰذا آئندہ سنین میں خاص جھگڑا ممالک رائن کی ملکیت کے لیئے ہوا۔ فرانس چاہتا تھا کہ دریائے رائن کے دونوں کناروں کو لیکر برائی زاخ وفلپس برگ سے مستقل قبضے سے، الساس پر اپنا قبضہ مستحکم کرلے۔ شہنشاہ اور میکسی می لین دونوں بڑی شدت سے لڑے۔ اول الذکر تو برائی زاخ کو جو ہابس برگ کا قدیم مقبوضہ تھا، دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لیئے سینہ سپر ہوگیا اور آخرالذکر کا مقصد سرحد بیویریا کو ذلت و پامالی سے بچانا تھا۔ انھیں محتاط مرسی اور باہمت ورتھ کو ایسے سردار ملے تھے جو کونڈے اور ٹیورین کے مقابلے کے ناقابل نہ تھے اگست ۱۶۴۴ء میں کونڈے نے مرسی کی خندقوں پر بے سود یورش کی۔ گو صائب الرائے ٹیورین کا خیال تھا کہ پہاڑوں کے درمیان سے جا بجا کوچ کرکے دشمنوں

کے عقب میں پہنچنے سے بیویریا جرنیل کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ ٹھیک ایک سال بعد ۱۳ اگست
سنہ ۱۶۴۵ء کو کونڈے نے ایک بیخوف و ناقابل مزاحمت یلغار کر کے مقام نورڈلنگین میں ایک
عظیم الشان فتح حاصل کی۔ مگر جانوں کا اس قدر نقصان ہوا کہ وہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔
حالانکہ شہنشاہی فریق اس وقت بڑی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا اور ٹارسٹن سن کے زیر قیادت
سویڈی فوج سے خود وائینا کی سلامتی خطرے میں تھی ٭

ٹیورین اور ورانگیل کی مہم سنہ ۱۶۴۶ و ۴۷ء

جنگ کو آخری شکل میں ڈھالنے کا فخر ٹیورین کو ہے سنہ ۱۶۴۶ء میں اُس کی ماتحتی میں پہلی
مرتبہ ایک معتدبہ لشکر آ گیا۔ اور اس کے آقا اور خود اس نے طے کر لیا وہ دو مختلف محاذوں پر
جنگ کرنے کے برباد کن رواج کو موقوف کر دیں گے۔ سویڈی فوجوں سے
اپنا لشکر ملا کر اُسے یقین تھا کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں ایک زبردست فوج لا سکیگا
اور جنگ کو ایک ہی ضرب میں ختم کر دیگا۔ وران گیل کو جسے ٹارسٹن سن
Torstenson
کی جگہ سویڈی فوج کی قیادت تفویض ہوئی تھی۔ اپنی تجویز پر راضی کر کے
ٹورین نے رائن Rhine کو کولون Koin کے نیچے مقام ویزل پر عبور کیا اور مین Main
کے کنارے وران گیل سے مل گیا آرک ڈیوک لیوپولڈ ولیم اور اہل بویریا اس کے سدراہ ہونا
چاہتے تھے۔ لیکن متحدہ فوج سیدھی ڈینیوب کی طرف بڑھی اور ڈونا وورتھ کو لیکر بویریا کے زرخیز و
سرسبز میدان میں پھیلی اور لوٹ مار کرتی اور آگ لگاتی میونخ کے پھاٹک تک پہنچ گئی۔ کچھ حصہ
Bregens Vorarlburg
تو وورارل برگ میں بریگینس
تک بڑھ آیا۔ عالم مایوسی میں میکسی می لین نے شہنشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور مئی سنہ ۱۶۴۷ء میں
حلیفوں کے ساتھ جداگانہ عارضی صلح کر لی۔ مگر وہ اپنے عہد پر زیادہ عرصے تک قائم نہ رہا اُس کے
ضمیر نے ملامت کی اور جب کلاہ منتخبی کے واسطے اُس نے اتنی قربانیاں کی تھیں اُس کے
چھن جانے کے خوف سے اوسی سال کے ماہ ستمبر میں پھر شہنشاہ سے جا ملا۔ اس عہد شکنی کا
Wrangel
بدلا نہایت سختی سے لیا گیا ٹیورین اور وران گیل کے ساتھ عزم و ارادہ
کو ملا کر، ایک لاکھ ستائیس ہزار کی جمعیت تھی اور وہ انتخاب کنندہ کے لشکر کو، ۱۷ مئی سنہ ۱۶۴۸ء
کو زس مارس ہوزن پر شکست دیکر ٹڈی دل کی طرح ملک پر چھا گئی۔ اور بقیہ جرمنی کی طرح اس کو بھی
تباہ و برباد کر دیا میکسی می لین نے والن شٹائن کے بوڑھے جرنیل پیکولومینی کو مدد کے لیئے
بلایا۔ اور اپنے خاندان اور ملک کی محافظت کے لیئے آخری کوشش کرنے کی تیاری کی لیکن

فوجوں کے مقابلے کے پہلے یہ خوش آئند خبر آئی کہ ۲۴ / اکتوبر کو میونسٹر Munster میں صلحنامے پر دستخط ہو گئے اور سی سالہ جنگ ختم ہو گئی۔

چند سال پہلے سے صلح کی خواہش روز بروز بڑھتی جاتی تھی جرمنی میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ صلح میں جو خاص رکاوٹیں تھیں وہ نزاع کے اصلی بانیوں کے ساتھ ختم ہو گئیں۔

صلح کی بات چیت ۱۶۳۲ء

فرڈی ننینڈ دوم ۱۶۳۷ء میں فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا فرڈی نینڈ سوم عقائد یا سیاسی مصالح کسی اعتبار سے بھی فرمان بازدہی کا پابند نہ تھا۔ انتخاب کنندۂ پیلے ٹن فریڈرک پنجم پہلے ہی ۱۶۳۲ء میں راہی ملک عدم ہو چکا تھا۔ کرسچین رئیس ان ہالٹ و کرسچین والی برنسوک والن شٹائن گسٹاوس اڈولفس و بیٹ لین گابور مر چکے تھے۔ اور ان کے طرز عمل نے دوسری شکلیں اختیار کر لی تھیں۔ در اصل اب کوئی اہم جرمن مسئلہ باقی نہیں رہا تھا جس کی عقدہ کشائی مشکل ہو صلح کی اصلی رکاوٹ فرانس کی حرص تھی اور آکسنسٹیرنا کا تہیہ تھا کہ وہ جرمنی کے صوبہ جات بالٹک میں سے سویڈن کیواسطے تھوڑا بہت ملک قطع کر لے مگر یہ رکاوٹیں صلح کی گفت و شنید کے آغاز کو نہ روک سکیں گو اس کی کامیابی کو روکنے میں انھوں نے بڑا حصہ لیا۔ پس ۱۶۴۲ء میں یہ طے پایا کہ وکلاء Deputis

مونسٹر اور اوسنابروک کی کانگریس

وسٹ فیلیا کے دو شہر میونسٹر اور اوسنابروک میں صلح کے شرائط پر بحث و مباحثہ کرنے کے لئے مجتمع ہوں۔ کچھ ایسی رکاوٹیں پیدا ہو گئیں کہ کانگریس کا اجلاس ۱۶۴۴ء کے پہلے منعقد نہ ہو سکا میونسٹر میں جو کیتھولک قوتوں کا مرجع تھا پاپائی ایلچی کیجی اور سفیر وینس کے زیر صدارت دیہ وہ دول تھیں جو جنگجو مملکتوں کے بیچ میں پڑی تھیں) سلطنت فرانس ہسپانیہ اور کیتھولک انتخاب کنندگان و شاہزادگان سلطنت کے نمائندے اکھٹا تھے۔ اوسنابروک میں سویڈن کے پروٹسٹنٹ انتخاب کنندگان و پروٹسٹنٹ شاہزادگان اور آزاد شہروں کے نائبین اور سفرائے فرانس مجتمع تھے اس طرح سے فرانس کی نیابت دونوں مقام پر ہوئی نمائندگان دول کو مجتمع کرنا تو آسان تھا مگر ان کو کام میں لگانا نہایت دشوار تھا۔ اثنائے گفتگوئے مصالحت میں عارضی صلح کی تجویز رد کر دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر خاص فریق نے اپنا مفاد اسی میں دیکھا کہ اپنی فتح یا ہزیمت کے مطابق گفتگوئے مصالحت کی تائید کریں یا انصرام صلح کے راستے میں روڑے اٹکائیں۔ قدامت و آداب کے مسائل جو سیاسی دماغ کو بہت عزیز ہوتے ہیں جب کبھی معاملات کی رفتار تیز ہو جاتی تو فرانس یا ہسپانیہ یا سویڈن کی طرف سے چھیڑ دیئے جاتے۔ غرض کہ کئی مہینے

گذر گئے اور وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا ؎

جب جرمن شہزادوں نے دیکھا کہ اُن کا ملک برباد ہو رہا ہے۔ اُن کے گاؤں جلائے جا رہے ۱۲۳
ہیں اُن کے شہر ویران کیئے جا رہے ہیں اُن کی رعایا مجبوراً سپاہی یا ڈاکو بنی جا رہی ہے اور جہاں

برانڈن برگ سیکسنی اور بیویریہ کے جداگانہ معاہدے

یہ ناممکن تھا وہاں اُن کو گھاس اور جڑیں حتیٰ کہ انسان کا گوشت کھا کر پیٹ بھرنا پڑتا ہے۔ اور یہ سب اس لیئے کہ السس کا الحاق فرانس سے ہو جائے یا سویڈن پامی رانیہ پر مسلط ہو جائے تو ویسٹ فیلیا کے مدبرین کی پیچیدہ معاملت سے اُنکا اعتبار ہٹ گیا اور وہ اپنی فلاح کی خود فکر کرنے لگے۔ ۲۴ جولائی سنہ ۱۶۴۲ء کو برانڈن برگ کے نوجوان انتخاب کنندہ فریڈرک ولیم نے سویڈن سے غیر جانبداری کا معاہدہ کیا جس نے برانڈن برگ کو عملاً دائرہ جنگ سے الگ کر دیا۔ ۱۲ اگست سنہ ۱۶۴۵ء کو جان جارج والی سیکسنی نے برانڈن برگ کی تقلید کی مگر اس کے شرائط بدرجہا بدتر تھے۔ جیسا کہ اوپر آ چکا ہے میکسی ملین والی بیویریہ کو بھی ٹیورین کے یلغار کے خوف سے ایک جداگانہ عارضی صلح کرنی پڑی تھی۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی صلح کے لیئے کس قدر بیتاب تھا۔ مگر واقعی قرارداد کا سبب وہ زور تھا جو شہنشاہ و میکسی ملین پر ٹیورین کی کامیابی آکسس سٹیرنا اور سویڈن پر اُن کی نوجوان ملکہ نے ڈالا گسٹاوس اڈولفس کی بیٹی

کرسٹینا والیہ سویڈن کی بداخلت صلح کی موافقت میں

کرسٹینا سنہ ۱۶۴۴ء میں سن رُشد کو پہنچی اور اس نے فوراً شاہانہ زور طبیعت اور حاکمانہ قابلیت ظاہر کی جس نے اُس کو اس صدی کی دلچسپ ترین شخصیت کا جامہ پہنا دیا۔ کچھ تو جنگ کی خونریزی ختم کرنے کی فطری خواہش سے اور کچھ اپنے تاج کی ضروریات سے اُس نے ویسٹ فیلیائی گفتگو کو کامیاب نتیجے پر پہنچانے کے لیئے جان لڑا دی اور دربار پیرس کو ایک سفارت بھیجی اور ربوڑ سے صدر دیوان کی مرضی کے سراسر خلاف اس نے بار بار کہا کہ سویڈن کے لیئے اب تک جس قدر مطالبہ کیا گیا تھا اس سے کہیں کم پر قناعت کرے گی ؎

صلح ویسٹ فیلیا سنہ ۱۶۴۸ء

پراگ میں نگران کاروں کے کھڑکی سے نیچے پھینکے جانے کے ٹھیک تیس سال اور پانچ ماہ بعد آخر کار ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۶۴۸ء کو صلحنامہ ویسٹ فیلیا پر دستخط ثبت ہو گئے۔ اس صلحنامے کی رو سے مذہبی مشکل یوں رفع ہوئی کہ مذہبی صلح آوگز برگ کے مطابق جو حقوق لوتھرانیوں کو حاصل تھے وہ کالونیوں کو بھی دیئے گئے

مسائل مذہبی کی عقدہ کشائی

سنہ ۱۶۲۴ء کا پہلا دن جانچ کا دن مقرر کیا گیا کہ کلیسائی جاگیروں کا مسئلہ طے کیا جائے۔ اس روز جو کچھ کیتھولک کے ہاتھ میں تھا وہ کیتھولک کے ہاتھ میں اور جو کچھ پروٹسٹنٹ کے ہاتھ میں تھا وہ پروٹسٹنٹ کے ہاتھ میں رہا۔ اسی طرح جو حدود مقرر ہوئیں وہ واقعات کے بالکل مطابق تھیں۔ کیونکہ جنوبی جاگیریں جو صریحاً کیتھولک تھیں کیتھولک ہی کے قبضے میں رہیں۔ اور شمال کے ضبط شدہ اوقاف مثلاً بریمن ورڈن ہالبر شٹاٹ اور ماگڈی برگ جہاں پروٹسٹنٹوں کی کثرت تھی پروٹسٹنٹوں کے قبضے میں رہے اس نے مذہب کیتھولک کے لیئے آسٹریہ کی آبائی ریاست میں اور بیویریہ، بوہیمیہ اور پلاطیہ بالائی میں جوابی اصلاح مذہب کے فتوحات کو مستحکم کر دیا۔ اس صلح نے یہ بھی لازمی قرار دیا کہ شہنشاہی عدالتوں میں دونوں مذہب کے ارکان برابر تعداد میں ہوں اب مسائل مذہبی کا اطمینان بخش حل تلاش کرنے میں قطعی وقت نہ تھی۔ حالانکہ یہی مسئلہ ابتداء جنگ میں نہایت اہم و وحشت انگیز تھا جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا فریقین پر کھلتا گیا کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو مٹا نہیں سکتا۔ اور گو وہ اعتراف نہیں کرتے تھے مگر بخوبی جانتے تھے کہ رواداری کی کس قدر ضرورت ہے۔ اب حل طلب اہم مسائل معاوضے کے متعلق تھے۔ آخرکار حسب ذیل شرائط منظور ہوئے:۔

ملکی معاوضہ

(۱) میکسی ملین والی بیویریہ کا حق منتخبی باقی رہا جو اس کے خاندان میں موروثی قرار دیدیا گیا۔ نیز اُسے اجازت مل گئی کہ وہ پیلےٹی پلاطیہ بالائی کا بیویریہ کی ڈچی سے الحاق کرلے۔

(۲) فریڈرک انتخاب کنندہ پلاطی کے بڑے بیٹے چارلس لیوئین کیلیئے نئی منتخبی قائم کی گئی اور پلاطیہ زیریں اس کو واپس کر دیا گیا۔

(۳) سویڈن کو مغربی پامی رانیہ مل گیا جس میں دہانہ رود اوڈر Oder اور بریمن و ورڈن شامل تھے جن کی وجہ سے اُسے جرمن دریاؤں کے کنارے اہم جنگی و تجارتی مقامات اور جرمن مجلس ملی میں حق نیابت حاصل ہوگیا۔

(۴) مغربی پامی رانیہ کے عوض میں جو برانڈن برگ سے لے لیا گیا تھا اس کو ہالبر شٹاٹ کامن Comin اور مِن ڈن اور ماگڈی برگ کا بڑا حصہ دیدیا گیا اور مشرقی پامی رانیہ میں اسکی وراثت تسلیم کرلیگئی اسکے علاوہ اب اسکا قبضہ ریاستہائے کلیوز مارک اور راونس برگ پر بھی ہوگیا۔ یہ ریاستیں عہد نامہ زانٹین کی رو سے سنہ ۱۶۱۴ء میں اسکے حصے میں آئی تھیں مگر اثناء جنگ میں

گسٹیوس ایڈلفس کا کوچ اور صلح وسٹ فیلیا کے نتیجہ میں ملکی تغیرات کا ظاہر کرنیوالا نقشہ



گسٹیوس ایڈلفس کا کوچ

فرانس رنگین

فتوح فرانس ۱۶۴۸ء

برانڈنبرگ پرشیا رنگین

برانڈنبرگ و پرشیا کے فتوح ۱۶۴۳ء تا ۱۶۴۸ء

صوبجات متحدہ رنگین

سوئیزرلینڈ رنگین

فتوح سویڈن ۱۶۴۸ء

فتوح سیکسن ۱۶۴۸ء

بویریا رنگین

فتوح بویریا ۱۶۴۸ء

قلمرو آسٹریا رنگین

ان پر ہسپانوی اور ولندیزی فوجوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

(۵) فرانس کو اسٹرڈی السیاس مع برائی زاخ Breisach مل گیا۔ علاوہ اسکے فلپس برگ میں فوج رکھنے کا بھی حق حاصل ہو گیا مگر اسٹراس برگ کا آزاد شہر صاف الفاظ میں سلطنت سے ملحق رکھا گیا۔ تینوں Metz ٹول Toal اور ورڈون باضابطہ فرانس سے ملا دیئے گئے اور اطالیہ میں فرانس کو قلعہ پینی رولو دیدیا گیا۔

(۶) لوسےشیا Lusatia پر سیکسنی کا قبضہ بدستور رہا اور ماگڈی برگ کی اسقفی کا کچھ حصہ بھی ملا۔ آخر میں ولندیزوں اور سوئیس کی آزادی تسلیم کرلی گئی۔

جس جنگ کو صلح وسٹ فیلیا نے ختم کیا اسی کی طرح یہ بھی ایک عہد کو ختم اور دوسرے کا آغاز کرتی ہے اور جرمنی میں جو مذہبی تقسیمیں سولھویں صدی کی اصلاح مذہب کے باعث حائل ہو گئی تھیں وہ ان کے طولانی صفحہ کو الٹتی ہے۔

دقائق مذہبی کا حل

اس نے ان مسائل کی عقدہ کشائی نہایت خوش اسلوبی سے کی۔ اس نے مذہبی فوقیت یا مذہبی آزادی کا کوئی بڑا اصول نہیں قائم کیا۔ بلکہ صرف واقعات کو تسلیم کرلیا۔ کالونیت جرمنی کی مذہبی قوتوں میں لوتھرانیت کے برابر پہنچ گئی تھی۔ اسلئے یہ واقعہ تسلیم کرلیا گیا۔ رعایا کے مذہبی امور کی بابت ہر شہزادے کو اپنے ملک میں صلح آوگزبرگ مرتبہ ۱۵۵۵ء کی رو سے پورا اختیار دیا گیا تھا۔ اور اس وقت سے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں اس اصول پر یکساں عمل پیرا رہے۔ اب یہ اصول قطعی مگر ضمنی طور پر مان لیا گیا اور آئندہ عناد و نزاع سے بچنے کے لیے مذہب کیتھولک و مذہب پروٹسٹنٹ کے درمیان ایسا ملکی خط کھینچا گیا جو بحد امکان حقیقی اختلاف عقائد کے مطابق تھا۔ شمالی پروٹسٹنٹ شہزادے اب بھی کیتھولک رعایا کو ستا سکتے تھے اور جنوب کے کیتھولک شہزادوں کے امکان میں اب بھی تھا کہ وہ پروٹسٹنٹ لوگوں کو اپنے ممالک سے نکالدیں۔ مگر اب یہ مسئلہ مقامی ہو گیا اور صرف شہزادوں اور ان کی رعایا کا مقابلہ تھا اس لئے جرمنی میں دوسرے مقامات کے پروٹسٹنٹ و کیتھولک پر کسی قسم کا فرض نہیں عائد ہوتا تھا اور نہ اب ان کو کوئی حق مداخلت تھا جیسا کہ جب فرانس میں لوئی چہاردہم نے فرمان نانٹ کو منسوخ کیا تو اس وقت انھیں کوئی حق مداخلت نہ تھا۔ اس طرح کا حل اخلاقی نقطۂ خیال سے ممکن ہے کہ بہترین نہ ہو لیکن وقتی حالات کے اعتبار سے جو کچھ ممکن تھا اس کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جدید خیالات کے لوگوں کو ممکن ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ وسٹ فیلیا کے سفراء نے جرمنی کے نارضامند ہاتھوں

میں مذہبی آزادی کا بیش بہا تحفہ دینے کا نادر موقع کھو دیا۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہتے تو وہ مذہبی عناد کی آگ بھڑکاتے اور ملکی ہوس کو مذہبی مطالبات کے دامن میں پناہ لینے کا موقع دیکر جنگ کی تحریک کا باعث ہوتے۔ اس مسئلے کو شہزادوں اور رعایا کا باہمی مسئلہ بنا کر انھوں نے فطرت انسانی کی تمام اتحادی قوتوں کو (اُن قوتوں کو جو فساد اور انقلاب کے خلاف ہوتی ہیں اور عوام اور حکومت دونوں کو کم سے کم مزاحمت کا طرز اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہیں) مذہبی صلح کا طرفدار بنا دیا۔ اگر سالزبرگ کے اسقف اعظم کے لیئے پروٹسٹنٹ رعایا کو اپنے ملک سے خارج کر دینے کا موقع اب بھی تھا تو صلح وسٹ فیلیا کے بعد ایسے مظالم کا بہت کم ہونا ہی مذہبی نزاع میں عارضی صلح کا کافی ثبوت ہے دوسرے اس قسم کے ظلم و ستم کی صدہا مثالیں کبھی تجدید جنگ کے ناگفتہ بہ تہلکہ کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

صلح وسٹ فیلیا سے جدید یورپ کا آغاز

صلح وسٹ فیلیا ایک نئے عہد کا افتتاح کرتی ہے اسی زمانے سے یورپ کے ممالک کے موجودہ تناسب قوت کی بنا پڑی۔ لیکن خود جرمنی میں صلحنامے کا سب سے اہم واقعہ سلطنت کی شکستگی و انحلال ہے یہ سچ ہے کہ اس کے ڈھانچ کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اور اب بھی ایک شہنشاہ اور ایک مجلس ملی نیز ۱۲۷
شہنشاہی عدالت اور انتخاب کنندگان موجود تھے۔ مگر ایک مرکزی قوت اور صدر حکومت کی حیثیت سے شہنشاہی محض برائے نام رہ گئی تھی۔ جرمن قوم کی حکومت جرمن شہزادوں کے ہاتھ میں تھی جنھیں جمیع حقوق شاہی حاصل تھے وہ سکہ ڈھال سکتے تھے جنگ چھیڑ سکتے تھے فوجیں فراہم کر سکتے تھے

شہنشاہ آسٹروی ہو جاتا ہے

اور دوسرے ملکوں کو سفیر بھیج سکتے تھے۔ اور اگر شہنشاہ جرمنی میں اب بھی ایک طاقت سمجھا جاتا تھا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ شہنشاہ تھا۔ بلکہ باعث یہ تھا کہ وہ آسٹریا اور دیگر جرمن ریاستوں کا آرک ڈیوک اور بوہیمیا و ہنگری کا بادشاہ تھا۔ اس کا اثر آسٹروی خاندان کے طرز عمل میں فوراً نمایاں ہو جاتا ہے شہنشاہ نے اپنے حقوق کو اب بھی جرمنی وطائف پر برقرار رکھا وہ اب بھی فرانس کو تسخیر یورپ سے روکنے کے لیئے جرمنی کا رہنما نظر آتا تھا۔ وہ اب بھی وقتاً فوقتاً پروشیا کی روز افزوں قوت کو دبانے اور ممالک نشیبی میں تجارتی مہم کی تجاویز کی ترقی کے لیئے معرکہ آرائی کرتا تھا مگر ان تمام رسمی اور قدیم حقوق کے باوجود اس کی توجہ روز بروز جنوب و مشرق کے معاملات میں جذب ہوتی گئی اور اس کا طرز عمل کسی اعتبار سے بھی شہنشاہی یا جرمنی باقی نہ رہا بلکہ قطعاً آسٹروی ہو گیا۔ پس اس نے رائن

کے کنارے کے نقصانات کا معاوضہ ڈینیوب کے کنارے کرنا چاہا۔ اور اطالیہ پر تسلط قائم رکھنے کے لیئے متعدد قربانیاں کیں تاکہ اس کے محتاج و مسدود ملک کو میدان لمبارڈی اور بنادر ایڈریاٹک کی دولت ہاتھ لگے۔ بتدریج اور مستعدی سے وہ اپنی ملکی سرحد کو جنوب و مشرق کی طرف بڑھاتا گیا۔ اُدھر برانڈن برگ نے اُنھیں تحریکوں سے متاثر ہو کر اپنی سرحد کو شمال و مغرب کی طرف بڑھانا شروع کیا۔

(۲) جرمن شاہزادوں کی سیادت

شہنشاہی مرکزیت کے سائے تک سے آزاد ہو کر جرمنی اپنے اصول ترقی پر عمل کرنے کے قابل ہو گیا۔ وسطی جرمنی میں صلح کا جوش اور لڑائی کی خوفناک خانہ جنگی کا خوف شہنشاہ سے اتحاد کی آرزو کو روکنے کے لیئے کافی تھا پس زمانہ حال تک "شہنشاہی" غیر ممتاز و ناقابل تمیز ٹکڑوں کا ڈھیر رہی۔ مگر ۱۲۸

(۳) برانڈن برگ اور بویریہ کی ترقی

شمالی جرمنی میں چھوٹی ریاستوں میں بڑی ریاستوں سے مل جانے کا فطری رجحان ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ اور برانڈن برگ تسخیر و ملک گیری کے اس راستے پر قدم زن ہوا جس نے اس کو خود ہمارے زمانے میں یورپ میں پیش پیش کر دیا۔ اُدھر بویریہ نے فرانس کی شہ سے جنوبی جرمنی کی سرداری کیلیئے تھوڑی بہت کامیابی کے ساتھ خاندان اسٹریا سے جھگڑنا شروع کیا۔ اور سنہ ۱۸۶۶ء کے بعد عملاً یہ حق حاصل کر لیا۔ اس طرح جرمنی کی اندرونی سیاسیات کے متعلق وسٹ فیلیا کی صلح نے اُن قوتوں کو تحریک دی جنھوں نے جرمنی میں شہنشاہ کے غلبے کو مٹا کر آسٹریا کی خاندان کے زور کو وادیٔ ڈینیوب کی طرف ہٹا دیا اور خاندان ہوہن زولرن کو شمالی جرمنی کی سیادت اور رائن پر قبضے کے لیئے کوشش کرنے کا موقع دیکر دو سو برس تک یورپ کے توازن دول اور جرمن قوم کی حالت پر مستقل اثر ڈالا۔

(۴) پوپ کے اثر کی تخفیف

حدود جرمنی کے باہر صلح وسٹ فیلیا نے یورپ کی بڑی طاقتوں کے تعلقات پر کچھ اثر نہیں ڈالا۔ البتہ پوپ کیلیئے یہ آخری موقع تھا جبکہ وہ مغربی اقوام کی صلح میں حکم نظر آتا ہے۔ صلحناموں کو منظور کرنے سے اس نے انکار کر دیا مگر پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں نے اس کے انکار کی ذرا بھی پروا نہ کی اور اُسوقت سے یورپ کی بین الاقوامی سیاسیات میں اس کا اثر بالکل جاتا رہا۔

ادھر فرانس اور سویڈن ایسی دو قوتیں تھیں جن کی قومی تاریخ میں صلح وسٹ فیلیا

(۵) سویڈن کی عظمت کی ناپائدار نوعیت

نے دور جدید کا آغاز کیا۔ سویڈن کا یورپی اثر بلند ترین نقطہ پر پہنچ گیا۔ معاہدوں میں اس کو بھی یورپ کی بڑی طاقت تسلیم کیا گیا بحر بالٹیک پر اس کی فوقیت مان لی گئی اور اس کو حق دیدیا گیا کہ اگر ہو سکے تو وہ شمالی جرمنی کو اپنا تابع فرمان بنالے۔ مگر یہ کام اُس کے اختیار سے باہر ثابت ہوا اور وہ برانڈن برگ اور روس کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک صدی گذرنے سے پہلے صاف ظاہر ہو گیا کہ صلح کی رو سے اقوام یورپ میں بحیثیت ایک نئی قوت کے سویڈن کا داخلہ مستقل نہ تھا۔

(۶) فرانس کا مستقل فروغ

فرانس کی حالت بالکل مختلف تھی۔ یہ صلح ملکی فروغ کی طولانی راہ میں جس پر رشلیو ۱۲۹
اور مازارین نے فرانس کو لگا دیا تھا صرف ایک قدم ہے۔ لڑائی سے وہ یورپ میں اول درجہ کی جنگی طاقت ہو گیا صلح کی رو سے اُس کے قدم رائن پر مضبوطی سے جم گئے اور ریتنز کے سنگین و مستحکم قلعہ کو کوہ ووژ Vosges قلعہ جات برائی زاخ و فلپس برگ کے حصول سے نہ صرف فاتحانہ و مدافعانہ اغراض کے لئے خاطر خواہ سرحد دستیاب ہو گئی بلکہ رائن کے قبضے کو فتوحات کی وسیع تر تجویز کا پیش خیمہ بنانیکی خواہش میں ان مقبوضات نے آئندہ مساعی کیلئے محرک و غاصبانہ ہوس کیلئے تازیانہ کا کام دیا۔ فرانس کے لئے رائنی سرحد کا قدیم مطالبہ جو صلح وسٹ فیلیا میں تھوڑا بہت منظور کر لیا گیا تھا۔ قریب قریب ڈھائی صدی تک یورپی سیاسیات میں فساد کا خاص عنصر رہا۔ اور اس کے زہر کی سختی اب بھی کم ہوتی نہیں معلوم ہوتی۔ وہ اہم مسائل جنھوں نے سی سالہ جنگ کے بعد یورپ میں تلاطم مچا دیا تھا، بالخصوص دو تھے۔ (۱) حکومت عثمانیہ اور ورثہ ترکی Turkish inheritence کے لئے آسٹریا اور روس کی چپقلش اور (۲) قبضہ رائن کے لئے فرانس اور جرمنی کی رقابت۔ یورپی معاملات کے بڑے بڑے سمجھوتے جو اس کے بعد یکے بعد دیگرے یوٹریخت، وائینا، پیرس اور برلن میں ہوئے ان میں صرف اس فصل کو دور کرنے کی ضرورت تھی جس کی تخم پاشی وسٹ فیلیا میں ۱۶۴۸ء میں کردی گئی تھی۔

ہسپانیہ کی ناگفتہ بہ حالت

ہسپانیہ صلح وسٹ فیلیا میں شریک نہ تھا۔ فرانس اور اس کے درمیان میں بارہ سال تک اور جنگ چھڑی رہی جس وقت منسٹر میں صلحنامے پر دستخط کئے گئے تھے اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عظیم الشان

سلطنت نابود ہوا چاہتی ہے کیونکہ ادھر تو پرتگال نے آزادی کا اعلان اور فرانسیسی فوج کی مدد سے قطلونیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ ادھر روسی آون اور سروانی فرانسیسی ہاتھوں میں تھے۔ فلانڈرس اور ڈن کرک نے فاتح روک روآ کی اطاعت قبول کر لی تھی ۱۶۴۶ء میں ساحل ٹسکانیہ پر ایک بحری جنگ نے فرانس کو پہلی مرتبہ بحیرہ روم کا مالک بنا دیا پھر ۱۶۴۸ء میں ۱۴۰

نیپلس

Naples نے ایک ماہی گیر مسمی مازانی ایلو کے اشارہ سے بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور اگر مازارین نے ذرا اور جرات و عقل سے کام لیا ہوتا تو وہ ہمیشہ کے لئے ہسپانیہ کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ رائن کی طرف جدوجہد سے آزاد ہو کر مازارین کو صرف یہ کرنا باقی تھا کہ ممالک نشیبی اور قطلونیہ میں اپنی فتوحات کو اور زیادہ کارگر بنا کے ہسپانیہ کو ایک ذلیل صلح

ہسپانیہ کو فرونڈ کا ہنگامہ بچا لیتا ہے سنہ ۱۶۴۸ء

پر مجبور کرے۔ مگر دفعتہً یہ تمام موقعے ہاتھ سے نکل گئے اور پوری کایا پلٹ ہو گئی۔ اس کا سبب ذاتی ہوس اور دستوری نزاع کا عجیب ہنگامہ تھا جسے تاریخ میں فرونڈ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ چھ برس تک امراء اور اہالی پیرس انقلاب کے ساتھ کھیلتے رہے تاکہ حکومت مازارین سے چھین کر اپنے ہاتھوں میں لے لیں وہ تفرقہ پسندی کے جوش میں بے خود ہو گئے اور اپنے قابل نفرت وزیر سے انتقام لینے کے لئے دشمنوں سے استمداد کرنے اور ہسپانیہ سے ملجانے میں ذرا بھی نہ ہچکچائے۔ حتیٰ کہ ٹیورین اور کونڈے بھی مختلف اوقات میں فرانس پر فوج کشی کرتے ہوئے نظر آئے مگر آخر میں وزیر کی زیرکی، مادر سلطانہ کی مستقل مزاجی، اور رواب شاہی کا اثر غالب آیا ۱۶۳۵ء میں مازارین دوسری جلاوطنی سے واپس آیا اور پھر زمام حکومت لیکر مرتے دم تک اپنے عہدے پر قائم رہا تو جب اس نے ہسپانیہ پر دوبارہ فوج کشی کی تو حالات بالکل بدلے ہوئے تھے۔ فرانس

فرانس کی کمزوری فرونڈ کے بعد سنہ ۱۶۵۳ء

کا خزانہ خالی ہو گیا تھا اس کی فوجوں میں بداخلاقی پھیل گئی تھی۔ اور داب حکومت بہت گھٹ گیا تھا۔ اُدھر ہسپانیہ نے اپنے دشمنوں کی دشواریوں سے فائدہ اٹھا کر ممالک نشیبی اور قطلونیہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور کونڈے کی غداری سے وہ اپنے لشکر کی قیادت اس زمانے کے بہترین جرنیل کے سپرد کرنے کے قابل ہو گیا ۱۶۵۳ء میں اس نے فرانس پر حملہ کیا اور پیرس پر چڑھائی کی دھمکی دی مگر ٹیورین کی اعلیٰ حکومت سے شکست کھائی اور مجبوراً پلٹ گیا۔ آئندہ تین سال میں فرانس نے ممالک ادنیٰ کے سرحدی شہروں کو رفتہ رفتہ پھر لے لیا اب یہ ظاہر تھا کہ فریقین میں سے

کوئی بھی دوسرے کو ایسی ہزیمت نہیں دے سکتا جو جنگ کو ختم کر دے۔ اس لیے سنہ ۱۶۵۶ء میں مازارین نے، گو وہ خود کارڈینل اور موروثی بادشاہی کا حامی تھا، مگر انگریزی انقلاب کے پروٹسٹنٹ

۱۳۱ کرم ویل اور مازارین میں قرار داد سنہ ۱۶۵۷ء

غازی کرومویل کی مدد چاہی۔ کرومویل ہسپانیہ کو الیزبتھ کے نقطۂ خیال سے دیکھتا تھا اور اُسے یورپ میں اقتدار پوپ کا خاص معاون اور برطانوی تجارت کے راہ میں خاص رکاوٹ سمجھتا تھا۔ پس بہت جلد ایک معاہدہ ہو گیا جس کی رو سے کرومویل کے چھ ہزار سپاہی جو غالباً یورپ بھر میں سب سے بہتر تھے مازارین کی مدد کو آئے۔ سنہ ۱۶۵۸ء میں جنگ میں بہت جلد نمایاں تغیر ظاہر ہوا۔ ٹیورین نے اپنے نئے حلیفوں کی مدد سے ہسپانیوں کو معرکۂ ڈیونیز Dunes میں شکست دی۔ اور مارڈائک وڈنکرک لیکر برطانیہ کو دیدیا پھر جون سنہ ۱۶۵۸ء میں سارے ملک کو ٹبرہ سیلز تک تخس تخس کر ڈالا۔ اس ضرب نے ہسپانوی حکومت کو صلح کے لیے تیار کر دیا۔ سنہ ۱۶۵۹ء میں دریائے بداسوا Bidassoa کے کنارے دونوں ملکوں کے سفراء میں گفت و شنید ہوتی رہی۔ اور ۷ نومبر کو صلح پیری نیز پر دستخط ہو گئے۔ اس کی رو سے

صلح پائری نیز سنہ ۱۶۵۹ء

فرانس کو آرٹوا، روسی اون، سردانی اور دکھنی ان ویل Thien Ville لاندرسی و آوین مل گئے۔ اُس نے ڈیورین کے ڈیوک کو اس کی ڈچی واپس دیدی مگر اس شرط پر کہ نانسی کے مورچے منہدم کر دیئے جائیں اور فرانسیسی فوج کو ملک میں بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت دی جائے۔ کونڈے کی خطا معاف کر دی گئی اور اس کی جائداد و اعزاز واپس دیدیے گئے۔ آخر میں لوئی چہاردہم اور ماریا ٹیریزا Maria Theresa کی شادی سے یہ اتحاد اور بھی مضبوط کر دیا گیا ماریا ٹیریزا فلپ چہارم کی لڑکی تھی جو پانچ لاکھ کراون کے جہیز کے عوض میں اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے تخت ہسپانیہ کی وراثت سے دستکش ہو گئی مگر چونکہ یہ جہیز کبھی نہ ادا کیا گیا۔ لہٰذا سوال پیدا ہوا کہ یہ دستکشی کس طرح جائز ہے کو

فرانس کی تحکمانہ حیثیت سنہ ۱۶۶۱ء

صلح پیری نیز صلح وسٹ فیلیا کا تتمہ تھی اُس نے جنوب میں فرانس کی خاطر خواہ سرحد بنا دی۔ رشلیو کا ابتدائی کام مکمل ہو گیا۔ جنوب سے جنوب مشرق اور مشرق میں فرانس کی سرحد ایسی ہو گئی جو صرف محافظت پذیری نہ تھی

بلکہ فاتحانہ اور مدافعانہ اغراض کے لیئے یکساں طور پر مناسب تھی۔ درہ ہائے پیری نیز ایلپس
اور ووژ کے راستے اُس کی فوجیں ایک لمحے میں وادی ایبرو، پو اور وادی رائن میں پہنچ سکتی
تھیں۔ صرف شمال میں کوئی قدرتی سرحد نہ تھی۔ آرٹوا کے الحاق نے خطرے کو پیرس سے فقط پندرہ
میل اور دور ہٹا دیا تھا۔ اس طرح سے ممالک نشیبی کی طرف شیلڈٹ اور دریائے میز کو شمالی سرحد بنانے
کی خواہش پیدا ہو گئی یہ خواہش بالکل اُسی نوع کی تھی جو مشرق میں رائن کے متعلق تمام بڑے
بڑے فرانسیسی مدبروں کے سینے میں موجزن تھی۔ زمانہ مابعد کی سیاسیات پر شیلڈٹ کے کنارے
ولندیزی اور فرانسیسی اور رائن کے کنارے فرانسیسی اور جرمن رقابتوں کا بے حد اثر پڑا۔ حصول
رائن کے بعد فرانسیسی مدبروں کا عزیز ترین خواب الحاق ممالک نشیبی تھا جو فرانسیسی فروغ کا
جائز مقصد سمجھا جاتا تھا۔ یہ امر یقینی ہے کہ کسی دوسرے طرز عمل نے فرانسیسی جان و مال کا اتنا نقصان
نہیں کیا جتنا کہ اس طریق عمل نے کیا جس نے دنیا کے خوشنما اور سرسبز ترین خطے کو یورپ کی پالی بنا دیا ہے نیز
کے لیے صلح پیری نیز ایک بڑا سانحہ ہے صلح ویروین سے اس کی ناکامیابی ظاہر ہوتی ہے اور
صلح پیری نیز سے اس کا انحطاط شروع ہوتا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ یورپ میں فوقیت حاصل
کرنی چاہی۔ مگر ناکامیاب رہا۔ تب وہ میدان میں فرانس کا رقیب و حریف بنکر آیا اور شکست
کھائی۔ فرانس بحری و بری لڑائیوں میں فتحمند رہا۔ اور اب وہ اپنے دیرینہ حریف کو اپنی محافظت اور
شرکت میں جگہ دے سکتا تھا صلح پیری نیز کے بعد فرانس و ہسپانیہ اپنی مہلک رقابت کو چھوڑ کر
روز بروز گہرے دوست ہوتے گئے یہاں تک کہ ایک وقت آیا جبکہ صلح کی شرائط کی بنا پر
فرانس نے اپنے زبردست ہمسائے کو دبا بیٹھنے کے لیئے ہاتھ بڑھایا اور شاہان بوربون کے
خاندانی عہود نے دنیا کی سیاسیات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

باب ہفتم

فرانس عہد رشلیو اور مازارین میں ۱۳۳

رشلیو کی خصوصیات۔ اُس کی حکومت کے اصول۔ اُسکے طرز عمل کے نقائص لوئی سیزدہم کا چال چلن ہیوگونوکی وقعت اور اسکا انتظام ۱۶۲۵ء کی بغاوت۔ فرامین اُمراء کے خلاف وان ودم کی سازش۔ برطانیہ سے جنگ۔ لارڈ رشل کا محاصرہ ہیوگونو کی سیاسی قوت کا استیصال۔ اصلاحات انتظامی۔ "یوم الحمقاء"۔ مون موران سی کا خروج ہینگ مارس کی سازش رشلیو کا مرکزی طرز عمل ۱۶۴۳ء کی نگرانکاری۔ مازارین کی خصوصیات۔ فرانڈ کی شعلہ فشانی۔ "پارلمان" کے دستوری مطالبات وزارت عظمیٰ کی نامقبولیت۔ "پارلمان" کی کمزوری۔ اُمراء کی سیادت۔ تحریک کی تفرقہ اندازی مازارین کا فرار۔ فروند اضلاع میں فروند کا خاتمہ۔ مازارین کے آخری ایام۔

رشلیو کا چال چلن لوور[1] کے تصویر خانے میں رشلیو کی مشہور شبیہ ایسے آدمی کے خط و خال کو ظاہر کرتی ہے جس کے خودسرانہ سکون کے نیچے ایک نہایت نرم اور اندیشہ مند طبیعت پوشیدہ ہے۔ اُس کے سڈول چہرے پر خونریزی کی کوئی علامت یا درشتی کے آثار نہیں ہیں بادی النظر میں اس کے پتلے زرد اور نرم بیضاوی چہرے پر عظمت و دبدبہ نہیں پایا جاتا۔ اُسے کروم ویل سے کوئی مناسبت نہیں ہے جو خدائی فریضے کے سرگرم جوش میں اپنے ملک کے آئین کو تہ و بالا اور بادشاہ کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کر کے حصول مدعا کی طرف رواں ہوا۔ اس میں نپولین کی خصوصیات بھی نہیں ہیں، جس نے خود غرضانہ سنگدلی سے جنگی عظمت اور ذاتی ہوس کے مقابلے میں انسانی جانوں کو ہیچ سمجھا۔ بایں ہمہ رشلیو کے خلاف جو الزامات صفحۂ تاریخ پر جلی قلم سے لکھے ہیں وہ سب ۱۳۴

[1] سلاطین فرانس کے محلوں میں سے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

ایسے ہیں جنھیں اُس کا مرقع جھٹلاتا ہے۔ ادعا و معند تشدد، ظالمانہ تعدی، بے پایان ہوس اور شخصی مظالم جیسے الزامات بحیثیت مدبر اور نہ بحیثیت انسان اُس پر لگائے گئے ہیں، اُس کی تصویر ایسے شخص کی تصویر معلوم ہوتی ہے جو جبر و جاسوسی کے ذریعے سے حکومت کرتا تھا اور کرنا پسند کرتا تھا، جو تمام مخالفین کا نہایت بے رحمی و سفاکی سے قلع قمع کر ڈالتا تھا، جس نے بیچارے بادشاہ کی کمزور طبیعت پر وارو عز جیل کی طرح اقتدار جما لیا تھا اور جس نے فرانس کو جنگی فروغ کے ہوش رُبا جام پر جام پلائے تا کہ اُسے ملکی غلامی کی گلوگیر زنجیر محسوس نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ جو لوگ اُس کی وطن پرستی کے مداح ہیں اور اُس کو فرانسیسی عظمت کا بانی تصور کرتے ہیں وہ بھی معذرت پیش کرتے ہوئے ستمگری اور جفا شعاری کے الزامات کو تسلیم کرتے ہیں، جو اس کی حکومت پر عائد ہوتے ہیں۔

اس کی حکومت کے اصول

دوسرے مدبرین کے خانگی طرز عمل کے بہ نسبت رشلیو کے خانگی طرز عمل میں عذر و معذرت کی بہت کم گنجائش ہے۔ وہ تختۂ تاریخ پر سفید و سیاہ رنگ میں بہ قلم جلی منقوش ہے کوئی تمیز ارنگ نہیں دکھائی دیتا۔ اُس نے اگلے زمانے کے رومنوں کا دستور العمل اختیار کر لیا تھا کہ "مظلوموں کو چھوڑ دو اور مغروروں سے جنگ کرو"، اور اگر اس نوع کا دستور معاملات انسانی میں کسی زمانے میں بھی قابل اجازت ہے تو بیشک فرانس بہ عہد رشلیو میں اس پر کاربندی قطعی جائز تھی۔ مگر قبل اس کے کہ تاریخ ان گہرے سیاہ خطوط کو جو وہ کھینچتی چلی آئی ہے اس کے مرقع سے مٹا دے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان اصول کو نہ صرف عذر پذیر سمجھ لیں بلکہ اُسکو جائز مان لیں یہ ممکن ہے کہ ایک مدبر پیچیدہ معاملات کے ضمن میں کوئی بڑا جرم کر بیٹھے (جیسا کہ تھیوڈورک Theodoric نے قتل اوڈوا کر بہ حصہ لیکر کیا) تاہم اُس کا رویہ لوگوں کی نگاہوں میں شریفانہ اور سچا نظر آئیگا، گو اخلاف کے نزدیک اُس کا نام ایک ہزار خوبیوں کے باوجود، ایک جرم سے ملوث رہیگا۔ مگر ایک حکمران کا رویہ جس نے شروع سے آخر تک عمداً ایک غیر اخلاقی اصول حکومت پر عمل کیا ہو اور مستعدی کے ساتھ اپنے عہد بھر جاری رکھا ہو، ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ غلطی سے ایک شریفانہ اور وطن پرستانہ کام کر سکتا ہے، جیسا کہ نیپولین نے فرانس میں، اس وقت کیا جب اس نے عیسوی مذہب کو بحال کیا لیکن اس کا اثر الزامات کی عام درشتی پر مطلق نہیں پڑتا۔ یہی حالت رشلیو کی ہے۔ ہم اُس کے کاموں میں تمیز نہیں کر سکتے اور یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس کام

صفحہ

میں وہ حق بجانب تھا اور کس بات میں غلطی پر تھا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حکومت بالجبر کا طرزِ عمل مجرمانہ ہے مگر اس خاص صورت میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو جرم کو گھٹا دیتی ہیں۔ اُس نے کبھی ایسے مصالحات اور ایسے عذروں کو پسند نہیں کیا۔ اُس نے مستعدی کے ساتھ اور بلا تامل اپنی زندگی بھر ایک سخت بیباک اور ظالمانہ طرزِ عمل کو روا رکھا، اور گو انتقام پسندی کے ساتھ نہیں مگر نہایت بیدردی کے ساتھ اس کو جاری رکھا۔ لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے سادہ لوح اور بیوقوفوں کو بھی نہیں چھوڑا اگرچہ کوئی اُسے بے گناہوں کو برباد کرنے کا ملزم نہیں ٹھیراتا۔ نہ ہنری ہشتم (شاہ انگلستان) کی طرح اس نے لوگوں کو اس بنا پر قتل کیا کہ مبادا وہ آگے چلکر باغی ہو جائیں اور نہ چارلس دوم کی طرح اُس نے شورش عوام کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے بجائے بے گناہ ہستیوں کے خون کی ندیاں بہائیں۔ جو لوگ اُس کے عتاب میں آئے وہ سب کے سب قانوناً مجرم تھے۔ اور قریب قریب ہر وہ شخص جو قانوناً مجرم تھا سزایاب ہوا۔ یہ ایک مہیب طرزِ عمل تھا (یعنی بدکاروں کا استیصال اور دشمنوں کے خون میں مستحکم حکومت کی عمارت کی تعمیر) لیکن یہ وہ طریق عمل ہے جو رشلیو نے اختیار کیا تھا اور جس کی اُس نے تادم آخر نگہداشت کی، اور اپنی زندگی بھر تردِ الزام کیا اور ڈھائی سو برس سے وہ رائے عوام کے اجلاس میں کھڑا ہوا، جیسا کہ اس کی تصویر سے ہویدا ہے وہ توجیہ اور معذرت نہیں پیش کرتا بلکہ اُس کے چہرے سے ایسے شخص کا سنجیدہ اعتراف نمایاں ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ حق بجانب تھا۔

اُنکی عذر پذیری

انفرادی انسان کی تاریخ کی طرح تاریخ اقوام میں بھی ایسے موقع پیش آتے ہیں جب کہ حفظانِ صحت کا تنہا امکان نشتر کے بیدردانہ استعمال پر موقوف ہوتا ہے اور سترھویں صدی میں فرانس کا سیاسی نظام (کم از کم رشلیو کا تو یہی خیال تھا) مرض کی اسی حالت پر پہنچ گیا تھا۔ گذشتہ صدی کی خانہ جنگیوں نے تفرقہ و بدنظمی کے زہر کو نظامِ حکومت میں خوب پیوست کر دیا تھا۔ چنانچہ مستعد اور مستحکم حکومت کا معمولی علاج کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک کہ حکومت فرانس کے مقابلے میں ہیوگونو کا سیاسی نظام موجود تھا اور جب تک کہ امراء ہر طرز کی حکومت کو ناممکن بنانے پر تلے ہوئے تھے، تاکہ بدنظمی سے ذاتی منفعت حاصل کریں، تب تک گویا کہ فرانس کے دل کو اندر ہی اندر کھانیوالا ۱۳
ایک سرطان موجود تھا، جس نے قومی موت کو لابدی کر دیا تھا۔ زندگی کو باقی رکھنے کی کیفیت

امید یہ تھی کہ ضرر رساں ریشہ قطع کر دیا جائے۔ اگر ایک ریشہ بھی بچ گیا تو وہ اس خوفناک بیماری کی تازہ جڑ بن جائیگا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ رشلیو کو ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا تھا جو خود کو اُن مفسدات سے نہیں بچا سکتی تھی جو اس کی بربادی کے درپے تھیں۔ مختلف صوبوں ریاستوں اور شہروں میں، جن پر فرانس مشتمل تھا مطلق یگانگت نہ تھی۔ اس لئے کسی قسم کی متحدہ کارروائی مشکل تھی۔ جہاں تک کہ شاہی قوت کا اثر تھا اُس کو چھوڑ کر اضلاع کی تنظیم اب بھی اصول جاگیری کے مطابق روسا اور اُن کے عمال کے ہاتھ میں تھی، شہروں کا طرزِ حکومت امیرانہ تھا اور وہ دولتمند تجار اور ان کے حکام کے ہاتھ میں تھا۔ اس طرح کل مقامی حکومت امرا، اور سرکاری طبقوں کے درمیان منقسم تھی۔ یہ لوگ بادشاہ اور عوام دونوں سے یکساں عناد رکھتے تھے۔ مگر ان کی جماعت ابھی تک اس قدر متفرق تھی اور ان کی ہمدردی کا دائرہ اتنا تنگ تھا کہ وہ کاروبار کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب وہ مجتمع ہوتے تھے مثلاً سنہ ۱۶۱۴ء کی مجلس طبقات میں، تو وہ نہایت گہری رقابتوں کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے فطری سرغنہ امرا، کے سیاسی فتحمندی کے ایام، فرانس کے دائرہ تجربہ میں تاریک ترین اور نہایت ناخوش گوار تھے۔ ان میں اچھائی کی صلاحیت تو نہ تھی مگر بدی میں وہ ماہر تھے۔ اُن کے حقوق اختصاصی، ان کے اختیارات اُن کا رعب داب معمولی انتظامی اصلاحات کے راستے میں بھی روڑے اٹکاتا تھا۔ عدل گستری، مساوی محاصل ملک کے اندر اشیا کی بلا محصول آمد و رفت اس وقت تک ناممکن تھی جبتک جاگیردار Seigneurs اپنے اپنے اضلاع میں اپنی مالی و عدالتی قوت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ ایک ایسے فرقے سے جسکا پہلا اصول حکومت ذاتی و جماعتی حقوق کی برقراری ہو کسی قسم کی امید نہیں کیجا سکتی اور وہ عمدہ حکومت کے راستے میں ظلمت کی سخت روک تھے۔ چونکہ انکو برائی کے استیصال سے نہیں بلکہ برقراری سے دلچسپی تھی اسلئے انھوں نے ایکطرف تو عوام کو افلاس اور ذلت میں ڈال رکھا تھا اور دوسری طرف بادشاہ کو دھمکا کر حلقہ بگوش بنانے کے لئے کوشاں تھے رشلیو سے زیادہ کوتاہ نظر لوگ بھی آسانی کے ساتھ دیکھ سکتے تھے کہ ایسے دشمن کی موجودگی میں کوئی درمیانی راستہ ممکن نہ تھا۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر جاگیریت کی سیاسی قوت نہ توڑ دی گئی تو وہ یقیناً فرانس کو ہلاک کر ڈالے گی۔ صفحہ ۱۳۷

اُسکے طرزِ عمل کی حد بندی

اگر رشلیو تین صدی قبل یا ایک صدی بعد پیدا ہوتا تو جس طرح اڈورڈ اول یا برک Burke نے کوشش کرنی چاہی تھی، اس طرح

وہ بھی کوشش کرتا کہ اپنی نئی حکومت کو دائمی ادارات کی صورت میں ڈھال کر اسکی جڑوں کو
عوام کے دلوں میں جاگزیں کر دے۔ ایک دانشمندانہ تدبیر، جو جاگیرداری کی قوت کو
قطعی برباد کر کے تاج اور عوام کی قوتوں کے اتحاد سے اس کی تلافی کرتی، وہ بیشک صرف
فرانس کے لئے نہیں بلکہ یورپ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہوتی۔ ایسے ادارے، جو کسانوں کی
متوسط الحال اشخاص، اور عوام کے مفاد کو بایکدگر ہم آغوش کر کے، تاج کے مقاصد سے ملحق
کر سکتے۔ وہ فرانسیسی جیسی زود فہم قوم کو سیاسی تعلیم، جس کی وہ عرصے سے طلبگار تھی بہت جلد
دیدیتے۔ فرانس کے قابل و فیاض امرا اکی ینر Achilles کی طرح نہ تھے کہ اپنے
خیموں میں بیٹھے ہوئے عرصے تک غم و غصے کی تکلیف جھیلا کرتے۔ بلکہ یہ یقینی تھا کہ وہ سیادت
عوام کے مناسب منصب پر بہت جلد نظر آئینگے، اور حقیقی جوہر کے زور سے وہ مقام خطر کے
کل حقوق اختصاصی حاصل کر لینگے۔ مگر اس نوع کا طرز عمل صرف اُس شخص کے شایاں تھا
جس میں عوام کی ہمدردی کے ساتھ عدیم المثال سیاسی دوراندیشی بھی موجود ہو۔ رشلیو میں
دو باتوں میں سے ایک بھی نہ تھی، اور وہ ایسے زمانے میں پیدا ہوا تھا جو دونوں کے لئے یکساں
ناموزوں تھا۔ حال و استقبال پر صاف و گہری نظر، علو ہمتی، فوری فیصلہ، اور آہنی طبیعت
ایسے خداداد اوصاف تھے، جو اُس نے فرانس کی خدمت کے لئے وقف کر دیئے تھے۔
فرانس کی خدمت میں اُس نے انھیں بغیر کسی دوسرے کا خیال کئے ہوئے، صرف کیا۔
اُس نے ملک میں قومی اتحاد پیدا کیا، اور مذہبی صلح کی بنیاد ڈالی۔ اُس نے قوم کی ساری قوتوں
کو تاج کے زیر سایہ مجتمع کیا۔ اُس نے تاج فرانس کو دول یورپ میں ممتاز کیا۔ اس نے سلطنت
نوآبادی کی تخم ریزی کی، اور فنی و ادبی محاسن کی اوٹھتی ہوئی کوپلوں کی نشو و نما کی۔ مگر اس نے
مالی یا عدالتی اصلاح کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور نہ عوام کے معاشرتی بوجھ کو ہلکا کرنے کی ذرا بھی
کوشش کی۔ برخلاف اس کے، اُس نے ان کے افلاس کو اور بھی بڑھا دیا اور ان کی شکایتوں
کو پس پشت ڈالدیا۔ نیکوکار حکومت کا یہ مسلم دستور رہا ہے کہ ہر شئے عوام کے لئے ہے مگر صفحہ ۱۳۸
عوام کو کسی بات میں حق مداخلت حاصل نہیں ہے۔ مگر رشلیو کو یہ دعویٰ کبھی نہیں ہو سکتا
اجتماعی فرانس کی محبت اس کے رگ و ریشے میں پیوست تھی اُس کے فروغ و عظمت
کے لئے اُس نے خوشی سے اپنی زندگی برباد کی مگر معاشرتی حقیقے، انفرادی یا اجتماعی ہستی
کی حیثیت سے فرانسیسی قوم کی اُس کو ذرہ بھر بھی پروا نہ تھی اس نے امرا کی قوت کو خاک

میں ملا دیا، کیونکہ جب تک اس کا وجود قائم تھا فرانس کے لئے حصول عظمت واتحاد ناممکن تھا۔ اس لئے کبھی اُن کے معاشرتی حقوق اختصاصی میں مداخلت کی کوشش نہیں کی گئی بعض حقوق کے ذریعے سے انھوں نے فرانسیسی کاشتکاروں کی جماعت کثیر کی زندگیوں کو ذلیل اور افسوسناک بنا دیا تھا۔ فرانسیسی عوام کے محسن ہونے کی حیثیت سے وہ سُلی اور کولبرٹ Colbert سے اتناہی زیادہ کم رتبہ ہے جتنا کہ سیاست میں وہ اُن سے بالاتر ہے وہ ایک بدانجام خزانچی اور ناقابل منتظم تھا۔ اور جس قوم پر وہ حکمرانی کرتا تھا اُس کی اطاعت گزاری پر مستعدی کے ساتھ مُصر تھا، مگر ان کی خوشحالی سے بالکل بے فکر تھا۔ اُسمیں ہمدردی کی ذرا بو نہ تھی، اور نہ اسے نرم دلی نے چھوا تھا۔ بایں ہمہ رشلیو ہمیں ادراک اور ارادے کا مجسمہ نظر آتا ہے اس کا کام اعلیٰ سیاسیات سے تھا اور اُسے وہ بخوبی سمجھتا تھا اس نے اپنی تمام قوتیں اسی ایک شعبے کے نذر کر دیں، اور اس میں وہ خوب چمکا عقلی فیصلے کی بے خطا تیزی کی مدد سے اُس نے ان تمام رکاوٹوں کو توڑ دیا جو عروج فرانس کے راستے میں حائل تھیں۔ یہ رکاوٹیں دو تھیں، خانہ جنگیوں کی آوردہ اور رمیوگوٹ کی پروردہ قومی تفریق اور اُمراء کے طبقہ اعلیٰ کی انقلاب پسندی حقیقی سیاسی دوراندیشی کی مدد سے اس نے دیکھا کہ اگر اس کی پشت پر ایک باقاعدہ فوج، قومی وفاداری اور قومی اتحاد اعانت کیواسطے موجود ہوں تو، سوائے خود تاج کی کمزوری کے، اور کوئی شے ایسی نہ تھی جو تاج کی آخری فتح کو روک سکے۔ چند سال تک جدوجہد نہایت جانفشاں رہی، مگر آخر کار اس کا غیر مغلوب ارادہ بازی لے گیا۔ محتاط و شکی بادشاہ پر ایک مرتبہ اعتبار جما لینے کے بعد مقابلہ عملاً ختم ہو گیا، اور وہ اپنی پوری توجہ کو خارجی معاملات کی طرف موڑنے کے لیئے آزاد ہو گیا۔ ایک نہایت بیدار مغزانہ طرز عمل کے ذریعے، جو اخلاقاً معذرت پذیر نہ تھا، اُس نے کوشش کی کہ خانگی تنازعات کے داغ کو جنگی عظمت کی تنویر سے پوشیدہ کر دے، اور نیز یہ کہ وہ اُن اُمراء کی مساعی کے لیئے۔ جن کو اُس نے سیاسی اقتدار سے محروم کر دیا تھا، ایک موافق طبع و وطن پرستانہ حلقۂ شغل مہیا کرے۔ اس غرض سے اس نے امراء کو فرانس کے لیئے اُن فتوحات کے حاصل کرنے کے واسطے دعوت دی، جنھوں نے شاہ فرانس کو یورپ کا رہبر بنا دیا ہو

صفحہ ۱۳۶

لوئی سیزدہم کے خصوصیات	لوئی سیزدہم کے عہد سلطنت کی عظمت رشلیو کی وزارت کے آغاز سے شروع ہوتی ہے، اور وزیر کی موت بادشاہ کی موت کے ذرا ہی بعد

واقع ہونے سے خادم کی عظمت نے آقا کی عظمت کو اندھیرے میں ڈال دیا ہے۔ جب تک رشلیو حکومت کے تماشہ گاہ پر موجود تھا اس وقت تک کسی دوسرے شخص کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ مگر غور سے دیکھنے کے بعد یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ لوئی سیزدہم جیسا کہ اکثر بیان کیا گیا ہے، شخصی دبدبہ یا سیاسی اثر میں وجود معطل تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس کا رویہ نہایت عجیب وغریب طریقے سے اپنے باپ اور بیٹے کے خلاف تھا، اور عام فرانسیسی نمونے سے اس قدر جدا تھا کہ غالباً فرانسیسی مورخوں نے اس کے ساتھ بیحد ناانصافی کی ہے۔ اس کا مزاج سرد، تند، اور بے حس تھا، اُس کا دماغ سست، ضابطہ، مگر وسیع، اور بعض وقت فتنہ پسند تھا۔ اُس کے دوستوں کا حلقہ بہت تنگ تھا اور اُس کا کوئی رازدار نہ تھا۔ اس پر عورتوں کا اثر، کچھ تھا بھی، تو بہت کم تھا۔ اس کا سینہ یا اثر خواہشوں ہوس اور تعددِ مقاصد سے خالی تھا۔ لیکن وہ ایسا شخص تھا، جو دنیا و مافیہا پر عاقلانہ اور خبردار نگاہ رکھتا تھا وہ تصمیم ارادہ میں بے حد محتاط و صابر تھا اور سوائے چند کے ہر فرد پر نظرِ اشتباہ ڈالتا تھا۔ اور جب کسی فیصلے پر پہنچ جاتا تھا تو نہایت استقلال، جرات، اور راستبازی کے ساتھ عمل کرتا تھا اور کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اُس کی حقیقی دلچسپی بیرون خانہ زندگی کے اہم مشاغل سے مبسوط تھی جیمس اول (شاہ انگلستان) کی طرح شکار کا وہ بھی بیوقوفی کی حد تک شائق تھا، مگر اس کے خلاف وہ جنگ کا اور بھی زیادہ گرویدہ تھا۔ وہ خود بھی معمولی درجے کا سپاہی نہ تھا، مگر دوسروں کی جنگی قابلیتوں کے جانچنے میں اُسے خاص ملکہ تھا۔ وہ کبھی اتنا خوش وخرم نہیں ہوتا تھا جتنا کہ میدان کارزار میں۔ اکثر افسر مثلاً فابیر **Fabert** جنھوں نے عہد مابعد کے آغاز میں فرانسیسی افواج کے اقتدار قائم کرنے میں معتدبہ حصہ لیا اپنی ترقی وارتفاع کے لئے لوئی سیزدہم کی مضبوط دوستی اور تجربہ کار آنکھ کے ممنون تھے۔ اپنی ماں ماری دی میڈیچی اور جلیل القدر وزیر کے ساتھ جو اس کا تعلق رہا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معمولی درجے کی فراست کا شخص نہ تھا ان دونوں میں صلح قائم رکھنا کوئی آسان کام نہ تھا، خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ ماری خیال کرتی تھی کہ اُس کے ساتھ دغا بازی کی گئی ہے، اور رشلیو کا سوائے بادشاہ کے دربار میں کوئی دوست نہ تھا۔ دشمنوں کے متواتر پرکینہ حملوں سے وزیر کو بچانا اور پھر بھی عمل وحق فیصلہ کی آزادی کو دجو بادشاہ کو کسی فریق کا پابند اور ہوجانے سے باز رکھنے کے لئے ضروری تھی) برقرار رکھنا اور بھی اہم و دشوار معاملہ تھا

مگر اس میں اُس نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ جس قدر رشلیو اس پر اعتماد کرتا تھا اُس سے زیادہ وہ رشلیو پر بھروسہ رکھتا تھا، اور ان کی باہمی مراسلت میں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے، کہ نازک موقع پر، موقع کی اہمیت کی افزائش کے ساتھ ساتھ، خود بادشاہ زیادہ سنجیدہ، زیادہ مطمئن اور زیادہ باوقعت نظر آتا ہے، اور رشلیو شبہات اور شکوک کا شکار اور خوف وہراس سے بدحواس معلوم ہوتا ہے۔ مگر فی الحقیقت رشلیو کو بادشاہ کی دوستی یا دست گیری پر نظر اشتباہ ڈالنے کی کوئی معقول وجہ نہ تھی لوئی کے ہم مرتبہ لوگوں میں یہ بات شاذ تھی۔ مگر وہ خوب جانتا تھا کہ کس وقت جنبش اور کس وقت سکوت کرنا مناسب ہے اُس نے وزیر کو کبھی نہیں فراموش کرنے دیا کہ وہ بادشاہ نہیں بلکہ وزیر ہے۔ رشلیو نے بھی اختیارات شاہی کا اتنا بڑا حصہ کبھی نہیں غصب کیا جتنا بکنگھم Buckingham نے انگلستان میں کیا تھا۔ وہ داروغہ محلات جیسا نہیں بلکہ وُولزی Wolsey جیسا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ لوئی یہ بھی بخوبی سمجھتا تھا کہ خوش بختی سے اگر کسی بادشاہ کو رشلیو جیسا وزیر نصیب ہو تو اُس کو چاہیئے کہ اُسے بااختیار کردے۔ وہ میزان عدل کو وزیر اور درباریوں کے درمیان مساوی کیئے ہوئے تھا۔ اُس نے حرص کی ذلیل محرکات کے سبب، ثقاہت اعتماد میں رخنہ پڑنے نہیں دیا، اور اس پر قانع تھا کہ اخلاف اُسے سلطنت فرانس کے بانیوں میں شمار کریں، کیونکہ وہ خوبی قسمت سے فرانس کے بہترین وزرار کا آقا اور دستگیر تھا۔

ہیوگونو کی حیثیت

صلح مون پیلی اے Montpellier جو لوئی اور شوریدہ سر ہیوگونو کے درمیان اکتوبر ۱۶۲۲ء میں مرتب ہوئی، اُن صلحناموں سے تھی جنھیں ختم کنندۂ آویزش کے بجائے اشتعال نو کا پیش خیمہ کہنا چاہیئے۔ اس نے عقدۂ زیر غور کو صرف لاینحل ہی نہیں چھوڑا بلکہ اور بھی اُلجھا دیا۔ ہیوگو نوئیت، جو ابتداء ہی سے سیاسی اور مذہبی تحریک تھی، آزادی کی اُس خواہش سے حوصلہ گیر و قوت یاب ہوئی تھی جو جنوب فرانس میں شاہ پیرس، اور امرار کے مابین تاج فرانس کے ساتھ بغض وعناد پہونچی تھی۔ جنوب فرانس کے شہروں اور ادنیٰ امرار (دیہی جاگیردار) میں یہ خواہش بڑی سرعت کے ساتھ پھیلی۔ اُس کے زبردست خود غرضانہ اور انفرادپسندانہ اُصول، حقوق طلبی کی گرم جوش محبت، اور مرکزی حکومت کے دل نشین خوف کے فطرتاً موافق پڑے۔ جب سے ہیوگونو کی قوت ملک میں تسلیم کر لی گئی تھی۔ تب ہی سے اُن کے طرزِ عمل کا رجحان آزادی کی طرف

صفحہ ۱۴۱

تھا، اُس کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ اس کی تعمیل بلا کسی معرف مطابقِ فراق کے ہوئی، تاج کی کمزوری سے شہ پاکر ہیوگونو کے مقبوضہ شہر مثلاً لاروشیل، مونتوبانؔ Montauban اور نیمیسؔ، Nismes نمائنگی آویزشوں کے زمانے میں فرانسیسی حکومت سے الگ، خودمختار جتھے بن گئے تھے، اور ان کی یہ حیثیت اثنائے جنگ میں مختلف صلحناموں اور فرمان نانٹ کے ذریعے، عملاً تسلیم کرلی گئی تھی ہیوگونو کا نظام،

ان کا نظام

موسوم بہ حلقہ جات (Circles) نے فرانس کو اضلاع پر منقسم کردیا تھا، جو باغراضِ مخاصمت و مدافعت، ایک سرے سے دوسرے تک، باقاعدہ حکام کے زیرِ نگرانی تھے۔ بعض حصص میں یہ نظام محض کاغذی تھا، مگر شمال میں جہاں ڈیوک ڈیبوی اون کا اثر بہت زیادہ تھا، اور جنوب کے بڑے اضلاع میں یہ ایک خطرناک اور مخدوش حقیقت تھا۔ اُن پر زور الفاظ میں جو رشیلیو کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، یہ کہا جاسکتا ہے کہ فرانس کی حکومت میں ہیوگونو بادشاہ کے برابر کے شریک تھے۔ ۱۶۲۱ء کی بغاوت میں، گو غالباً سرگروہوں کا اس سے زیادہ اور کچھ مقصد نہ تھا کہ تاج کو خوف زدہ کریں اور اپنی سیاسی وقعت کو محفوظ کرلیں، تاہم افسروں اور سپاہیوں میں سے بیشتر علانیہ آزادی کے لیے تیغ آزمائی کررہے تھے۔ اس لیے تاج کے واسطے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ اگر وہ فرانس میں بالادست ہونا چاہتا ہے تو ہیوگونو کی طاقت پیس دی جائے۔ ہیوگونو کے لیے یہ کم ضروری نہ تھا کہ اگر وہ اپنی آزادی مصئون کرنا چاہتے ہیں، تو تاج کو نیچا دکھائیں۔

ہیوگونو کی شورش ۱۶۲۵ء [margin: صفحہ ۱۴۴]

معاملات کی ایسی صورت میں صلحنامہ مونپیلی اسے لڑائی میں صرف دم لینے کے وقفے سے زیادہ اہمیت نہ رکھتا تھا۔ فریقین سمجھتے تھے کہ ایسے وقت میں کوئی بھی فیصلہ کن فتح حاصل نہیں کرسکتا تھا، اور دونوں مناسب موقع کی تاک میں لگے تھے۔ ۱۶۲۵ء میں روہان Rohan کے بھائی اور حلقہ لاروشیل کے سرگروہ آتش مزاج سوبیز Soubise کو ظاہرا موقع ہاتھ لگا۔ نیا وزیر ابھی زمین پر جم کر بھی نہ بیٹھا تھا۔ یہ امر پوشیدہ نہ تھا کہ وہ ہر نوع کے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اور اس کے دشمنوں کے زمرے میں بادشاہ کے بھائی گستون والی آور لینز Orleans سے لیکر قصرِ شاہی کے

ساقی بچوں تک داخل تھے۔ اُس نے حال ہی میں فرانسیسی سپاہ کو مسئلۂ والٹے لیین کی مدد کے لیئے بھیجا تھا، اور اس طرح سے اُس نے افواج پوپ سے جنگ چھیڑ کر انتہا پسند کیتھولک جماعت کو اپنا دشمن بنالیا تھا۔ ایسے وقت میں فرقۂ ہیوگونو کی شورش یقینی طور سے کم از کم تند و غیر مقبول وزیر کو معزول کرانے میں کامیاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ جب سے رشلیو عہدۂ وزارت پر فائز ہوا تھا تب ہی سے وہ شاہی جہازوں کا زبردست بیڑہ تیار کرنے میں بڑی سرگرمی سے مشغول تھا اور ۱۶۲۵ء کے آغاز میں چھ جنگی جہاز جو اس کی کوششوں کا ثمرہ تھے، برٹینی Brittany کے چھوٹے بندر بلاوے Blavet میں مجتمع کیئے گئے سوبیز نے حسن تقدیر سے پوری تعداد کو ۱۷ جنوری ۱۶۲۵ء کو لے لیا اور سمندر پر پورا غلبہ کرنے کے بعد وہ جزیرہ ہائے رے Rhe اور اولے رون Oleron میں مورچہ بند ہوگیا تاکہ اُن حملوں کی مزاحمت کر سکے جو شاہی فوجیں قلعۂ لا رُوشل پر کریں۔ مگر رشلیو ایسا نہ تھا کہ اس آسانی کے ساتھ نیچا دکھایا جاسکتا۔ وہ فوراً معاملاتِ اطالیہ سے دست بردار ہوگیا اور رد و قدح بسیار و پیچیدہ کے بعد جس میں اس نے بکنگھم کی عقل دنگ کردی، اس نے انگلستان اور ہالینڈ سے جہاز مستعار لیئے اور انہیں فرانسیسی جہازیوں کو متعین کر کے ستمبر ۱۶۲۶ء میں سوبیز کو شکست فاش دی۔ اور اُسے انگلستان میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ معرکہ ایسا سخت تھا کہ رشلیو پر کھل گیا کہ ممالک بیرونی میں ذمہ داریاں لینا اس وقت تک خطرے سے خالی نہ تھا جب تک کہ اندرون ملک میں دشمن غیر مطمئن و غیر مغلوب تھے اس کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے اقتدار کو نہایت پائیدار بنیاد پر قائم کرے اور نہ یہ یقینی تھا کہ اُسے پھر بیرونی جنگ اور اندرونی بغاوت جیسے خطروں کا ایک ساتھ مقابلہ کرنا پڑیگا۔ ۵ فروری کو اس نے معاہدۂ مون پیلی اے کی تجدید کر کے ہیوگونو کی شورش کو ٹھنڈا کر دیا۔ مارچ میں معاہدۂ مون زون Mouzon صفحہ ۱۴۲ نے کچھ عرصے کے لیئے اُسے ہسپانیہ کی جانب سے پیدا ہونے والے خطروں سے نجات دی۔ اور اُسے معلوم ہوا کہ باطمینان امراء کی قوت کا استیصال کرنے کا وقت آگیا ہے۔

مبارزہ اور خانگی حصار کے خلاف فرامین ۱۶۲۶ء

اس طرزِ عمل کے مطابق ۱۶۲۶ء کے موسم گرما میں دو فرامین شائع کیئے گئے۔ پہلے کی رو سے ہر نوع کے مبارزہ کی پاداش سزائے موت مقرر کی گئی۔ دوسرے کے ذریعے تمام مورچہ بند مقامات کی (جو سرحد پر واقع

نہ تھے) مسماری کا حکم نافذ کر دیا گیا۔ ان دو احکام نے اُمراء کے محبوب ترین حقوق اختصاصی اور سلطنت کے اہم ترین خطرے کو تلف کر دیا۔ ہتھیاروں کے ذریعے سے نقیضوں کے فیصلے کرنے کا حق، جس کے ذریعے ہر طبقے کے سارے خانگی مسائل منفصل کیئے جاتے تھے۔ ایسا حق تھا جو مہذب و با اقتدار حکومت سے منطبق نہیں ہوسکتا تھا مورچہ بند شہر اور مورچہ بند قلعے بغاوت اور ظلم کے طبیعی گھر تھے، اور جب رشلیو نے ان کے انہدام کا تہیہ کیا، تو وہ صرف اُس طریقے کو اختیار کر رہا تھا جسے اختیار کرنے پر ہر ملک کے بازگردانندگانِ امن مجبور رہتے ہنری دوم شاہِ انگلستان کی طرح اُس نے بھی محسوس کیا کہ زیندار امراء کے ہاتھوں میں قلعوں کا رہنا قوتِ تاج سے غیر منطبق تھا۔ لیکن امراء بلا جوابی زور لگائے ہوئے اس نوع کے قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیئے بالکل تیار نہ تھے۔ بادشاہ کا بھائی گاشتون والی آرلینز، ڈیوک دَ واں) دوم پسر ہنری چہارم گابری ایل ویتری کاؤنٹ سواسون Soisons جو خود خاندان شاہی کا رکن تھا، اور ڈچس شیوریوز Duchess de Chevereuse جو ملکہ کی دوست اور ایک پیدائشی سازشی اور کارڈینال کی ان تھک دشمن تھی، ایک سازش کے سرغنہ بنے، جس کا مدعا یہ تھا کہ بادشاہ تخت سے اُتار دیا جائے، رشلیو قتل کیا جائے گاستون مسند آرائے سریر سلطانی ہو۔ یہ سازش بہت جلد طشت از بام ہو گئی گاستون نے اپنی جان بچانے کے لیئے نہایت کم ظرفی سے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو رشلیو کے ناترس انتقام کی نذر کر دیا کونٹ دشالے کو اس کی معاونت کی پاداش میں پھانسی دی گئی، اور اُسکے ساتھیوں میں سے دوسرا، جس کا نام اورنانو تھا، قید خانے کی ہوا کھانے کے لیئے بھیجا گیا۔ ڈیوک دواں دوم، ڈیوک ڈلاوالٹ Duc de lavalette جو ضعیف العمر ڈیوک دِ پیرنون کا لڑکا تھا، ڈچس شیوریوز، اور کاؤنٹ دِ سواسون سب کے سب، جلاوطن کر دیئے گئے اور یہ رشلیو نے ایک ہی وار میں خوفناک ترین دشمنوں سے اپنا صفحہ ۱۴۱
پیچھا چھڑایا۔ امراء اس کی جرات پر انگشت بدنداں تھے۔ اُن کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ کوئی شخص ان کے طبقے کے شریف ترین افراد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گا، مگر دوسرے ہی سال ان کو ایسا سبق ملا جس نے انھیں اور بھی حیرت زدہ کر دیا۔

کاؤنٹ دِ مون موران سی بوتاول Montmorency bouttauville جو ممتاز خاندان مون موران سی کا رکن اور مشہور مبارزہ پسند تھا، شاہی فرمان کے

باوجود دن دہاڑے پیرس کے بیچوں بیچ سرگرم مبارزہ ہوا۔ رشلیو نے اس کو فوراً پابہ زنجیر کیا اور ۲۱ جون ۱۶۲۷ء کو پھانسی دی۔ فرانسیسی امراء کے حقوقِ اختصاصی میں سے سب سے زیادہ معمولی اور سب سے زیادہ محبوب حق کی تعمیل پر فرانسیسی رعایا کے شریف ترین فرد کی تصلیب نے ایسا ظاہر کر دیا جیسا کہ کبھی کسی دوسری چیز نے ظاہر نہیں کیا تھا، کہ حکومت کا سرکردہ وزیر اُن کا آقا بننے پر کمربستہ ہے۔

برطانیہ سے جنگ ۱۶۲۷ء

اُمراء کی پہلی آویزش سے رشلیو فتح و فیروزی کے ساتھ نکلا ہی تھا کہ اُس نے خود کو برطانیہ اور ہیوگونو کے ساتھ ایک غیر ضروری جنگ میں اُلجھا ہوا پایا۔ ہنری ایٹا میریا اور چارلس اول کی شادی کے موقع پر فرانس اور انگلستان کے مابین جو عہد ہوا تھا اس میں ایسی شرطیں تھیں جن کی بنا پر یہ بالکل یقینی تھا کہ دیر یا سویر ایک فریق دوسرے فریق کو ملزم قرار دیگا۔ چارلس نے علانیہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ملکہ کو اپنے فرانسیسی نظام محل کو برقرار رکھنے کی اجازت دیگا اور نیز یہ کہ تیرہ سال کی عمر سے قبل تک بچوں کی تعلیم ملکہ کی زیرِ نگرانی رہیگی۔ خفیہ اُس نے یہ پیمان بھی کیا تھا کہ وہ رومن کیتھولک کو آزادی عطا کرے گا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ برطانوی عوام کے مشتعل و نامعقول مزاج کے باعث، اُس کے لئے یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ اُن رومن پادریوں کی خطا بخشی کرے، جو قانون تعزیری کے زیرِ دفعہ مجرم قرار دیئے گئے تھے۔ اور نہ اپنی خانگی زندگی کے معاملات میں وہ یہ اجازت دے سکتا تھا کہ شریر النفس عورتوں کا ایک جُھرمٹ اس کی کم سن بیوی کے خلوص کو اس سے علیحدہ کر سکیں۔ ان دونوں معاملات میں اسکو مجبوراً پیماں شکنی کرنی پڑی۔ لوئی نے بھی اپنی طرف اپنے زبانی وعدوں کا کچھ پاس نہ کیا اور پیلے ٹی نیٹ پر حملہ آور ہونے کے لئے مینس فلڈ اور انگریزی دستے کو فرانس سے گذرنے کی جو اجازت دی تھی وہ منسوخ کر دی۔ اور اس وجہ سے انگریزی دربار کی نگاہوں میں وہ ان شدید مصائب کا ذمہ دار ہوا جو ۱۶۲۶ء میں جرمنی میں پیش آئیں۔ پس جب عہد نامہ کے مطابق رشلیو نے چارلس سے چند جہاز سوبیز اور شوریدہ سر ہیوگونو پر یورش کرنے کے واسطے عاریتاً طلب کئے، تو بکنگھم نے اپنے وعدے کے عملی ایفاء سے بچنے کے لئے رشلیو کے مقابلے میں بہت سرمایہ دکھانے کے لئے اُس نے ایفاء وعدہ کے لئے بہت آمادگی ظاہر کی۔ اُس نے یہاں تک کیا کہ جہازوں پر نقلی بغاوت کا انتظام کیا۔ مگر آخر کار اس کی

صفحہ ۴۵

ایک نہ چلی، اور فرانسیسی بیڑے میں انگریزی جہازوں کے منظر نے، جن کے ذریعہ اس نے سوبیس
اور ہیوگونوٹو کو شکست دی، برطانوی پارلیمنٹ میں پروٹسٹنٹ فریق کو اس قدر برانگیختہ کیا کہ
بکنگھم نے کچھ تو تحفظ ذاتی اور کچھ مجروح غرور کی تحریک سے فرانس سے جنگ کا اعلان کر دیا۔
تاکہ ملامت کا سارا بوجھ رشلیو کی گردن پر ڈال دے اور خود دنیا کی آنکھوں میں مذہب پروٹسٹنٹ کا
حامی نظر آوے۔ جولائی سنہ ۱۶۲۷ء میں بکنگھم ایک بڑے مگر پراگندہ حالت بیڑے کے ساتھ
لا روشل کے سامنے نمودار ہوا۔ اور جزیرہ رے پر قبضہ کر کے سنیٹ مارٹین کا محاصرہ کر لیا۔
اہالی روشل نے اپنی مرضی کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جنوب
فرانس میں روہان کے زیر سیادت ہیوگونو نے پھر علم بغاوت بلند کیا۔ رشلیو نے بیرونی
اور اندرونی دشمنوں کے مہیب اتحاد سے اپنے اقتدار کو خطرے میں دیکھا اس مرتبہ
اس نے عہد کر لیا کہ وہ کوئی ادھورا طریق عمل اختیار نہ کریگا۔ نومبر میں بکنگھم کو غیر مفتوح
سنیٹ مارٹین کے سامنے سے ہٹنا پڑا اور وہ کمک لانے کی غرض سے انگلستان واپس
چلا گیا۔ رشلیو نے بہ نفس نفیس لا روشل کا محاصرہ کیا۔ یہ تسلیم کرتے کہ ایک ایسے شہر کو جو سمندر
کی طرف کھلا ہو اور خشکی کی طرف دلدلوں سے گھرا ہو، صرف خشکی کی جانب سے حملہ کر کے
تسخیر کرنا ناممکن ہے، اس نے بندرگاہ کے منفذ کے سامنے ایک پہاڑی تیار کرنے کا
عظیم الشان عمل شروع کر دیا۔ اس تدبیر سے وہ سمجھتا تھا کہ سمندر کی طرف سے شہر کو مدد
پہنچنی قطعی ناممکن ہو جائیگی دوسری طرف مضبوط چار دیواری، جو شہر کے گرد کھینچی گئی تھی، بری
سمت سے شہر میں رسد پہنچنے میں مانع ہوتی تھی۔ پانچ مہینے تک یہ تھکا دینے والا کام جاری
رہا۔ یہ وقت کے مقابلے کی دوڑ تھی۔ ہر نتیجہ اس سوال پر منحصر تھا آیا یہ کھائی انگریزی بیڑے کے
پلٹنے کے پہلے تیار ہو جائیگی باوجود بیحد غلطیوں اور متعدد مصائب کے یہ عظیم انبار شب و روز صفحہ ۱۲۶
بڑھتا گیا۔ دونوں بازو جو میناروں، تیز موریچوں اور توپخانوں سے آراستہ تھے ایک دوسرے
کے قریب پہنچ گئے یہاں تک کہ اپریل سنہ ۱۶۲۸ء کے آخر میں دونوں کے درمیان اس قدر
کم فاصلہ رہ گیا کہ وہ کشتیوں کے ایک پل سے، جو تیرتے ہوئے موریچوں کی شکل کی بنائی گئی تھیں اور
ایک مضبوط آہنی زنجیر سے بندھی ہوئی اور لکڑی کے کٹہرے سے محفوظ تھیں، مسدود کیا جا سکتا تھا۔
یہ اچھی طرح ختم نہ ہوئی تھی کہ انگریزی بیڑہ نظر آیا۔ پندرہ دن تک موریچے پر برطانوی تازہ دم اور
خشمگین حملے کرتے رہے مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸ مئی کو وہ واپس ہو گئے اور لا روشل کو

فاقہ کشی کے سپرد کر گئے۔ اب فتح صرف وقت کی بات تھی۔ ابتدائے اکتوبر میں برطانوی بیڑہ پھر پلٹا مگر اس مرتبہ اس نے محاصرین کے ناقابلِ فتح مورچے کا سامنا کرنے کی جرات تک نہیں کی

تسخیرِ لاروشل ۱۶۲۸ء

۲۸ تاریخ کو بہادر گیتون نے فاقہ کشی سے تنگ آکر آٹل کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ لاروشل شاہی افواج کے حوالے کر دیا گیا، اس کے بلدی حقوق منسوخ اور اس کے مورچے منہدم کر دیئے گئے، اور اس کی حکومت شاہی افسروں کے قبضے میں دے دی گئی۔ آزادی خیالات باشندوں کو عطا کی گئی، مگر خود مختارانہ اختیارات کے تمام نقوش بالکل مٹا دیئے گئے۔

تسکینِ جنوب ۱۶۲۹ء

لاروشل کی تسخیر کے بعد جنوب میں بغاوت کو فرو کرنا نسبتہً آسان تھا۔ ابتدائے ۱۶۲۹ء میں بادشاہ اپنے لشکر کو لیکر لانگ ڈوک Languedoc اور اضلاع سے وین Cevennes پر حملہ آور ہوا، اور شہروں کو تسخیر کر کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ روہان اور ہیوگونو سرداروں نے یہ دیکھ کر کہ ہسپانیہ سے ضروری امداد کی توقع باقی نہیں رہی، اطاعت قبول کی۔ معاہدۂ آلے Alais مرتبہ جون ۱۶۲۹ء کے ذریعے فرانس میں ہیوگونو کی سیاسی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اُن کے ضمانت یافتہ شہر شاہی حکومت کے سپرد کر دیئے گئے، اُن کے قلعے منہدم کر دیئے گئے، اُن کا نظام توڑ دیا گیا اور اُن کا حق اجتماع چھین لیا گیا، مگر آزادی پرستش بجنسہٖ باقی رہی۔

ہیوگونو کی سیاسی قوت کا اتلاف

صلح آلے اس بڑے ناٹک کے پہلے باب کو ختم کرتی ہے جو رشلیو تاریخ فرانس میں کھیل رہا تھا۔ اسی نے اگر مشکل ترین نہیں، تو اولین کام کا تکملہ کر دیا، جس کے پیچھے رشلیو نے اپنی زندگی کو مٹا دیا تھا۔ اس کے ذریعے فرمان نانت، کا طرزِ عمل ایک قانونی نتیجہ پر پہنچایا گیا۔ مذہبی تفریق کو تسلیم کر کے مذہبی صلح مضئون کر دی گئی، دوسری طرف مذہبی تفریق سے قومی اتحاد کو جو خطرہ تھا وہ بھی موثر طریقے سے دور کر دیا گیا۔ یہ قومی ہم رنگی کا نہیں، بلکہ قومی اتحاد کا طرزِ عمل تھا۔ رشلیو کو یہ پروا نہ تھی کہ ہر فرانسیسی ایک ہی دینی یا سیاسی اُصول کا اظہار مقرر ہو یا یہ کہ ہر فرانسیسی ظاہرا ایک ہی دینی یا سیاسی لباس زیب جسم کرے، جب تک کہ سب کے سب صدقِ دل سے تاج کے خدمتگذار تھے اور اُن کی آزادی، حکومت کی کمزوری کا باعث نہ تھی۔ لوئی سیزدہم کے

عہد حکومت میں یہ بخوبی ثابت ہو چکا تھا کہ جب تک یہ فرقہ سیاسی حقوق اختصاصی پر مبنی اور سیاسی نظام کی حمایت میں تھا تب تک مملکت کے لیئے نہ صرف کمزوری بلکہ مہلک خطرے کی جڑ بنے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جب کبھی فرانس پر برطانیہ یا ہسپانیہ کی جنگجوئی کے سبب سے کوئی آفت آتی تو ہر مرتبہ ہیوگونو کی شورش ایک اہم بیرونی جنگ کو سخت قومی معرکے سے بدل دیتی تھی۔ ہر مرتبہ جبکہ ہیوگونو نے سر اٹھایا تو انھوں نے قومی دشمنوں سے رشتہ بندی کی۔ دو مرتبہ پیشتر بھی رشلیو نے فرانس کی ترقی کیواسطے جو تدابیر اختیار کیں اُن کو ہیوگونو کے عزم نے بیکار کر دیا۔ یہ لوگ وطن پرستی پر اپنی آزادی کو ترجیح دیتے تھے، اور حکومت کی بیرونی آویزشوں کو صرف اپنا موقع سمجھتے تھے۔ جس وقت کوئی طاقتور سیاسی نظام قوم کے خطروں سے فائدہ اٹھالے اور قوم کے مفاد کا خون کر کے اپنے مفاد کی کھوج کرتا ہے تو یا تو وہ حکومت کو بیبس ڈالتا ہے۔ یا خود پس جاتا ہے ہیوگونو کے خلاف یلغار میں رشلیو نے سلطنت کے تمام لشکر کو طلب کیا، کیونکہ اُس نے صاف طور سے دیکھا کہ جب تک کہ مذہبی حقوق اختصاصی کا دار و مدار سیاسی قوت کی ملکیت پر تھا تب تک اُن کی حیثیت کی سیاسی ضرورتیں اور اُن کے مذہب کی موہوم حاجتیں اور خلقی رجحان ان کو یقیناً فرانس کا دشمن رکھے گا۔ صفحہ ۱۴۳
لا رُوشل کے انہدام اور عہد نامۂ آلے نے اُن کو ایک خوفناک سیاسی فریق سے بدل کر ایک غیر ضرر رساں مذہبی فرقہ بنا دیا۔ اب وہ عدم وطن پرستی یا آزادی کی خواہش کے سبب سے ریاست کے لیئے خطرہ نہ تھے، بلکہ اپنی کفایت شعاری، صنعت و حرفت، اور اخلاق کے باعث فرانس کے لیئے قوت ہو گئے۔ مذہبی آزادی کے شکر گزار اور اس سے مطمئن ہو کر ایک ہی پشت کے بعد، وہ بادشاہ کے زبردست مددگاروں کے زمرے میں نظر آنے لگے، اور اپنی احسان مندی کا ثبوت نہایت با اثر طریقے سے یوں دیا گیا کہ فرونڈ کے پر آشوب زمانے میں انھوں نے تاج کی مشکلات کو بڑھانے میں ایک انگلی بھی نہ ہلائی۔

انتظامی اصلاحات ۱۶۲۹ء کے آخر میں، رشلیو نے تاج کی طاقت کے ماتحت قوم کی قوتوں کو مضبوط کر کے، قومی اتحاد قائم کرنے کی جو کوششیں کی تھیں اُن کی کامیابی پر اُس کا فخر و تمکنت کے ساتھ پھیر کر نظر ڈالنا بالکل بجا تھا۔ اُس نے دربار میں سب سے زیادہ خوفناک دشمن کی سازش کو دبا دیا تھا۔ اُس نے اگر بادشاہ کے خلوص پر نہیں، تو دماغ پر تو ضرور اقتدار جما لیا تھا۔ اُس نے مالی انتظام کا اس طرح تذکیہ کیا کہ

محاصل کی پہلے سے بڑی مقدار خزانے میں پہنچنے لگی۔ اُس نے چھوٹے پیمانے پر خانگی معرکہ آرائی کے خطرناک حق کو، جو تقاتل کی صورت میں جلوہ گر تھا، ممنوع قرار دیا۔ اُس نے فرانس کے اکثر اضلاع میں، خصوصاً بریٹنی اور جنوبی صوبجات میں قلعوں اور حصاروں کو منہدم کرا دیا۔ اُس نے فرانسیسی بیڑے کی بنیاد ڈالی، اور ہیوگونو کے نظام و قوت کو غارت کر دیا۔ مگر اب بھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔ جب تک ملک کا انتظام اور فوجوں کی بھرتی اور نگرانی زمیندار امراء کے زیر ہدایت یا ان کے ہاتھ میں تھی، تب تک جو کچھ کہ اُس نے ابتک کیا تھا، سب کا دار و مدار اُس کی اپنی ناقابل اطمینان زیست، اور بادشاہ کی اور بھی ناقابل اطمینان مہربانی پر تھا۔ ایک کامیاب درباری سازش پوری عمارت کو ایک وار میں گرا سکتی تھی اور فرانس کو بدنظمی اور غبن کی اس دلدل میں پھنسا سکتی تھی جس میں سے رشلیو نے اُسے نکالا تھا۔ حاشیہ ۱۴۹ اس خطرے کو دفع کرنے کی غرض سے اُس نے اپنی زندگی کے بقیہ انفاس کو دو خاص مقاصد کے حصول میں صرف کیا یعنی دفتریت کی بنا (تاج کی براہ راست نگرانی میں ملکی خدمت کا طائفہ) اور سپہگری کو پیشہ قرار دینے والی فوج کا نظام۔ موخر الذکر مقصد کے حصول میں اُسے نہایت پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑا، کچھ تو مالی لحاظ سے اور کچھ اس ضرورت سے کہ وہ فوج میں ان امراء کے لیے حلقۂ مشاغل مہیا کرنا چاہتا تھا، جن کی انتظامی قوت کو وہ سلب کر رہا تھا۔ بلکہ فوج لووآ Louvors کے زمانے کے پہلے پیشہ ور نہ ہو سکی۔ لیکن مستعد اور صریح جنگ و جدال، جسمیں فرانس سنہ ۱۶۳۵ء کے بعد پھنس گیا، اور پیادہ فوج کی روز افزوں اہمیت نے تاج کی طرف سے پیادہ دستوں کی بھرتی اور تنظیم میں معتدبہ مدد دی۔ اس طرح کوئی امیر کرنل کے عہدے پر فائز نہ ہو سکا اور اس کو فابیر اور کاتی نا Catinat جیسے افسروں کے تقرر اور ترقی کا موقع ملا، جو طبقۂ امراء سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ بہت عرصے تک، پیادہ لشکر میں خدمات انجام دینا امراء کے نزدیک ان کے مرتبے سے نیچا تھا، یہ ایک خوش آیند تعصب تھا، جس نے حکومت کے لیے اور بھی آسان کر دیا کہ فوج کی اہم شاخ کو براہ راست اپنے تحت میں کر لے۔

لوئی سیزدہم کی علالت سنہ ۱۶۳۰ء

درباری سازش کی ممکن کامیابی یا مریض بادشاہ کی موت سے حکومت کے طرز نو کو جس خطرے کا احتمال تھا، اُس کی زندہ مثال سنہ ۱۶۳۰ء میں ظہور میں آئی۔ لوئی سیزدہم اطالیہ میں فرانسیسی افواج کا ساتھ چھوڑ کر پیرس جا رہا تھا کہ راستہ میں شہر لی آن Lyons پہنچ کر پیچش میں مبتلا ہو گیا۔ چند روز تک

اُس کی حالت غیر رہی آخر ۲۲ ستمبر کو آخری امید منقطع ہوگئی گاستون زمام حکومت کو اپنے ہاتھ میں
لینے کے لیئے پیرس کی طرف جھپٹا۔ ملکہ اور مادر سلطانہ نے کاردینال کی حراست کا بندوبست
کرلیا، اور خود رشلیو اپنی زندگی بھر کی محنت برباد ہوتے دیکھکر فرار ہونیکیلیئے تیار ہوگیا۔ مگر بادشاہ کی طبیعی ساخت،
جو اُس سے کہیں زیادہ پر قوت تھی جیسا کہ مورخین نے فرض کیا ہے، نہ صرف مرض پر بلکہ طبیبوں پر
بھی فتحمند ہوگئی۔ باوجود ایک ہفتے میں سات مرتبہ فصد کھلنے کے، اس میں اب بھی صحت حاصل کرلینے
صفحہ ۱۵۱ کی طاقت تھی، اور رشلیو فی الحال محفوظ رہا۔ اس کے دشمنوں کو اپنی تجاویز بدلنی پڑیں۔ ملکہ اور
سلطانہ نے، جو اپنا شکار نہ چھوڑنے پر اڑی تھیں، وزیر کے خلاف ایک سازش مرتب کی جس میں
دونوں میریلاک، باسوم پی ایر (Bassompierre) اور آرلینز بھی شریک تھے۔ ۱۱ نومبر
کو میری نے بادشاہ کے سامنے کاردینال کی بھانجی مادام دکومبالے Morne. de Combale
پر سخت اتہامات کی بوچھار کردی۔ رشلیو کے اندر آتے ہی اس پر برس پڑی۔ اس پر مکاری اور
دغابازی کا الزام لگاکر اُس نے لوئی سے مطالبہ کیا کہ رشلیو فوراً مستعفی کردیا جائے، اور بادشاہ
سے کہہ دیا کہ یا وہ وزیر کو رکھے یا اپنی ماں کو۔ چند لمحوں تک لوئی شکوک میں پڑ گیا اور رشلیو کی
قسمت اُدھر میں لٹکتی رہی، حتی کہ اس نے ایک حکم پر دستخط بھی کردیئے جس کی رو سے فوج کی کمان
ماریشال ومیریلاک کے ہاتھ میں دیدی گئی۔ ہر درباری یہی خیال کرتا تھا کہ رشلیو کا عہد وزارت
ختم ہوگیا۔ ماندہ اور افسردہ دل بادشاہ منت و سماجت سے بچنے کی غرض سے ورسائی کے
شکارگاہ کو چلا گیا اور درباریوں کے حلقۂ اثر سے دور ہوکر اس کی عقل سلیم اور حب الوطنی نے پھر
زور پکڑا اور اس نے عزم کرلیا کہ وہ اپنے وزیر کی ملکہ اور ماں کے خلاف بھی مدد کریگا۔ رشلیو کو
خفیہ طور سے ورسائی بلاکہ بادشاہ نے خود کو اس کے سپرد کردیا۔ اس طرح "یوم الحمقاء" تمام ہوا۔
خشمگیں وزیر کا انتقام خوفناک تھا گیستان وآرلیانس لورین بھاگ گیا اور میری ہسپانویوں
کے پاس بروسیل چلی گئی، ماریشال ومیریلاک پھانسی پر چڑھایا گیا اور اس کا بھائی صدر دیوان
تھوڑے ہی وقفے کے بعد جلاوطنی میں مرگیا۔ ڈچس ابل بیوف (Elbeouf) اور
اورناتو قید ہوگئے اور ملکہ کا محل کاردینال کے نامزدوں سے بھردیا گیا۔

آرلینز اور مونمورانسی کی بغاوت سنہ ۱۶۳۲ء

جلاوطنی نے فاتح سے نفرت کی آگ کو بجائے ٹھنڈا کرنے کے اور بھی مشتعل کردیا۔
گاستون اور آرلینز نے جس نے والی لورین کی بہن کے ساتھ لوئی
کی مرضی کے خلاف شادی کرلی تھی، جسے لوئی نے تسلیم نہیں کیا تھا

رشلیو کے خلاف ۱۶۳۲ء میں ایک نئی سازش مرتب کی۔ اپنے نفرت آلود دشمن کو تباہ کرنے کیلئے صفحہ ۱۵۱
وہ اپنے ملک کے دشمنوں سے میل کرنے میں بھی نہ جھجکا۔ لورینیوں اور ہسپانویوں کی متحدہ فوج
فرانس پر شمال مشرق سے حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہوئی۔ اور ماریشال ومون مورانسی
حاکم لانگ دوک نے جنوب کو مشتعل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مگر رشلیو کی خوش بختی نے ساتھ نہ چھوڑا
سرحد فرانس پر پہنچنے کے پہلے ہی سویڈن نے ہسپانویوں کو مار بھگایا۔ اب بجائے فرانس کے
لورین کو حملہ کی چوٹ اٹھانی پڑی۔ اور خود لوئی کے زیر قیادت ۲۵ ہزار سپاہ نے فی الفور
ملک کو تہہ و بالا کر ڈالا اور اس کو مستقل طور سے فرانسیسی انتظام کے ماتحت کر دیا، گو فرانس
سے اس کا باضابطہ الحاق ایک صدی بعد تک نہیں ہوا۔ اسی اثناء میں گاستون اور آرلینز چند
ہزار سواروں کے ساتھ مون موران سی کے پاس لانگ دوک پہنچا، اور راستے میں وزیر کی بدعنوانی
کے خلاف ملک کو ابھارنے کی کوشش کرتا گیا۔ مگر ایک متنفس نے بھی جنبش نہ کی۔ فرانس نے
اب احساس کرنا شروع کر دیا تھا کہ گو رشلیو کی حکومت تند و سخت گیر ہے۔ پھر بھی وہ امراء کی حکومت
کے بہ نسبت بدرجہا زیادہ انصاف پسند اور متحمل ہے لانگ دوک میں مون موران سی اپنی ذاتی مقبولیت
اور مجالس کی مدد سے ایک چھوٹی فوج آراستہ کر سکا تھا۔ مگر لوگوں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا
اور وہ شوم برگ (Sehomberg) اور شاہی دستوں کے سامنے لاچار ہو گیا۔ یکم ستمبر ۱۶۳۲ء
کو وہ بمقام کاسل نوداری منہزم ہو کر گرفتار کر لیا گیا۔ ۳۰ راکتوبر کو فرانس کے نامور زمینداری
امراء کے آخری رکن نے خود مختار سلطنت کے سامنے دار پر سر لٹکا دیا۔

رشلیو کے دشمنوں کا اضمحلال

کارونیال کے بے رحم انصاف کے اشاعت کردہ تازہ حکم قتل نے
لانگ دوک کو ویران کر دیا۔ مجالس منتشر کر دی گئیں اور بیشتر امراء اور
شرفاء یا تو پھانسی پر چڑھا دیئے گئے یا جہاز پر کام کرنے کے لئے بھیج دیئے
گئے۔ پانچ بشپ معزول کئے گئے اور شہروں کے قلعے اور مورچے مسمار کر دیئے گئے۔ نفرت آلود
اور حقارت آمیز گاستون، جو ان مصائب کا سبب تھا، اکیلا بچ گیا۔ اپنی پیدائش اور اپنے رفقاء
کو پھنسا دینے میں آمادگی کے سبب سے اُسے برسلز میں اپناہ گزیں ہونے کا موقع دیدیا گیا۔ وہاں
پہنچکر باتفاق اہل ہسپانیہ و مادر سلطانہ اُس نے فرانس اور رشلیو کے خلاف پھر سازشیں کرنی
شروع کیں مگر رشلیو نے خود کو امراء اور قوم پر اس قدر حاوی پایا کہ اب اس کے نزدیک اندرونی صفحہ ۱۵۲
سرکشوں کے سردار ہونے کی حیثیت سے گاستون کا خوف بالکل نہ تھا۔ مگر گاستون کھلا

دشمن تھا اور اس حیثیت سے بہت خوفناک تھا۔ بادشاہ کی نوازش کے وعدوں اور اُس کو اور اُس کے دوستوں کو تحائف پر مخالف نے اُسے مادر سلطانہ اور اپنے میزبانوں کو پھنسا دینے پر آمادہ کر دیا۔ اکتوبر سنہ ۱۶۳۴ء میں اُس نے اپنی بیوی اور ماں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بادشاہ اور رشلیو سے باضابطہ آشتی کر لی اور اپنے قصر بلوآ میں گوشہ گیر ہوگیا۔ میری اپنی لڑکی کے ساتھ لندن میں پناہ گزیں ہوئی۔ اور رشلیو کچھ عرصے کے لئے بغاوتوں اور عیاری سازشوں سے آزاد ہوکر، فروغ فرانس کی طرف توجہ مبذول کر سکا۔ سال متعاقب سنہ ۱۶۳۵ء میں وہ علانیہ سی سالہ جنگ میں شریک ہوگیا۔

سینک مارس کی سازش سنہ ۱۶۴۲ء

موت کے چند ماہ قبل رشلیو کو پھر ایک درباری سازش سے اپنی محافظت کرنی پڑی۔ مگر یہ ایسی سازش تھی جو سخت سیاسی رقابت کے بہ نسبت ذاتی ہوس پر مبنی تھی۔ مارکوئس دے فیا (D'Effiat) کا بیٹا سینک مارس، (Cinque-Mars) منتظم خانۂ عامرہ، کاردنیال کی سخت گیر اور غالب کل حکومت سے برہم ہوکر، اُس کے شاہی تقرب کو بُرا بھلا کہنے لگا، اور وزیر کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے کی کوشش کرنی شروع کی، جو اس وقت قریب مرگ خیال کیا جاتا تھا۔ پرانے سازشی گاستون، اور جاگیر سیڈان (Sedar) کے مالک ڈیوک دبوئی اُون نے اس سازش کو اپنی مدد دیکر سیاسی اہمیت بخشی، جاسوسی کا طریقہ، جسے رشلیو نے قائم کیا تھا، اتنا اچھا تھا کہ اس طرز کی کوئی سازش نظر سے گذرے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر بھی نہ تو رشلیو اور نہ بادشاہ نے کچھ دخل دیا، یہاں تک کہ ان کو یہ ثبوت بہم پہنچ گیا کہ سینک مارس فی الحقیقت قومی دشمن، ہسپانیہ، کے ساتھ خط و کتابت کر رہا تھا۔ تب انھوں نے وار کیا اور حسب سابق سخت وار کیا، ڈوک دبوئی آن کو سیدان فرانس کے حوالے کرنا پڑا۔ سینک مارس اور اُسکے دوست دتو (de Thou) کو پھانسی دی گئی، یہ دونوں اُن مقتولین کی لمبی فہرست کے آخری نام ہیں، جن میں پانچ ڈیوک، چار کونٹ، اور ایک فرانس کا سپہ سالار شامل تھا اور جو اپنے ملک کے عظمت کے آگے بے رحم کاردنیال کے ہاتھوں بھینٹ چڑھائے گئے۔

رشلیو کا مرکزی طرز عمل

15 امراء کے ساتھ رشلیو نے جو جنگ آزمائیاں کیں، اُن کے برباد کن رُخ پر ایسی گہری نظر ڈالنا آسان ہے، جس سے یہ فراموش ہو جائے کہ اُس

کی نظر میں یہ آویزشیں اُس کے نظام عمل میں سب سے کم اہمیت رکھتی تھیں۔ نمک حراموں اور خائنوں کی تصلیب اور دغابازوں اور سازشوں کی جلاوطنی، ذاتی انتقام کی تشفی نہیں، بلکہ ان کی سیاسی قوت کے اتلاف کا لازمی ذریعہ تھیں۔ ہیوگونو کی طرح، اُمراء کو بھی اُس نے جڑ سے کاٹنا نہیں چاہا۔ بلکہ صرف فتنہ سازی سے معذور کر دیا۔ جب تک حق پیدائش کے ذریعے وہ سیاسی قوت پر، جو ذاتی حقوق اختصاصی اور ملکی مقبوضات پر مبنی تھی، متصرف تھے تب تک یہ یقینی تھا کہ وہ وزارت عظمیٰ کی نئی تنظیم سے خود کو مانوس کرنے سے قطعی انکار کر دینگے، اور یہ خوف ہمیشہ رہیگا کہ وہ اپنے طبقے کے مفاد کو حکومت کے مفاد پر ترجیح دیں گے۔ جب وہ اپنی ملکی قوت سے محروم کر دیئے گئے تو خود بخود اُس تاج کے سب سے بڑے خدمتگذار بن جائیں گے جس کے ساتھ وہ ابتک سرگرم رقابت تھے۔ اور جہاں وہ ابتک حکومت کرتے تھے وہاں نہایت شوق سے خدمات انجام دینگے۔ رشلیو کے عہد حکومت میں پھر مرکزیت کا کام مستعدی سے جاری رہا۔ شاہی حکومت کی مستحکم عمارت رفتہ رفتہ تیار کی جاتی ہے، اور لاحاصل سازشیں اور رکیک حیلے انہیں ان افراد کے غم وغصے کو ظاہر کرتی ہیں، جو یہ دیکھتے تھے کہ رفتہ رفتہ قوت اُن کے ہاتھ سے نکلی جارہی تھی پس انھوں نے ایک یقینی تحریک طبعی کے ذریعے، اپنی کوششیں اس شخص کے خلاف صرف کیں، جسے وہ نفرت آلود طرز حکومت کا موجد خیال کرتے تھے۔ جاگیرداروں کے قلعوں کا انہدام، پیشہ ور فوج کی ترویج، ڈان دوم اور مون موران سی کی شورشوں کے بعد بریٹنی اور لانگ ڈوک میں زمیندار اُمراء کے بجائے، شاہی انتظامی افسروں کی سرفرازی، صلح آلے کے بعد تاج کے براہ راست مقرر کردہ حکام کے ذریعے بلاد ہیوگونو کا، اور تسخیر کے بعد لورین اور سیدان کا، انتظام، اور ملک کے عرض وطول میں سرکاری ڈاک خانے کا قیام، سب کے سب، اُمراء کی سیاسی قوت کو توڑنے کی طرف قدم زن تھے۔ آخر کار ۱۶۳۷ء میں سب سے سخت وار کیا گیا۔ کئی سال سے رشلیو نے مقامی، بالعموم عدالتی، نوع کے انتظام کے بعض

ناظموں کا تقرر
Intendants

معاملات کی تفتیش کیلئے ناظموں کے نام سے شاہی کمشنروں کو مقرر کرنا شروع کیا تھا۔ ۱۶۳۷ء میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے، اُس نے ہر صوبے میں نظماء مقرر کیئے اور اُن کے سپرد تمام مالی، عدالتی، اور پولیس کا انتظام دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام اختیارات، جو پیشتر زمیندار اُمراء اور مقامی انتظامی جماعتوں کے ہاتھ میں تھے، اب بالکل اُن افسروں کے ہاتھ میں اکٹھا ہو گئے جو وزیر کے

حکم سے متعین ہوتے تھے اور صرف اُسی کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے۔ درحقیقت اس آئین نے متوسط طبقے کے پیشہ ور لوگوں کے لیئے ملکی خدمتگزاری کا مستقل شعبہ قائم کر دیا، جو بالکل شاہی کرم گستری کے دست نگر تھے۔ اور اس طرح سے خود مختار قوت کی افزائش میں بہت کچھ مدد دی ۔

رشلیو کے مرتبہ انتظامی طرز حکومت کی قدر و قیمت بہت جلد عیاں ہوگئی، کیونکہ ۱۶۴۳ء میں، بادشاہ کی کمسنی اور مجلس تولیت کی کمزوری کی وجہ سے فرانس پھر خطرے میں پڑ گیا، رشلیو کے مرنے کے بعد بھی وہ معاشرتی اور سیاسی طبقے برقرار رہے، جس کے تحفظ کے لیئے

۱۶۴۳ء کی مجلس تولیت

اُس نے زندگی بھر سعی کی تھی وقتربت کی طاقت اور رشلیو کی حکومت کی یادنے فروند کی دغابازیوں اور مکاریوں کے زمانے میں سلطنت کے اقتدار کو قائم رکھا۔ خود رشلیو کی موت ۴ دسمبر ۱۶۴۲ء کو واقع ہوئی۔ اُسکے بعد ہی ۱۴ مئی ۱۶۴۳ء کو لوئی بھی فوت ہوگیا۔ اب تخت و تاج کا مالک اُس کا صغیر سن لڑکا تھا، جو صرف چار سال اور چھ ماہ کی عمر کا تھا۔ یہ فرانس کے لیئے پریشان کن موقع تھا، لوئی سیزدہم اپنی بیوی این شاہزادی آسٹریا سے، جو شادی کے بعد ہی سے بادشاہ اور رشلیو کے طرز عمل کے خلاف برابر اثر ڈالتی تھی، بدگمان تھا۔ اس لیئے اپنے مرنے کے بعد ملکہ کی سیاسی قوت پر دباؤ رکھنے کے لیئے اس نے اپنے وصیت نامے کے ذریعے ایک انتظامی مجلس مملکت نافذ کرنے کی کوشش کی، جس کی صلاح بغیر ملکہ کچھ نہ کر سکے مگر این نے، جس کی رعونت ذمہ داریوں کے ساتھ بڑھ گئی تھی، ان حد بندیوں کا ذرا بھی پاس نہ کیا۔ پیرس کی پارلیمان، سے جا کر اُس نے نہایت جسارت سے یہ مطالبہ کیا کہ اُس کے شوہر کی وصیت خود اُس کے اور اس کے فرزند کے حق میں منسوخ کر دی جائے۔ پارلیمان، کو اپنے سیاسی حقوق اختصاصی میں حکومت فرانس پر فیصلہ کرنے کا حق اضافہ کرنے کا موقع ہاتھ آیا تو وہ کب جانے دیتے تھے۔ اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر انھوں نے بلا تامل متوفی بادشاہ کی وصیت کو منسوخ کر دیا، مجلس تولیت کو توڑ دیا۔ اور حکومت ملکہ این کے ہاتھوں میں مطلقاً دیدی یہ بڑی بدشگونی تھی کہ رشلیو کی موت کے بعد ہی ذاتی اغراض نے پھر سر اُٹھایا مگر فرانس کی خوش قسمتی سے ان ذاتی اغراض میں ایک غرض ایسی تھی جو بقیہ اغراض پر بہت جلد غالب آتی ہوئی معلوم ہوئی، اور جس نے کاردینال رشلیو کے طرز عمل کے تسلسل کو محفوظ کر دیا۔ بابا یوزف (Peregosoph) کی موت کے بعد سے صفحہ ۱۵۵

مازارین وزیر اعظم

رشلیو نے خارجی طرزِ عمل کی تفصیلات کی دیکھ بھال فریس اطالوی جولیو ماتسارینی (Giulis Massarini) کے سپرد کردی تھی، جس پر اُس کی نگاہ ۱۶۳۹ء میں پورپ کے ساتھ گفت وشنید کے اثناء میں پڑی پس وہ رشلیو کی درخواست پر ۱۶۳۹ء میں فرانس کی ملازمت میں داخل ہوا۔ ۱۶۴۱ء میں اُس کو کلاہِ کاردنیال عطا کی گئی اور ۱۶۴۲ء میں رشلیو نے بسترِ مرگ پر لوئی سے سفارش کی کہ عہدۂ وزارتِ عظمیٰ پر اوسی کا تقرر کیا جائے۔ اپنی زیرکی، تدبیر اور حسنِ اخلاق سے اُس نے مدتّغ اور سرد مہر ملکۂ این پر بہت گہرا اثر کیا۔ آین خود غرض اور ملوث امرار سے گھری ہوئی تھی اور اپنے جگر بند کی عافیت کی خواہاں تھی۔ اِس لئے اس کو سہارے کے لئے ایک زیادہ مضبوط بازو اور ہمدرد دل کی ضرورت محسوس ہوئی، اور اُس نے مازارین کو ایسا شخص سمجھ کر منتخب کیا، جسے وہ اپنی طبیعت کے رازوں کا امین بنا سکے۔ آیا ان دونوں کا بالآخر خفیہ طور سے ازدواج ہوگیا تھا یا نہیں تاریخ کا عقدۂ لاینحل ہے لیکن اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ زندگی کے بقیہ ایام میں دونوں باہمی توقیر و خلوص کے نہایت پائدار رشتے سے جکڑے ہوئے تھے۔ تمام وہ لوگ جو راز سے واقف نہ تھے اُس وقت بہت اچنبھے میں پڑے جبکہ اس نے حصولِ اختیارات کا اعلان اس طرح کیا کہ مازارین کو عہدۂ وزارتِ عظمیٰ پر جس کے لئے رشلیو نے اُسے منتخب کیا تھا، مستقل کردیا اور جلیل القدر کاردنیال کے خارجی اور خانگی طرزِ عمل کو جاری رکھا، اور واں دوم مارکیور (Mercoour) اور گینز کے ڈیوکوں اور ڈچز دشیوریوز کو، جو کاردنیال کے دوستوں سے انتقام لینے کے کام کو آپس میں تقسیم کر رہے تھے، از سرِ نو جلاوطن کردیا۔ صفحہ ۱۵۲

مازارین کا رویہ

کاردنیال مازارین کا رویہ اپنے عالی مرتبہ پیشرو سے بالکل جداگانہ تھا۔ وہ ایک پست قد حقیر صورت کا آدمی تھا۔ رشلیو حقیقی قابلیت کا آدمی تھا، جس نے دنیا میں اپنی عزت خود پیدا کی تھی اور اپنی شہرت و ناموری کا خود معمار تھا۔ اگر رشلیو نے راستہ نہ دکھایا ہوتا، اور اسے ایک کام پر مامور نہ کیا ہوتا تو مازارین عوام الناس کے زمرے سے کبھی باہر نہ نکلتا۔ مازارین کا کام یہ تھا کہ وہ برقرار جاری رکھے اور ترقی دے، رشلیو کا کام ایجاد و قائم کرنا تھا۔ اُسکی طبیعت نرم و ملنسار تھی، اُس کا طرزِ بیان پسندیدہ تھا۔ وہ کاروبار میں نہایت چالاک و معاملہ فہم تھا، اندازِ گفتگو چاپلوسی سے بری، مگر نہایت مودبانہ تھا، وہ اپنے مخالفین کی سرکوبی نہ کرتا تھا بلکہ صرف غیر مسلح کردیتا تھا،

وہ اُن کو خوف زدہ نہیں کرتا تھا، بلکہ ترغیب سے کام لیتا تھا، اس کا اصل الاصول انتظام تھا نہ کہ جنگ وجدال، اور اُس کے اسلحہ تدبیر وسیاست تھے، نہ کہ تلوار دو ار۔ زمانہ سازی میں وہ اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، اُس نے اپنی زندگی ایک بلی کی طرح گذاری، جو دیکھنے میں قابل اعتماد بیگناہی کی تصویر معلوم ہوتی ہے، مگر ایک بے رحم دل اور زہر آلود پنجے چھپائے رہتی ہے۔ اُس کی شخصیت ایسی تھی جو صاف دل فرانسیسی اور راسنبانہ انگریز دونوں کو برابر نفرت آمیز نظر آتی تھی، اور اگر شدت حرص نے اُسے بدرنگ نہ کردیا ہوتا تب بھی وہ خود کو فرانسیسیوں یا انگریزوں میں سے کسی کے نزدیک بھی قابل برداشت نہ بنا سکتی تھی۔ اپنے چال وچلن کی نرمی، حیلہ گری کی محبت، درباری وضع، اپنے رشتہ داروں کی سرفرازی، نادر الوجود کتب اور موزنوں کے فنونی اجتماع، اپنی حرص کی رذالت، اور اپنی نمائش کی فیاضی میں وہ یکا اطالوی تھا۔ اور تمام فرانسیسی اُمرا اور عوام اُسے ایک غیر ملکی سمجھتے تھے، جس نے ایک بیوقوف عورت (جو اسی کی طرح غیر ملکی تھی)، کے جذبات پر مذموم اسالیب سے قبضہ کر لیا تھا اور جونک کی طرح فرانس سے چمٹ گیا تھا اور اس کی زندگی کے خون کو ناقابل تشفی خونخواری کے ساتھ چوس رہا تھا۔ جس نفرت سے مازارین دیکھا جاتا تھا، وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ نہ تو سی سالہ جنگ کی فتحمندی، وسٹ فیلیا کی صلح اور نہ معرکۂ روکروآ (Rocroy) یا عظمت وفروغ کے ہوشربا جام، جو اُس نے فرانس کے سامنے پیش کیئے، اس کو اُس ادھادھند صفحہ ۱۵۷
اور نفرت آلود درشت کلامی سے بچا سکے، جس کی حب الوطنی اور خودغرضی، آزادی اور شوریدہ سری کے اُس عجیب جوش وخروش نے اس پر بارش کی، جسے فروند کے نام سے پکارتے ہیں اور جس کی خاص محرک مازارین کی نفرت تھی۔

فروند کی شعلہ فشانی

سنہ ۱۶۱۴ء کی مجلس طبقات کی برخواستگی کے بعد سے پیرس کی پارلیمان کی سیاسی اہمیت بڑھتی گئی۔ اِس کے ارکان کے عہدوں کی وراثتی نوعیت افزودہ مراعات جو اُمرا کے خلاف جنگ کے اثنا میں رشلیو نے اُن کے طبقے کے ساتھ ملحوظ رکھی تھیں، اور حکومت فرانس کے نظم ونسق کے لیئے سنہ ۱۶۱۰ء اور سنہ ۱۶۴۳ء کی دوہری استدعا نے ان کو اپنی قوت کا احساس اچھی طرح کرادیا تھا۔ ہسپانیہ اور انگلستان میں شاہی اقتدار کے خلاف بغاوتوں کی کامیابی نے ان کو بھی اُبھار دیا تھا اور ان کی اپنے لیئے اور آزادی کے واسطے زور لگانے کی خواہش برانگیختہ ہو گئی تھی۔ جنوری سنہ ۱۶۴۸ء میں ایک فرمان شائع

کیا گیا جس کی رو سے پیرس میں داخل ہونے والی ہر نوع کی اشیاء پر چنگی کا محصول باندھا گیا اس نے پارلیمان کو دستوری رہنما بننے کا موقع دیا۔ چنانچہ انھوں نے فرمان کو درج رجسٹر کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر درباری صغیر سن بادشاہ کو پارلیمان میں لائے اور ایک مہاد الانصاف

پارلیمان کے دستوری مطالبات ۱۶۴۸ء

کے جلسے میں اندراج عمل میں آیا۔ مگر ایک نو سالہ طفلک کی مداخلت سے ایک اہم دستوری مسئلے کو طے کرنے کی کوشش کی حماقت ایسی صریح تھی کہ اس کو قانون پیشہ بھی نہ برداشت کر سکے، اور ۱۶ر جنوری کو پارلیمان نے اندراج کو ضعیف اور ناجائز قرار دیا۔ اصل مسئلۂ زیر بحث کے متعلق ایک سمجھوتہ ہو گیا۔ مگر پارلیمان اپنے حقوق سیاسی سے دست برداری کے لئے تیار نہ تھی۔ پس اُس نے ایک کمیٹی، جو

اس کے اصلاحات کا نظام عمل

اُس کے تینوں طبقوں کے نائبین پر مشتمل تھی، مقرر کی تا کہ وہ اصلاحات حکومت پر غور کرے۔ اس کمیٹی نے ناظموں کی برخاستگی محصول تالیٔ (Taille) میں ایک چوتھائی کی تخفیف کا مطالبہ کیا، نیز یہ کہ ہر شخص

صفحہ ۱۵ جو حراست میں لیا جائے چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے اجلاس میں پیش کیا جائے۔ مزید یہ کہ پارلیمان کو محاصل کی نگرانی کا حق دیا جائے یہی دستوری اصلاح کے جزاہم تھے۔ جن کی اگر تکمیل ہو جاتی تو وہ شاہی اقتدار کو کوئی اہم نقصان پہنچائے بغیر، فرانس کو خود سر حکومت کی بدترین خرابیوں سے بچا لیتے مالی انتظام کی نگہداشت اور حصول احضار ملزم (Habeas Corpus) کا قیام، گو وہ پارلیمان، جیسی غیر نمائندہ جماعت کے ہاتھ میں ہوتا پھر بھی فرانس کو آیندہ صدی کی کمزوری سے ضرور بچا لیتا اور ممکن تھا کہ حقیقی دستوری زندگی کا آغاز ہوتا۔ مگر ایسا ہونا شدنی امر نہ تھا۔ ماتسارینی طوفان کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے دکھائی دیا۔ اُس نے بعض مطلوبہ فرامین شائع کر دیئے، اور اپنے موقع کا انتظار کرنے لگا۔ لان (Lens) میں کونڈے کی فتح کی خبر وہ تھی جس کا وہ آرزومند معلوم ہوتا تھا۔ نوتردام (Notre dame) کے کلیسا میں فتح کی خوشی میں ٹی ڈیم (حمدیہ نظم) گائی جا رہی تھی، اُس کے پردے میں باب حکومت کی مخالف شورش کا رہبر، بروسیل (Broussel) حراست

بروسیل کی حراست اور رہائی

میں لے لیا گیا اور محبوس کر دیا گیا۔ جس وقت یہ معلوم ہوا تو سارا پیرس برانگیختہ ہو گیا، ماتسارینی کے ساتھ نفرت کی چنگاری جو لوگوں کے دلوں میں سُلگ رہی تھی آتش غضب بنکر بھڑک اٹھی کچھ پشتے تیار کیے گئے

عوام مسلح ہو گئے اور پارلیمان ایک غضبناک اور پر جوش غول کے ساتھ بروسیل کی رہائی کا مطالبہ کرنے کے لیئے بڑھی۔ دربار کو پھر سرجھکانا پڑا اور بروسیل رہا کر دیا گیا، مگر پیشتر کی طرح مانسارینی صرف اس وجہ سے پیچھے ہٹ گیا تاکہ اس کا آخری وار زیادہ کارگر ہو۔ صلح وسٹ فیلیا ایک قواعدداں فوج اس کے تحت میں کر دے گی، اور تب حکومت کی حیثیت نہایت مستحکم ہو جائیگی پیرس جس قدر چاہے بپھرے، مگر وہ زمانہ گذر گیا تھا جبکہ پیرس کی تلوّن مزاجی فرانس کی قسمت کا فیصلہ کرتی تھی۔ مانسارینی بڑی غلطی پر تھا۔ ۱۳ ستمبر کو دربار، شوروشغب کے پیہم خطروں سے بچنے کی غرض سے ریلوایل (Ruel) ہٹ گیا پیرس میں فوراً طوفان اُمنڈ آیا۔ پیرس کے زیرک و بدنیت مددگار بشپ گوندی (Gondi) میں سوائے خطاب کے اور کوئی دوسری کلیسائی صفت نہ تھی اس کی ترغیب سے اُس عہد کا جنگ آزماسور ما پارلیمان کی طرف ہو گیا اور دربار کو مانسارینی کے منظور نظر طرز عمل کی پیروی کر کے پھر حیلہ حوالہ کرنا پڑا۔ وہ پھر پیرس کو لوٹا اور ۲۴ اکتوبر ۱۶۴۸ء کو ایک فرمان شائع کیا، جس کے ذریعے اُس نے "محکمہ لسنت لوئی" (پارلیمان) (Chambredes Loues) کے کل مطالبات منظور کر لیئے اور ان کی تعمیل کا حکم نافذ کر دیا۔

صفحہ ۱۵۹

وزارت عظمٰی کی غیر مقبولیت

ابتک یہ آویزش اپنے اہم نکات میں دستوری تھی پیرس کی پارلیمان، اہل شہر کی مدد سے اور مانسارینی کی غیر مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر یہ کوشش کر رہی تھی کہ خزانے پر اپنی نگرانی کر کے اور تمام فرانسیسیوں کے واسطے خودسرانہ حراست سے آزادی حاصل کر کے وہ ایک غیر ذمہ دار وزیر اعظم کی ترنگ کی روک تھام کرے۔ لوگوں کو محسوس ہونے لگا تھا کہ فرانس کا دستور زمانۂ حال میں اس نوع کا ہو گیا ہے جو اُن کے مفاد کا نقیض ہے۔ یہ جداگانہ بات تھی کہ بادشاہ کے ذاتی اختیارات اعلیٰ وارفع تسلیم کر لئے جائیں، جبکہ اُن کی تعمیل بالعموم بالکل خودمختار حکام کے ذریعے سے ہوتی تھی، اور جو اپنی نوعیت ہی سے ایسی قیود کے پابند تھے جو حکام اعلیٰ کے اختلاف رویہ سے یقینی طور پر لازم آتی تھیں۔ مگر یہ اعتراف کرنا بالکل جداگانہ امر تھا کہ یہ ذاتی اختیارات تفویض پذیر ہیں، اور نیز یہ کہ ایک وزیر کی، جو بادشاہ کے عہد طفولیت میں اپنے دفتری نامزدوں کے ذریعے نظم ونسق کرتا تھا، اُسی طرح بیچون وچرا اطاعت کی جائے۔ اُمراء اور پیشہ ور طبقوں نے ابتک شخصی حکومت کے بوجھ کو نہیں محسوس کیا تھا انھوں نے ہنری چہارم کی مرضی کو

ماننے اور اس کی تعمیل کرنے میں کوئی عذر نہ کیا، گو ہنری سوم کی ان سے اس قسم کا مطالبہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ یہ اور بھی جداگانہ صورت تھی جبکہ رشلیو کے بعد ماتساریتی کی اطاعت کے لیئے وہ مجبور کیئے گئے، جبکہ لوئی سیزدہم وجود معطل معلوم ہوتا تھا اور لوئی چہاردہم طفل مکتب تھا۔ اور غیر ذمہ دار وزیر کے خلاف واقعی شورش کے پس پشت مقامی اختیارات اور مرکزی حکومت کی پرانی رقابت تھی۔ تمام مقامی اختیارات، خواہ صوبہ داروں یا ریاستوں کے خواہ پارلیمان کے، سب نے رشلیو کے مرکز ساز ہاتھ سے نقصان اٹھایا تھا بعض صورتوں میں اُن کا قطعی استیصال ہوگیا تھا۔ فرانس بساط شطرنج ہوتا جاتا تھا، جس پر صرف بادشاہ اُس سے بھی بدتر وزیر کا ہاتھ نمایاں تھا۔ چنانچہ جب پیرس کی پارلیمان تاج سے برسرپیکار ہوئی تو اسکو معلوم ہوا کہ اسکے پیچھے صرف ایک بڑے شہر کی شورش پسندی، یا پیشہ ور فتنہ پردازوں کا پھیلایا ہوا ناجائز جوش ہی

صفحہ ۱۶۰

اصلاحات کی اہمیت

نہ تھا، بلکہ عوام کی رائے اور، فرانسیسی تاریخ کی راسخ الاصول روایات، اور ایک قوم کے سیاسی جذبات بھی تھے جو ترقی کر رہی تھی۔ انگلستان کی نظیر یہ دکھانیکے واسطے کافی تھی کہ اگر، خواہ کسی ذریعے سے، وہ خودسرانہ تشخیص محاصل اور خودسرانہ قید کی قوت کارگر طریقے سے محدود کر سکتی تو وہ ایک ایسا بیج بوتی جس سے یقیناً آزادی کا درخت پیدا ہو جاتا۔ ۱۶۴۸ء میں تاج سے جو فرمان اصلاحات زبردستی شائع کرایا گیا تھا اس کے چار خاص دفعات میں سے دو، یعنی محصول تائی کی تخفیف اور نظما کی معزولی، اس عہد کی اہم شکایات کا صرف وقتی علاج تھے۔ بقیہ دو یعنی محاصل کی نگرانی اور احضار ملزم (Habeas Corpus) زمانۂ مستقبل کے لیئے حکومت کے ایسے اصول کے واضع تھے۔ جن کی اگر تعمیل کر دی جاتی تو وہ بلاشک فرانس کی ساری تاریخ کو بدل دیتے ؎

پارلیمان کی کمزوری

بدقسمتی سے خود پارلیمان ایک ایسی جماعت تھی جس میں دستوری مجاہدے کی ہدایت کی صلاحیت بالکل نہ تھی وہ عمال کی ایسی جماعت تھی جس کی نوعیت نمایندانہ نہ تھی اور اس کو نہ تو قانونی اور نہ سیاسی حقوق حاصل تھے اور نہ وہ نظائر کے واسطے قدیم روایات رکھتی تھی اور کوئی ایسی قوت بھی نہ تھی جس پر وہ بھروسا کر سکتی۔ غرضکہ وہ قومی مفاد کی حامی ہونے کی حیثیت سے ایسے تاج کے مقابلے کے لیئے تمسخر آمیز طور پر ناقابل تھی، جس نے اُس وقت یورپی سیاسیات کی سرگردگی اختیار کر لی تھی۔ اس کا معین شہر

پیرس اس سے بھی زیادہ ناقابل تھا۔ بخیل تجار جو شہر کے حقوق اختصاصی کے متلاشی، مگر اُس کے روپیوں کی تھیلیوں کے لئے خوف سے لرزاں تھے، سڑکوں کے شورش پسند بلوائی، جو اپنی اہمیت کے نشے میں چور تھے، گوندی جیسے غرض مند فتنہ پردازوں کا ایک چھوٹا جتھا خود غرض اُمرا اور غضبناک عورتوں کی کثیر جماعت، ڈیوک بو فور اور ڈچس لونگ ویل، جیسے نیم احمق اور نیم مفسد افراد، ایسا مسالہ نہ تھے جس سے ایک کامیاب دستوری انقلاب تیار کیا جا سکتا۔ پس اس تحریک کا جوش خود بخود فی الفور کم ہونے لگا۔ پارلیمان کے دستور پسند وُل
صفحہ ۱۶۱ سڑکوں کے بلوائیوں اور خاندان شاہی کے شہزادوں اور اُمراء میں، مالتسا رینی کی نفرت

اُمرا اور عوام سرگرمی اختیار کرتے ہیں

عام تھی۔ شاہی افواج کے خلاف کمک حاصل کرنے کے لئے پارلیمان کو بلدہ اور اُمراء سے درخواست کرنی پڑی۔ موخر الذکر بشوق اس شورش میں شریک ہو گئے تاکہ وہ اپنا قدیم سیاسی اثر واپس کریں اور وزیر کو نکال باہر کریں جس سے سب نفرت کرتے تھے پارلیمان کی ذرہ بھر بھی پروا نہ تھی۔ اپنے دل میں وہ اُمرا لباسی (Noblene de la robe) اور ان کے دستوری حوصلوں سے متنفر اور ترساں تھے۔ وہ خفیہ شور و شغب اور علانیہ لوٹ مار کے ایام گذشتہ کو واپس لانا چاہتے تھے۔ وہ دستوری اصلاح اور معموم حقوق عوام کے خیال ہی سے نفرت کرتے تھے جس ساعت سے اُمراء نے تحریک کی ہدایت اپنے ذمہ لی اسی وقت سے اس کی دستوری نوعیت جاتی رہی اور وہ اُمراء اور شاہی اقتدار کی درمیانی آویزش کے طولانی ناٹک کا آخری اور بدترین باب ہو گئی۔ اب اُس کا سیدھا اور قطعی غیر مبہم مقصد مفلوک الحال رعایا کی فلاح نہیں بلکہ ایک غیر مقبول وزیر کی معزولی تھا۔

تحریک کی تفرقہ پسندی

اس لمحہ سے فرونڈ کی خاص غرض فوت ہو جاتی ہے اور اُس کا قصہ مختصراً بیان کیا جا سکتا ہے باب حکومت کا ضعف دیکھ کر اُمراء تحریک کی ہدایت پارلیمان اور گوندی کے ہاتھوں سے چھیننے کے واسطے جھپٹے۔ شہزادۂ دکونٹی (De Conti) ڈیوک دیولی آدن، ڈیوک دبیوفور جو شاہِ اسواق، (Roi de balles) کے نام سے پکارا جاتا تھا، ڈیوک لونگ ویل اور اس کی سازشی جادو نگاہ بیوی سب کے سب پیرس آ پہنچے۔ حتیٰ کہ ٹورین بھی جو محب وطن اور وفادار تھا، کچھ عرصے کے لئے ڈچس لونگ ویل کے پھندے میں آ کر دربار کے خلاف

شمشیر زنی پر تیار ہوگیا۔ مگر ماتسارینی کونڈے کو بغاوت سے دستکش رکھنے میں کامیاب ہوا۔ ۶ر جنوری ۱۶۴۹ء کو باب حکومت چھپکر سینیٹ ثرمین (St Germanis) چلا گیا، اور کونڈے کو اپنی افواج کا سپہ سالار منتخب کرکے علانیہ جنگ کے ذریعے پیرس کے محاصرت کرنے کیلئے تیار ہوگیا۔ کچھ عرصے تک دونوں فریق ایسے خوفناک بدل سے ہاتھ جھکتے رہے۔ اور مولے ( ) کی وساطت ہے، جو پارلیمان کے طبقوں میں سے ایک کا صدر اور مسلمہ طور پر دیانت دار شخص تھا، پہلی اپریل ۱۶۴۹ء کو حالت موجودہ Statis guo' صفحہ ۱۶۲
کے اصول کی بنا پر صلح ریو ایل (Mole) مرتب کی گئی۔ تقریباً ایک سال تک امن قائم رہا۔

صُلح ریو آیل ۱۶۴۹ء

اگرچہ صُلح برائے نام تھی اور سازشیں، بدگوئی اور اضطراب حسب سابق جاری رہا۔ بالخصوص کونڈے نے اپنی مغرورانہ تند مزاجی اور اپنی غُصیلی فطرت کے مضحکہ خیز جوش سے خود کو نفرت انگیز بنا دیا۔ حتیٰ کہ ماتسارینی بھی تحمل کی تاب نہ لاسکا اور ۱۸ر جنوری ۱۶۵۰ء کو کونڈے کونٹی اور لونگ ویل کو دفعتہً مقید کرکے

شاہزادوں کی قید ۱۶۵۰ء

اُس نے کل فرانس کو متعجب کردیا۔ یہ نہایت فاش غلطی تھی۔ شہزادوں کی قید نے اس کے دشمنوں کے لئے ایک عام اجتماعی پکار کی مطلوبہ وجہ پیدا کردی۔ دوسری طرف اس عمل کی خود سرانہ نوعیت نے اعتدال پسندوں کو کبیدہ خاطر کردیا۔ یہ خیال عام طور سے پھیل گیا کہ جب تک کاروبار کی ہدایت ماتسارینی کے ہاتھ میں ہے تب تک فرانس کو امن نصیب نہ ہوگا۔ صوبجات کو نورمنڈی گی این (Guieunc) اور برگنڈی (Burgundy) باب حکومت کے خلاف ہوگئے، اور شاہزادوں کی رہائی اور ماتسارینی کی جلاوطنی کی مخصوص غرض سے فرونڈ شروع ہوگئی۔ بہت سی دوسری شورشوں کی طرح اس نے بھی ایسی

صوبجات میں شورش

شورش کی ظاہری صورت اختیار کی جس کی غرض، ایک مفسد اور نااہل وزیر کو دور کرکے، تاج کا حقیقی مفاد محفوظ کرنا تھا۔ نورمنڈی اور برگنڈی میں بلا کسی دقت کے بغاوت فرد کردی گئی، اور گی این میں اس طرح فرد ہوگئی کہ ملکہ اور نوجوان بادشاہ نے بذات خود، ایک طولانی محاصرے کے بعد، بوردو (Bordeaux) فتح کرلیا۔ مگر پھر بھی شعلۂ فساد بھڑکتا ہی رہا۔ پیسمبر میں

باب حکومت سے پھر گیا۔ ڈیوک وآرلیانس شورش میں شریک ہوگیا۔ ٹورین ایک ہسپانوی سپاہ لیکر فرانس پر حملہ آور ہوا، مگر ۱۷ دسمبر کو ریتھل (Rethel) کے قریب ڈیوپلیسی (Duplessis) کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مانتارینی، جو ہمیشہ کا بودا تھا، آمادۂ اطاعت ہوگیا۔ جنوری ۱۶۵۱ء میں وہ چھپ کر فرانس سے بھاگ نکلا۔

مازنتارینی کا فرار ۱۶۵۱ء

مگر جاتے جاتے شہزادوں کی رہائی کا حکم دے گیا۔ فرانس سے نکلکر وہ انتخابی حلقۂ کولن کے شہر بریول (Bruhl) میں سکونت پذیر ہوا، جہاں سے وہ اب بھی، مادر سلطانہ اور دو وزرا، لیون لیتے لیئے (Leovine Letellier) اور سیروین (Servien) سے مراسلت کے ذریعے، معاملات کی ہدایت کرتا تھا۔ مانتارینی کی علیحدگی کی خبر سنکر فرونڈ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ اور پارلیمان نے اس کے خلاف فرمانِ جلاوطنی نافذ کردیا اور اس کا کتب خانہ اور فنونی ذخیرہ فروخت صفحہ ۱۶۳ کردیا گیا۔ پیرس بابِ حکومت کو اپنا قیدی سمجھنے لگا اور فروری ۱۶۵۱ء میں قید خانے سے واپسی کے موقع پر شاہزادوں کا نہایت جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ کونڈے جس طرح پیشتر اپنی خونخواری اور تندی کے سبب سے مانتارینی کیلئے وبال جان ہوگیا تھا، اسی طرح اب وہ رہنمایان فرونڈ کے لیئے بھی ناقابل برداشت ہوگیا۔ پس آین نے ایک نہایت پُر فطرت چال سے اہل فرانڈ کو اس سے علیحدہ کردیا، اور کونڈے کو نوجوان بادشاہ کے خلاف، جو حال ہی میں بالغ قرار دیا گیا تھا، علم بغاوت بلند کرنے پر مجبور کردیا۔

تحریک بادشاہ اور امرا کی درمیانی آویزش ہوجاتی ہے

اب یہ تنازعہ بادشاہ اور امرا کی آویزش کی حقیقی روشنی میں صریحاً نظر آنے لگا۔ نیموس (Nemours) لاروشفوکولڈ (Rochefoucauld) لاتریموی (Trimomille) اور دوسرے امرا کی مدد سے، کونڈے نے جنوب میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ اپنی طرف ملکہ این اور بادشاہ نے میدان میں تین فوجیں بھیجیں تیورین (Tuerinue) حلقۂ اطاعت میں پھر آگیا اور مانتارینی خود اختیار کردہ جلا وطنی سے پلٹ آیا اور ۲۸ فروری ۱۶۵۲ء کو دربار سے شہر پواتی ایر (Poitiers) میں جا ملا۔ آٹھ مہینے تک خانگی جنگ برپا رہی۔ اور فرانس مخالف لشکروں کا جولانگاہ بنا رہا۔ دوسری طرف بیرونی دشمن نے اس کی پریشانی سے فائدہ اٹھا کر شمال مشرق کی سمت اپنے حدود کی توسیع کرنی شروع کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ رشیلیو اور مانتارینی کا طرز عمل جو جرمنی کے معاملے

میں بڑی بے رحمی کے ساتھ برتا گیا تھا، وہ الٹا فرانس کو جھیلنا پڑے گا۔ لیکن جیسے ہی کونڈے اور امرار کے طرف دار ماتساارینی کے فریق اور بادشاہ پرستوں کے خلاف باضابطہ صف آرا ہو گئے۔ اُسی وقت یہ ظاہر ہو گیا کہ گو پیرس ماتساارینی کے خلاف تادم مرگ لڑنے کے لیے تیار تھا۔ مگر فرانس بادشاہ کے خلاف سر اٹھانے پر قطعی آمادہ نہ تھا۔ کونڈے کو اضلاع میں معتد بہ مدد نہ ملی۔ اپریل میں بلینو (Bienoi) کے قریب ٹیورین کی اعلیٰ جنگی قابلیت سے زک اٹھانے کے بعد جولائی میں فوبورگ سنت انتوان میں (Faubourgs. Antoinne) پھر شکست کھائی۔ اور اگر گاستون کی لڑکی ماوامواز ل جوش وا ثر پیرس کے شہریوں کو اُسے اور اس کی ہزیمت خوردہ سپاہ کو شہر پناہ کے اندر بلا لینے کی ترغیب نہ دیتا تو اس کی پوری شامت آجاتی۔

کونڈے اور پیرس کے مابین تنازعہ

پیرس کے دل میں تو صرف ماتساارینی کے خلاف غیر فانی نفرت کا دریا موجزن تھا اور اسے اپنی اہمیت پر بڑا زعم تھا۔ فرانس بھر میں یہی ایک قوت تھی جو اب بھی دربار کے خلاف تھی، چنانچہ ماتساارینی نے دیکھا کہ صلح کے راستے میں تنہا روک وہ خود ہے۔ پس اگست ۱۶۵۲ء میں وہ اپنی خوشی سے میدان چلا گیا، گویا ایک پل تعمیر کر دیا جس کے ذریعے اہالی پیرس وزیر سے مخالفت میں کمی کیے بغیر بادشاہ کی اطاعت قبول کرنے کیلیئے جا سکتے تھے۔ اُنھوں نے اس تدبیر سے بڑے شوق کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔ کونڈے نے جب دیکھا کہ اُس کا ساتھ سب نے چھوڑ دیا ہے تو وہ علانیہ فرانس کے دشمنوں کا شریک ہو گیا۔ اور افواج ہسپانیہ کے سپہ سالار کی حیثیت سے اُس نے اپنے ملک

کونڈے کا فرار اور فرونڈ کا خاتمہ

کے خلاف ایک بیرونی جنگ آٹھ سال تک جاری رکھی ۲۱ ر اکتوبر کو لوئی، اپنی فوج کی معیت میں، پیرس میں داخل ہوا اور فرونڈ کا خاتمہ ہو گیا۔ اُس لمحہ سے شاہی اقتدار، انقلاب کے زمانے تک، تمام دوسری قوتوں سے زیادہ درخشاں رہا۔ طرز دستوری اور حقوق اختصاصی مقامی احساسات اور قانونی حق سب کے سب تاج کے غلبۂ کامل کے سامنے بے بس ہو گئے۔ رہنمایانِ فرونڈ جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس کے مویدین مختلف بہانوں سے قتل کرا دیئے گئے۔ اور اُن میں سے کوئی سیاسی قوت کے سائے کے قریب بھی نہ آنے پایا۔ پارلیمان امور سلطنت میں براہ راست یا بالواسطہ دخل دینے سے منع کر دی گئی اور ایک صدی بعد تک وہ صرف

صفحہ ۱۶۴

شاہی فرامین کا دفتر تسجیل اور شاہی انصاف کی شاہراہ رہی۔ اُدھر اُمراء نے، جن کی سیاسی قوت چھین لی گئی تھی اور جن کا مقامی اثر بہت کم رہ گیا تھا نیم آزاد جاگیرداری کی خطرناک شان کے عوض میں خوشی سے ایک باشوکت دربار کی ملازمت منظور کر لی۔

مالتساربنی کی دوبارہ قوت یابی

جب باب حکومت کی فتح مضمون ہوگئی، تب مالتساربنی اپنے گوشۂ عافیت سے باہر نکلا اور زمام حکومت پھر ہاتھ میں لے لی۔ اپنی زندگی و عروج کے بقیہ نو سال میں فرونڈ نے اُس کی خانگی دولت اور ملکی طرز عمل کو جو نقصان پہنچایا تھا اُس کی تلافی کے لیئے کوشاں رہا۔ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے میں اس نے بہترین کوششیں صرف کیں جو انگلستان کی مدد سے صلح پیری نیز مرتبۂ ۱۶۶۰ء کے ذریعے ایک کامیاب نتیجہ پر پہنچی۔ اپنے خانگی معاملات میں سوائے دولت خطیر جمع کرنے کے جس کے انتظام میں کولبیر نے خزانے کے ابتدائی سبق لیئے تھے، اس نے اور کسی طرف توجہ نہیں کی فروغ فرانس سے اس کو رشلیو جیسی دلچسپی نہ تھی، اُس نے اس کے علوم و فنون اور ادب کے واسطے کچھ نہ کیا۔ عوام کی خوشحالی اور فلاح کی اسے رشلیو سے بھی کم پروا تھی۔ اس کا مالی انتظام نہایت خراب تھا۔ عہدے فروخت کیئے جاتے تھے، مالگزاری پیشگی وصول کی جاتی تھی، سرکاری مقبوضات کارندیال کے ذاتی فائدے کی غرض سے منتقل کر دیئے جاتے تھے۔ اُس کے فوراً ہی بعد فرانس کا بہترین وزیر مال اُس کا جانشین ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا اس واقعے کو اس سبکی سے نظر انداز نہ کرتی، کہ مالتساربنی نے اپنی موت موقوعہ مارچ ۱۶۶۱ء کے وقت لوئی چہاردہم کو نہ صرف اندرون ملک میں شخصی قوت اور بیرون میں یورپ کی سرکردگی تفویض کی، بلکہ ایسا خانگی طرز حکومت بھی سپرد کیا جو یکساں طور پر ظالمانہ اور خراب تھا۔ نیز یہ کہ اگر وہ صرف چند سال اور جاری رہتا تو فرانس قابل افسوس دیوالے اور ناقابل تلافی بربادی اور خسارے سے بمشکل بچ سکتا تھا۔

صفحہ ۲۶۵

باب ہشتم

شمالی یورپ صلح اولیوا (Oliva) تک

اکسنس ٹیرنا کا رویہ اور طرزِ عمل ۔ آئینِ حکومت ۔ سویڈن اور ڈنمارک کے مابین جنگ ۔ معاہدۂ برومسبرو ۔ کرسٹینا والیۂ سویڈن ۔ اس کا رویہ اور قابلیت ۔ فریڈرک ولیم والیِ برانڈن برگ ۔ اُس کا رویہ اور ملکی مقاصد ۔ مسئلۂ پومی رینیہ ۔ اُس کی تخت نشینی کے وقت اُس کے ملک کی حالت ۔ سی سالہ جنگ سے اُس کی علیحدگی ۔ مشرقی پومی رینیہ کا حصول اس کے ذاتی اقتدار کی بناء ۔ چارلس دہم شاہِ سویڈن کے خلاف اُس کی سازشیں ۔ سویڈی غلبے کا اعتراف ۔ وہ پولینڈ کے خلاف چارلس دہم کا ساتھ دیتا ہے ۔ صلح لیباؤ اور ویلاؤ کے ذریعے خود مختاری حاصل کرتا ہے ۔ تسکینِ شمال کو

سویڈن کی حیثیت ۱۶۳۲ء جس زمانے میں یورپ کی بڑی قوتیں رائن اور پرے نیز کے واسطے برسرِ جنگ تھیں ۔ اُسی زمانے میں شمال کی چھوٹی قوتیں قبضۂ بحیرۂ بالٹک کے لیے سرگرمِ پیکار تھیں ۔ یہ ایک ایسی آویزش تھی جس میں ڈنمارک جو جائز اقتدار کا قدیم مگر ضعیف قابض تھا ، دبدبۂ شہنشاہی کے لیے لڑ رہا تھا اور فرانس کی طرح سویڈن ، جو اپنے نوخیز قومی اتحاد کی وجہ سے مضبوط ہو گیا تھا ، اپنی جغرافیائی ساخت کے سبب ، اپنی آزادی کے واسطے جدوجہد کر رہا تھا جس کا نتیجہ سرداری کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ جب گسٹاوس اڈولفس سنہ ۱۶۳۲ء میں میدان لٹزن (Lutzen) میں مارا گیا تو وہ اپنے ملک کے لیے بحیرۂ بالٹک پر قبضہ اور جرمانی زمین پر پیر ٹیکنے کی جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا مگر اُسکی حیات نے وفا نہ کی اور اُسکی زندگی کے کام شہابِ ثاقب کی طرح کچھ دیر درخشاں ہو کر گُل ہو گئے اس لیے اُسے اتنا موقع نہ ملا کہ جو کچھ اُس نے اپنی عقل کے زور سے لیا تھا اُسے اپنی تدبیر سے مستحکم کرے ۔ یہ کام اُس کے دوست اور معتمد علیہ آکسنس ٹیرنا کے لیے رہ گیا ، کیونکہ ابھی اُس کی لڑکی

کرسٹینا کم سن تھی اور اُس کی عمر باپ کی موت کے وقت صرف ساڑھے چار سال کی تھی۔ یہ شخص اس کام کے واسطے نہایت موزون تھا۔ وہ خبردار، سنجیدہ، بے حس، اور اپنے جذبات کا پورا مالک تھا، اور معین خیالات اور وسیع طرز عمل کا آدمی تھا۔ نہ تو کوئی شے اُس کو جوش میں لاتی تھی اور نہ اُس کو بدل سکتی تھی۔ اپنی طولانی اور فکرمند زندگی بھر میں اُسے صرف دو مرتبہ معلوم ہوا کہ بے خوابی کیا چیز ہے۔ ایک مرتبہ معرکہ لٹزن کے بعد اور دوسری مرتبہ معرکہ نورڈلنگین کے بعد۔ اُس کی حب الوطنی نے خاندان وازا (Vasa) اور گسٹاوس اڈولفس میں جسمانی صورت اختیار کی تھی۔ بادشاہ کی زندگی میں اُس کی تمام تر کوششیں اپنے آقا کی خواہشوں کو پورا کرنے میں صرف ہوئیں۔ اُس کے مرنے کے بعد اپنے مالک کے طرز عمل کے پورا کرنے میں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں تیس سالہ جنگ میں وہ صلح کا سخت اور مستعد دشمن تھا۔ جرمنی کی بربادی، فرانس کا خطرناک حوصلہ، حتیٰ کہ خود اپنے ملک کی تباہی، سویڈن کے واسطے اُن تمام چیزوں کے حاصل کرنے کے فرض کے مقابلے میں کچھ نہ تھی جس کی خواہش گسٹاوس بجا طور پر کرسکتا تھا۔ ملک کی عظمت محفوظ کرنے اور وزیر کو اُس کی بربادی کے درپے ہونے سے روکنے کے لئے خود ملکہ کو بیچ میں حائل ہونا پڑا۔ اندرون ملک میں اُس کا کام تاج اور سرکاری اُمراء کے تعلقات کو مستحکم بنیاد پر رکھنا تھا، کیونکہ یہ وہ جماعت تھی جسے گسٹاوس اڈولفس خاندانی امراء اور پادریوں کے مقابلے میں لاکر توازن قائم کرنا چاہتا تھا۔

آئین حکومت ۱۶۳۴ء

اس طرز حکومت کی رو سے، جو ۱۶۳۴ء میں اختیار کیا گیا تھا، سویڈن کو آکسنس ٹیرنا کے ہاتھوں عہد جدید کا اولین تحریری دستور نصیب ہوا۔ اُس کے ذریعے، توضیح آؤگزبرگ کے طرز کی لوتھرانیت بادشاہ اور رعایا کا مذہب قرار دیگئی۔ حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگئی اور اُس کو مشورہ دینے کے لئے طبقہ اُمراء سے اُس کے خود منتخب کردہ بیس ارکان مقرر ہوئے، اُس تعداد میں اُس نے پانچ سرکاری ارکان کا اضافہ کیا۔ یہ سب ریاست کے بڑے بڑے حکام تھے، یعنی میر بخشی امیر افواج، خزانچی، صدر دیوان، اور امیر البحر۔ بادشاہ کی علالت یا نابالغی کے زمانے میں کاروبار کی تمام و کمال ہدایت ان کے ہاتھ میں رہتی تھی مگر جو قوانین وضع کیے جاتے تھے، یا جو حقوق اختصاصی عطا کیے جاتے تھے اور جو مقبوضات تاج منتقل کیے جاتے تھے، اُن سب کے لئے یہ ضروری ہوتا تھا کہ بعد میں بادشاہ کی تصدیق حاصل کریں۔ دوسری کم اہم شرائط

کے ذریعے عدالت کی تنظیم کی گئی، مگر اُن تمام دفعات میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُمرا اور سرکاری طبقے کی فوقیت مستحکم کرنے کی طرف خاص توجہ کی گئی تھی۔ درحقیقت "آئین حکومت" کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً پچاس برس تک سویڈن کے امور سلطنت کی ہدایت سرکاری خاندانوں کے محدود و خود سر طبقے کے ہاتھ میں رہی۔ کرسٹینا (Christina) کے عہد طفولیت میں پانچ بڑے عہدہ داران سلطنت میں سے کم از کم تین صرف خاندان آکسنس ٹیرنا کے رکن تھے۔ حکومت متولی کے طرز عمل میں اُمرا کے مفاد کی خاص رعایت ملحوظ رکھی گئی تھی۔ انھوں نے جرمنی میں جنگ کے سلسلے سے فائدہ اٹھایا، کیونکہ افواج کی قیادت انھیں کے حصے میں آئی تھی، اور ساتھ ہی ساتھ انھیں لوٹ مار کے ذریعے دولت جمع کرنے کا موقع ہاتھ لگا تھا۔ اسی طرح انھوں نے اندرون ملک میں تاج کی پریشانیوں سے فائدہ اٹھایا، کیونکہ یہی لوگ اراضی مقبوضۂ تاج کے اُن بڑے بڑے اقطاع پر قابض تھے، جو حکومت نے اپنی تنگدستی کو دور کرنے یا اُن کی وفاداری مصئون کرنے کی غرض سے یا تو اُن کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یا بطور بخشش عطا کر دیا تھا لیکن جو شے اُمرا کے واسطے تریاق تھی وہی کاشتکاروں کے حق میں زہر ہوگئی۔ عوام کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ ایک درباری امیر یا ایک فتحمند سپہ سالار کی اطاعت، تاج کی اطاعت کے بہ نسبت بہت زیادہ دشوار ہے۔ طولانی جنگ کے سبب سے محاصل بڑھا دیئے گئے، صنعت و حرفت کی ترقی مسدود ہوگئی۔ اور بہترین کاشتکاروں سے ملک خالی ہوگیا۔ اور جب یہ لوگ واپس آئے تو اُن کی حیثیت لٹیرے سپاہیوں کی جماعت سے بہتر نہ تھی، جن کا اخلاق برباد ہو چکا تھا اور جو کسی دیانت طلب حرفہ کے قابل نہ رہے تھے۔ اگر یہ جنگ کچھ عرصے تک اور جاری رہتی تو کسی طرح بعید از قیاس نہ تھا کہ آکسنس ٹیرنا کو ایک بیرونی جنگ کی قیمت اندرونی انقلاب سے ادا کرنی پڑتی آکسنس ٹیرنا کی زندگی کا بہت بڑا حصہ جرمنی میں گزرا تھا۔ مگر کرسٹینا نے سویڈن میں پرورش پائی تھی، پس اُس کی تیز عقل فوراً خطرے کو سمجھ گئی، اُس نے اور اُس کی فطرتی انانیت نے اُس کو لڑائی ختم کر دینے پر آمادہ کر دیا، کیونکہ اب اس جنگ کا کوئی اہم سیاسی مقصد نہ تھا بلکہ صرف ایک طبقے کے مفاد اور یاد ماضی کی بنا پر جاری تھی۔ گو

ڈنمارک سے جنگ ۱۶۴۳ء	ڈنمارک کے ساتھ جنگ کے اثنا میں، جو ۱۶۴۳ء میں چھڑ گئی، آکسنس ٹیرنا کی محدود مگر سرگرم وطن پرستی نہایت خوشگوار روشنی

میں ظاہر ہوئی۔ آبنا ہائے سونڈ (Sound) اور بیلٹ (Belts) سے بے روک ٹوک آمدورفت سویڈی تجارت کی ترقی کے لیئے اتنی ہی ضروری تھی جتنی کہ درہ ہائے سیوائے میں سے بے روک ٹوک آمدورفت عروج فرانس کے لیئے جنگی ضرورت تھی۔ مگر ڈنمارک جزیروں پر محیط تھا کیونکہ اُس کا ایک قدم ہالینڈ (Holland) اور دوسرا جٹلینڈ (Jutland) میں جما ہوا تھا۔ اس لیئے وہ صرف جہازوں کی گذر پر مقررہ محاصل وصول کرکے اُبھرتی ہوئی تجارت کو شروع ہی میں غارت کرسکتی تھی۔ مگر ایسا کرنے میں اُس کو نہ صرف سویڈن کا لحاظ رکھنا تھا بلکہ ہالینڈ اور انگلستان کی اہم تجری قوتوں سے بھی اُلجھنے کا خوف تھا۔ یہ دونوں ملک سونڈ کے ذریعے سویڈن کے ساتھ چمڑے، سمور اور تانبے کی منافع خیز اور ترقی پذیر تجارت کرتے تھے۔ اسلیئے انھیں محاصل سونڈ کے مسئلے سے گہری دلچسپی تھی۔ مگر ۱۶۳۹ء میں انگلستان کو خانگی جھگڑوں میں اور ہالینڈ کو ہسپانیہ کے ساتھ لگاتار آویزشوں میں پھنسا دیکھ کر کرسچین چہارم سمجھا کہ اب پر زور کوشش کا موقع آگیا ہے۔ اُس نے سونڈ کے محاصل وصول کیئے اور صلح کی گفت و شنید میں خود کو پیش پیش رکھ کر اُس نے معاملات جرمنی کی ہدایت اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی اور جولائی ۱۶۴۰ء میں حکومت سویڈن کی براہ راست توہین کی کیونکہ اُس نے مادر سلطانہ میریا ایلی اُونُورا کو برانڈن برگ (Maria Eleonora) کو اُس موقر حالت تنہائی سے جو اُس کے لیئے پیدا کی گئی تھی نجات پانے میں علانیہ مدد کی۔ کچھ عرصے کیلیئے آکسنس ٹیرنا کو طرح دینی پڑی، کیونکہ معاملات جرمنی نے اُس کی تمام قوتوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ مگر دو برس کے بعد موقع آیا۔ ٹورس ٹین سن (Torstenson) کو دفعتہً ہدایت کی گئی کہ وہ بلا اعلان جنگ ہولسٹائن (Holstien) پر دھاوا کردے، چنانچہ اُس نے ہارن (Horn) کی معیت میں کل جزیرہ نما کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ کرسچین گھبرا کر جزیروں اور جہازوں میں پناہ گزین ہوا۔ وہاں وہ سورما کی طرح جنگ آزما ہوا، اور دو سال تک سویڈی بیڑوں اور ولندیزی جہازوں کے مقابلے میں قدم جمائے رہا۔ مگر اُس کے راستے میں بہت سی دقتیں حائل تھیں، چنانچہ اکتوبر ۱۶۴۴ء میں ایک شکست فاحش کے بعد اسے صلح کے واسطے درخواست کرنی پڑی۔ دوسرے سال اگست ۱۶۴۵ء میں، فرانس کے توسط سے کرسچین اور آکسنس ٹیرنا کے درمیان صلح بروم سیبرو

صلح بروم سیبرو ۱۶۴۵ء

(Bromsebro) مرتب ہوئی اُس کی رو سے سویڈن سونڈ اور بیلٹ (Belt) کے محاصل کی ادائگی سے بالکل بری ہوگیا۔ اور اُسے صوبۂ ہالینڈ (Holland) ایسی شرائط پر ملگیا

حصول ہالینڈ اور محاصل سونڈ سے بریت

جن میں اس کا الحاق عملاً مقصود تھا۔ عوام کے نزدیک اس جنگ کی ابتدا خواہ کتنی ہی قابل اعتراض کیوں نہ رہی ہو مگر اس میں شک نہیں کہ سویڈن نے سترھویں صدی میں جن لڑائیوں میں حصّہ لیا اُن میں یہ جنگ سب سے زیادہ اہم اور مفید تھی۔ اپنے بہت قلیل نقصان کے ساتھ ڈنمارک کو سمندر کی قدرتی سرحد کے پار بھگا کر اُس نے قومی استحکام کے کام کو پورا کر لیا اور استقبال کے لیئے اپنی تجارت کی بے روک و ٹوک ترقی مصئون کر لی۔ یہ دونوں چیزیں اُس کی قومی فلاح کیواسطے ضروری تھیں، اور ایک مرتبہ حاصل ہونے کے بعد ہمیشہ کے لیئے محفوظ ہوگئیں اس کے برعکس صلح وسٹ فیلیا کے نمائشی تحفے، گو اکسنس ٹیرنا کے سیاسی فروغ کا نقطۂ کمال ظاہر کرتے ہیں، مگر وہ ہرگز ان تحفوں میں سے بہترین نہیں ہیں جو سویڈن کو اکسنس ٹیرنا کی بدولت نصیب ہوئے۔ خود اُنھیں تحائف میں آیندہ جنگ و جدال کے ثمر موجود تھے۔ معرکۂ کریسی (Creci) اور پوآتی ایرز (Poitiers) اور صلح برے ٹینی (Bretigni) کی طرح برائی ٹنفلٹ اور وِٹسٹاک (Witts tock) کے محاربات اور وسٹ فیلیا کی صلح نے فاتح کو جنگی عظمت سے ممتاز کر دیا مگر اس کی قیمت سنو برس کے قتل و خونریزی سے ادا کرنی پڑی ؛

کرسٹینا والیۂ سویڈن

غیر دلچسپ جنگ جوئی کے اس طولانی ڈراما میں کرسٹینا کا عہد سلطنت ایک مختصر مگر دلکش درمیانی پردہ ہے۔ تمام اہالی سویڈن میں اور تقریباً تمام تاجداروں میں وہی اکیلی ایسی ہے جو علماء کے زمرے میں رہ کر علمی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی۔ وہ قدیم ادب کی متعلم نہیں بلکہ عالم تھی اور گو وہ ادباء کی مربّی نہ تھی مگر خود اسی محترم زمرے کی رکن رکین تھی۔ اس لیئے یہ آسان ہے کہ ہم اُس کے عہد کی اہمیت کو مبالغے کے ساتھ یوں بیان کریں کہ وہ اُس کے ملک کی تہذیب میں ایک نیا دور تھا علم و شائستگی، جس کا اسٹاک ہالم میں کرسٹینا کے دربار میں بڑا چرچا تھا، ملک میں جڑیں پیوست نہ کر سکی حتیٰ کہ جامعہ کے مطالبات کی بھی تشفی نہ کی جاسکی۔ یہ علم بالکل غیر ملکی تھا اور اس کا وجود صرف اس عجیب اتفاق کے سبب سے تھا کہ سویڈن میں ایک شائستہ ملکہ حکمران تھی، یہ ذاتی اور مصنوعی تھا نہ کہ قومی اور

قدر تی۔ گو بعض اوقات اس کا مقابلہ الیزبتھ کے عہد کے ادبی عروج سے کیا جاتا ہے۔ مگر ان دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا کہ ناٹک کے گلدستے اور کوہ آلپس کے تازہ پھولوں میں ہوتا ہے خود اہلِ ادب ہی اُس نیم وحشی دربار میں ایک ناخوشگوار اور غیر مقبول عنصر تصور کیئے جاتے تھے۔ جنگجو امراء کے نزدیک وہ ملکہ کی سہیلیوں کا جھرمٹ تھے۔ اور ایسے فریق تھے جن کے ساتھ ملکہ رہنا چاہتی تھی، بلکہ پالتو جانوروں کی اعلیٰ قسم تھے جنھیں ملکہ کو خوش رکھنے کی غرض سے سویڈن کھلاتا پلاتا تھا۔ اِس عہد کے بہت سے بہترین علماء سویڈی سادگی کی بےچینی اور ایک وحشی اور سادہ لوح قوم کے ساتھ نیم پوشیدہ نفرت کے متحمل ہونے کے لیئے تیار تھے، اور یہ ہرگز پسند نہ کرتے تھے کہ ملکہ کرسٹینا کے احباب میں شمار ہونے کا فخر کھو دیں۔ صرف یہی چیز ملکہ کے روئیے اور عالی دماغی کا بہترین ثبوت ہے اسکی صحبت میں رہنا، اس کے دوستوں کے حلقے میں شریک کیا جانا، اُن کے مکالمے کی طرف ہمہ تن گوش ہونا، اور اس کے مطالعات میں حصہ لینا ایسی کششیں تھیں جنھوں نے کچھ عرصے کے لیئے۔ اسٹاک ہالم کو شمال کا ایتھینز بنا دیا تھا۔

کرسٹینا کی خصوصیات

کرسٹینا اُن چند تاجداروں میں سے ایک ہے جنھوں نے محض اپنے ذاتی روئیے کے زور سے تاریخ میں نام پیدا کیا ہے۔ سترھویں صدی بھر میں کوئی تاجدار بھی جدّت اور امتیاز کے نادر اوصاف میں اس کا ہم پلّہ نہیں ہے۔ وہ ہر نوع کی رسوم کی سخت دشمن تھی اور اُس کا دماغ بالکل منطقی تھا۔ وہ معاملات کی تہ میں تیر کی طرح پہنچتی تھی اور تمام درباری اور مدبّرین ششدر رہ جاتے تھے اس کے روئیے کا نمایاں ترین نکتہ اسکی امانت داری ہے۔ اُس میں تصنع بالکل نہ تھا، اور عجیب بات ہے کہ اس میں کوئی بات بھی ایسی نہ تھی جو اختراع سے خالی رہی ہو۔ اس کے طرزِ عمل، مذہب، علم، شائستگی کے تصورات بالکل جداگانہ تھے۔ وہ ہر صورت میں ان پر کاربند رہتی تھی۔ اور بلا تامل ان پر عمل کرتی تھی۔ اور جب دو اصول میں تصادم واقع ہوتا تھا تو وہ فوراً کم اہم کو اہم تر کے مقابلے میں ترک کر دیتی تھی۔ اُس نے تخت و تاج سویڈن سے صرف اس وجہ سے دستکشی کی کہ اس کا عقیدہ تھا کہ اُسے رومن کیتھولک مذہب اختیار کر لینا چاہیئے۔ اور چونکہ وہ شادی کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیئے اُس نے چارلس گسٹاوس کو اپنی جانشینی کے لیئے منتخب کرا دیا۔ ۱۸ سال کی عمر میں اُس ـــــ نے وزیر اعظم کو ایسی صلح کرنے پر

مجبور کیا جسے وہ ناپسند کرتا تھا۔ استعفاء کے دس برس بعد، اپنے شاہی اختیارات کے بالقصد غلط اندازے کی بنا پر اُس نے اپنے میر بخشی مونالسکی (Monaleschi) کو قتل کر دیا اپنی زندگی بھر اس کا ایک ہی طرز رہا۔ وہ خود رائی سُلجھے ہوئے دماغ، تیز فیصلے اور چڑچڑے مزاج کی عورت تھی، جن لوگوں سے وہ محبت کرتی تھی ان کے ساتھ نہایت گرمجوشی اور صداقت کا برتاؤ کرتی تھی اور جن سے نفرت کرتی تھی اُن سے کینہ رکھتی تھی۔ وہ تمسخر سے تنفر اور رسوم سے بیزار تھی، اُس کا اندازِ کلام خشک اور اُس کا برتاؤ فیاضانہ تھا۔ وہ تقسیم زر و مال میں شہرت کی حریص تھی، وہ خود بھی عورتوں سے نفرت کرتی تھی اور عورتیں بھی اس کو نظرِ تحقیر سے دیکھتی تھیں، مگر مردوں کی نگاہوں میں وہ ہمیشہ دلکش دکھائی دی۔ درحقیقت کرسٹینا کی ساخت میں قدرت سے (نعوذ باللہ) بڑی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ وہ مرد بنائے جانے کی زیادہ مستحق تھی، وہ سمجھ میں مردانہ، ارادے میں مردانہ، جسمانی برداشت میں مردانہ، اور احساسات کی درشتی میں مردانہ تھی۔ اور اس کی اصلی جنسیت فرقۂ نسوان کی نفرت سے ظاہر ہوتی تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ مرد ہے، اور فطرت کی اس (نعوذ باللہ) غلطی پر کہ اُسے نسوانی پیکر عطا کیا گیا تھا، بے حد برہم تھی۔ وہ مردانہ لباس پہنتی تھی، اور مردوں کی طرح شہسواری کرتی تھی، اور کبھی کبھی مردوں کی طرح سخت کلامی بھی کرتی، اور کہتی تھی کہ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ لڑائی میں شامل ہو۔ شکار میں سویڈن کا کوئی امیر بھی اُسے تھکا نہیں سکتا تھا، اور نہ خطرے کے وقت اسکے حواس پر سبقت لیجا سکتا تھا وہ جانتی ہی نہ تھی کہ خوف کس چیز کا نام ہے اور نہ اس کو کسی نے آنسو بہاتے دیکھا۔ تاہم اس کی سازش پسندی، شہرت طلبی، اور عدم حیا میں کچھ نہ کچھ نسوانیت ضرور تھی۔ فرانسیسی دربار میں وہ نوجوان بادشاہ اور اس کی ماں میں، اول الذکر کو ماری مانچینی (Marie Mancini) کی محبت کی ترغیب دیکر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتی رہی۔ وہ اپنی گفتگو کی آزادی اور اطوار کی غیر وضعداری سے شاہی حلقے کے آداب کو شکست کرنے میں بہت خوش ہوتی تھی۔ اور وہ اپنے طریقے سے ہٹی بھی تو آئین اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا اور تمام فرانسیسی خواتین میں صرف شہرہ آفاق درباری نی نون دلان کلو (Ninon de l' Enclos) ہی ایک ایسی خاتون تھی جس کے ساتھ وہ ملائمت و اخلاق سے پیش آنا پسند کرتی تھی جب تک ملکہ کا یہ اندازہ ہو تو بلاشک اُسے توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ لوگوں کو اپنا دشمن بنا رہی ہے۔

پس کرسٹینا کو خود اپنا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ بعد ازاں اُس کو پیرس میں فرانسیسی دربار میں قدم رنجہ فرمانے کی اجازت نہ دیگئی۔ اور فرانسیسی خواتین کے طبقے میں ایسی عورتیں بھی تھیں جو ہمیشہ اسکی عیب جوئی پر کمربستہ رہتی تھیں ؂

اس کی سیاسی قابلیت

بادشاہوں میں سلطنت کا ترک کر دینا اسقدر شاذ واقع ہوتا ہے کہ مورخین کی توجہ فطرتاً کرسٹینا کی ترک سلطنت کے عجیب و غریب واقعے کی طرف کھینچ جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملکہ کے حقیقی استحقاق شہرت کو نقصان پہنچتا ہے

سویڈن پر دس سالہ حکومت کے اثناء میں اُس نے ایک بڑی جنگ کو ایک عظیم الشان نتیجے پر پہنچایا اپنے رویئے کی محض فوقیت کے زور سے، اُس نے اپنے ملک کے امراء پر جو اُس سے پہلے ملک پر حاوی تھے اپنا اقتدار جمالیا، اور وراثت تاج کے نہایت دشوار سیاسی مسئلے کو اپنے ارادے کی سختگی سے طے کر دیا۔ اُس نے لوگوں کے دلوں میں اپنا سکہ بٹھالیا اور باوجودیکہ مے سی نی اُس (Messinius) کی سازش جمہوریں جابجا پھیل چکی تھی، مگر اس کو نہایت آسانی کے ساتھ دبا دیا۔ اس نے کچھ عرصے کے لیئے اسٹاک ہالم کو یورپ میں سب سے زیادہ شائستہ و مہذب دربار بنا دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب اس کے اپنے مذہبی عقائد اس کو ملک کے دستور کی مخالفت پر مجبور کر تے تھے تو وہ اپنے ملک کے مفاد کو اپنی عظمت پر ترجیح دینے میں کبھی تامل نہیں کرتی تھی۔ اُس نے یہ شروع ہی میں تسلیم کر لیا تھا کہ سترھویں صدی میں سویڈن کے تاجدار کے لیئے سوائے لوتھرانیت کے کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہونا ناممکن تھا۔ اور جب اُس نے رومن کیتھولک مذہب اختیار کرنے کیلیئے قصد کر لیا تو اُس نے امر ناگزیر کے آگے سر جھکا دیا اور تخت و تاج سے دست بردار ہو گئی۔

چند ہی تاجدار ایسے نکلینگے جن کو یہ دعوی ہو سکتا ہے کہ کار پردازی یا دست برداری سے اُنھوں نے اپنے ملک کو کرسٹینا سے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔ اُس کا ترک سلطنت بجا اور ناگزیر تھا۔ جو غلطی اُس سے سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ اُس نے اُس کی پوری تعمیل نہ کی۔ اُسے گوشۂ عافیت میں معتکف ہو جانا چاہیئے تھا مگر ایک جفاکش دماغ اور پر قوت شخصیت کے واسطے یہ خود انکاری بہت زیادہ تھی گو وہ سویڈن کی ملکہ نہ رہی تھی مگر وہ اب بھی ملکہ بنی رہنا چاہتی تھی۔ اس لیے شاہانہ ٹھاٹھ بدستور باقی رکھا، شاہی اختیارات کی اب بھی مدعی تھی، سازشوں میں دلچسپی لیتی تھی، سیاسیات میں مداخلت کرتی تھی۔ اور ادب و مذاق

پر اب بھی اثر ڈالنے کی کوشش کرتی تھی۔ چونکہ اپنی خواہشات کے اظہار کے حق اور ان کی تعمیل کی قوت سے محروم کر دی گئی تھی اسلئے اُسکی وقعت تھوڑے ہی عرصے میں اتنی رہ گئی کہ یورپ اُس کو اپنی جان کا ایک عذاب سمجھنے لگا اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ روما چلی گئی اور اپنے تعمیر کردہ محل میں رہنے لگی جہاں وہ شہر کی مرجع خلائق اور ایک شائستہ و علمی جماعت کی سرگروہ ہو گئی تو

فریڈرک ولیم والیِ برانڈن برگ

جس زمانے میں کرسٹینا شمالی دنیا کو اپنی شخصیت کے اعجاز و بدطبے سے مبہوت کر رہی تھی اُس وقت محتاط و بے اصول فریڈرک ولیم کے ماتحت برانڈن برگ شمالی جرمنی میں بالتدریج غلبہ حاصل کر رہا تھا۔ ملکہ اور انتخاب کنندہ میں زمین و آسمان کا فرق تھا، گو ایک موقع پر گسٹاوس اڈولفس کی تجویز نے دونوں کو ایک غیر مساوی رشتے میں باندھنے کی کوشش کی تھی۔ کرسٹینا فتنہ انگیزی کی محبت اور اپنے مزاج کے چڑچڑے پن میں گو دنیا دار تھی، مگر وہ حقیقتہً اعلیٰ رویے اور بلند حوصلوں کی خاتون تھی فریڈرک ولیم کو اگر ایک ایکڑ زیادہ ملنے کی توقع ہوتی تھی تو وہ زمین پر لوٹتا تھا اور اُس کی خاک تک محبوب رکھتا تھا۔ وہ اپنے ملک کو اپنے تاج سے منطبق کرنے میں یکتا ہوہن زولرن (Hohenzollern) تھا اور وطن پرستی کی خالص خود غرضی سے کبھی جدا نہ ہوا۔ دریا دلی کی ایک شعاع بھی اس کے طرزِ عمل کو روشن نہیں کرتی، اور نہ تخیلات کا ایک ذرہ اس کی ہوس کی رنگ آمیزی کرتا ہے۔ اس کے فیصلے میں اخلاقی راستی کا کوئی جذبہ کبھی مداخلت نہ کرنے پایا اور آیندہ سزا کے خوف نے اس کے افعال کی روک تھام نہ کی۔ وہ کم ظرف، جھوٹا، اور دغا باز تھا، اور وہ پہلا حکمراں تھا جس نے سترھویں صدی میکیاولیت کے اُصول کو اطالوی شائستگی کے لبادے سے برہنہ کر کے، جرمانی درشتی کی مہیب ترین وحشیانہ صورت میں دکھایا۔ تاہم گریٹ الکٹر (منتخب اعظم) سے سیاسی دنیا میں کچھ زیادہ خرابی واقع نہ ہوئی۔ حق و باطل کے تمام مسائل سے قطع نظر، فریڈرک ولیم کی حاصل کردہ کامیابی، ترقی کی جانب تھی۔ سی سالہ جنگ کے بعد جرمانیہ گویا کہ کسی عفریت کے ہتھوڑے کی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا یہ وہ وقت تھا جبکہ سارا یورپ خود کو سمیٹ رہا تھا اور طاقتور سلطنتوں میں ضم ہوتا جاتا تھا۔ اگر تفرقہ

اس کے طرزِ عمل کی انتہائی غایت

جاری رہتا، اگر شمالی یورپ میں کوئی شخص ایسی سلطنت کی بنا ڈالنے کے لیے نہ اُٹھ کھڑا ہوتا۔ جس کے گرد شمالی جرمانیہ اور

شمالی پروٹسٹنٹ مذہب کے منتشر اجزا مجتمع ہو سکتے، تو وسطی یورپ یقیناً فرانسیسی ہوس یا روسی بربریت کا شکار ہو جاتا۔ واقعات نے وضاحت کے ساتھ دکھا دیا ہے کہ اگر خود صفحہ ۱۷۵ شمالی جرمانیہ میں ایک ایسی قوت نہ ہوتی جو مرکزی حکومت اور جنگی جوش کے ذریعے جرمانی قومیت کے پھریروں کو لہرا سکتی تھی، تو نہ سویڈن، نہ انگلستان، اور نہ صوبجات متحدہ یورپ کو ایسے حادثۂ جانکاہ سے بچا سکتے تھے۔ اس نوع کی طاقت قائم کرنا گریٹ الکٹر "منتخب اعظم" کی زندگی کی کارگزاری تھی، اور اُس کی موت کے پہلے یورپی سیاسیات میں اس کے نتائج ظاہر ہو چلے تھے۔ وہی سلطنت پروشیا (Prussia) کا اصلی بانی ہے یہ سلطنت سی سالہ جنگ کے زمانۂ پرآشوب میں بنی اور فریڈرک ولیم کے مظالم اور دروغ سے سینچی گئی اور عہد منتخب اعظم میں عالم شباب میں آئی۔ پس وہ زمانۂ موجودہ میں، فرانسیسی ملک گیری کے خلاف آواز مخالفت بلند کرنے کے سبب سے، یورپی نظام کی خاص فصیل، اور جرمانی اتحاد کے اظہار کی بنا پر جرمانی حصوں میں شریف ترین مرکز ہو گئی ہے۔"

سی سالہ جنگ میں برانڈن برگ اور سویڈن کی باہمی رقابت

جب ۱۶۴۰ء میں فریڈرک ولیم برانڈن برگ کی منتخبی (Electorate) پر اپنے باپ کی جگہ حکمراں ہوا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس برباد، ضعیف اور منقسم ریاست سے جرمانیہ کی امید اُبھرنے والی ہے۔ جنگ کے ابتدائی ایام میں غیر جانبداری کا طرز عمل اختیار کرنے میں فریڈرک ولیم نے اپنے دوست جان جارج والی سیکسنی سے ملکر کچھ نہ کچھ زیرکی سے ضرور کام لیا تھا مگر گسٹاوس اڈولفس کی توپوں کی دھمکی اور ٹیلی کے حملے نے اُس کو توڑ دیا تھا۔ سویڈن اور منتخب کا اتحاد کبھی پائدار نہیں ہو سکتا تھا، سوائے اس صورت کے کہ اول الذکر پومیرینیہ پر اپنے فاتحانہ حقوق سے دست بردار ہونے کے لیئے تیار ہو جائیں۔ جارج ولیم بوڑھے ڈیوک بوگوسلاف (Boguslav) کا مسلم وارث تھا۔ پومیرینیہ، اپنے وسیع ساحل کے سبب، بعینہ ایسا ملک تھا جیسا کہ برانڈن برگ قومی ترقی کیواسطے چاہتا تھا، اور الکٹر نے تو اسے اپنا ہی سمجھ رکھا تھا۔ گسٹیوس کے نزول نے ایک لمحے میں سارے معاملات کا رخ بدل دیا۔ پومیرینیہ جس طرح فروغ برانڈن برگ کے لیئے ضروری تھا اُسی طرح سویڈن اور بحیرۂ بالٹک کے ساتھ آمد و رفت کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے، سویڈن کے لیئے بھی ضروری ہو گیا

سویڈ، جنھوں نے اس ملک کو والن شٹائن کے چنگل سے چھڑا یا تھا، کس بنا پر بے چون وچرا اُسے جارج ولیم کے سپرد کردیتے، جس نے پروٹسٹنٹ مذہب کے لیئے اپنی آزادانہ مرضی سے ایک انگلی کو بھی جنبش نہیں دی تھی۔ پس سویڈ منظر تاحقوق فتح پراڑے ۱۷۶
رہے جو کچھ گسٹاوس اڈولفس نے دشمنوں سے بزور شمشیر چھینا تھا اُسے برانڈن برگ کے اصطلاحی دعوی کے نذر کرنے کے لیئے آکسنس ٹیرنا ہرگز تیار نہ تھا۔ برانڈن برگ بھی ایک خود غرض اور وحشی فاتح کے مقابلے میں اپنے حقیقی اور قانونی حقوق میں کمی کرنے پر رضامند نہ تھا۔ پس جوں جوں وقت گذرتا گیا سویڈن برانڈن برگ کا شہنشاہ سے بھی زیادہ قومی دشمن ہوتا گیا۔ بدنصیب ریاست چونکہ بوہیمیہ اور بحر بالٹک کی سیدھی سڑک پر واقع تھی اس لیئے وہ جنگ کے چڑھاؤ اور اُتار کے مطابق باری باری طرفین کی فوجوں کی جولانگاہ بنی رہی سنہ ۱۶۳۵ء میں جارج ولیم نے صلح پراگ کو منظور کرلیا، مگر اس نے اس کے بدقسمت ملک کو مہلت نہ دی سنہ ۱۶۳۸ء میں اجڑی ہوئی ریاست میں غلے وغیرہ کی نایابی کے سبب سے اُس نے اپنا پایۂ تخت مشرقی پروشیا کے شہر کونیکس برگ (Konigsberg) کو منتقل کردیا، جہاں افلاس وناکامیابیوں سے خستہ ہوکر سنہ ۱۶۴۰ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ اور اپنے بیٹے فریڈرک ولیم کو چھوڑ گیا، جو بیس سال کی عمر میں کچھ اراضی اور بیشتر حقوق کا مالک بن گیا ہو

برانڈن برگ کی حالت فریڈرک ولیم کی تخت نشینی کے وقت سنہ ۱۶۴۰ء

وہ ممالک جن پر فریڈرک ولیم تخت نشینی کے وقت قابض ہوا، تین علیحدہ حصوں پر منقسم تھے۔ شمالی یورپ میں خاندان ہوہن زولرن کے پُرانے مقبوضات مارک برانڈن برگ پر مشتمل تھے، جو انتظامی ضروریات کے سبب سے مارک قدیم، مارک وسطی، اور مارک جدید پر منقسم کیا گیا تھا۔ ان اقطاع پر والیان برانڈن برگ بحیثیت مارگراف والکٹر، سترھویں صدی کے آغاز سے حکمران تھے۔ یہ ملک جو خالصاً جرمانی تھا، دوسری جرمانی ریاستوں کی طرح سلطنت کا جزو تھا اور شہنشاہ کے قانونی اختیارات کا ماتحت تھا۔ اس کی اپنی علیحدہ مجلس دیئت (مجلس ملی) تھی جس کو مقامی معاملات میں منتخب پر دباؤ رکھنے اور صلاح دینے کے مبہم اختیارات حاصل تھے دریائے وسٹولا کی مشرق میں، سلطنت کی حدود سے بالکل باہر مشرقی پروشیا کی ڈچی واقع تھی اصلاح مذہب

کے اتفاقات کے ذریعے، ہوہن زولرن کی خاندانی ملکیت ہوگئی تھی۔ یہ ملک ٹیوٹن نائٹوں کے مخصوص طبقے کی ملک تھا اور پولینڈ کے ماتحت تھا، مگر ۱۵۲۵ء میں نائٹوں نے لوتھرانی اصلاح کو قبول کر لیا، اپنے طبقے کو منتشر کر دیا۔ اور اپنی ملکیت کو ایک ڈچی کی صورت میں بدل دیا، جسکی حکمرانی اس عہد کے افسر اعلیٰ کونٹ البرٹ والی ہوہن زولرن (Count Albert of Hohen Zollern) کے خاندان میں موروثی قرار دی گئی۔ ۱۷۷

سترھویں صدی کے آغاز میں اُس کی نسل خاندان کے برانڈن برگی شاخ میں ضم ہوگئی اور انتخاب کنندہ برانڈن برگ مشرقی پروشیا کا ڈیوک بھی ہوگیا۔ مارک کی طرح یہاں بھی ایک مجلس دیئت (جس میں دونوں امرا اور عوام بیٹھے تھے)، کا وجود حکمراں کی مرضی کا دستوری سدّراہ تھا۔ یہ روک اس وجہ سے اور بھی بااثر ہوگئی تھی کہ مشرقی پروشیا کے جمہور اور ان کے جاگیری سرپرست، شاہ پولینڈ نے نہایت جبر و اکراہ کے ساتھ ڈچی پر برانڈن برگی شاخ کے حقوق کو تسلیم کیا تھا۔ مگر نو عمر الکٹر (منتخب)، کے ملکی حقوق برانڈن برگ کے جرمانی مارک، مشرقی پروشیا کی پولش ڈچی اور یامی رینیہ کی جرمانی ڈچی کی وراثت

کلیوز کی ڈچی

تک محدود نہ تھے۔ حدود سلطنت کے اندر رود رائن کے دونوں طرف کولون کے قریب ہی کلیوز، پولک، برگ، اور مارک کی ڈچیاں واقع تھیں، جنپر، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، ۱۶۰۹ء میں انتخاب کنندہ برانڈن برگ اور کونٹ نوئی برگ نے دعویٰ کیا تھا اور اس بنا پر قریب تھا کہ جنگ عظیم چھڑ جائے۔ عہدنامۂ زانٹین (Xanten) مرتبہ ۱۶۱۴ء و مجدّدہ ۱۶۳۶ء کے ذریعے، ممالک متنازع فیہ دعویداروں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اور کلیوز، مارک اور راونس برگ کی ڈچیاں برانڈن برگ کے حصے میں آئیں۔ مگر جنگ کے اثنا میں برانڈن برگ اپنے نئے مقبوضات پر تسلط نہ جما سکا۔ اور وہ ملک کچھ عرصے تک ہسپانوی اور ولندیزی فوجوں کا میدان کارزار بنا رہا۔ جب محاربے کی لہر اُن اودی سے ہٹ گئی تب اس پر ولندیزوں نے قبضہ کر لیا اور عملاً نظم و نسق کرنے لگے۔ مگر جب امن پھر قائم ہوگیا تو فریڈرک ولیم کو ایک نئے طرز کی عملداری کا اعلان کرنا پڑا۔

فریڈرک ولیم کے مقاصد

برانڈن برگی مقبوضات کی تفرقی نوعیت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد نقشے پر ایک سرسری نظر یہ دکھلانے کے لیئے کافی ہوگی کہ نوجوان

الکٹر کے طرز عمل پر جغرافی لحاظات نے کس طرح اثر ڈالا، اور اس کی ملکی ہوس کو کیونکر برانگیختہ کیا۔ اگر وہ صرف پومی رینیہ یا کم از کم اسکے مشرقی حصے پر بھی اپنے حقوق کی تحصیل کر سکتا۔ تو سوائے وسٹولا کے کنارے مغربی پروشیا کے چھوٹے قطعے کے اور کوئی ملک اس کے جرمانی مقبوضات کو اس کی مشرقی پروشیا کی ڈچی سے جدا نہ کر سکتا۔ ایک فتحمند محاربہ یا ایک بختاور سیاسی چال اُس کو فوراً استمال کی سب سے بڑی قوت کے درجے پر پہنچا سکتی تھی سترھویں صدی کے شہزادوں کی عام طبیعت کے موافق ملکی خواب کے ساتھ ساتھ خاندانی ہوس بھی قدم زن تھی۔ چند واقعات ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے وہ پہلے ہی سے ادعائی شہنشاہ کا برائے نام مطیع رہ گیا تھا۔ اور غالباً وہی کامیابی جس نے اس کا غلبہ مشرقی پروشیا پر کرا دیا اور اُس کے مقبوضات کو باہم ملا دیا، پولینڈ کی جاگیردارانہ باجگذاری سے بھی آزاد کر دی گئی۔ ایک مرتبہ بیرونی اقتدار سے پورے طور پر سبکدوش ہونے کے بعد وہ اپنی توجہ اپنی رعایا کی طرف پھیر سکتا تھا، اور کمزور اور غیر مقبول مجلس وضیت کی بیخ کنی کر کے، جس طرح فرانس میں رشلیو نے کیا تھا وہ بھی ایک اعلیٰ مرکزی جنگی حکومت تیار کر سکتا تھا، جس میں بادشاہ غالب کل ہو۔ یہ طرز عمل تھا جو منتخب اعظم نے اپنے لیئے اور اپنے خاندان کے واسطے تجویز کیا تھا۔ اور اُس وقت سے اُس کے اخلاف برابر اس پر کاربند رہے۔ مرکزی حکومت، جنگی حکمرانی، پیہم ملکی فروغ، پروشیائی سلطنت کی خصوصیات امتیازی تھیں، اور اُنھوں نے فریڈرک ولیم کے منتشر اور شوریدہ سر مقبوضات سے ایک متحدہ اور پرامن سلطنت قائم کی، جو روس سے بلجیم تک پھیلی ہوئی ہے، اور اپنے دامن میں وادی ہائے رائن، ایلب، اوڈر، اور وسٹولا کو لپیٹے ہوئے ہے۔

۱۷۸

سویڈن اور پولینڈ کی ناگزیر مخاصمت

ان مقاصد میں سے کمترین مقصد کی تکمیل کے راستے میں، جیسا کہ منتخب اعظم بخوبی جانتا تھا، سویڈن اور ہالینڈ کی طاقتیں حائل تھیں۔ بغیر سویڈن کی سخت دشمنی کا مقابلہ کیئے وہ پومی رینیہ کو نہیں چھو سکتا تھا، اور بلا پولینڈ کی قوت کو برباد کیئے وہ مشرقی پروشیا اور برانڈن برگ کے اتحاد کی طرف ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ انھیں سب ہمسایوں کے بے حس جالنگ پر سے اُس کے ملکی حوصلے کا اکیلا راستہ گذرتا تھا۔ مگر راستہ مصائب سے بھرا تھا۔ سویڈن سے، جو بالااعتراف اس وقت شمالی یورپ میں جنگی قوت تھی۔ غیر مساوی جہاد لے

میں اُوسر، غارت کردہ اور غیر متحد برانڈن برگ کو کیا توقع ہو سکتی تھی، اور نیم فاقہ مست
جرمانی کسان، پولش سواروں کی بہادر گو غیر مرتب جمیعت کے مقابلے کی، کیونکر تاب لا سکتے
۱۷۹ تھے ۹۔ فریڈرک ولیم سمجھتا تھا کہ اُسے ایک موافق موقع کا انتظار کرنا چاہیئے۔ پس وہ
نہایت اضطرار کے ساتھ تیاری میں مشغول رہا۔ اس کی پہلی فکر یہ تھی کہ وہ معاملات کی
ہدایت اپنے باپ کے وزیر شوارٹ سین برگ (Schwartzenburg) (جو شہنشاہ
کا بہی خواہ تھا) سے خود اپنے ہاتھوں میں لیلے، اور فوج کو خود اپنی ماتحتی میں مرتب کرے۔
اس میں اُسے ۱۶۴۱ء میں شوارٹ سین برگ کی موت، اور بعد ازیں اُس کے

برانڈن برگ اور مشرقی پروشیا میں شخصی اقتدار کا قیام سنہ ۱۶۴۱ء

بیٹے اور ناراض افسروں کی شورش سے بہت مدد ملی۔ اس طرح
اپنی پشت پر ایک ایسی فوج آراستہ کرکے، جس کی مدد پر وہ بھروسا
کر سکتا تھا اُس نے علانیہ شہنشاہ سے قطع تعلق کر لیا۔ اور مجلس وکمیت
کی پوری اجازت سے غیر جانبداری کے معاہدے کے لیئے سویڈن سے
بات چیت شروع کر دی۔ تب مشرقی پروشیا کی ڈچی کی طرف پھر کر،
جہاں مجالس اس کے اقتدار پر خود اپنا اقتدار مرجح کرنا چاہتی تھیں، ایک سیاسی تدبیر
سے، جو بیس سال کی عمر میں شاذ ہوتی ہے، اُس نے اُمراء اور نمایندگان بلدیات
کے درمیان، جو اُس کے اقتدار کی مخالفت کی رہبری کرتے تھے، نفاق کا بیج بونے
میں کامیابی حاصل کی۔ اول الذکر کو اپنی طرف کرکے، اُس نے جان کازمیر
(John Casimir) شاہ پولینڈ سے، باوجود بلدیات کے اظہار ناراضگی کے، اپنی
حکومت کو تسلیم کرا لیا اور اس طرح اُس کی حکمرانی قانوناً جائز ہو گئی ۱۰

سی سالہ جنگ سے اس کی علیحدگی سنہ ۱۶۴۳ء

۱۶۴۳ء میں سویڈن سے عہد و پیمان نہایت کامیابی کے ساتھ
مرتب ہوا، اور جنگ کے بقیہ ایام میں برانڈن برگ مخالف
فوجوں کی تاخت و تاراج سے عملاً محفوظ رہا۔ اس طرح جو دم لینے
کی مہلت ملی اُسے فریڈرک ولیم نے خزانے کی تنظیم نو اور فوجوں کو قواعد سکھانے میں صرف
کی۔ اور نتیجۃً برانڈن برگ نے مونسٹر اور نابروک (Osnabruck) کی
گفت و شنید میں اپنے حقوق کو ایسی قوت سے پیش کیا جو جارج ولیم کے زمانے
میں ناممکن تھی۔ جب صلح وسٹ فیلیا کا آخری تصفیہ ہو گیا تو یہ دیکھا گیا کہ

برانڈن برگ کو ماگڈی برگ (Magdeburg) ہالبرشٹاٹ (Halberstadt)
مِنڈن اور کامن (Camin) کی اسقفیوں اور مشرقی پامی رینیہ کی ڈچی کو ملحق کر لینے
کا حق دیدیا گیا۔ مگر ملک کا بڑا حصہ معاہدے کی تکمیل کے وقت سویڈون ۱۸۰

صلح وسٹ فیلیا مرتبہ ۱۶۴۸ء میں برانڈن برگ کے منافع

کے قبضے میں تھا، اور وہ اُسے اس وقت تک خالی کرنے کیلئے
مطلق آمادہ نہ تھے جب تک کہ انھیں ان کے اخراجات کا
معاوضہ، جسے صلح نے قابل ادائیگی قرار دیا تھا، ادا نہ کر دیا جائے۔
آخر میں بڑی ردّ وقدح اور تاخیر کے بعد منتخب اعظم کا صبر اور

مشرقی پامی رینیہ پر قبضہ ۱۶۵۳ء

حکمت عملی تمام رکاوٹوں پر غالب ہوئی، اور ۱۶۵۳ء میں آخری
سویڈی سپاہی کی پیٹھ پامی رینیہ سے مڑتی ہوئی دکھائی دی کو

برانڈن برگ کی حیثیت

۱۶۵۳ء فروغ برانڈن برگ کے پہلے باب کو ختم کرتا ہے۔ اب
ممالک محروسۂ منتخب اعظم شمالی جرمانیہ کے آرپار، ہالبرشٹاٹ
سے بحر بالٹک تک ایک ٹھوس ڈھیر کی صورت میں پھیلا ہوا
تھا۔ اس میں زرخیز وادی ہائے ایلب، ہاویل (Havel) اور اوڈر مع اپنی محنتی
آبادی کے، اور مشرقی پامی رینیہ کا اہم ساحل مع اپنے متعدد بندرگاہوں کے، شامل تھا،
وسطی اراضی سے علیحدہ، وسٹولا کے آگے مشرقی پروشیا کی ڈچی اور رائن پر کلیوز اور مارک
کے منتشر اضلاع اور ویزر پر راونزبرگ اور منڈن کی ڈچیاں واقع تھیں۔ گو اقتدار
وجنگی قوت میں سویڈن سے اور وسعت میں پولینڈ سے کم تھا، پھر بھی برانڈن برگ
سی سالہ جنگ کے اختتام پر اُس کے آغاز سے حقیقتاً ونسبتاً زیادہ قوی ہو گیا۔ اب
شمالی جرمانیہ میں کوئی جرمانی طاقت زور میں اُس کی ہمسر نہ تھی اور نہ شمالی یورپ میں کوئی
دولت طرز حکومت میں اُس سے بہتر تھی۔ تخت نشینی کے وقت ہی سے فریڈرک ولیم اپنی
ماتحتی میں حکومت کے مرکز اور مجلس ملی کے خودمختارانہ حقوق کے استیصال کے طرز عمل
پر مستعدی کے ساتھ کاربند رہا خود برانڈن برگ میں، جہاں ایسے قابل اور تیز نظر حاکم کے
ماتحت مرکزیت کے فوائد بہت جلد دیکھے گئے، بہت سخت مزاحمت نہ ہوئی۔ اور ۱۶۵۳ء
میں جب سال مشرقی پامی رینیہ کا الحاق عمل میں آیا، قدیم ڈیئٹ عدم اجتماع کے
سبب، دائمی خواب میں مصروف ہو گئی مشرقی پروشیا اور کلیوز میں یہ کام بہت زیادہ

۱۸۱ دشوار تھا، اور کچھ عرصے کے لیئے الکٹر کو صرف اسی پر قناعت کرنی پڑی کہ براڈن برگی سپاہ کو قیام امن کے لیئے بلا کر اہم مخالفت کو دبا دے۔ یہ تدبیر گو ناجائز تھی مگر نہایت کارگر ثابت ہوئی۔

سویڈن اور پولینڈ کے مابین جنگ ۱۶۵۵ء

۱۶۵۵ء میں ایک واقعہ پیش آیا، جس نے الکٹر اعظم کی ساری مدبری کی قوتوں کو متوجہ کر لیا۔ براڈن برگ کے دو نہایت خطرناک ہمسائے سویڈن اور پولینڈ کی پرانی مخاصمت دفعتہً بھڑک اٹھی جان کازی میر نے چارلس گسٹاوس کو، جو کرسٹینا کی دست برداری پر سویڈی تخت کا مالک ٹھیرا تھا، تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چارلس نے جس نے سی سالہ جنگ کے مکتب میں تعلیم پائی تھی اور معمولی درجے کا سپاہی نہ تھا، اس توہین کا انتقام لینے کا عزم بالجزم کر لیا، اور منتخب اعظم سے (پولینڈ جانے کے لیئے) مشرقی پامی رینیہ ہو کر گذرنے کی اجازت کا مطالبہ کیا تاکہ وہ دانتسک کے بحری قلعے کے محاصرے کے مشکل کام سے بچ جائے۔ کیونکہ یہی وہ مقام تھا جس نے کوئی پچیس سال قبل گسٹاوس اڈولفس کا بہت سا قیمتی وقت خراب کیا تھا۔ فریڈرک ولیم کی حالت ایسی نہ تھی کہ چون وچرا کر سکتا اور اعتراضات کو ڈھانپنے کے لیئے چند مرتبہ انکار کر کے مطلوبہ اجازت دیدی۔ سویڈن نے مشرقی پامی رینیہ کو اپنا جنگی مرکز بنا کر براڈن برگ کی راہ سے پولینڈ میں گھسنا شروع کیا اور جان کازی میر کو شکست دیکر اُسے کراکاؤ (Cracow) کی طرف بھگا دیا اور تب آہستہ آہستہ مغربی پروشیا کو دانتسک کا محاصرہ کرنے کے واسطے لوٹے۔ الکٹر نے دیکھا کہ

سویڈن کے خلاف فریڈرک ولیم کی ناکامیاب سازش

اس کا موقع آگیا ہے۔ پولستانی ہزیمت خوردہ تھے مگر مفتوح نہ ہوئے تھے ڈنمارک بحر بالٹک کے پار کے پرانے دشمن پر حملہ کرنے کے لیئے ہر وقت تیار تھا۔ چارلس دہم دانتسک کے گرد نہایت مشغول تھا۔ ایک خوش آیند اتحاد اور خوش وقت حملہ سویڈن کو نیچا دکھا سکتا تھا اور خود اسکو پولینڈ کی ماتحتی سے آزاد کر سکتا تھا مگر چارلس بہت پھرتیلا نکلا۔

مشرقی پروشیا پر سویڈی اقتدار کا اعتراف ۱۶۵۶ء

۱۶۵۵-۵۶ء کے وسط سرما میں اس گفتگو کا حال سنکر اس نے فوراً کوچ کر دیا اور مشرقی پروشیا میں گھس کر کونیگس برگ پر

چڑھ آیا پس فریڈرک ولیم کو جس طرح بنا مصالحت کرنی پڑی۔ صلح نامہ کونیگس برگ کے ذریعہ، جس کا تکملہ صلح نامہ ماریِن باڈ (Marien bad) مرتبہ جون ۱۶۵۶ء سے ہوا برانڈن برگ کو مشرقی پروشیا پر پولینڈ کے بجائے سویڈن کی فرماں روائی تسلیم کرنی پڑی اور سویڈن کو ملک سے گذرنے کی بے روک اجازت دینی پڑی۔ نیز پولستانی جنگ میں سویڈی حکم کے ماتحت لڑنے کے لیئے ایک رسالہ مہیا کرنا پڑا۔

پولینڈ سے جنگ ۱۶۵۶ء

منتخب اعظم کے لیئے یہ ایک تلخ سبق تھا، مگر وہ ہمیشہ صابر رہتا تھا اور اپنی سیاسی حکمت پر بھروسا رکھتا تھا۔ پس وہ اپنے طرز عمل پر قائم رہا اور ایک زیادہ موافق موقع کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن فی الحال اُسے اٹلی کے آگے سر جھکانا پڑا۔ برانڈن برگی رسالہ چارلس دہم اور سویڈی فوج کے ساتھ وارسا گیا اور جولائی ۱۶۵۶ء میں ۳ روزہ معرکہ کے جیتنے میں اپنا حق ادا کیا۔ اس معرکے نے پولینڈ کو سویڈن کے قدموں پر ڈال دیا۔ لیکن جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، چارلس دہم کی فتح اُس کے مصائب کا آغاز تھی۔ ایک پولستانی سپاہ کو شکست دینا ہمیشہ آسان تھا مگر ملک کو تابع فرمان کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔ منتخب اعظم کی سازشیں بار آور ہونے لگیں۔

سویڈن کے خلاف اتحاد

جبکہ چارلس دہم گیلیشیا کے جنگلات کے گوشوں میں جان کازیمیر کے تعاقب کی تدبیر کر رہا تھا، اور شاہ ڈنمارک خود سویڈن پر یلغار کی تیاریاں کر رہا تھا، اُس وقت روسیوں نے اعلان جنگ کر دیا اور تاتاریوں اور لیتھوانیوں کا ٹڈی دل لشکر مشرقی پروشیا پر چھا گیا۔ چارلس دہم نے خود کو ایک دشمن ملک کے وسط میں پایا اُس کے ساتھ ایک ایسا مددگار تھا جس کے متعلق خود اس کو شک و شبہ تھا اور وہ دشمنوں کی فوج سے گھرا ہوا تھا۔ فریڈرک ولیم حملہ آوروں سے مشرقی پروشیا کو بچانے کے لیئے فوری واپسی پر مُصر ہوا چارلس ایسے معقول مطالبہ کی مزاحمت نہ کر سکا۔ افسردہ خاطری کے ساتھ وہ اپنی فتح کے مقام سے مشرقی پروشیا میں آیا، جہاں وہ جہاز پر سوار ہو کر ڈنمارک کا عازم ہوا مگر جانے سے پہلے صلح لی باؤ

صلح لی باؤ سویڈن مشرقی پروشیا کی خود مختاری کو تسلیم کرتا ہے ۱۶۵۶ء

(Libau) مرتبہ نومبر ۱۶۵۶ء کے ذریعے مشرقی پروشیا کی خود مختاری کو تسلیم کر کے جس قدر ہو سکا اُس نے کوشش کی کہ فریڈرک ولیم کو جبری اتحاد پر قائم رکھے جوں ہی اُس کی پیٹھ مُڑی، منتخب اعظم نے

اپنی نقاب اُتار دی اور جان کازیمیر کی مدد اور دوستی پر آمادہ ہوگیا۔ بشرطیکہ وہ سویڈن کی تقلید کرے اور مشرقی پروشیا کو جاگیرانہ اطاعت گذاری سے بری کردے۔ جبتک کہ اُسے خود مختاری ملتی تھی، اُسے معاملت کی دیانت داری کی ذرا فکر نہ تھی جان کازیمیر

صُلح وہیلاؤ۔ پولینڈ مشرقی پروشیا کی آزادی تسلیم کرتا ہے ۱۶۵۷ء

نے شرائط منظور کرلیں۔ صُلح ویلاو (Wehlau) مرتبہ ستمبر ۱۶۵۷ء کے ذریعے منتخب اعظم نے لاپروائی کے ساتھ صُلح لے باؤ کو جو صرف دس ماہ پیشتر مرتب ہوئی تھی، پلٹ دیا، پولینڈ کا اتحادی اور سویڈن کا دشمن ہوگیا، اور اُس کی زمانہ سازی کا انعام یہ ملا کہ اُس کے فرمانروائے مشرقی پروشیا کی آزادی تسلیم کرلی گئی۔

ڈنمارک پر سویڈن کا حملہ ۱۶۵۷ء

یہ سنکر چارلس دہم غصہ میں آپنے سے باہر ہوگیا انتقام کی پیاس بجھانے کے لیئے اُس نے ایک سورما کا کام کرنے کی کوشش کی ۵۸-۱۶۵۷ء کے کڑاکے کے جاڑے میں، اُس نے اپنی بیس ہزار سپاہ کے ساتھ آبنا ہائے بیلٹ کو طے کرکے ڈنمارک پر حملہ کردیا۔ اور راستہ میں بغیر جہاز کے جزیرہ ہائے فیونین اور ذی لینڈ کو لے لیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے سیال پانی کی بعض چھوٹی کھاڑیوں کو پل کے ذریعے سے عبور کیا۔ حیرت سے بد حواس ہوکر ڈنمارک نے فوراً صُلح کرلی اور چارلس نے اپنی فوجوں کا رُخ مشرقی پروشیا کے طرف پھیر دیا۔ منتخب اعظم کی خوش قسمتی سے یورپ متواتر محاربات سے تھک گیا تھا، بڑی بڑی حکومتیں خصوصاً انگلستان اور ہالینڈ کی بحری قوتیں یہ دیکھنا نہیں پسند کرتی تھیں کہ شمال کے ایک نئے سکندر اعظم کی فتوحات ان کی تجارت میں رخنہ انداز ہوں اس لیئے فریقین کو صلح کی گفتگو

عہد نامہ اولیوا کوپن ہیگین اور کارڈیس ۱۶۶۱ء

پر مجبور کرنے کی غرض سے اُنھوں نے مداخلت کی فروری ۱۶۶۰ء میں چارلس دہم کی موت نے اس کام کو اور بھی آسان کردیا۔ اور ۳ مئی ۱۶۶۰ء کو سویڈن، پولینڈ اور برانڈن برگ کے درمیان صُلح نامہ اولیوا پر دستخط ہوگئے۔ ماہ متعاقب میں صُلح نامہ کوپن ہیگین نے سویڈن اور پولینڈ کے مابین آشتی کرادی، اور ۱۶۶۱ء میں سویڈن اور روس کے درمیان صلح نامہ کارڈیس کی ترتیب نے شمال کو بالآخر مامون کردیا۔

ان صلح ناموں کے ذریعے، جان کازیمیر نے تخت سویڈن پر جو اپنے تمام حقوق سے

دستکشی کرلی اور مشرقی پروشیا میں فریڈرک ولیم کی خودمختار حکومت کو تسلیم کرلیا فریڈرک سوم شاہ ڈنمارک نے اسکانڈی نیوی جزیرہ نما پر بقیہ مقبوضات سویڈن کے

ان عہدناموں کے شرائط

حوالے کر دیئے اور دوسرے مفتوحات واپس کر دئے گئے۔ اس طرح سویڈن کو وہ جغرافی اتحاد حاصل ہوگیا جس کا وہ عرصے سے خواہشمند تھا۔ اور منتخب اعظم نے ایک یورپی صلح کے ذریعے مشرقی پروشیا کی ڈچی پر، جس کے لئے اُس نے اس قدر قربانیاں کی تھیں، آزادانہ اقتدار محفوظ کرالیا تھا۔ اگر صلح وسٹ فیلیا برانڈن برگ کے ملکی فروغ کی پہلی بڑی منزل ہے تو صلح اُولیوا منتخب اعظم کے خاندانی فروغ کی پہلی بڑی منزل کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ برانڈن برگ میں پہلے ہی خودمختار حکمراں تھا، اب وہ مشرقی پروشیا کا بھی حکمراں ہوگیا، اب برانڈن برگ کو پروشیا کی متحدہ ریاست کو قوی ترین بنانے کے لئے ایک ہی قدم بڑھانا تھا۔ کیونکہ وہ شمال کی سب سے بڑی مرکزی طاقت تھی ؎

باب نہم

لوئی چہاردہم اور کولبیر

عروج فرانس کے وسط میں ملکی مقاصد کی تبدیلی سترھویں صدی کی بادشاہت لوئی چہاردہم کا رویہ۔ اُس کی حکومت اُس کے ماتحت فرانس کی تنظیم کولبیر کی تعلیم۔ نکولاس فوکے کولبیر وزیر خزانہ ہوتا ہے۔ اس کی اصلاحات خزانہ۔ اس کے خزانہ کے اُصول۔ اُس کے طریق انتظام کے فوائد اور خطرے۔ کولبیر کا رویہ۔ سنہ ۱۶۷۱ء میں لوئی کے سامنے تجارتی اور جنگی فوقیت کے درمیان انتخاب۔ جنگی فوقیت کی ترجیح ؛

تبدیل شدہ ملکی مقاصد سنہ ۱۶۶۰ء

صلح پی رہی نیز کے اٹھارہ ماہ جو گذرے وہ ایسے ہیں جنمیں سترھویں صدی کا مضمون ایک نیا پہلو اختیار کرتا ہے اسوقت تک وہ تصورات اور طرز عمل جو سولھویں صدی کے مباحث کا نتیجہ تھے اپنا اثر ضرور محسوس کراتے تھے۔ جبتک کہ انگلستان میں کلیسا اور پیوری ٹانیٹ (Puritanism) کے درمیان لڑائی جاری تھی جبتک ہسپانیہ اپنے سخت کیتھولک مذہب کو گود میں لئے ہوئے یورپی سلطنتوں کی صف اول میں تھا، جب تک سویڈن گسٹاوس اڈولفس کی تقلید سے قوی ہو کر شمال کی اولین طاقت تھا، تب تک یہ کہنا مشکل ہے کہ یورپی سیاسیات میں مذہبی مسائل کا اثر غالب نہ تھا۔ سنہ ۱۶۶۰ء و سنہ ۱۶۶۱ء نے ایک بڑا تغیر دیکھا، جنھوں نے دراصل قوموں کو ابھارا اتنا زیادہ نہ تھا جتنا کہ ان لوگوں میں تھا جو سیاسیات میں استعمال کرتے تھے۔ صُلح پائی رہی نیز کے بعد سے ہسپانیہ سیاسیات کے میدان سے کنارہ کش ہو کر زوال و انحطاط کی نیند میں ڈوب گیا اور یورپ کے معاملات میں اس بدشگون دن تک باوقعت نہ رہ سکا جبکہ اس کی لاش کے گرد دنیا بھر کے عقاب پر و پرزے جھاڑ کر ایک مہلک جھڑپ کے لیئے اکھٹے ہوتے ہوئے نظر آئے۔ مئی سنہ ۱۶۶۰ء میں وہ بجائی"

(Restoration) کے بعد انگلستان نے اندرون وبیرون ملک میں اپنے طرز عمل میں، اخلاقی باتوں پر کاربندی کا دعویٰ قطعی ترک کردیا، اور ایک ایسے بادشاہ کے زیرِ ہدایت، جس کو صرف اپنے ذاتی آرام وآسائش کا خیال تھا، اُس نے خود کو زیادہ دام لگانے والے کے سپرد کرنا شروع کردیا۔ صلح اُٹریخت اور چارلس ہفتم کی وفات کے بعد فریڈرک ولیم والی برانڈن برگ شمالی یورپ میں اولین شخصیت ہوگیا اور خالص خودغرضی کے نہایت شرمناک طرزِ عمل کو کامیابی کی حالت میں انعام دے دیکر محترم کردیا۔ تاریخ کو اکثر یہ تبصرہ کرنیکا موقع ملتا ہے کہ مذہب، آزادی اور حب الوطنی کے مشتعل کئے ہوئے تنازعات میں کبھی خودغرضانہ سازش اور ذاتی ہوس کس طرح ایک بڑا عنصر ہوتی ہے اور کس طرح متبرک ترین معاملات میں انسانیت اور انصاف کے فرامین اکثر نظر انداز کردیئے جاتے ہیں، اور یہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ایک چارلس دوم کا پریشانیوں سے بچنے کی غرض سے اپنے ملک کی عزت ووقار کو فروخت کر ڈالنا، یا ایک فریڈرک ولیم کا کل کے حلیف سے محض اس وجہ سے پیماں شکنی کرنا کہ وہ آج کے حلیف سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا تھا، ایک الیزبتھ یا ایک فلپ دوم کی ہوس سے جس کو انھوں نے اعلیٰ منصوبوں کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کی اس لئے زیادہ نفرت انگیز ہے کہ وہ اس سے کم کاذبانہ ہے۔ لیکن اور باتوں سے درگذر، اگر ہم انسانوں کو انکی بدترین ہیئت میں دیکھیں، جو نہایت غلط اندازہ ہوتا ہے، تو بین الاقوامی سیاسیات میں اس کی کچھ وقعت ہوگی، کیونکہ اس شعبہ میں خودغرضی ایسا عنصر خاص ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کا عمل ان لوگوں سے بھی مخفی رکھنا چاہیئے، جو خود بھی اس کے گرویدہ ہوں۔ جہاں اخلاقی اُصول کا متفق علیہ معیار ناممکن ہوتا ہے وہاں اخلاقی عقائد نہایت ضروری ہیں اور سیاسیات میں بدعہدی اُسی قدر قابلِ ملامت ہے جس قدر کہ لڑائی میں وحشیوں کا استخدام۔ جو لوگ کہ انھیں لڑاتے ہیں جنگ میں فتحمند تو ہوجاتے ہیں لیکن تہذیب کا خون کردیتے ہیں۔

ذاتی قوت اور ملکی فروغ طرزِ عمل کے محرکات

سترھویں صدی کے وسط میں جن سلاطین اور مدبرین نے حکومت کی ذمہ داریوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اُن کی حالت اپنے آبا واجداد کے مقابلے میں بالکل مختلف تھی۔ اب ان کے سامنے اعلیٰ ترین

خیالات نہ تھے جوان کے تخیلات کو مفید اور اُن کی قوتوں کو منہمک کرتے۔ اور نہ اب خانگی حکومت کی نمایاں مشکلات کو تسخیر کرنے یا اُن سے گریز کرنے کا مسئلہ تھا اب ہالینڈ جیسی متخاصم تو ہستیں تھیں جن کی حفاظت کرنی تھی، نہ مخالفت کے لئے ہسپانیہ کی جفا شعار ظلم انگیزی تھی، اور نہ کوئی سرکش ملکی نوابی تھی جسکی سرکوبی تاج کے لئے ضروری ہو یا جو تاج کو مٹانے کی کوشاں رہی ہو۔ یہ مسائل صدی کے ابتدائی حصہ میں خود بخود طے ہو گئے تھے اور اُن سے پہلے کے مسائل اب باقی نہ تھے۔ایک نوجوان بادشاہ نے، جس نے صدی کے وسط کے بعد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اپنے آگے ایک کھلا ہوا نقشہ دیکھا۔جنگ نے اُس کے ملک کو تباہ کر دیا تھا، اور وہ سب سے زیادہ، مُہلت کیلئے مضطرب تھا۔ اور امن حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار تھا۔ اُمراء جن کو لڑائی نے قلیل التعداد اور مفلس کر دیا تھا، اس کے اقتدار سے انحراف کی تاب نہ لا سکتے تھے مطیع اور باقاعدہ فوج نے اُس کو رعایا کے جان و مال کا مالک بنا دیا تھا اور یہ بات اگلی پشتوں کو بھی میسر نہ تھی۔سیاست کے ایک سُلجھے ہوئے طریق سے وہ یورپ کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں کے ساتھ خفیہ طور پر معاملات طے کرا لیتا تھا اور ابتک اقوام کی تہذیب نے کوئی عام اخلاقی معیار نہیں قائم کیا تھا جس کی مطابقت کی توقع مدبرین سے کیجاتی۔ ان حالات کے ماتحت یہ محض فطری تھا کہ سلاطین کی ہوس ان کو اندرون ملک میں اپنی ذاتی قوت کو اعلیٰ بنانے کی کوشش کرنے پر، اور بیرون ملک میں اپنے ممالک کے حدود کی توسیع کرنے پر اُبھارے پس مطلق العنانی اور ملک گیری یورپی بادشاہوں کے خاص اغراض ہو گئے۔ قوم بادشاہ سے منطبق ہو گئی، اور جتنی زیادہ وسیع اور زرخیز سرزمین پر وہ حکومت کرتا تھا اتنی ہی زیادہ وقعت اور عظمت اُس کی ہوتی تھی۔اس کے سامنے ہر چیز کو ہٹنا پڑا۔اختلافات السنہ اختلافات مذہب، اختلافات حکومت ناقابل لحاظ ہو گئے۔اور قومیں ایک حکمراں کے پاس سے دوسرے کے پاس اسطرح سے منتقل کی جانے لگیں جس طرح مدبرین کی میز پر سکہ شمار ڈھکایا جاتا ہے، یہ بنی آدم کی نفرت کے سبب سے نہیں ہوتا تھا، بلکہ محض بے تعلقی کی وجہ سے اپنے اپنے آقاؤں کے لئے ایک ضلع یا شہر حاصل کرنے کی اہمیت کے مقابلہ میں مدبرین تمام دیگر باتوں سے غافل ہو گئے یہاں تک کہ جب اُن کو ایک ایسے

اُصول کی ضرورت محسوس ہوئی جس سے کہ وہ مرافعہ کرسکیں تو قانون توازن جاری کیا اس قانون کو جب ہم متعاقب صدی میں اسکی منطقی ترقی کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو اس کا مفہوم سوائے اِس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ جب ایک یورپی سلطنت سرقہ کرے تو تمام دوسری سلطنتوں کو بھی سرقہ کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ اُنیسویں صدی میں مظلوم اقوام کے مقدمات نے یورپ کے نقشہ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ اعلیٰ قوتوں کو اس بات پر بڑا ناز و گھمنڈ ہے کہ اُنھوں نے اتحادِ اطالیہ اور جزیرہ نمائے بلقان کی مسیحی ریاستوں کو آزادی حاصل کرنے میں مدد دی۔ سترھویں صدی کے اواخر میں واقعہ قطعی برعکس تھا تاجدار کو مطلق العنان بنانا اقتدار قائم کرنا، ایک مستحکم اور باقاعدہ فوج تیار رکھنا، دربار کی شان و شوکت سے دنیا کو متحیر کرنا، قوم کے حدود روز بروز آگے بڑھانا، چھوٹے ملکوں کو ایسی حاکمانہ حفاظت میں لینا۔ جو غلامی سے کچھ ہی کم ہوتی تھی، یہی سب ایک محبّ وطن بادشاہ کے مقاصد تھے اور یہی کامیاب مدبّری کے انعامات تھے۔ قوم بادشاہ کی ذات میں منعکس ہوگئی تھی وہ صرف اُسی کے واسطے کام کرتی تھی، لڑتی تھی، زندہ رہتی تھی اور فتوحات حاصل کرتی تھی۔ اس کی عظمت کو بھی اپنی عظمت سمجھتی تھی، وہ اُس کو اپنا نمائندہ اور غازی تصور کرتی تھی بلا جبر و اکراہ اپنی آزادی کو اُس کے حوالہ کردیتی تھی، اور اُس کی کامیابی کو اپنا انعام سمجھتی تھی قوم کے حقوق نظر انداز نہیں کیئے جاتے تھے، بلکہ کوئی اُن کا خیال بھی نہیں کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہر چیز بادشاہ کی شخصیت میں ضم ہوگئی تھی ؎

لوئی چہاردہم سترھویں صدی کی شاہی کا نمونہ ہے

اگر لوئی چہاردہم اس قسم کی شاہی کا بانی نہیں تو نمائندہ ضرور خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا بانی وہ یقیناً نہ تھا کیونکہ اس کے دماغ میں جدت کا مادہ بھی نہ تھا لوئی میں کوئی شئے نئی اور اختراعی نہیں تھی۔ وہ استعمال کرسکتا تھا، مگر ایجاد نہیں کرسکتا تھا۔ جدت اس میں بالکل مفقود معلوم ہوتی ہے۔ اسمیں درحقیقت ایجاد کا مادہ نہ تھا جو مواد اُس کو دیدیا جاتا اُس سے وہ نہایت خوبی سے کام لیتا تھا، مگر اُس میں اضافہ نہ کرسکتا تھا یہ بارہا دکھایا جاچکا ہے کہ کس طرح وہ ہر اس چیز کا وارث ہوا تھا، جس نے اُسے اعلیٰ و ارفع بنا دیا ہے اور اُس نے کوئی عظمت مآب چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑی تھی۔ کونڈے، ٹیورین،

لوئی معمولی قابلیت کا شخص تھا

مالی اون وساروی آن Servien ، کولبار کورنئے اِی اِئے (Corneille) راسینے (Racini) عہد رشلیو اور مازارین کے بنائے ہوئے تھے، جنھیں لوئی کام میں لاتا تھا، مگر ویل روآ (Villerov) ٹیلارڈ (Talard) اور بوائی لیو (Boilean) خود اس کے بنائے ہوئے تھے، اس بیان میں کسیقدر رد و بدل کی ضرورت ہے مگر اصول جسپر وہ مبنی ہے درست ہے قریب قریب ہر اس شئے کو، جو لوئی کے حصول قوت کے وقت فرانس میں عظمت مآب تھی، لوئی استعمال میں لانے کی قابلیت رکھتا تھا۔ زیادہ تر جو شئے کہ اُس کے عہد میں فرانس میں عظمت مآب ہوئی اُس کی تربیت اُس نے نہیں کی، اور پورٹ روائل Port Royal کے واقعہ میں تو عظمت باوجود اُس کی مزاحمت کے ظہور میں آئی حقیقت تو یہ ہے کہ جس چیز کی تربیت اُس نے کی وہ کبھی نمایاں نہ ہوئی۔ اس کا سبب تلاش کرنے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قطعی مرکزی حکومت کا نقص ہے جس میں بادشاہ ہمہ اوست ہوتا ہے اور جو فطرت اشیاء کے مطابق بادشاہ سے بالاتر شخص کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وزراء ملازمین سرکار ہوتے ہیں اور کوئی ملازم اپنے آقا سے نہیں بڑھ سکتا۔ زمانۂ موجودہ کی پروشیائی بادشاہت میں بھی ایک بسمارک Bismarck کی گنجائش نہیں ہے اور لوئی چہاردہم کے دربار میں ایسے شخص کی موجودگی تو قابل اجازت تھی ہی نہیں۔

اُسکا تہیہ کہ کوئی مد مقابل نہ رہے۔

ایک خود مختار بادشاہ اپنے وزراء کے لئے معیار مقرر کرتا ہے، بشرطیکہ وہ کل سلطنت کو لوئی کی طرح اپنی ذات میں ضم کرلے اور سلاطین مشرق کے دستور کے مطابق اشیاء کو اپنی حالت پر نہ چھوڑ دے۔ مازارین کی موت کے وقت سے لوئی نے طے کرلیا تھا کہ وہ اب دوسرا وزیر اعظم نہ مقرر کرے گا۔ زمانۂ مابعد میں نپولین کی طرح، تمام حکومتی اور معاشرتی نظام کا افسر اعلیٰ و قوت محرکہ وہ خود بننا چاہتا تھا اُس نے تعجب خیز صبر و استقلال کے ساتھ اپنے الفاظ کی پاسداری کی اور غالباً فلپ دوم کے بعد ہر بادشاہ سے زیادہ مشقت وجفاشعاری کے ساتھ کام کرکے، اُس نے کبھی کسی وزیر کو حتیٰ کہ لووا Louvois کو بھی صرف دفتری آزادی کے اوپر سر نہیں اٹھانے دیا۔ نتیجہ ناگزیر تھا۔ وہ خود معمولی قابلیت کا شخص تھا، اُسمیں نہ دور اندیشی تھی نہ جدت اور نہ آزاد خیالی، پس وہ قابلیت کی

تلقین، تو کرہی نہیں سکتا تھا اور اگر کسی میں یہ قدرت و قوت ہوتی تو وہ اُس کو گوارا نہ ہوتی تھی وہ محنت اور درستی چاہتا تھا نہ کہ قابلیت اور مُدبّری، مُحرّرین نہ کہ وزراء سلطنت، اور حسن تقدیر سے جو کچھ وہ چاہتا تھا سب مل گیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ سوائے ایک کے، حکومت کے تمام صیغوں میں جہاں وہ لوگ جنھیں رشلیو اور مازارین نے چھوڑا تھا، کام آچکے تھے، اس کو کوئی بھی ایسا نہ ملا جوان کی جگہ لیتا۔ صرف سیاست میں فرانس صدی کے آخر تک لاثانی رہا۔ یہ وہ صیغہ تھا جس کی باگ خود لوئی کے ہاتھ میں تھی، اور جس کے فرائض کی انجام دہی میں وہ پورے طور سے رہبری کے قابل تھا۔

اس کے بڑے شاہانہ اوصاف

لیکن مدبّری کے اعلیٰ اوصاف میں اپنی خامیوں کے باوجود آریس ٹائی ڈیز (Aristides) لقب عادل کا اس درجہ مستحق نہ تھا جتنا کہ لوئی چہاردہم خطاب سلطان اعظم کا (Grand) لوئی کی عظمت دراصل بحیثیت بادشاہ کے ہے۔ عہد جدید کے کسی تاجدار میں شاہانہ فضائل اس کثرت کے ساتھ نہیں پائے جاتے۔ شوکت بغیر بدنمائی، اخلاق بلا اختلاط، جرات بلا درشتی، ایک دلفریب انداز، مستعد فراست، شجاعانہ وضع، شائستہ دماغ اور شرمیلا چلن، یہ سب ایسے اوصاف تھے، جنھوں نے نوجوان بادشاہ کو فرانسیسی دربار کا مایۂ ناز اور فرانسیسی قوم کا تمغۂ فخر بنا دیا تھا۔ لیکن اُسے یورپی شاہی کا نمونہ اور مثال بنانے کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت تھی۔ یہی بس نہ تھا کہ اس کی معاشرتی دوراندیشی اس کی زبان پہ از خود وہ الفاظ لائے، جو اعلیٰ تربیت کے دائرہ کے اندر رہ کر ممکن ہے اور اُن لوگوں کے لیئے جنھیں وہ اپنا گرویدہ کرنا چاہتا تھا بہت پسندیدہ اور نہایت موثر ثابت ہوں۔ یہی کافی نہ تھا کہ دربار کے آئین و رواج کے متعلق اُس کی مکمل و مستعد فکر دماغ کو شاہی طمطراق کے کمال کے احساس سے متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اور درباری جاہ و جلال کی ملمع کی ہوئی ترتیب سے اس کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ وارسائے یورپ میں اولیں دربار نہ تھا جو اپنی رسوم کی شان و شوکت اور اپنی تہذیب کی شائستگی کے سبب سے ممتاز رہا ہو، بلکہ لوئی چہاردہم یورپ میں پہلا بڑا بادشاہ تھا جس نے اپنے دربار کی سج دھج کو اپنے طرز عمل کا لازمی جزو قرار دیا تھا۔ جس وقت کہ پاپائے روم مغربی مسیحیت کے عام رہبر نہ رہے، اُس وقت اُنھوں نے اپنی قوت کے گہوارے کو علوم کی وسیع تر مملکت کا مرکز

بنانے کی سعی کرنی شروع کی۔ عالمگیر اعتقاد کے تحت سے رومہ کی معزولی کی تلافی عالمگیر شائستگی کے عصائے حکومت سے کی گئی، اس لئے جب فرانس یورپ کی سیادت اختیار کر رہا تھا اور مہذب دنیا کی حکومت کے لئے جد و جہد کی تیاری کر رہا تھا، اُسوقت اُسکا دربار دنیاوی عظمت کا خلاصہ یا اس کی تصویر تھی۔ ایک چھوٹے مگر منور حلقے میں تمام وہ چیزیں منعکس ہو گئی تھیں جو انسانیت کو شریف اور زندگی کو عمدہ بناتی ہیں۔ دانائی اور مرتبہ، لیاقت اور حسن، شائستگی اور تدبر، علم و استغراق، سب کے سب ایک نظام کی قابل تحسین عمدگی کے ساتھ مرتب کئے گئے تھے مگر ایک منعکس روشنی سے چمکتے تھے، اور اپنے آفتاب یعنی بادشاہ کی شعاعوں سے روشنی حاصل کرتے تھے۔ لوئی نے بلا سوچے سمجھے سورج کو اپنا نشان نہیں بنایا تھا اپنے اُصول حکومت کے مطابق وہ خود اس طرز انتظام کا مرکز اور حیات بخش قانون تھا، جس میں وہ حکومت کرتا تھا۔ فرانس میں ہر نوجوان اور خوبصورت ہستی اُس کے اشارے پر سرسبز اور اُس کی روگردانی سے خشک ہو جاتی تھی، اور ہر طاقتور شے اُس کے تلطف سے قوت حاصل کرتی تھی، بلکہ رُبع مسکوں کی کم خوشحال اقالیم سے زمانۂ سلف کے مجوسی (Magic) کی طرح، روئے زمین کے فرمانروا، اُس کی تیز کرنوں کی روشنی سے کھنچکر ہر طرف سے آتے تھے اور اُس کی پناہ میں زندگی کا نمونہ اور ایمان کا گھر پاتے تھے۔

تھیکرے کی ہجو ی تصویر کی حقیقت

جب اس قسم کے نظریے پر تنقید کیجاتی ہے تو خواہمخواہ ہجو آمیز کلام زبان پر آجاتا ہے انسان ایک خانۂ پر آب سے آسمانی ہواؤں کو نہیں روک سکتا اسی طرح دربار کی نمائش امارت قومی کمزوری یا طبیعی انحطاط کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتی تھیکرے کے پر زور انگریزی قلم نے اُس کے زندگی کے آخری ایام میں مشہور و معروف نوشتہ موسوم بہ لوئی ل روائے (Louis le Roi) میں سترھویں صدی کی بادشاہی کے اس اُصول کی لغویت کا خوب خاکہ اُڑایا ہے۔ پہلے خاکہ میں لوئی دکھائی دیتا ہے۔ نہایت زار و نحیف۔ گنجا اور ضعیف۔ بڑھاپے کے سبب بہت کمزور بدن پر رعشہ گویا ایک جسم جاندار تو ضرور ہے مگر انسان نہیں اب اس کے مقابل میں لاروآئے د (Le Roi) کی شکل بیان ہوئی ہے۔ مصنوعی کاکلیں اور زلفیں ہیں جنکے بال گھونگروالے ہیں اور معلوم

ہوتا ہے کہ خوب تیل ڈالکر کنگھی کی گئی ہے شاہی لباس ہے کہ طرح طرح کے فیتے اُس میں ٹکے ہیں اور جواہرات سے جھم جھم کر رہا ہے گویا درزی کی بنائی ہوئی شان و شوکت ہے جس سے بادشاہ کو خدائی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہ کل سامان لارڈ آئے کے جسم پر اس طرح ہے جیسے درزی کی دوکان میں یہ ایک مصنوعی ڈھانچ پر نمونے کے لیئے چیزیں لگی ہوئی ہوتی ہیں آخر میں یہ شاندار مصنوعی لباس اس خاک کے پتلے پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور چار و ناچار ہمیں یہ غور کرنا ہوتا ہے کہ سلطان اعظم کے عظمت و جلال میں کتنا حصہ خیاط اور جوتی بنانے والے کی دستکاری کا ہے اور کتنا خدائے تعالیٰ کی صنعت کا۔ ولائل بجا اور ہجو درست ہے جہاں دربار کی شان و شوکت نظام حکومت کا جزو ہوتی قومی عظمت کی نیابت کرتی ہے اسکو قوت دیتی ہے، بیرونی ہوس کے لئے دستور مقرر کرتی ہے سلطنت کی روح اور قوت و طاقت جزو اعظم ہوتی ہے۔ وہاں بادشاہ اور درباریوں کا ضعیف ہونا بہتر نہیں۔ ملکہ الزبتھ کا ستر برس کی عمر میں اظہار محبت کی ترغیب دینا اور لوئی چہاردہم کا بوڑھاپے کے ظاہری اثرات کو مصنوعی ذرایع سے چھپانے کی کوشش کرنا حد درجہ خلاف فطرت اور نمائشی ہونے کے سبب سے سخت نفرت انگیز ہیں مگر ان کی نفرت آمیزی معاصرین

فرانسیسی دربار تہذیب کی سیادت حاصل کرتا ہے

کو اس قدر نہیں کھٹکتی تھی جتنی کہ ہم لوگوں کو۔ یورپ کے دل سے لوئی کی تعظیم اور اس کی رعایا کے دل سے اُس کی محبت کبھی نہ گئی اُس کی شاہی کا یورپ پر کچھ ایسا سکہ جم گیا تھا اس کی حکمت عملی کی کامیابی اور فرانس کی عظمت کی کچھ ایسی دھاک بندھ گئی تھی کہ لوگوں کو اس غیر موزونیت کا احساس بھی نہ ہوتا تھا کیونکہ لوئی چہاردہم کے دربار سے جس قدرت و قوت کا اظہار ہوتا تھا وہ نہ فرانس کے سپاہیوں کی قوت سے اور نہ وہاں کے مدبرین کی حکمت سے ظہور میں آتی تھی۔ ورسائیلز (Versailles) مہذب دنیا کے لئے فیشن کا معیار مقرر کرتا تھا۔ فرانسیسی عادات، فرانسیسی لباس، فرانسیسی زبان، فرانسیسی فنون، فرانسیسی ادب، فرانسیسی تلقین، اور فرانسیسی علوم مہذب یورپ پر چھا گئے اور نمونہ بن گئے۔ ایک صدی تک زندگی کے ہر شعبہ میں، ایک بیت کی اصلاح سے لیکر رنگروٹوں کی تعلیم تک، اور ایک قصیدۂ مدحیہ کی تنظیم سے تاش کھیلنے کی میز تک کی ترتیب نظام کی

غرض ہر چیز پر فرانسیسی فیشن اور مذاق ہی کا اثر تھا۔ وہی مصنوعی تکمیل کا شوق وہی آرائش کا ذوق اور اسی سجاوٹ کی ہر چیز پر جلا ہوتی تھی جو فرانس کے نام کے ساتھ وابستہ تھی چند ہی بادشاہ ایسے گذرے ہیں جنھوں نے کامل ایک صدی تک تمدن و تہذیب کو اُن اُصولوں کی تعلیم دی ہے جن پر اُس کی اقتدار کا انحصار ہوتا ہے ؀

زندگی اور حکومت کے اُن تمام شعبوں میں جن پر اُس کو عبور حاصل تھا، لوئی چہاردہم کی حیرت انگیز کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ ہر معاملہ پر ذاتی توجہ مبذول کرتا تھا۔ اُسکی خوبی اور خصوصیت ان میں تھی کہ انتہا درجے کی محنت کا وہ عادی تھا اپنے ابتدائی زمانے میں بھی۔ جبکہ اُس کا دربار یورپ میں سب سے زیادہ نمائشی تھا، وہ نہ صرف اپنے سفیروں کے تمام مراسلات کو سنتا تھا اور اُن کا جواب خود لکھاتا تھا بلکہ اپنے معتبر اور خاص خاص سفیروں

کاروبار کی طرف لوئی کی توجہ

سے اُن معاملات کے متعلق راز میں خط و کتابت کرتا تھا۔ جن کو وہ صیغۂ خارجہ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا تمام اہم معاملات کے متعلق گفت و شنید اور خصوصاً اُن تمام معاملات کو جن کا تعلق اُسکے عہد کے صلحناموں سے ہوتا تھا اُس نے قطعاً اپنے ہاتھ میں رکھی تھی اور اکثر اپنے نمائندوں کو ہدایات خود اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا۔ وہ آداب کے چھوٹے چھوٹے مسائل میں اتنا ہی تکلف برتتا تھا۔ یہ وہ مسائل تھے جن میں سترھویں صدی میں سفرا کا بہت وقت اور دماغ صرف ہوتا تھا۔ سفیر کے داخل ہونے کا قاعدہ وہ اُصول جن پر معاملات کو ظاہر کرنے یا پوشیدہ رکھنے یا پاس کو روا رکھنے یا انکار کرنے کے فیصلہ کن معاملات میں اس کو کاربند ہونا پڑتا تھا، حتی الامکان ہسپانوی سفیر کے آگے رہنے کی کوشش ان سب باتوں کی اہمیت کا اندازہ کر کے لوئی خود اپنے قلم سے ان کو متعدد کے تحریر کرتا تھا اس کی ذاتی فکر کے لئے نہ کوئی چیز بہت بڑی تھی اور نہ کوئی چیز بہت حقیر۔ خواہ تقسیمی معاہدے کی گفتگو ہو یا مارلی (Marli) کے تماشے کا نظام العمل۔ لیل (Lille) کے حصار کا نقشہ ہو یا ایک سرتاب درباری یا کاہل خادم کی تنبیہہ سب پر یکساں توجہ کیجاتی تھی "مجھے مجبوراً انتظار کرنا پڑا" اُسکا ایک جملہ ہے جو ضرب المثل ہوگیا ہے ؀

تنظیم اسکی حکومت کی خصوصیت امتیازی ہے

فرانسیسی قوم جس کو فطرتاً ہر کام کی تکمیل پر پہنچانے میں خاص ملکہ حاصل تھا اُس کے تاجدار کے ذیلی معاملات پر اس قدر توجہ نے نظام حکومت کے

ہر شعبے کو کمال پر پہنچا دیا۔ تنظیم اس عہد کا خاص کام تھا۔ لوئی کے عروج کے زمانے میں جبکہ اولوالعزم لڑائیوں کے بار نے ہر چیز کو تہ و بالا کر دیا تھا نظم و نسق اُس کے عہد حکومت کی خصوصیات میں سے تھا۔ جلیل القدر وزراء مدبر نہ تھے بلکہ منتظم تھے۔ وہ قابلیت میں رشلیو کی ضد تھے۔ وہ منتظم تھے مگر اُس معنی میں نہیں جس میں سُلی ایک منتظم تھا۔ یعنی محض نمایاں نقائص کی بیخ کنی کرنا ہی وہ اپنا فرض نہ سمجھتا تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ وسیع معنوں میں مثل چارلس مونٹیگو کے وہ حقیقی منتظم تھا۔ اُس نے انتظام ملکی کے حقیقی اصول معین کئے اور اُن کی تعمیل و تکمیل کے مناسب نظام قائم کیا۔ لی اُدن Lionne نے فرانس کے صیغۂ خارجہ اور خدمت سیاسی کی، کولبار نے فرانس کی اندرونی حکومت کی، اور لووآ Louvois نے صیغۂ جنگ کی اُن اُصول پر تنظیم کی جو ایک صدی سے زیادہ تک تمام ممالک کی خارجی، اندرونی، اور جنگی حکومت کے مسلمہ اُصول رہے اور اُن میں سے چند ہمیشہ کے لئے مسلمہ اُصول رہینگے۔ یہی چیز تھی جس نے فرانس کو اپنی مرکزیت سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع دیا اور فرانس کو ناکامیاب جنگ کے غیر معمولی بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل بنایا اور سلطنت جیسی بڑی اور غیر منتظم شدہ اقلیم کے معاملے میں سہولت پیدا کی، باوجود تمام نقصانات کے، لوئی چہاردہم کے آخر زمانے میں فرانس بہ نسبت اُس کے ابتدائی زمانے کے زیادہ باوقار تھا۔ اس کامیابی کا سہرا دراصل اُن وزراء کے سر ہونا چاہئے جنھوں نے یہ تمام تدابیر نکالیں اور انکو عملی جامہ پہنایا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر لوئی کی ذات اُنکی ہمت افزائی کے لیئے نہ ہوتی تو یہ کامیابی نصیب ہو نہ سکتی تھی۔

مازارین کے گھرانے میں کولبار کی تربیت

کولبار (Colbart) نے اپنی امیدواری کے دن مازارین کے گھرانے میں گذارے تھے۔ اوائل زندگی میں ہی کارڈنیال نے اُن کی غیر معمولی انتظامی قابلیت کا اندازہ کر لیا تھا، اور اسکو لاٹائٹے (Latell) کی ملازمت سے اپنی ملازمت میں لیا تھا اور اپنے گھر کی نگہداشت اس کے سپرد کر دی تھی۔ اپنے کار متعلقہ کے لئے جو کولبار وقتاً فوقتاً اپنے آقا کے ساتھ تجاویز پیش کرتا رہا اس سے کارڈنیال کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا نیا ملازم محض ایک ہوشیار منشی ہی نہیں بلکہ وہ ایک قابل وزیر مال ہونے کی استعداد رکھتا ہے اور رفتہ رفتہ اس نے اپنے تمام خانگی معاملات کا انتظام اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ کارڈنیال بخیل بھی تھا اور فضول خرچ بھی، حریص اور ساتھ ہی ساتھ عیش پسند بھی

لہٰذا کولبار کا فرض یہ تھا کہ وہ بہترین اشیاء نہایت سستے داموں خریدے اور اپنے مالک کے لیے آرام و آسائش کے اسباب مہیا کرے، مگر ساتھ ہی ساتھ اُس نے اسکی دولت کو دگنا تگنا کر دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ کارڈنیال بڑا باریک بیں تھا۔ مازارین کے ذاتی استعمال کے لئے قمیصوں، اس کی بھانجوں بھتیجوں کے جوڑوں، اس کے محل کے غلہ اپیچوں، نوجوان ملکہ کے لیئے تحفۂ ازدواجی غرض ہر چیز کے لئے کولبار کی ذاتی توجہ درکار تھی اسی کے ساتھ اس کے روپیہ کو تجارت میں لگانا اور تمام کاروبار کی نگرانی کرنا اس کا خاص کام تھا کیونکہ انھیں ذرائع سے کارڈنیال بے شمار دولت حاصل کرتا تھا کولبار اس کام کیلیئے موزوں بھی خوب تھا۔ کاروبار میں تیز نظر تھا، مردم شناسی میں خاص ملکہ، اسکو حاصل تھا ذیلی معاملات میں نہایت صبر سے مصروف ہوتا اور ہوس سے ڈگمگا ضرور جاتا تھا لیکن گمراہ کبھی نہ ہوتا تھا۔ بس۔ بلا تامل وہ اپنے آقا کی حرص و طمع کو پورا کرنے کیلیئے کمربستہ ہوگیا بازاروں میں کارڈنیال کے اسباب تجارت کو فوقیت دیئے اور تمام محاصل کے گرانبار بوجھ سے حکومت کے زور سے کارڈنیال کے مال کا بازار میں بول بالا کرتا اور کروڑگیری جس کے بارے سوداگر پسے جاتے تھے وہ اُس سے اپنے آقا کے مال کو بچا لیتا تھا اُس کی نگرانی میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ خود حکومت وزیر اعظم کی منفعت کے لیئے تجارت کرنے لگی ہے بالآخر فرانڈ کے صرف سات ہی سال بعد کارڈنیال بیس لاکھ پونڈ چھوڑ مرا، اور اپنی دولت کے (architect) معمار کو اپنی بیش بہا ملک سمجھکر نوجوان بادشاہ اور فرانس کے لئے وصیتہً چھوڑ گیا۔

نکولاس فوکوئے جس وقت مازارین مرا اُس وقت ملک کا خزانہ عامرہ آبے فوکوئے (Abbe Fouquet) کے بھائی، نکولاس فوکوئے (Nicholas Fouquet) کے زیر نگرانی تھا یہ چند سال تک مازارین کی خفیہ پولیس کا افسر رہ چکا تھا۔ نکولاس فوکوئے بڑا قابل اور اولوالعزم آدمی تھا، رشوت ستانی کا چاروں طرف بازار گرم دیکھکر وہ بھی بہت جلد اسی رنگ میں رنگ گیا، اور مہتمم خزانہ اور صدر وکیل (Procureur General) کے دونوں عہدوں سے دولت سمیٹنی شروع کر دی مگر مازارین کے برخلاف، فوکوئے کے دامن پر لالچ کا دھبہ نہ تھا۔ وہ ہوس کی بڑی بڑی تجاویز کا انشکار اور شاہانہ شان و شوکت سے بھی زیادہ شان و شوکت کا مظہر تھا۔ اپنی ناجائز دولت کے فیاضانہ استعمال سے وہ نوآبادیوں کا مالک، علم و ادب کا مربی، فرانس میں سب سے

زیادہ عظیم الشان قصر کا بانی اور ایک ایسے معاشرتی حلقے کا مرکز اور رہنما ہو گیا جو امکاناً ہر وقت سیاسی خطرہ ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن اگرچہ دربار میں فوکوئے کے بہی خواہ بہت تھے مگر اضلاع اُس کے دشمنوں سے بھرے تھے اُس کی شوکت اور کامیابی نے لوگوں کو اس کا حریص بنا دیا، اس کے لاپروائی اور بدنظمی کے سبب سے کاروباری طبقہ اس سے بدظن ہو گیا قرضے کے اضافے نے تمام تاجروں کو اُس سے متنفر کر دیا، اور اُس کی بےعل وغش رشوت ستانی نے اُس کے دشمنوں کو اس کے اوپر قابو دیدیا، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ اُسکی حمایت نہ کریگا تو اس کو تباہ کرنے کی غرض سے ایک مجلس قائم کی گئی جسکا صدر نشین کولبار مقرر ہوا۔ بدنظمی اور غبن کے الزامات ثابت کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی سوال صرف یہ تھا آیا دربار میں اُس کی جماعت اتنی قوی تھی کہ اُسے بچا سکے، خواتین اُسکی طرف تھیں مگر بادشاہ خواہ اس وجہ سے کہ وہ اس کی سیاسی قوت سے کھٹکتا تھا اور اُسے تاج کے لئے خطرناک خیال کرتا تھا، یا محض اس حسد سے کہ میڈیموائزیل ڈلا والئیر (Madlle de la Valliere) پر، جو اُس وقت لوئی کے دلپر اپنا سکہ جمائے ہوئی تھی اُس کا خاص اثر تھا اُس کی بربادی کا تہیہ کر لیا۔ اُسے ترغیب دی گئی کہ وہ صدر وکالت کا عہدہ فروخت کر ڈالے کیونکہ جب تک وہ اس عہدہ پر فائز تھا تب تک اُس کے خلاف سوائے پارلیمان کے کوئی دوسری عدالت سماعت نہیں کر سکتی تھی۔ پس واَ (Vaux) کے عالیشان قصر میں لوئی اور اُس کے درباریوں کی شاہانہ اہتمام کے ساتھ دعوت کرنے کے صرف چند ہی روز بعد وہ دفعتہً حراست میں لے لیا گیا۔ اُس کے مقدمہ کی سماعت کے لئے ایک خاص مجلس بنائی گئی۔ تین سال تک طولانی مقدمہ جاری رہا۔ آخر کار وہ سلطنت کے خلاف دغابازی کا مجرم قرار دیا گیا اور جلاوطن کر دیا گیا۔ لوئی کی رقابت اور کولبار کی نفرت اس آسانی کے ساتھ ٹھنڈی نہیں ہو سکتی تھی۔ شاہی اختیار کے استعمال سے جس کی کوئی نظیر اب تک نہ تھی، لوئی نے جلاوطنی کی سزا کو دائم الحبس کی سزا سے بدل دیا۔ اور اُسوقت سے لوگ مبہم طریقے سے سرگوشی کرتے ہیں کہ اُس سخت سزا نے بھی شاہی انتقام کو نہ بجھایا اور نقاب آہنی (Iron Mask) میں جو فرانسیسی افسانوں میں اس قدر مشہور ہے، اس شاندار مہتمم خزانہ کے خط و خال پوشیدہ رہے، جس نے بادشاہ کی منظورِ نظر کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت کی تھی تو

فوکوئے پر سزا کا حکم
سنہ ۱۶۶۱ء

کولبار اُس کا جانشین مقرر ہوتا ہے۔

نکولاس فوکوئے کی اس بے عزتی کے بعد فرانس کے تمام اندرونی انتظام کولبار کے تحت میں آگئے۔ اور وہ گرمجوشی کے ساتھ نئے انتظام میں مشغول ہوگیا سب سے پہلے خزانہ کو اس کی توجہ کی ضرورت تھی۔ رشلیو، مازارین اور فوکوئے کی بدانتظامی کے زمانے میں وہ تمام نقائص جنہیں سُلی نے دبا دیا تھا، پھر نمودار ہوگئے عامل اور خزانچی دولت اکھٹی کرنے لگے، اور جو رقمیں جمہور سے وصول کیجاتی تھیں خزانے میں اُس کا صرف عشر عشیر پہنچتا تھا۔ حکومت کے مصارف روز بروز عہدوں کی فروخت اور فروخت کے لیئے نئے عہدوں کی تخلیق، اور برباد کُن سودی قرض سے پورے کئے جاتے تھے، رشوت ستانی کی کوئی روک تھام

خزانہ کی بدنظمی

نہ تھی، حساب کتاب کا کوئی طریقہ نہ تھا کفایت شعاری کا کچھ خیال نہ تھا۔ فرانس، یہودیوں کے ہاتھ میں ایک منچلے مُسرف کی طرح دیوالہ کی طرف بلاتحاشا جارہا تھا اور لطف یہ تھا کہ روپیہ بھی ہاتھ نہیں آتا تھا۔ پس کولبار سخت گیری کے لیئے کمربستہ ہوگیا۔ مازارین کے دولت سرا میں اُس کو تجربہ نے سکھا دیا تھا کہ دولت کس طرح جمع کیجاتی ہے اور جو حکومت کو قرض دیدیکر دولتمند بنتے ہیں انکے

کولبار کی علاجی تدابیر

ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ اُسنے فوکوئے کیلئے ہوئے قرضوں میں سے ایسوں کو جو نہایت سخت تھے یک قلم نامنظور کردیا، اور جو اُسنے منظور کیئے ان کا بھی سود بہت کچھ گھٹادیا۔ اس طرح قرض کے بار کو ایک مناسب حد تک کم کرکے وہ تحصیل محاصل کے انتظام کی طرف رجوع ہوا۔ اُس نے ٹیل کا سابق بقایا معاف کردیا عاملوں کو حساب پیش کرنے پر مجبور کیا، بلتے درجے کے جو راشی تھے ان کے خلاف مقدمے چلائے، اور اُنھیں دزدیدہ منافع کو برآمد کرنے پر مجبور کیا۔ حکومت میں نظم ونسق گویا کہ سحر کے ذریعے سے قائم ہوگیا۔ مصارف کی ہر پائی پر فکرمندی کے ساتھ غور کیا جاتا تھا، اُس کی باضابطہ اجازت دیجاتی تھی اور باقاعدہ حساب لیا جاتا تھا۔ انٹنڈانٹ (نظراء) گنہ داران مالگزاری کی نگرانی کے لیئے پھر مقرر کیئے گئے، ٹیل کی پھر تشخیص کی گئی، حقوق استثناء کی تحقیق کی گئی اور رسید بہی کی باقاعدہ جانچ اور تنقیح ہوئی۔ ان ذرائع سے اُس نے قرض پر سود ادا کرنے اور بلا اضافہ محاصل حکومت کے مصارف کے لیئے کافی رقم مہیا کرلی سنہ ۱۶۶۲ء میں صدر محاسب (Comptrollar-General) ہونے کے صرف ایک سال بعد ہی، ایک متنفس پر

بھی مالی بار کا اضافہ کئے بغیر، اُس نے چار کروڑ پچاس لاکھ کی بچت دکھائی لیکن کولبار نے مالی انتظام کی اصلاح پر بھی اکتفا نہ کیا۔ اُس کی نگاہوں میں یہ کافی نہ تھا کہ یہ خیال رکھا جائے کہ آمدنی خرچ سے زیادہ رہے اور رشوت ستانی کے مواقع بالکل کم کر دئے جائیں۔ وہ وزراء میں سے پہلا شخص تھا جس نے یہ محسوس کیا کہ ایک قوم کی عظمت اور خوشحالی کا انحصار کس حد تک مالی انتظام کی خوبی پر ہوتا ہے انتظام کے ساتھ وہ پہلا شخص ہے جس سے قومی دولت کی ترقی اور قومی خوشحالی کی افزودگی میں اُس تعجب انگیز اثر کا پتا لگایا جو ایک ایسے طریق محصول بندی کے ذریعے سے پیدا کیا گیا تھا، جس نے مالی بوجھ کو نہایت غور کے ساتھ صرف انھیں لوگوں کے کاندھوں پر لادا جو اُس کی برداشت کی تاب لا سکتے تھے۔ کولبار کے قبل وزیر مال محصول لگان کو محض حکومت کے نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے اور انھیں اشیاء پر محصول لگاتے تھے جن پر تحصیل وصول آسان تھی، اور ایسے طریقے اختیار کرتے تھے جن سے حکومت بآسانی بغیر کسی دقت کے مقررہ رقم حاصل کریگی اور اس کی نہ کبھی پرواہ کرتے تھے کہ محصول دہندہ پر اس کا کیا اثر پڑیگا اپنا مسلک یہ قرار دیا کہ مالگزاری کی خوبی اس میں نہیں کہ وہ سہولت کے ساتھ وصول کی جاسکے بلکہ اس میں ہے کہ وہ بآسانی ادا کیجا سکے۔ حکومت اور محصول گزاروں کے مفاد ایک ہیں نہ کہ متضاد اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ حکومت محصول گزاروں کی آسانی کا جس قدر زیادہ خیال کرے گی اُسی قدر زیادہ سہولت محصول گزار بھی حکومت کے لئے پیدا کر سکیگا۔ اس لئے ایک سمجھدار وزیر خزانہ، تحصیل محاصل کی اصلاح پر کبھی اکتفا نہ کریگا اور نہ مصارف میں کفایت شعاری سے اُس کی تسلی ہوگی، بلکہ وہ بالضرور زیادہ بڑے اور زیادہ مشکل مسائل کی طرف توجہ کریگا اور اپنا فرض یہ سمجھیگا کہ وہ یہ مطالعہ کرے کہ ملک کے ذرائع آمدنی کس طرح اپنی انتہائی استطاعت تک بڑھائے جا سکتے ہیں اور یہ کہ ضروری محاصل کی تشخیص ایسی ہو کہ حتی الامکان انکی ترقی میں مداخلت کی ضرورت نہ پڑے۔

اس کے تحفظی نظام کی نوعیت

ان دو سوالوں کے جواب میں خزانے کے باقاعدہ انتظام کا پورا راز موجود ہے۔ کولبار پہلا شخص تھا جس نے انکا اصولی جواب دینے کی کوشش کی، یعنی یہ ایسا جواب تھا جو نہایت صحیح دلائل پر

مبنی تھا۔ کولبار نے جو اصول اختیار کئے وہ ایسے تھے کہ اُن پر اکثر تہذیب یافتہ قومیں ابتک کاربند ہیں۔ یہی وہ اصول ہیں جو ”تحفظ“ کے نام سے مشہور ہیں اور جن پر معاشی نظام کا انحصار ہے اور اقتصادی موضوعات میں قومی سلطنت کے اصول کی سترھویں صدی میں، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سیاسی خیالات میں، بادشاہوں کے ماتحت اقوام کے استحکام کے اصول کا غلبہ تھا۔ سارا یورپ اپنے اپنے بادشاہ کے ماتحت ملکی ہستیوں کی صورت میں سمٹ رہا تھا۔ اس قسم کی ہر ہستی اپنے قدرتی حدود کے حصول اور ایک پیشہ ور فوج کی ترتیب کے ذریعے سے خود کو اپنے ہمسایوں سے بچاتی تھی، اور اپنے فرمانروا کے تحت میں اپنی ذاتی حیثیت برقرار رکھتی تھی اور اپنے فرمانروا اور اُس کے مقاصد کے ذریعے سے دوسرے درباروں میں اپنا اقتدار قائم کرتی تھی۔ یہ خیال کہ یورپ بنی آدم کی مسیحی اُخوت کی ذریعے سے متحد کیا جاسکتا ہے، خواب ہوچکا تھا، بنی آدم کی دنیاوی اُخوت کے ذریعے سے یورپ کو متحد کرنے کا خیال ابھی پیدا نہ ہوا تھا اُخوت کے ان دونوں اُصولوں کے مابین، لوگ مخاصمت کی حالت میں بکھر جانے پر عملاً قانع تھے، اور اپنے ہمسایوں کے برخلاف رکاوٹیں پیدا کرلے اور حتی الامکان اپنی قوت کو بڑھانے، اور اپنے ہمسایوں کو اپنی قوت بڑھانے سے روکنے میں مشغول تھے۔ اقتصادیات اور سیاسیات دونوں میں ایک ہی اُصول لوگوں کے رویئے پر اثر ڈالتے تھے۔ اقتصادی آزادی ایک قوم کے لیئے اتنی ہی ضروری خیال کی جاتی تھی جتنی کہ سیاسی آزادی سلطنت کے اندر رہ کر بحد ممکن طاقتور اور سرمایہ دار ہونا، اور اُن حدود کے باہر حتی الامکان خود مختار رہنا ہر مدبر ریاست مدن کے مسلمہ اصول تھے کولبار کی نگاہوں میں فرانس کے لیئے جس قدر یہ ضروری تھا کہ وہ کسی اجنبی کا جاگیردار نہ رہے، اتنا ہی یہ بھی ضروری تھا کہ وہ اپنی ماکولات کے لئے کسی غیر ملکی کا محتاج نہ ہو وہ بعض رقیبوں اور دشمنوں سے قوم کی رسد حاصل کرنا مجرمانہ حماقت کی اتنی ہی بے فکری تصور کرتا تھا جتنی کہ یہ بات اپنی سرحد کی محافظت اُن کے سپرد کردیجائے۔

دیسی تجارت اور صنعت وحرفت کی ترغیب

ان اصولوں کی پیروی میں کولبار نے دو بڑے مقاصد مدنظر رکھے، یعنی گورنمنٹ کے بس میں جو ذرایع تھے اُن سب کے ذریعے، خود فرانس کے حدود کے اندر تحصیل دولت کو ترقی دینا، اور

بڑے بڑے محصول لگا کر بیرونی تجار کو اِس بات سے روکنا کہ جو اشیا کہ قومی بہبود کے واسطے لازمی تھیں اُنھیں وہ ملکی کاشتکار سے کم قیمت پر نہ فروخت کر سکے۔ اُس نے صوبجاتی جنگی اور مقامی محاصل کو جو تجارتی مال کو ایک ولایت سے دوسری ولایت میں آزادی سے لیجانے سے روکتے تھے، موقوف کرنے کی کوشش کی، اور باوجود سخت مقامی مخالفت کے اِن محاصل کو ملک کے تین چوتھائی حصے سے عملاً موقوف کرنے میں کامیاب ہوا اُس نے سڑکوں کو درست کرایا اور سُلی کی آغاز کردہ نہروں کی توسیع کر کے ایک عظیم الشان نظام قائم کیا۔ اِس نظام میں لین گوئی ڈوک کی مشہور نہر، جو بحر اوقیانوس اور بحیرۂ متوسط کے درمیان واقع ہے اور جس نے فرانس کی خوشحالی کو بڑھانے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے سب سے زیادہ شہرۂ آفاق مثال ہے۔ ایک صدی سے زیادہ تک اُس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ آخر کار جب دوسری قوموں نے اس تیز رفتار اور آسان ذرائع آمد و رفت کی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کیا تو فرانسیسی سڑکیں اور فرانسیسی نہریں اُن کے لئے نمونہ بن گئیں، اور فرانسیسی تعمیری قابلیت اُن کے رجوع کے واسطے سند ہو گئی، چنانچہ زمانۂ حال میں نہر سُویز کا سلسلۂ نسب لین گوئی ڈوک کی نہر اور کولبار کی جدت و قابلیت سے ملتا ہے۔ اُس نے ہر قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی دی۔ اُس کی سرپرستی میں، فرانسیسی، بیلیں، شیشہ، قالین، ریشم، اور زربفت دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔ اُس نے سرکاری جنگلات کی دیکھ بھال کیلئے ایک خاص طریقہ رائج کیا اور گھوڑوں کی پرداخت کیلئے بڑے بڑے کارخانے مقرر کئے، صنعتی اور تجارتی کمپنیوں کے قائم کرنے کی قوم کو ترغیب دی، نو آبادیوں کی بنیاد ڈالنے میں ان کو مدد پہنچائی اور ایک مستحکم بیڑہ قائم کر کے نئی آبادکاری Colonial تجارت کو سنبھالا اسی کے ساتھ ٹیل (Taille) کے محصول کو نصف کر کے اور اس کے عوض میں محصول بالواسطہ کے محاصل سے خزانے کو معمور کر کے اور بالخصوص تعیشات پر محصول بڑھا کر اُس نے کاشتکاروں کو اُس گراں بار سے سبکدوش کر دیا، جو اُنھیں پیسے ڈالتا تھا۔ اُس نے ملک کی تیار کردہ اشیا پر سے محاصل برآمد ہٹا کر دیسی اہل خزانہ Manufac کا دل بڑھایا اور دوسری طرف اُسی قسم کی بیرونی اشیا پر بہت بھاری محاصل درآمد لگا دئے اُس کے طرز عمل میں ایک زبردست

استشنار تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں فرانس کبھی دوسرے ملک کا اپنی روٹی کے واسطے دست نگر نہو جائے، اس لئے غلہ کے باہر بھیجنے کی اجازت اُس نے کبھی نہ دی؛

برآمد غلہ کی ممانعت

فرانس کے زرخیز مزروعہ خطّوں کا پیدا کیا ہوا غلّہ، جو قوم کی ضرورتوں سے بچ جاتا تھا اگر آزادی کے ساتھ بیرون ملک کو بھیجا جاتا تو وہ قومی ثروت کا ایک منافع خیز ذریعۂ آمدنی ہوتا، کیونکہ سترھویں صدی فرانس یورپ کے غلہ پیدا کرنے والے ملکوں میں سے تھا، مگر کولبار نے دیدہ و دانستہ اس ذریعۂ آمدنی سے ملک کو محروم رکھا اور فرانسیسی کاشتکار کو مفلس بنا دیا، تاکہ غلہ سستا رہے اور ملک میں فاضل غلّہ ہر وقت موجود رہے؛

کولبار کی دس سالہ حکومت کے بعد فرانس کی حالت

باوجود کولبار کی تحفظی تدابیر کی مبالغہ آمیزی کے اس طرز عمل کا نتیجہ، بحیثیت مجموعی بلاشک وشبہ فرانس کے لئے نہایت سودمند تھا۔ ۱۶۶۱ء سے ۱۶۷۱ء کے درمیانی دس سال میں جس اثنا میں سوائے درباری مصارف کے تمام قومی آمد و خرچ پر کولبار کا پورا اختیار تھا؛ نہ صرف قرضہ ہی کم کیا، رشوت ستانی کی روک تھام کی، اور محاصل ہلکے اور بہتر طور پر تقسیم کئے، بلکہ صنعت و حرفت کے کارخانے قائم کرکے اور ایسے ذرائع آمد و رفت پیدا کرکے جن کو کسی قسم کی بدنظمی شاہی نہ سکے، خوشحالی اور سرسبزی کی نئی شاہراہیں کھولدیں ۱۶۷۱ء تک فرانس نے لوئی چہاردہم کی سرپرستی اور کولبار کی قابلیت کے ذریعے، اپنی حالت ایسی بنالی تھی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ دوسرے ممالک کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ متحد تھا، قوم کی کل فوج بادشاہ کے زیر ہدایت تھی؛ تین طرف کے حدود قائم ہو چکے تھے سرحد کی حفاظت کا معقول انتظام تھا، اپنی سرزمین کی شادابی اور اپنے باشندوں کی جانفشانی اور کفایت شعاری کے سبب سے ملک دولتمند تھا؛ صنعتی کارخانوں کے فروغ اور تجارتی ترقی کی بدولت جس کا مال ہاتھا جاتا تھا اس کی نوآبادیاں کرۂ ارض کے ہر حصے میں نمودار ہو رہی تھیں، اُس کے جہاز اُنھیں حملوں سے بچانے کے لئے کافی طور سے طاقتور تھے اور قواعد اور شہرت میں اس کی فوج کسی سے کم نہ تھی۔ اُس کے باشندے خوشحال، قانع اور اطاعت گذار تھے اس کے منتظمین انصاف پرور، محتاط اور ایماندار تھے، اُس کا طرز انتظام سادہ تھا اور رائج اُصولوں پر مبنی تھا جنھوں نے ملک کے تحفظ اور اس کی آزادی کو

تحفظی نظام کے خطرے

اولیں چیز قرار دیا تھا۔ دوسری طرف، یہ دیکھنے کے لئے زیادہ دور اندیشی کی ضرورت نہ تھی کہ صیغۂ مال کا باقاعدہ نظام، جو محض خود غرضی پر مبنی تھا، بین الاقوامی تنازعات میں پھنسائے بغیر اس کو نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر یورپ کی ہر قوم اسی طرح اپنے فائدے کی غرض سے، دوسری قوموں کے لئے نرخ کا حریفانہ نظام مرتب کرتی تو جنگجوئی کے بہانے اور حیلے بیشمار ہو جاتے۔ ایک ملک خواہ کتنا ہی اپنا کفیل آپ ہو مگر اُس پر بھی اگر ضرورت کی نہیں تو آسائش کی بہت سی اشیاء یقیناً ایسی ہوتی ہیں جن کے لئے وہ اپنے ہمسایوں کا محتاج ہوتا ہے۔ گو ایک قوم اپنی مقبوضاتی سلطنت کو جہاں تک ممکن ہو بڑھا لے اور قانون جہازرانی کے ایک کامل دفتر کے ذریعے، اس کی تجارت کو اپنے ہی تک محدود رکھے پھر بھی نہ تو بین الاقوامی تجارت مردہ ہو سکتی ہے اور نہ غیر ملکی خفیہ تجارت روکی جا سکتی ہے تحفظی محاصل اور امتناعی قوانین ایک مہذب قوم کی تجارتی محتاجی کو دور کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ جو قومیں اپنی تجارت کو بلند نرخ کے ذریعے محفوظ کرنا چاہتی ہیں وہ اپنی کوششوں میں صرف ایسا نظام مرتب کر کے، کامیاب ہوتی ہیں۔ جو اُن کے ہمسایوں کی تجارت کے لئے ضرر رساں ہوتا ہے اور جس کا یقینی نتیجہ خفیہ تجارت اور انتقام ہوتا ہے، سولھویں صدی میں تجارتی مہمیں اپنی نگرانی خود کرتی تھیں، اور ایسا شاذ ہوتا تھا کہ دنیا کے دوسرے کرے پر اپنی رعایا کی بحری قزاقی کے جرائم کے سبب سے کوئی حکومت خود کو مورد الزام سمجھے۔ بلکہ یہ خود حکومت کی حرکت ہوتی تھی جو رعایا کو آپس میں لڑا دیتی تھی، وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اپنے نظام کی محافظت کریں۔ پس نرخی انتقام کا آغاز کیا گیا، اور باہر کے سارقوں کو سزا دہی اور خفیہ مال کے لئے بیرونی جہازوں کی تلاشی کے حق کے مطالبات کئے گئے جو بالیقین تھوڑے ہی عرصے کے اندر نہایت خونریز جنگ کا آغاز کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے یہ اکثر کہا گیا ہے کہ سولھویں صدی کی لڑائیاں مذہبی لڑائیاں تھیں مگر اٹھارھویں صدی کے محاربات نرخ کے محاربات تھے۔ سنہ ۱۶۷۲ء کی ولندیزی جنگ، دوسری قسم کی پہلی بڑی جنگ تصور کی جاتی ہے، جو ایک اول درجے کی طاقت کے تحفظی محاصل کے ایک باقاعدہ نظام اختیار کرنے کے بعد یورپ میں برپا ہوئی۔ اس بیان میں تھوڑا سا مبالغہ ہے مگر یہ یقینی صحیح ہے کہ، کولبار کے زیر ہدایت

فرانس کے ایک تحفظی نظام اختیار کرنے کی تاریخ سے اُس ڈیڑھ صدی کے اندر جب کہ نرخ اور تجارت کا لحاظ زیادہ وقیع نہ تھا، یورپ میں ایک بھی اہم جنگ نہیں ہوئی اور اس میں شبہ ہے کہ آیا خزانے کا قومی نظام یا محافظت کی قومی تنظیم جو تہذیب کی دو شاہراہ ہیں اُن میں سے کون حصولِ امن کا محرک ثابت ہوا ہو

لوئی اور کولبار کا موازنہ

اب لوئی اپنی ذاتی حکومت کے پہلے دس سال ختم کر چکا تھا۔ وزراء کی انتظامی قابلیت اور حکومت کے لئے خود اس کی اہلیت نے درحقیقت اُسے جاہ وحشم اور شہرت کی معراج پر پہنچا دیا تھا جو اُس کے ہمعصر سلاطین میں سے کسی کو میسر نہ ہوئی۔ اس کا دربار سب سے زیادہ شاندار اور مہذّب تھا۔ اُس کے گرد ٹورین کی فراست کونڈے کی ذہانت، کورنے اِی اِ کی عظمت، مولیئر کی ذکاوت، بُوآلی لیو کی شستگی، اور تحسینی کا فن مجتمع تھا۔ پیرس کی تزئین کے لئے برنینی Bernini اطالیہ سے اپنا ٹھوس گونمائشی گن لایا دوسری طرف کلاڈ (Claude) کی شیریں کلامی اور لابرون Le Brun کی وسعت سلاطین یورپ میں سب سے زیادہ عظیم الشان بادشاہ کی عظمت بڑھانے کے لئے مدعو کی گئی۔ اُس کی عظمت وجلال کے مقابلے میں وہ وزیر تھا جس کے بغیر انکا وجود محال تھا، کولبار سخت گیر اور خشمگیں تھا اور دنیا میں اس کا کوئی دوست نہ تھا یہ وہ شخص تھا جس کیلئے ہوا و حرص زندگی تھی اور کاروبار عیش تھا گو وہ نہایت دیانت دار، ضمیر کا تابع، بہت منصف مزاج، حد درجہ کا صحت پسند اور خلوص قلب سے مذہب پرست تھا، مگر اُس میں انسانیت مطلق نہ تھی اس میں اُنس اور ہمدردی نام کو نہ تھی باوجود دیندار ہونے کے اُس نے مذہبی طبقے کی تعداد اس لئے گھٹا کر پادریوں کو برافروختہ کر دیا کہ وہ دولت نہیں پیدا کرتے تھے، ایک پرجوش کیتھولک ہونے پر بھی ہیوگونوز اہل حرفہ پر مہربانی کرکے اُس نے کٹّر کیتھولک کو ناراض کر دیا، ساتھ ہی ساتھ اس نے ہیوگونو کے درمیان غیر مقبولیت اس وجہ سے حاصل کی کہ اُس نے اُن کا ساتھ ضرورت کے وقت چھوڑ دیا، جبکہ بادشاہ ان کے خلاف ہو گیا تھا۔ وہ ایک راستباز اور ایماندار شخص تھا مگر ان زبردست اور طاقتور قیدیوں کو، جو کسی جرم کے ملزم ہوتے تھے، سزا کا حکم دینے کے لئے ججوں کو ہدایت کرنے میں وہ ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتا تھا، تاکہ بادشاہ کی

کشتیاں اچھی طرح بھر جائیں، حتٰی کہ وہ جہازی غلاموں کو (اگر وہ بادشاہ کی خدمت کیلئے کار آمد ہوتے تھے) میعاد گزرنے کے بعد بھی رہا نہ کرتا تھا وہ یا تو انسانیت سے بالکل ہی خارج تھا یا معمولی اوسط سے بہت بڑھا ہوا تھا لہٰذا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ لوگ باوجود ان تمام نعمتوں کے جو اس کی حکومت کی خوبی نے اُن کے لیئے مہیا کی تھیں، اُسے اپنا دشمن تصور کرتے تھے اور ۱۶۸۳ء میں طعن و تشنیع کرتے ہوئے اُسکے جنازے کے ساتھ گئے۔

لوئی کے پیش نظر طرز عمل کا انتخاب ۱۶۷۱ء

مگر یہ اُن کی سخت ناانصافی تھی۔ یہ لوگ جنگی محاصل کے اضافے کی ناراضمندگی کا بخار اس پر اُتار رہے تھے، حالانکہ وہ اسکا بانی نہیں بلکہ محض ترجمان تھا۔ ۱۶۷۱ء میں فرانس گویا دو رستوں کے علیحدہ ہونے کے مقام پر کھڑا تھا دونوں طرف عظمت و خوشحالی کا منظر آئندہ زمانے میں نظر آرہا تھا، لیکن اُسے ان دونوں میں انتخاب کرنا تھا۔ رشلیو اور مازارین کی فتوحات، کولبار کے انتظام، اور لوئی کی فرمانروائی کے ذریعے، فرانس پوری حفاظت کے ساتھ ممالک یورپ کا رہبر ہوگیا، اور اُس کا کوئی ایسا دشمن باقی نہ تھا جس کا اُسے واقعی خطرہ ہو۔ ایسی سرحد کے اندر محصور رہ کر جسے وابن Vauban کی دانش نے آسانی سے حفاظت کے قابل بنا دیا تھا، وہ تمام ممکن خطرات سے بیفکری کے ساتھ اُس وقت تک بیٹھ سکتا تھا جبتک کہ جنگ و جدال کا سیلاب پھر نہ رواں ہو۔ اپنی نوآبادیوں کو امریکہ افریقہ میداگاسکر Madagascar اور جزائر غرب الہند میں قائم کر کے، اپنی تجارتی جماعتوں کے کاروبار کو ہندوستان اور شرق الہند کے جزیروں تک پھیلا کر صلحناموں کے ذریعے سلطان المعظم کے دربار میں اور بحیرۂ لیونٹ Levant میں اُسے یورپ کی تمام دوسری قوتوں پر فوقیت حاصل تھی، اور وہ اپنے جیسوئٹ واعظین کی کوششوں سے چین کی سلطنت کے خطے پر ایسا اثر حاصل کرنیوالا تھا، جو اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور جواب تک کسی کے خواب میں بھی دکھائی نہ دیا تھا۔ بس اب اُسے ہاتھ بڑھا کر مقبوضاتی سلطنت اور تجارتی فوقیت کا وہ تاج اپنے سر پر رکھنا تھا جو ولندیزیوں کے سر سے گرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ سترھویں صدی کے وسط میں اُسے کسی حریف کا خوف نہ تھا۔ ہسپانیہ اور پرتگال کے دن جا چکے تھے۔ ہالینڈ

گو طاقتور، قابل اور جفاکش تھا مگر اپنے قوی تر ہمسایوں کے مقابلے میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز اور شاندار حالت ان کی کمزوری سے حاصل کی تھی، اور اُن کی قوت کے ایام میں وہ اُن کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ برطانوی قانون جہازرانی اور سنہ ۱۶۵۱ء کی جنگ نے پہلے ہی اس کی کمر توڑ دی تھی اور اُسے برطانیہ کی صورت میں، بحری قوت میں ایک ہمسر اور تجارت میں ایک حریف کا وجود تسلیم کرنا پڑا۔ مگر ابھی انگلستان کے دن نہ آئے تھے۔ ایک مجنونانہ اور نفرت انگیز طرزِ عمل کے روشن وقتوں میں، چارلس دوم نے امریکی نوآبادیوں کی طرف لوگوں کو ترغیب دینے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی کاروبار کو ترقی دینے میں کچھ کوشش تو کی، مگر یہ بالکل یقینی تھا کہ جب تک بادشاہ کو پارلیمنٹی نگرانی سے آزاد رکھنے کا ذریعہ لوئی کے ہاتھ میں تھا، اس وقت تک انگلستان کی طاقت فرانس کے ساتھ تجارتی یا مقبوضاتی رقابت ہرگز نہیں کرسکتی تھی۔ علاوہ ازیں، یہ ایک معنی خیز واقعہ ہے کہ برطانوی مقبوضاتی سلطنت کے اہم و مستقل ترین حصے، جن کی بناء اٹھارھویں صدی میں ڈالی گئی تھی، مقبوضاتی مہموں کا نہیں بلکہ جنگ کا نتیجہ تھے سکے ناڈا جزائر غرب الہند، راس اُمید Cape of Good Hope اور خود ہندوستان فرانس کی اُن طولانی جنگ آزمائیوں کا بدیہی نتیجہ تھے، جو اپنی اصل و نوعیت میں لوئی چہاردہم کی جنگی اور ملکی ہوس سے پیدا ہوئی تھیں۔ فرانس سے جو رقابت سنہ ۱۶۹۰ء میں شروع ہوئی وہ سنہ ۱۸۱۵ء تک ختم نہیں ہوئی، اُس نے اس ایک سو پچیس سال کے عرصے میں دونوں قوموں میں کم از کم سات نمایاں اور طولانی لڑائیاں کرائیں جس نے خصوصاً فرانس کو نقصان پہنچا کر انگلستان کو ایک وسیع مقبوضاتی سلطنت عطا کی، اور اس سے صرف چند نوآبادیاں نکالدیں، اپنی ابتدا، اور اصل میں ایک جنگی اور یورپی رقابت تھی۔ یہ جنگیں اصالتہً و حقیقتہً ایسی جنگیں تھیں جن کا مقصد یہ تھا کہ یورپ کے اوپر فرانس کا جنگی اور ملکی غلبہ روکا جائے اور یورپ میں توازن دول قائم رکھا جائے یہ لڑائیاں لوئی چہاردہم کے اختیار کردہ طرزِ عمل سے سنہ ۱۶۶۷ء میں پیدا ہوئی تھیں، جبکہ اسنے یورپ میں نمایاں اقتدار پر اکتفا نہ کیا بلکہ نہایت مستعدی کے ساتھ یورپ پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارے۔ یہ لڑائیاں ولیم سوم اور انگلستان کی وِھگ پارٹی Whig party کے عزم کا نتیجہ تھیں جو ایسے فروغ کو روکنے کے لئے ہر نوع کا نقصان برداشت کرنے کیلئے

تیار تھے۔ اگر کوئی اپنی حرص دنیا کسی دوسری طرف رجوع کرتا اور وہ راستہ اختیار کرتا جس کی طرف کولبار کا طرزِ عمل ہدایت کرتا تھا، اور حکومت کی قوتوں اور اپنی رعایا کے جوہر کو مقبوضاتی ترقی اور تجارتی فوقیت کے حاصل کرنے میں صرف کرتا، اور اپنے بیڑوں اور سپاہ کو ان وحشی راستوں پر لگا دیتا جہاں کہ اُس کے تاجروں کی حرص اور اُس کے مشنریوں کے ایثار نفس نے پہلے قدم رکھا تھا، تو اس کو ولندیزوں کی کمزور ضد اور انگریزوں کی حریصانہ آرام طلبی سے خوف کھانے کی ضرورت نہ تھی اور اگر ایک صدی یا نصف صدی بعد انگلستان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اور ممالک پر اپنے حقوق جتاتا، تو اس کے لئے ایک بالکل مختلف کام نکل آتا۔ اُسے ایک حریف سے بازی لیجانا نہیں، بلکہ ایک مستحکم و تنظیم شدہ طاقت پر فتح حاصل کرنی پڑتی ؛

لوئی جنگی فوقیت کو ترجیح دیتا ہے

مگر یہ ہونے والی بات نہ تھی۔ فرانس کی روایات جنگی فتوحات کی ہدایت کرتی تھیں، نہ کہ تجارتی سیادت کی۔ جبتک اُس کے پاس ایک فوج تھی جس کی لووا نے تعلیم و تنظیم کی تھی، اور اس کے زیر فرمان ٹورین کونڈے اور وابین جیسے سپہ سالار تھے، جب اُس کے پس پشت فرانسیسی شاہی کی روایات تھیں، اور جبتک اس کے سینے میں عظمت کی ہوس موجزن تھی، اور اسی فضا میں اُس نے پرورش پائی تھی، اور جب اُس کی امداد کے لئے یورپی درباروں کے متعلق اس کی محقق معلومات تھیں، تو پھر کیا تعجب کی بات ہے کہ لوئی اس طرزِ عمل پر کمربستہ ہوگیا جس میں فتح و ظفر کا یقین اور انتہائے عظمت کا اجتماع تھا۔ اب یورپ میں کوئی ایسی قوم نہ تھی جو فرانس کو روک سکتی صرف اتحادِ اقوام ہی ایک خطرہ تھا، مگر کونسا اتحاد اس کی سیاست کے تفریق کُن اثرات اور خود اُن کی خود غرضی کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک ٹھیر سکتا تھا؟ کونسی جنگی سازش کبھی کامیاب ہوئی ہے؟ فرانس کے ذرائع آمدنی ناقابل اختتام، اُس کی سپاہ ناقابل تسخیر، اس کی فراست ناقابل مزاحمت نظر آتی تھی کچھ عرصے بعد ضرور لیکن سیاسیات سے زیادہ دور نہیں ایک نہ ایک روز تاج ہسپانیہ کی وراثت کا بڑا مسئلہ پیش آنیوالا تھا۔ جب یہ مسئلہ عقدہ کشائی کے لئے تیار ہوگا تو فرانس ضرور

اُسے حل کرنے کے قابل ہوگا۔ ایک مُدبّر کی دور اندیشی، ایک بادشاہ کی ہوس، اور ایک دربار کی چاپلوسی کی تحریک سے لوئی نے مہلک طرز اختیار کیا اور اپنے کو ڈیڑھ صدی کی متواتر جنگ میں ڈال دیا۔ حیرت انگیز سہولت کے ساتھ اُس نے خود کو فرانس کا مالک بنایا تھا۔ اب وہ یورپ کا بھی مالک بننے پر تلا ہوا تھا۔

باب دہم

لوئی چہار دہم اور صوبجات متحدہ

ہسپانیہ اور پوپ کی زمین بوسی۔ ڈن کرک کی خریداری۔ جنگ وراثت۔ یورپ کا اندیشہ۔ ولندیزوں کی مخالفت۔ اتحاد ثلاثہ۔ عہد نامہ اے لاشاپل۔ اتحاد ثلثہ کی شکست۔ صوبجات متحدہ کی ابتداء۔ ان کی ترکیب۔ امراء کا غلبہ۔ ہالینڈ کی انوکھی حالت خاندان اورنیج۔ ولندیزوں کی خوشحالی۔ خاندانِ اورنیج اور جمہور پسندوں میں رقابت جان اولڈن بارن ولٹ (John olden Barueveldt) ولیم ثانی کا مجوزہ انقلاب جمہور پسندوں کی فوقیت۔ جان ڈی وٹ (Johon ded witt) کا رویہ اور طرز عمل۔ انگلستان سے جنگ۔ قانون جہاز رانی۔ قانون اخراج انگلستان سے دوسری جنگ صلح بریڈا (Breda) فرانس کی جانب سے خطرہ۔ فرمان دائمی۔ ولیم سوم کے موافق عوام کی تحریک۔ ڈی وٹ کا قتل ؛

لوئی کے ہاتھوں ہسپانیہ کی تذلیل ۱۶۶۱ء

لوئی چہاردہم نے معاملات کی عنان اپنے ہاتھ میں لی ہی تھی کہ اس نے ممالک غیر کو یہ ذہن نشین کرانا چاہا کہ اب فرانس پر ایسا شخص حکمراں ہے جو اپنی مرضی کو قانون بنانا چاہتا ہے اور جو اس اقتدار کا شمہ بھی کم کرنے والا نہیں ہے، جسے وہ اپنے تاج کے لئے ضروری سمجھتا ہے ۱۶۶۱ء کے موسم خزاں میں سوئیڈن Sweedn کے ایک سفیر کے لندن میں پرشوکت داخلے کے موقع پر فرانس اور ہسپانیہ کے سفراء فوقیت پانے کے جوش میں تنگ کوچوں میں لڑ بیٹھے ڈی ار D Estrades فرانسیسی سفیر کی گاڑی الٹ دی گئی اس کا گھوڑا مار ڈالا گیا اور اس کے رفقاء زخمی و شکست خوردہ قرب وجوار کے مکانوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ ادھر فتحمند ہسپانوی، کامیابی کی گستاخانہ شان سے مزین ہو کر جلوس

میں غرور و تمکنت کے ساتھ اپنی جگہہ پر جا پہنچا۔ لوئی نے معاملے کو بڑی سختی سے اٹھایا وائسترا د کو زک کھانے کی بناء پر موقوف کر دیا۔ خود اپنے سفیر کو میڈرڈ سے واپس بلا بھیجا اور جنگ کی دھمکی دیکر فلپ چہارم سے عملاً یہ اعتراف کرالیا کہ تاج ہسپانیہ کے تاجدار کے آگے رہنے کا حق فرانس کے تاجدار کو حاصل ہے ہو

لوئی کے ہاتھوں پوپ کی تذلیل ۱۶۶۲ء

چند ماہ بعد ایک ذلیل حرکت کے شور و شغب نے لوئی کو پوپ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ فرانسیسی سفیر متعینہ روما، ڈک دکریکوئی Duke de Crequi نے ناقابل برداشت غرور کے سبب سے خود کو بیحد نامقبول بنا لیا تھا۔ اور وٹیکن Vatican کے بعض کورسیکی محافظین، جنھیں کہا جاتا ہے کہ پوپ کے بھائی نے ورغلایا تھا، اور جو ذاتی توہین کی ایذا سے جو اُن کے جماعت کو فرانسیسی مصاحبین کے بعض افراد نے پہنچائی تھی، مضطرب ہو رہے تھے، وہ عام نفرت اور ذاتی انتقام کا آلہ بنگئے۔ اور اُنھوں نے سفیر کی بیوی پر جبکہ وہ اپنے محل کو لوٹ رہی تھی، بیدردانہ حملہ کیا ایک خدمتگار مارا گیا اور بہت سے ملازمین زخمی ہوئے، اور ڈک دکریکوئی۔ نے اپنی جان کے حقیقی یا اختیاری خوف سے رومہ چھوڑ کر الکزنڈر ہفتم سے تلافی کا مطالبہ کیا، مگر پوپ ایسی تلافی کرنے پر رضامند نہ ہوا لوئی نے فوراً اوینیان Avrgnon پر قبضہ کر لیا، اور ایک فوج جمع کر کے میر یشال ڈوپلے سیس پراسلین Marcebal Duplessis Praslin کو سپہ سالار بنا کر اس کی کمان دی اور حکم دیا کہ وہ رومہ کا محاصرہ کر لے اور فرانس کی جو ذلت ہوئی ہے اُس کی تلافی کے واسطے پوپ کو مجبور کرے۔ قوت کے اس غیر متوقع اظہار پر الکزنڈر حیرت زدہ ہو گیا اور اپنے بھتیجے کارڈنیال چیگی Cardinal Chigi کو بڑی عجلت کے ساتھ پیرس روانہ کیا تاکہ وہ مودبانہ معذرت پیش کرے اور حتی الامکان بہترین شرائط پر صلح کرلے۔ فرانسیسی مورخین کا بیان ہے کہ وہ پہلا پوپی سفیر تھا جو معذرت خواہی کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ اگر یہ سچ ہے تو اس تجربے کی کامیابی مشکل سے اس کی تکرار کی ضامن ہو سکتی تھی۔ لوئی کچھ عرصے تک تندی کے ساتھ خشمگیں رہا اور اس وقت وہ ٹھنڈا پڑا جبکہ اُسنے پوپ کے بھائی کو جلاوطن کر کے اُس کے کورسیکی محافظین کو منتشر اور اس کی ذلت کی دائمی یادگار میں رومہ میں ایک مینار کھڑا کر کے، عوام کے سامنے پوپ کو ذلیل کیا ہو

ڈن کرک کی خریداری ۱۶۶۲ء

لوئی کی طاقت میں ایک ایلچی کی فوقیت یا ایک پوپ کی تذلیل سے زیادہ حقیقی اضافات بہت جلد واقع ہوئے۔ ۱۶۶۲ء میں اُس نے ڈن کرک کا بندرگاہ انگلستان سے خرید لیا اور اُس کو جنگی جہازوں کا مستقر قرار دیا۔ ۱۶۶۳ء میں اُسنے کونٹ شومبرگ Count Sehomberg کو فرانسیسی افسروں اور فرانسیسی روپے کے سہارے پر، ہسپانیہ کے خلاف جنگ میں پرتگال کی مدد کو خفیہ طور پر بھیجا۔ اور ۱۶۶۵ء میں ویلاویسی اُوسا Villa Viciosa کی فتح جس

پرتگال کی معاونت اور ترکوں کے خلاف ۱۶۶۳ء لوئی کی امداد ۱۶۶۴ء

سے اس ملک کو بہت آزادی حاصل ہوئی اس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اسی موقع پر ۱۶۶۱ء میں فرانسیسی ایلچی کی توہین کے بہانے سے اس نے فرانس اور سلطان کے دیرینہ دوستانہ تعلقات کو توڑ کر وزیر اعظم کو سبق دینے کے لئے قدم بڑھائے کنیڈیہ Candia کی محافظت میں جسکا محاصرہ ترک کر رہے تھے، امداد بہم پہنچانے کو فوجیں بھیجیں، اور ۱۶۶۴ء میں ہنگریہ اور کروشیا پر عثمانیہ یلغار کی مدافعت کے لئے اُس نے شہنشاہ کو مدد اور لافوئی ایڈ Le Fiwallade اور کولینی کی سرکردگی میں چھ ہزار فرانسیسیوں کا لشکر بھیجا۔ بالخصوص فرانسیسی سپاہ کی عدیم المثال جرات کے سبب سے، شہنشاہی سپہ سالار مونٹے کیوکیولی نے Montecuculli دریائے راب Road کے کنارے سینٹ گوتھرڈ Gothard کے معرکے میں خود وزیر اعظم کو شکست فاش دی اور حملہ آوروں کو انھیں کی سرحد کے پیچھے مار بھگایا۔

جنگ وراثت ۱۶۶۷ء

۱۶۶۷ء میں لوئی چہاردہم کی پہلی بڑی لڑائی یعنی جنگ وراثت شروع ہوئی۔ ۱۶۶۵ء میں فلپ چہارم والی ہسپانیہ فوت ہو گیا، اور اپنی پہلی بیوی سے دو لڑکیاں چھوڑ گیا، جن میں ملکۂ فرانس بڑی تھی۔ اور دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا تھا، جو چارلس دوم کے نام سے ہسپانیہ کے تخت و تاج کا وارث ہوا تو لوئی نے فوراً ممالک زیریں پر اُس قانون کے زور پر دعویٰ کیا، جو قانون وراثت (Devolution) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قانون دراصل صوبۂ برابانٹ Brabant کی مقامی رسم تھا جس کی رو سے زمین کی شخصی ملک دوسری بیوی کے بیٹوں کو چھوڑ کر پہلی بیوی کی بیٹیوں کا ورثہ قرار پاتی تھی۔ اس لئے اگر

فلپ چہارم نے اپنی شخصی حیثیت سے برابانٹ میں ایک کھیت خریدا ہوتا تو لوئی اپنی بیوی کے حق سے اُس کا مستحق ہوتا۔ مگر یہ کہنا کہ ممالک زیریں کی فرمانروائی، برابانٹ کی زمینداری کے اصول کی پابند ہے دھوکہ اور حرص کا پیش کیا ہوا بدترین دعوی تھا۔ کچھ بھی ہو لوئی نے تو اپنا فرض خوب ادا کیا اہل قلم اور اہل سیاست نے نہایت مدلّل بحث سے اس کی ملکہ کے حقوق پر روشنی ڈالی، دوسری طرف ۳۵ ہزار سپاہیوں کو لیکر ٹیورین نے اور بھی زیادہ موثر دلائل پیش کیں۔ اگست ۱۶۶۷ء تک شارلے روآئے Charleroi ٹورنے Towrnai اور سرنیل اس کے قبضے میں آ گئے اور کل ہسپانوی ممالک اولی کا میدان اُس کے لئے صاف ہو گیا۔ حیرت زدہ یورپ بیدار ہوا اگر کیا دیکھتا ہے کہ ہسپانیہ کی ہیبت ناک قوت اس کی آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے، اور ایک شہزادہ (جس کی مرضی رائن سے سمندر اور شلٹ سے پائرینیز تک قانون کا حکم رکھتی تھی) کی بے پایاں ہوس کے سبب سے خود خطرے میں ہے۔

یورپ کا اندیشہ

یہ پہلا موقع تھا جبکہ یورپ کے مدبرین نے فرانس کی جانب سے پیدا ہونے والے خطروں کی حقیقی نوعیت کو محسوس کیا اور پہلی مرتبہ وہ فرانسیسی طرز عمل کے اصلی میلان کو سمجھے۔ ابتک فلپ چہارم کا سایہ یورپ کو ایک ڈراونے خواب کی طرح پریشان کئے ہوئے تھا مشکل سے دس سال گذرنے تھے جبکہ کرومویل نے سر والٹر ریلے Sir Walter Raleigh کے جوش و خروش سے ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا تھا، اور عملاً فرانس کا حلیف ہو گیا تھا اور جان ڈی ہاتھی کا خاتمہ کرنے کے لئے شیر سے مدد چاہی تھی۔ مگر پانچ سال قبل کلیرنڈن Clarendon نے ڈنکرک لوئی کے حوالے کر دیا تھا، اور اُسے مطلق یہ خیال نہ گذرا کہ آئندہ فرانس، نہ کہ ہسپانیہ، انگلستان کا تجارتی اور بحری حریف ہونیوالا ہے۔ جنگ وراثت نے ان توہمات کو ذرا بیدردی کے ساتھ باطل کر دیا۔ یہ خالص ہوس اور طمع کی جنگ تھی۔ اُس نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ لوئی قطعاً بے اُصول اور اس کی طاقت بے حد خطرناک ہے۔ جب ہسپانیہ ہی اس کے قدموں کے سامنے خاک کا ڈھیر بن گیا تو پھر یورپ میں کونسی طاقت اُس کے مقابلے کی جرأت کر سکتی تھی؟۔ دفعتہً اُس سکون سے جو ۱۶۶۰ء کے معاہدات کے بعد سے کل یورپ پر طاری تھا، قدیم عالمگیر ستم انگیزی

کا وہ تاریک سایہ خوفناک مقدار میں جھلکا، جس نے محاربات مذہبی میں پسپ کرفنا ہو جانے کے بجائے، صرف اپنی قوت کا مرکز Madiro میڈرڈ سے پیرس کو منتقل کر دیا تھا۔

لوئی کے منصوبے سے ولندیزوں کی مخالفت

فرانس کے مقابلے کا انتظام فطرتاً ولندیزوں کے سر پر پڑا کیونکہ اگر فرانس ایک مرتبہ بھی انیٹ ورپ Antwerp اور شلٹ پر قابض ہو جاتا تو ایمسٹرڈیم کی فوقیت اور صوبجات متحدہ کی اگر آزادی نہیں تو خوشحالی ضرور معدوم ہو جاتی۔ ہسپانوی ممالک ادنیٰ فرانسیسی پیش قدمی کی روک سکتے، جو ولندیزوں کے قومی وجود کے لئے نہایت ضروری تھی۔ حصول آزادی کے وقت سے ہمیشہ اُن کے مستقل طرز عمل کا یہ ایک اہم جزو رہا ہے کہ فرانسیسی سرحد سلٹ Scheldt سے دور رکھی جائے۔ ہالینڈ کا گرانڈ پنشناری Grand Feusionary ڈی وِٹ، جو اس وقت جمہوری حکومت کا سیاسی سردار تھا، خطرے سے بخوبی خبردار تھا۔ قبل اس کے کہ لوئی سرحد کو عبور کرے، وہ سرگرمی سے شہنشاہ و شاہزادگان جرمانیہ و نیز سویڈن اور انگلستان سے یہ گفتگو کر رہا تھا کہ فرانسیسیوں کی دست اندازیوں کا انسداد کیا جائے۔ مگر لوئی کی سیاست اُس کے لیئے بہت زیادہ تھی۔ ہسپانیہ کے ناتواں بادشاہ کی موت پر شہنشاہ اور فرانس کے درمیان ہسپانوی مقبوضات کو بانٹ لینے کے لیئے تقسیمی معاہدے کی رشوت نے لیوپولڈ کو غیر جانبدار رہنے

انگلستان سے گفت وشنید

پر مجبور کیا درحالیکہ لوئی اپنی فکر و تدبیر میں تھا۔ جرمانی شاہزادے کثیر زر کے زور سے اکتوبر ۱۶۶۷ء میں دوست بنا لئے گئے اور سویڈن کو دھمکی سے خاموش رکھا گیا صرف انگلستان کا خطرہ باقی رہ گیا تھا۔ نومبر ۱۶۶۷ء میں کلیرنڈن کے زوال نے بیرونی معاملات کی ہدایت آرلنگٹن کے ہاتھ میں دیدی تھی، جو ولندیزی اتحاد کا حامی تھا۔ سر ولیم ٹمپل جو بہترین انگریزی مدبر اور ولندیزوں کا بڑا دوست تھا، برطانوی سفیر بنا کر ہیگ La Hogue بھیجا گیا۔ گو چارلس بذات خود لوئی چہاردہم سے قطع تعلق کرنے اور فرانسیسی امدادی رقم کھونے کا کبھی ارادہ نہ رکھتا تھا تاہم گاہے گاہے اپنی آزادی کے اظہار کے خلاف نہ تھا۔ ایک غیر جانبداری کے ساتھ، جو اُس کی ایمانداری سے زیادہ اس کی زیرکی پر دلالت کرتی ہے اُس نے ایک ہی وقت میں ہسپانیہ، فرانس اور ولندیزوں

سے اتحاد کے لئے گفت وشنید شروع کردی اور یہ دیکھتا رہا کہ کون فریق اس کو زیادہ دیگا۔ بہر حال دسمبر ۱۶۶۷ء تک یہ بخوبی ظاہر ہوگیا کہ برطانوی قوم فرانس سے اتحاد گوارا نہ کریگی اور نہ لوئی کو ممالک زیرین کا مالک ہونے دیگی۔ اِسلئے چارلس نے سب سے کم مزاحمت کا راستہ اختیار کیا اور ٹمپل کو مجاز کیا کہ وہ ولندیزوں سے عہد و پیمان کرلے، اور لوئی کو یہ لکھ بھیجا کہ یہ اُس کو اپنی مرضی کے خلاف کرنا پڑا ہے۔

اتحاد ثلاثہ کی ترکیب ۱۶۶۸ء

۱۳ رجنوری ۱۶۶۸ء کو ہیگ میں صلحناموں پر دستخط ہوگئے اور ۱۵ اپریل کو سویڈن، لوئی کی دھمکیوں سے طیش کھا کر اتحاد میں شریک ہوگیا تاکہ ہسپانیہ کو اُن برائے مطالبات کی تعمیل پر قائم رکھ سکے جن کی ضمانت انگریزی اور ولندیزی حکومتوں نے کی تھی۔ اتحاد ثلاثہ (جیسا کہ یہ صلح اُس زمانے میں کہلائی تھی) نے حملے کی صورت میں حلیفوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کا پابند کردیا اور نیز یہ کہ وہ ملکر کوشش کریں کہ فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان میں اس شرط پر مصالحت ہوجائے کہ لوئی کو یا تو ممالک زیرین میں اس کے مفتوحہ اضلاع یا فرانشے کامٹی اور ممالک زیرین میں چند معینہ سرحدی شہر دیدئے جائیں۔ ایک خفیہ طریقے پر اُنھوں نے یہ بھی طے کیا کہ ان شرائط پر صلح جبریہ کرائی جائے اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر فرانس اس سے انکار کرے تو اُس کے خلاف وہ اس وقت تک جنگ جاری رکھینگے جبتک کہ اُس کی سلطنت کے حدود صلح پائرنیز کے مطابق نہ ہوجائیں۔

لوئی کی حیرانی

لوئی کی سیادت کو یہ پہلی زک تھی۔ اُس کے وزیر متعینۂ ہیگ، ڈیسٹراڈ نے بار بار یقین دلایا تھا کہ ولندیزوں کے زیر ہدایت اُس کے مفاد کے خلاف کسی سازش کی ترکیب کا خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ صوبجات متحدہ کے آئین کی رُو سے ہر صلح کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ مختلف صوبوں کی منظوری حاصل کی جائے۔ اِس طرح اُس کا انکشاف، اور جب وہ ان کی منظوری کے واسطے پیش کیا جائے تو اُس کی شکست نہایت آسان ہے اُس کے خیال سے یہ واقعہ اُتر گیا تھا کہ انگلستان سے جنگ کے اثناء میں صوبجاتی مجالس نے غیر ضروری تاخیروں کو روکنے کی غرض سے، اپنے اختیارات آٹھ ارکان کے ایک چھوٹے

کمیشن کو تفویض کردئے تھے اور پھر واپس نہیں لئے تھے۔ پس جبکہ ڈیتراد اطمینان سے صوبجاتی مجالس کے سامنے مجوزہ صُلح کے پورے مَتَن کی اشاعت کا انتظار کررہا تھا، ڈی وِٹ نے خاموشی سے نمائندوں کے کمیشن سے منظوری حاصل کرلی اور قبل اس کے کہ فرانسیسی یہ بھی معلوم کرسکیں کہ صُلح زیر بحث ہے، اس پر دستخط ہو کر تصدیق ہوگئی۔ لوئی نے خفیہ فقرہ کا حال خود چارلس دوم سے سنا۔ لوئی معاملے کی اہمیت خطرہ کو فوراً سمجھ گیا، آئندہ کارروائی کے لئے تیار ہونے کی ہر ممکن کوشش کرنے کا تہیہ کیا۔ گو یہ موسم سرما کا وسط تھا مگر کونڈے کو پندرہ ہزار کا لشکر لیکر فرانشے کامٹی میں پیش قدمی کرنے کا حکم ملا۔ یکم فروری کو اس کے سپاہیوں نے سرحد کو عبور کیا پندرہ روز میں سارا ملک اُسکے قبضے میں آگیا اور لوئی بے سَیَن سُون Besaucon کو اس کی اطاعت حاصل کرنے کے لئے بذات خود گیا۔ اَلغلبۃ للجال Beati possedents ایک سیاسی حقیقت ہے جسے لوئی اُسی طرح سمجھتا تھا جس طرح کہ نپولین ؟

صُلح ایکس لاشاپلِ مرتبہ سنہ ۱۶۶۸ء

مگر نپولین کے برخلاف، لوئی کو اُس وقت ہوش آتا تھا جبکہ وہ بہت دور نکلجاتا تھا۔ وہ یورپی طاقتوں کے اتحاد کے خلاف ایسی جنگ میں، جو وقت کے ساتھ یقینی طور پر بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، کامیابی کی توقع پر ہر چیز داؤں پر لگانے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُسے پہلے ہی، شہنشاہ سے خفیہ تقسیمی معاہدے کی صورت میں ایک زیادہ مستحکم بنیاد ملگئی تھی، جس پر وہ ممالک زیریں میں فرانسیسی حکومت کی عمارت کھڑی کرسکتا تھا۔ اتحاد ثلاثہ کے فقروں نے لیل ٹُرنے Tow rnai اور شارِلے رُوائے پر اس کا قبضہ مستحکم کردیا یہ وہ تین قلعے تھے جنھوں نے شمالی مشرقی سرحد پر فرانس کو ناقابل تسخیر بنادیا اور اُس کے لئے ممالک زیریں کا دروازہ کھولدیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایسے موقع پر اعتدال سے کام لینا یورپ کے شبہ کو زائل کردیگا اور اسے آئندہ کے لئے اپنی تجاویز پختہ کرنے کی مہلت ملجائیگی، اور زمانۂ حال میں اس کی طاقت میں بھی کافی اضافہ ہوجائیگا۔ پس لوئی نے صلح کے لئے گفتگو کرنیکی رضامندی ظاہر کی اور ۲۹ مئی سنہ ۱۶۶۸ء کو فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان صلح ایکس لاشاپلِ Aix-le-Chapelle پر دستخط ہوگئے۔ اس کی رو سے فرانس نے فرانشے کامٹی واپس کردیا مگر قلعوں کو منہدم کردیا، اور اُسے شارلے رُوائے، بنش Binch آتھ Ath

لیل (Owdemeade) اودِے نارو Tournai ٹرنے (Douai) دوئے آرمان تیر Armentie-res، کوُرترِے Courtrai بیرِگے Begues اور فرنے مع ملحق اضلاع کے حاصل ہوئے۔ ان شہروں میں سے بعض مثلاً کوُرترِے اودِے نارو اور آتھ ممالک زیریں میں واقع تھے مگر اُس سلسلۂ حصار ہیں جو سرحد پر تقریباً ڈن کرک سے بشمول لیل شارلے روآئے تک پھیلا تھا، فرانس کو اپنے دارالحکومت کی معقول محافظت نصیب تھی۔ پیرس محفوظ تھا اور ایام فرانڈ کے حملوں کا پھر واقع ہونا ہرگز ممکن نہ تھا۔

ولندیزوں سے لوئی کی نفرت

جنگ وراثت نے لوئی چہار دہم کی ہوس ہیں جوش انتقام کا بھی اضافہ کر دیا۔ اُس نے اُس کی سپاہ کی سبے پایاں فوقیت اور اُس کی سیاست کا بے مثل غلبہ دکھا کر اُس کے غرور کو بڑھا دیا کوئی سپاہی میدان جنگ میں اس کے لشکر کے مقابلے کی تاب نہ رکھتا تھا اور نہ کوئی قلعہ اُس کے حملے کو روک سکتا تھا۔ اُس کی سیاست نے شہنشاہ اور ہسپانیہ کے قدیم تعلقات کو بھی منقطع کر دیا تھا۔ جرمانیہ ہسپانیہ کی بربادی کے وقت بے تعلق رہا تھا۔ اس خوبصورت تصویر پر صرف ایک داغ تھا۔ ایک طاقت لوئی کے مقابلے میں آئی تھی اور اُس نے اُسے نیچا دکھایا۔ ولندیزی، اتحادِ ثلاثہ کی روح رواں تھے۔ بغیر اُن کے اس کا وجود ناممکن تھا۔ انگلستان اور سویڈن کی امداد محض عارضی تھی۔ یہ ولندیزی ہی تھے جنھوں نے طرزِ عمل مرتب کیا تھا اور اصولِ عمل کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ کافی طور سے غیظ میں لانیوالی بات تھی کہ انھوں نے خاکسارانہ اطاعت گذاری کی حالت سے گریز کرنے کی جرأت کی تھی۔ ہر فرانسیسی یہی خیال کرتا تھا کہ ولندیزی اپنے وجود کے لئے ہیوگونو اور ہنری چہارم کے احسانمند ہیں۔ یہ کہ وہ شاہِ فرانس کی خاطر خواہ تجاویز کو بغیر سزا پائے قطع کریں، اور یورپ کو وہ راستہ دکھائیں جس کے ذریعے وہ فرانسیسی ہوس کی کامیابی کے ساتھ مزاحمت کر سکتا ہے اور پھر بھی صاف نکلجائیں، قطعی ناممکن تھا۔ صُلحِ ایکس لاشاپل پر ثبت دستخط کے دن سے لوئی اُن گستاخ جمہور پسندوں کے لئے، جنھوں نے اس کی مرضی سے سرتابی کی جرات کی تھی۔ ایک مہلک پاداش کی تیاری پر کمربستہ ہو گیا۔ یورپ کو ایک خوفناک سبق کے ذریعے

معلوم ہوگیا کہ فرانس کے فرمانروا کا انتقام اُتنا ہی سریع ہے جتنی کہ اُسکی طبیعت اولوالعزم ہے

یورپی فوقیت کے دعوی میں ایک مزید اشتعال

ولندیزوں کو سزا دینے کا یہ عزم فرانس و لوئی کے لیئے یہ معنی رکھتا تھا کہ ایک ایسا مستقل طرزعمل اختیار کیا جائے جس کا مقصد یورپ کے اوپر فوقیت حاصل کرنا ہو۔ اتحاد ثلاثہ کی کامیابی کے بعد لوئی خود سے اِس غلبۂ خیال کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا کہ صوبہ جات متحدہ کی پروٹسٹنٹ بحری اور جمہوری طاقت پر یورش کل یورپی طاقتوں کو اُس کے خلاف متحد کر دیگی۔ جرمانیہ ولندیزوں کو تباہ ہوتے دیکھکر کبھی الگ نہ رہیگا۔ یہ ضرورت سے زیادہ مشکوک تھا کہ آیا لاپروا چارلس انگلستان کو غیر جانبدار رکھنے کی رغبت یا قوت رکھ سکیگا۔ چارلس والیِ ہسپانیہ کی زندگی کا ہر لحظہ شہنشاہ کو رشوت کی حیثیت سے تقسیمی معاہدے کی قیمت گھٹاتا تھا لوئی صرف یورپ کا مالک ہی بنکر صوبہ جات متحدہ کو نقشہ سے مٹا سکتا تھا۔ چار سال تک وہ آخری ضرب لگانے میں تامل کرتا رہا۔ لیکن ہر چیز اُس کو اُسی جانب کھینچ رہی تھی۔ خود اُسی کے دربار میں علاوہ خوشامد کی اُس گندہ فضا کے جس میں وہ رہتا تھا اور جس نے یقیناً اس کی قوتِ فیصلہ کو ضعیف کر دیا ہوگا، اور بہت سے اثرات اُسے اسی طرف لیجا رہے تھے۔ لی اُون صیغۂ خارجہ کا محتاط، معتمد علیہ وزیر مر چکا تھا۔ لووآ جنگ کے اُن تھک وزیر نے فوج کو کمال سے ہنوز نامعلوم اوج پر پہنچا دیا تھا، اور اس کی قوت کا امتحان لینے کے لیئے مضطرب تھا۔ کولبار کے خزانے کی کامیابی ہی نے لوئی کے ذہن سے بہت آسانی سے یہ نکالدیا کہ اُس ذریعۂ آمدنی کی، جسے وہ نہایت فیاضی سے صرف کر رہا تھا، اصلی حدود کیا ہیں۔ اُن امراء نے جو سیاسیات سے خارج کر دیئے گئے تھے، اب اپنا شغل فوج میں پایا۔ اور جنگ اور شہرت کے مشتاق تھے۔ خارجی معاملات میں، جو سیاسی کامیابی انھوں نے حاصل کی تھی اُس سے اُنکی ہوس اور بھی بڑھ گئی۔ اتحاد ثلاثہ ایک یادگار ماضی رہ گیا

اتحاد ثلاثہ کی شکست سنہ ۱۶۷۲ء

تھا۔ مئی سنہ ۱۶۷۰ء میں ڈوور Dover کے خفیہ عہد نامہ نے چارلس دوم کو فرانس کے ساتھ اچھی طرح جکڑ دیا۔ نومبر سنہ ۱۶۷۱ء میں شہنشاہ نے فرانس کے دشمنوں کو مدد دینے کا وعدہ کرلیا۔

اپریل سنہ ۱۶۷۲ء میں سویڈن نے اپنا پرانا اتحاد تازہ کیا اور یہ بیڑہ اٹھایا کہ اگر شہنشاہ نے

ولندیزوں کی مدد کی تو وہ سلطنت پر حملہ کرینگے۔ آخر میں اسقف منسٹر اور جرمانیہ کے بیشتر چھوٹے چھوٹے شہزادوں نے یا تو اعانت یا غیر جانبداری کا وعدہ کیا صرف الکٹر اعظم سختی سے علیحدہ رہا۔ اُس کی تدبیر کے ان حیرت انگیز نتیجوں نے، اس کے درباریوں کی پیہم منتوں کے ساتھ اس کی ہوس کو بھڑکا دیا اور اس کی عقل کو مغلوب کر دیا۔ یہ فراموش کر کے کہ جو وعدے اس آسانی کے ساتھ کئے گئے تھے وہ اسی آسانی کے ساتھ توڑے بھی جا سکتے ہیں۔ اُس نے ایک خالص غاصبانہ جنگ کا اشارہ کیا، جس کا مناسب اور انتہائی انجام یہ ہلاکہ اس کی ہوس کا خاتمہ ہوا اور فرانس مضمحل ہو گیا۔

صوبجات متحدہ یورپ واقعتہً بڑا بزدل ثابت ہوتا اگر وہ اپنی خود غرضی کا لحاظ کر کے ممالک متحدہ کی جانکنی کی تکلیف کو خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہتا۔ اُن کی جنگ آزادی کی تاریخ ہر فیاض دل کے جذبات کو اُبھارنے کے واسطے کافی تھی۔ اور اپنی حاصل کردہ آزادی کو جس طور پر وہ استعمال میں لائے تھے وہ ایسا تھا جو ہر دانشمند مدبر کے دماغ میں اُن جذبات کے تسلسل کا ضامن تھا۔ فطرت کے ساتھ متواتر مقابلے سے ایک جفاکش و ناہموار زندگی کی تعلیم پا کر اور مذہب کالوین کی سخت و تقدیری تلقین سے روح کی زبردست انفرادیت کے لئے وقف ہو کر ہالینڈ کی دلدلوں کے کاشتکار اور زی لینڈ کے ریگستانی ساحلوں کے ماہی گیر آزادی کی ہوا میں قومی زندگی کی کسیر و بھتے تھے۔ ایمسٹرڈیم اور ڈورڈریکٹ Dordrecht کے طبقۂ وسطی کی زیر سرکردگی زیلینڈ و گلڈرلینڈ کے امرا کی تحریک پر اور علماء لیڈین Leyden کی اعانت سے اتحاد یوٹریکٹ نے جو ۱۵۷۹ء میں ہوا تھا۔ یورپ میں ایک نئی قومیت پیدا کر دی اور بڑی بڑی سلطنتوں کے بیچوں بیچ میں چھوٹی چھوٹی جمہوری ریاستوں کے اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ ابتدا

جنگ آزادی کی کامیابی کے اسباب میں قومی خصائل، فطری فوقیت، اور سیاسی تقدیر کی عجب یکجائی کے سوائے اور کوئی شئے اُنکی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتی تھی۔ ستم شعاری نے حب الوطنی کے شعلے کو اور بھڑکا دیا۔ یہاں تک کہ اُسکی حدت انتہا کو پہنچ گئی۔ ایک بڑی طاقت سے مدت تک دست و گریباں رہنے کی وجہ سے برائیاں بھی خوبیاں بن گئیں۔ سستی اور ہٹ نے صبر و استقلال کی صورت اختیار

کی کاہلی اطاعت سے مبدل ہوگئی کبھی کوئی قوم ان سخت جان جہازیوں اور ماہی گیروں سے زیادہ شجاعت اور زیادہ کامل خود فراموشی کے ساتھ سرگرم پیکار نہیں ہوئی جنھوں نے اپنی آزادی اور اپنا مذہب مغرور ہسپانیہ سے بزور شمشیر چھینا۔ ملک کی طبیعی خصوصیت نے ان کی اعانت کی۔ جنگ آزمائی ایسے ملک میں دشوار تھی جو بحری پشتوں کو توڑ کر ہر وقت غرق آب کیا جا سکتا تھا۔ اُن شہروں کا جو سمندر کی جانب کھلے تھے، ایسی طاقت سے محصور کیا جانا، جو جہاز نہ رکھتی تھی، ناکامیابی کا نوشتہ پہلے ہی حاصل کر چکا تھا۔ سیاسی پیچیدگیوں نے بھی بہت کچھ مدد پہنچائی۔ فرانس کی مخالفت اور انگلستان کے حسد نے ہسپانیہ کے کام کو نہایت دشوار بنا دیا۔ لیکن اگر خود قوم کو ایثار نفس، وطن پرستی اور استقلال رونما نہ ہوتا تو اتحاد کو آخری بربادی سے بچانے میں ہیوگونو کی ہمدردی الیزبتھ کا زرِ ہالینڈ کے دلدل، یا آرماڈا کی ہزیمت ذرہ بھر بھی سودمند ثابت نہ ہوتی۔ ملٹی اے ڈیز Miltiades اور تھمسٹاکلیز Themistocles کے بعد کوئی قوم کبھی آزادی کی اس قدر مستحق نہیں ہوئی جس قدر کہ صابر ولندیزی اُس وقت تھے جبکہ ۱۵۸۴ء میں ایک قاتل کے خنجر نے اُن کے خاموش شاہزادے کو ہمیشہ کے لیے سُلا دیا۔ اُن کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا، کیونکہ گو صوبہ جات متحدہ کی باضابطہ آزادی ہسپانیہ نے صلح وسٹ فیلیا مرتبہ ۱۶۴۸ء تک تسلیم نہیں کی تھی مگر ۱۵۹۸ء سے فلپ دوم کی موت کے بعد مغلوب ہونے کے سارا خوف نکل گیا تھا، اور آغاز صدی سے وہ اپنی توجہ لقبائے آزادی سے اپنی طاقت کی ترقی کی طرف پھیرنے لگے تھے؛

ممالک متحدہ کی ترکیب

۱۵۷۹ء میں اتحاد یوٹریکٹ کے ذریعے جو اتحاد عمل میں آیا تھا وہ حکومت کا ایسا نمونہ تھا جو تاریخ میں شاذ مستقل دیکھی گئی ہے یعنی وہ خود مختار ریاستوں کا ایک کمزور اتحاد تھا۔ متحدہ ریاستیں تعداد میں سات تھیں، ہالینڈ، فرانس لینڈ Friesland زیلینڈ یوٹریکٹ گلڈرز لینڈ اوور ائی سیل Overyssel اور گرونِنگین Groningen پس ایک جاگیردارانہ ترکیب مرتب کی گئی۔ ان آزاد صوبوں میں سے ہر صوبے کی جداگانہ حکومت تھی، جو اس کی صوبہ جاتی مجالس اور اُس کے اسٹاٹ ہولڈر کو تفویض ہوتی تھی۔ مگر کل ترکیب کے عام معاملات اسٹاٹ جنرل (مجلس عوام) میں فیصل ہوتے تھے، جو ایک

نمائندہ جماعت تھی اور صوبجاتی مجالس کے نائبین پر مشتمل تھی۔ سپہ سالار افواج اور امیر البحر کے تقرر کا حق بھی انہیں کو حاصل تھا، یہ دونوں ترتیب کے جنگی و بحری قوت کے حکام اعلیٰ تھے اُن کے ساتھ ایک مجلس حکومت ملحق تھی جس کو انتظامی اختیارات تفویض تھے۔ اسٹاٹ ہولڈر، کیونکہ بالعموم خاص خاص صوبے ایک ہی اسٹاٹ ہولڈر کو منتخب کرتے تھے، اپنے عہدے کے حق سے، مجلس حکومت، صوبہ جاتی مجالس اور نیز اسٹاٹ جنرل کا رکن ہوتا تھا۔ وہی شہروں کے کوتوال اور خاص مجسٹریٹوں کا تقرر کرتا تھا، اور جو اختلافات صوبہ جات کے درمیان پیدا ہوتے تھے اُنکے تصفیے میں ثالث بننے کا حق بھی اُسی کو حاصل تھا۔ اس لئے اصولاً صوبہ جات کی ترکیب خود مختار ریاستوں کے اتحاد جیسی تھی، جس نے حکومت کے بعض فرائض مثلاً مدافعت کی تدابیر کو نائبین کی ایک نمائندہ جماعت اور ایک خاص انتخابی مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا تھا مگر بعض مثلاً خزانہ اور معاملات خارجی خود اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔ لیکن عملاً تفریقی قوتوں کے بہ نسبت وہ اثرات بہت زیادہ پرزور تھے جو اتحاد کے حامی تھے۔ متفرق صوبوں کی آزادی حقیقی سے زیادہ ظاہری تھی اور حقیقی آزادی عمل کے بہ نسبت تاخیر کو طول دینے اور مشکلات کو بڑھانے میں زیادہ اعانت کرتی تھی۔ اُس کے کئی اسباب تھے جمہوریت کا جوش جو آزادی کی جنگ نے پیدا کیا تھا۔ جاگیر کلیسائی کا انقطاع، اور تجدید مذہب کے ہاتھوں نظام کلیسا کی شکستگی

وسطی خود سر طبقے کا غلبہ

کے سبب سے پادریوں اور اُمراء کے طبقۂ حکومت میں اپنا حصہ کھو بیٹھے۔ سیاسی قوت بالکل باشندگانِ بلاد کے ہاتھ میں چلی گئی اور اس کی تعمیل مجالس بلدی کے ذریعے ہونے لگی، جنکو درحقیقت ہر شہر میں ایک قلیل التعداد وسطی خود سر طبقہ نامزد کرتا تھا۔ اس لیئے ہر صوبہ حقیقتہً جہاں تک سیاسیات کا تعلق تھا، شہروں کے اتحاد سے زیادہ وقیع نہ تھا اور صوبہ جاتی مجالس صرف بلدی مجالس شوریٰ کے نائبین پر مشتمل تھیں۔ تمام

ہالینڈ کی انوکھی حالت

سیاسی قوت کے ایک ہی طبقہ یعنی وسطی خود سر طبقے تک محدود ہونے نے مختلف صوبوں کے درمیان اتحاد مفاد مضمون کرنے میں بیحد مدد دی اتحاد میں صوبۂ ہالینڈ کی انوکھی حالت نے اس اتفاق

کو اور بھی بڑھا دیا تھا یہ دولت، آبادی اور عظمت میں دوسرے صوبوں پر اتنی زیادہ فوقیت رکھتا تھا کہ عام بول چال میں پوری جمہوری ریاست اسی نام سے مشہور ہے۔ اس کی حدود کے اندر ایمسٹرڈیم روٹرڈیم، ڈیلفٹ، ڈورڈریکٹ، لیڈین مرکز جامعہ، اور دارالحکومت ہیگ واقع تھے۔ صرف اسی کو حق تھا کہ پیرس اور ویانا کے درباروں میں اس کی نمائندگی کی جائے یہ اکیلا بقیہ صوبوں کی مجموعی مالگزاری کے برابر محاصل ادا کرتا تھا اس کے بندرگاہوں سے سال بسال وہ تمام تجارتی جہاز، جنھوں نے دنیا کی تجارت کا ذریعہ ممالک متحدہ کو بنا دیا تھا، وہ بیڑے، جو صدی کے آغاز میں سمندر کے لاکلام مالک تھے، اور مضبوط بانیان نوآبادی کے وہ جتھے جنھوں نے ولندیزی پھریرے کرۂ ارض کے ہر حصے میں نصب کر دیئے تھے، برآمد ہوتے تھے۔ خود ایمسٹرڈیم کا بڑا شہر مع اپنے بند و پشتوں ساحلوں اور ہزارہا اہل حرفہ اور ماہی گیروں کے جو بقول یعنے مردہ مچھلیوں کے ڈھیر پر تعمیر کیا گیا تھا، شمالی یورپ کی دولت و تجارت کا مرکز تھا۔ وہ اپنی تجارتی سرسبزی اور محدود دالاراکین اولی گارکیکل حکومت میں شمال کا وینس تھا اور اپنے حلیفوں پر اس درجہ غالب تھا کہ اپنے عروج کے زمانے میں ممالکِ متحدہ جلی قلم سے لکھے ہوئے ایمسٹرڈیم سے کچھ ہی کم تھا۔ اگر صوبۂ ہالینڈ نکال ڈالا جاتا تو یقیناً وہ ملک اپنی آزادی کو ایک لحظہ بھی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔

خاندان اُورینج کی سرداری

اُس اتفاق مفاد میں، جو وسطی خود سر طبقے کے غلبے اور ہالینڈ کی غیر مسئول قیادت سے حاصل ہوا تھا خاندان اُورینج نے تسلسل حکومت کا اضافہ کر دیا۔ اگر صوبہ جات متحدہ کی سرسبزی کا دارومدار ہالینڈ پر تھا، تو اپنی ہستی کے لیئے وہ خاندان اُورینج کے زیر بار احسان تھے، اگر ولیم خاموش William a Srlent کی تدبیر مدد نہ کرتی تو وہ ہرگز آزادی حاصل نہ کر سکتے، اگر ماریس Mewrice کی سپہ سالاری کی شہ نہ ہوتی تو وہ ہرگز اُسے برقرار نہ رکھ سکتے۔ اگر دونوں کا اعتدال اور حب الوطن رونما نہ ہوتا تو وہ اپنی جمہوریت کو حاصل کرتے ہی کھو دیتے، مگر ولندیزی حکومت جمہوری کی خوش قسمتی سے خاندان اُورینج کے شاہزادوں نے محدود شاہی کے اکثر اختیارات کو ایک انتخابی مجسٹریٹی کے پردے میں استعمال کرنے کو ترجیح دی۔ خاندان اُورینج کے رکنِ اعلیٰ نے انتخابات کے ذریعے پر ستر سال تک کوئی اعتراض

نہیں ہوا، اپنی ذات میں پانچ صوبوں کے اسٹاٹ ہولڈر، اور حکومتِ جمہوری کے قائد اعظم و امیر البحر کے عہدوں کو ضم کر لیا تھا۔ اس قوم کی تاریخ کی پہلی نصف صدی میں جو اس کے لیئے نہایت خطرناک زمانہ تھا ملک کے مدنی، جنگی اور بحری معاملات کی تدابیر ایک خاندان کے ہاتھ میں تھی۔ گو یہ حق یقیناً آبائی نہ تھا مگر ایک ایسی انتخابی رسم پر مبنی تھا، جو کم از کم اتنی پرزور تو ضرور ہو گئی تھی کہ اُسے انتخاب کے لیئے آبائی حق کہہ سکتے ہیں۔ اُن کی دانشمندانہ حکومت کے زمانے میں صوبجات متحدہ کی خوشحالی روز افزوں بڑھتی گئی۔ ۱۵۸۸ء میں آرماڈا کی تباہی نے شمالی سمندروں سے ولندیزی تجارت کے تمام دشمنوں کو ہٹا دیا۔ خانگی اور بیرونی جنگوں سے پراگندہ ہونے کے سبب سے فرانس نہ تو جنگی جہاز میں ایک آدمی لگا سکتا تھا اور نہ تجارتی بیڑے کو روانہ کر سکتا تھا۔ انگلستان زیادہ خطرناک حریف تھا، لیکن کچھ عرصے تک سیاسی دوستی تجارتی دشمنی کو روکے رہی دونوں ملکوں کے لیئے دنیا کافی وسیع نظر آئی۔ اس لئے جس وقت برطانوی مہموں کا سیلاب امریکا اور مغرب کی طرف جا رہا تھا، اُسوقت ولندیزی افریقہ اور مشرق میں فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ صرف شرق الہند، قصوں کے مشہور مصالحہ کے جزائر میں یہ دونوں قومیں ایک سخت رقابت میں سرگرم نظر آئیں اور چند سال تک کرۂ ارض کے دونوں رُخ پر ایسٹ انڈیا کمپنیوں کے ملازمین میں جنگ ہوتی رہی، جس کی طرف ہوم گورنمنٹوں نے اُس وقت توجہ کی جبکہ بین الاقوامی حقوق کی بعض اہم شکستگی نے مثلاً "ایمبائنا کا قتل" ان کو انکھیں کھولنے اور تلافی کرنے پر مجبور کیا ہو

ولندیزوں کی سرسبزی ۱۶۰۰ء لغایتہ ۱۶۵۰ء

سترھویں صدی کے آغاز میں اس ملک کی سرسبزی بڑھانے میں ہر چیز متفق نظر آئی انگلستان خانگی تنازعات میں روز بروز زیادہ اُلجھتا گیا، اور ایک کمزور مغرور بادشاہ کے زیر حکومت اپنے تجار کی امداد میں کوتاہی کرتا گیا۔ شمال میں سویڈن اور ڈنمارک نے جو ابتدائً باہمی جنگ میں اور بعد ازاں سی سالہ جنگ میں مصروف تھے، اب بالطیکی تجارت کو لاپروائی کے ساتھ اور بلا قصد ولندیزوں کے ہاتھ میں منتقل ہونے دیا۔ نہ تو فرانس اور نہ جرمانیہ اس قابل تھا کہ وہ حکومتِ جمہوری کے مقابلے میں آئے۔ ہنیا Hausa کی رو بہ تنزل طاقت جنگ عظیم کے طوفان میں بالکل فنا ہو چکی تھی۔ یہ سچ ہے کہ صوبجات متحدہ اُس تنازعہ میں

شریک ہونے پر مجبور تھے، مگر ولیم خاموش کا چھوٹا بیٹا مختاط ولائق فریڈرک ہنری کے عہد میں جو ۱۶۲۵ء میں اپنے بھائی ماریس کا جانشین ہوا تھا، ولندیزی فوجوں نے ہسپانوی کی ڈچی میں قیام کرنے اور ممالک زیرین کو مامون رکھنے سے زیادہ کچھ نہ کیا اس اثناء میں ساری دنیا ان کی مہموں کی جولانگاہ بنی ہوئی تھی۔ جیسے جیسے انگلستان کی وقتیں بڑھتی گئیں، ان کا خفیف مقابلہ کرنے کو بھی کوئی ملک باقی نہ تھا۔ انھوں نے ہسپانیہ سے برازیل Brazel کا ایک ٹکڑا چھین لیا، اور شمالی امریکہ کے ساحل پر نیو ہالینڈ (New halland) اور نیو جرسی New Jersey کی نوآبادیوں کی بنا ڈالی افریقہ سیلون اور کشور ہندوستان میں بسگئے، جاوا کے زرخیز جزیرے میں جا گھسے، اور آخر میں ۱۶۵۲ء میں راس امید کے مالک بن بیٹھے۔ پس سترھویں صدی کے نصف اول میں وہ ایسی مقبوضاتی سلطنت پر فرمانروا تھے، جو زمانۂ عروج میں وینس کی سلطنت سے بھی زیادہ وسیع تھی۔ وہ سمندر کے لاکلام مالک تھے، اور دنیا کی تجارت کا اجارہ قریب قریب انھیں کے ہاتھ میں تھا۔

جمہوری فریق اور خاندان اورینج میں رقابت

لیکن اسی سرسبزی میں آئندہ بیرونی و خانگی مشکلات کے جراثیم موجود تھے۔ ہینڈک خواہ پھولکر پھٹنے کے قریب ہو جائے مگر وہ بیل کے قد و قامت کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا ولندیزوں کی حیرت انگیز کامیابی کا باعث یہ تھا کہ اس کے دو بڑے ہمسائے انگلستان و فرانس، جن کو جغرافیہ کے لحاظ سے تجارتی ترقی کے لیے بہترین مواقع حاصل تھے خانگی و بیرونی جنگوں کی کشاکش میں مبتلا تھے۔ جب صلح ہوگئی اور لوگوں کو تجارت کے معاملات کی طرف پھر توجہ کرنے کی مہلت ملی تو یہ قرین عقل نہ تھا کہ برٹینی اور ڈیون شیر کے جفاکش جہازی دولت کی گھوڑ دوڑ میں ڈیلینڈ کے ماہی گیر یا ایمسٹرڈیم کے تاجروں کے پیچھے پڑے رہنیگے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ ولندیزی، خواہ کتنے ہی اولوالعزم ہوں اور ان کی فراست کتنی ہی زیادہ ہو، خواہ ان کا گھمنڈ کتنا ہی مستحکم ہو کسی حکومت سے زیادہ عرصے تک برابری کا مقابلہ کر سکینگے۔ اگر وہ آپس میں متحد بھی ہوتے تو بھی ایسا کرنے کا دعوی نہیں کر سکتے تھے، مگر صورت حال یہ نہ تھی۔ دولت و خوشحالی کی فراوانی نے ان کی اندرونی عداوتوں کو گھٹانے کے بجائے بڑھا دیا تھا۔ اتحاد یوٹریکٹ کے بعد سے

ریاست میں دو نمایاں فریق تھے، ایک خاندان اورینج کے طرفدار دوسرے سیدھے سادے حامیان جمہوریت۔ ان میں سے اول الذکر ایک محدود شاہی کے سیاسی اُصول کے نمائندے تھے اور موخر الذکر وسطیٰ خود سر طبقہ کے خاندان اورینج کے شہزادوں کو عہدۂ اسٹاٹ ہولڈر، اور جنگی وبحری افسری کی گویا کہ آبائی ملکیت کے ذریعے سے جو ملکی وفوجی اختیارات حاصل تھے، اُنھیں میں ان کے بہی خواہوں نے تنہا ضمانت دیکھی جو اندرونی نفاق کے خطروں کے خلاف مُلک کو نصیب تھی۔ وہ لوگ ایک خاندان کے ہاتھ میں تمام اختیارات کو سونپ دینا سلطنت کے استحکام کیلئے ضروری سمجھتے تھے اور اُس کی قدر اس لئے زیادہ کرتے تھے کہ انکا یقین تھا کہ یہی ایمسٹرڈیم کے سیاسی غلبہ اور اس کی افزودہ نخوت کا اکیلا بااثر توڑ ہے۔ ان کی کمزوری اِس واقعے میں مضمر تھی کہ ان کے طرفدار بالخصوص طبقۂ اُمراء، پادری اور کاشتکاروں کی جماعت سے تھے اور ان کو نہایت معمولی سیاسی قوت نصیب تھی۔ صرف صوبۂ ذی لینڈ میں جہاں خاندانِ اورینج کے بڑے بڑے مقبوضات تھے، بلدی مجالس شوریٰ کی کثرت اُن کے موافق تھی۔ انکی تعدادی طاقت کے مقابلے میں ان کی سیاسی کمزوری کے واقعے ہی نے اُن کے سینوں میں شہروں کے زیادہ خوش نصیب جمہوری ہمسایوں کے ساتھ حسد کی آگ بھڑکا دی تھی۔ موخر الذکر متوسط طبقہ کی علٰحدگی کے تنگ خیال سے مست ہو رہے تھے۔ وہ عوام کے جمہوری رُجحان اور خاندان اورینج کے شاہی جذبات سے یکساں ڈرتے تھے۔ حکومت کے فرائض سرمایہ دار خاندانوں کے ایک چھوٹے سے دائرے میں برابر برابر تقسیم تھے۔ اگر ان مختص خاندانوں کے کسی رُکن کی قابلیت اُسکے فرائض کے مساوی ہوتی تو اُسے اوائلِ عمر ہی سے پبلک خدمت میں تعلیم پانے کا موقع دیا جاتا تھا۔ سیاسی خاندانی جماعت میں وہ اپنے باپ یا چچا کے سیاسی یا انتظامی کاروبار کا اُسی طرح جانشین ہوتا تھا جس طرح کہ خاندانی کاروبار کے انتظام یا خاندانی جہازوں کی ملک میں اسکا قائم مقام ہوتا تھا۔

جمہوری حکومت کی تاریخ کے ابتدائی چند سالوں کے اثناء میں، جبکہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کا نتیجہ مشکوک تھا، ملک کی فوجی ضرورتوں نے خاندانِ اورینج کو اوج رفعت پر پہنچا دیا اور جمہوری جوش کو قطعی دبا دیا۔ مگر جب بیرونی سیاسی خطرے کم ہو گئے

جمہوری فریق کی ترقی

اور شہری تاجروں کی دولت و وقعت قومی زندگی کا اہم ترین جزو بن گئی اس وقت یہ خوف پیدا ہوگیا کہ جمہوری فریق کا سیاسی غلبہ فیصلہ کن ہوجائیگا کیونکہ اس فریق کو تجار کے طبقے سے قوت حاصل تھی صوبہ ہالینڈ جس کا ایک ایک فرد جمہور پسند تھا، قومی مجالس شوریٰ میں بلا اعتراض رہنما ہوگیا صرف اُسی کو پیرس اور وینیا کے درباروں میں نمائندے مقرر کرنے کا حق تھا۔ قومی محاصل کا نصف حصہ اکیلا ادا کرتا تھا۔ قریب قریب سارا قومی بیڑہ یہی فراہم کرتا تھا کچھ تو ان حالات اور کچھ خود اپنی لیاقت کی وجہ سے، صدی کی ابتداہی میں

اُولڈن بارن والٹ

صوبہ ہالینڈ کا ایڈوکیٹ Adivcate جان اولڈن بارن والٹ John olden Barneveldt ناواقف تہ حکومت جمہوری کا اولیں مُدبّر ہوگیا تھا۔ اُصولاً وہ صوبہ ہالینڈ کی مجالس کا ترجمان وزیر اعظم تھا اگر درحقیقت وہ جمہوری فریق کا رہنما اور چند سال تک حکومت جمہوری کا حقیقی فرمانروا رہا۔ وہی ممالک غیر سے گفتگو کرتا تھا اور قومی طرزِ عمل معین کرتا تھا۔ بیشتر ہی یہ معلوم ہوتا تھا گویا کہ حکومت جمہوری کی اعلیٰ قوت اسٹاٹ ہولڈر، اور خاندان اُورینج سے منتقل ہوکر ایمسٹرڈیم کے جمہوری سوداگروں کے نمائندہ کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ مگر ولیم خاموش کا دوسرا لڑکا ماریس، شاہزادہ اُورینج کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوسکتا تھا کہ وہ اس آسانی سے قوت وطاقت کو اپنے ہاتھوں سے نکلجانے دے۔ بارن والٹ اور اُس کے زبردست حلیف اور اتالیق ہنری چہارم کے باہمی تنازعہ سے فائدہ اٹھاکر اُس نے نہایت ہوشیاری سے کالونیی پادریوں کی جفاکاری اور جوش مذہبی کا سارا الزام اُسکے

ماریس والی نیساؤ بارن والٹ کو پھانسی پر چڑھاتا ہے سنہ ۱۶۱۹ء

سرتھوپ دیا کیونکہ اب وہ بے یار و مددگار تھا۔ ایک جرم بیں، جو ریاکاری کے سبب سے خود اس کے باپ کے قتل سے بھی زیادہ سفاکانہ تھا، اُس نے عدالت سے سزائے موت دلاکر بارن اولٹ کو سنہ ۱۶۱۹ء میں پھانسی پر چڑھا دیا ٭

خیانت پورے طور پر کامیاب ہوئی۔ چالیس برس تک فریق جمہوری دبا رہا اور جمہور کی حکومت بلامزاحمت خاندان اُورینج اسٹاٹ ہولڈروں ماریس فریڈرک ہنری اور ولیم ثانی کے ہاتھ میں رہی۔ درحقیقت جب یہ پرامن زمانہ ختم ہوگیا تو معلوم ہوا کہ

اسٹاڈٹ ہولڈر کی ہوس خطا وار تھی نہ کہ جمہوروں کا غرور ہو

ماریس فریڈرک ہنری اور ولیم دوم کی فرمانروائی سنہ ۱۶۱۰ء لغایتہ سنہ ۱۶۵۰ء

ولیم ثانی نے چارلس اول شاہ انگلستان کی لڑکی سے شادی کی تھی، اور اپنے خسر کے حشر اور فرانڈ کی شعلہ فشانی سے نڈر ہو کر اُس نے ایک حکمت عملی کے ذریعے سے اسٹاڈٹ ہولڈریٹ کو شاہی سے بدلنے کا تہیا کر لیا۔ موت سے کچھ ہی پہلے فریڈرک ولیم نے منسٹر میں ہسپانیہ کے ساتھ مصالحت کی گفتگو شروع کر دی تھی، جس کی تصدیق بالآخر جنوری سنہ ۱۶۴۸ء میں کی گئی۔ اس کی رو سے ہسپانیہ اور صوبجات متحدہ فرانسیسی دست اندازی سے ہسپانوی ممالک ادنیٰ کو بچانے کے لیئے آپس میں متفق ہو گئے مگر شرط یہ تھی کہ ہسپانیہ تجارتی جہازوں کی آمدورفت کیلئے شلٹ کو بند کر دے اور حکومت جمہوری کی خودمختاری کو تسلیم کر لے۔ صوبہ جات متحدہ کے لیئے اس سے زیادہ خاطر خواہ صلح کا تصور کرنا محال ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے خود ان کے اور فرانس کے ممالک کے درمیان میں ایک روک لگ گئی اور ایمسٹرڈیم کا تجارتی اجارہ مصئون ہو گیا۔ تاہم ولیم ثانی نے بے پایاں ہوس کے جنون میں ان تمام فوقیتوں کو عملاً ہاتھ سے نکلجانے دیا اور فرانس کو موقع دیا کہ وہ ہسپانوی ممالک ادنیٰ پر قبضہ کر لے۔ اس کے معاوضہ میں اُس نے اپنی مجوزہ شورش کے لیئے مازارین کی منظوری چاہی فرانس کی غیر جانبداری کا اسطور پر اطمینان کر کے وہ اپنی تجویز کی تعمیل کرنے کے لیئے بڑھا۔ اُس کو اپنی فوج اور زیلینڈ کی مدد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور سوائے ہالینڈ کے کسی دوسرے صوبے سے خوف کھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا پہلا کام یہ تھا کہ بعض رسالوں کے انتشار کے متعلق اسٹاڈٹ جنرل اور ہالینڈ کی صوبجاتی مجالس کو آپس میں لڑا دے۔ اس کے بعد اسٹاڈٹ جنرل کا حامی بنکر اُس نے اسٹاڈٹ جنرل سے القائے اتحاد کی تدابیر اختیار کرنے اور مجالس ہالینڈ پر دباؤ ڈالنے کے لیئے اجازت حاصل کر لی اس کے لیئے یہ کافی تھا۔ کچھ گفت شنید کے بعد، ۳۰ جولائی سنہ ۱۶۵۰ء کو اُس نے دفعتہً ہالینڈ کے چھ سربرآوردہ نائبین کو حراست میں لے لیا، اور اپنی فوج کو ہدایت کی کہ وہ رات ہی میں ایمسٹرڈیم پر دھاوا کرے شہر صرف اتفاق سے بچگیا۔ رات

ولیم دوم کی مجوزہ حکمت عملی سنہ ۱۶۵۰ء

اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی، پس فوجیں راستہ بھٹک گئیں۔ جب دن نکلا تو وہ شہر کے باہر ہی تھیں خطرہ کی اطلاع دیگئی۔ صرف ایک مجسٹریٹ کورنےلی اس بکر فون سوآئیمین شہر میں تھا، مگر یہ کافی تھا۔ پھاٹک بند کردیے گئے، پل اٹھا لئے گئے، بے قاعدہ مقامی فوج طلب کی گئی۔ اور ایمسٹرڈیم کے ساتھ حکومت جمہوری بچ گئی۔ حکمت عملی اب ناممکن تھی۔ ولیم نے دیکھا کہ اب وہ صرف خانہ جنگی کے ذریعے کامیاب ہوسکتا ہے۔ پس اُس نے

ولیم دوم کی موت

اُس کا آغاز کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہ کیا۔ پانچ مہینے تک دونوں فریق ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھتے رہے مگر کسی کی ہمت نہ پڑی کہ پیش قدمی کرے۔ سنہ ۱۶۵۰ء میں ولیم دوم دفعتہً تپ بخار میں بتلا ہوگیا اور چند ہی روز میں مرگیا۔

جمہوری فریق کا غلبہ

ولیم دوم کی المناک موت نے تنازعہ کو جمہوری فریق کے موافق طے کردیا۔ اسٹاٹ ہولڈر، کی موت کے چند ہفتوں کے بعد اس کی بیوی کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو آئندہ چلکر ولیم سوم شاہ انگلستان کے نام سے مشہور رہا۔ ایک طفل نوخیز کو ملک کے مدنی و فوجی معاملات کی اعلیٰ نگرانی پر متعین کرنا صریحاً ناممکن تھا۔ یہ بھی نامناسب تھا کہ جس خطرے سے حکومت جمہوری اتفاقاً بچ گئی تھی اُس کی اہمیت سے تجاہل کیا جائے۔ فریق جمہوری نے اس موقع سے بفور فائدہ اٹھاکر اپنی فوقیت کا اعلان کردیا۔ جنوری سنہ ۱۶۵۱ء میں ہیگ میں برافروختہ دستوری نکات کو طے کرنے کے لیے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا اور یہ طے پایا کہ اسٹاٹ ہولڈر کا عہدہ خالی رہے اور اس عہدے کے فرائض صوبہ جاتی مجالس کو تفویض کردیئے جائیں۔ اس انتظام سے اصلی فائدہ اٹھانے والی ہالینڈ کی صوبہ جاتی مجالس تھیں۔ اسٹاٹ ہولڈر کے حقوق سے آزاد ہونے کے بعد سیاسی قوت فطرتاً قومی فراست اور دولت کے مرکز کی طرف کھنچ گئی۔ ہالینڈ کی صوبہ جاتی مجالس میں اُسے ایک ایسی جماعت ملی جو اُس کے استعمال کی کافی طور سے صلاحیت رکھتی تھی، اور اُسمیں ایک ایسا سردار دستیاب ہوا جو اُس کی نازک کل کے چلانیکی مشین کے لیے نہایت موزوں تھا۔ ڈورڈریکٹ کے گرانڈ پنشناری Grand Pensionary جان ڈی وٹ John De Witt جیسا اپنی اور وزیر، جو سنہ ۱۶۵۳ء میں ہالینڈ کا گرانڈ پنشناری منتخب

ہوگیا تھا جمہوری فریق اور صوبجات متحدہ کے ہاتھ لگ گیا یہ شخص تیز فہمی اور دیانت داری میں یورپ بھر میں کسی سے کم نہ تھا۔

جان ڈی وِٹ

جان ڈی وِٹ اٹھائیس سال کی عمر میں اول وزیر کے عہدے پر سرفراز کیا گیا۔ وہ طرز زندگی میں سیدھا سادا اور کفایت شعار، طرز عمل میں سلجھا ہوا، مزاج میں متحمل، عادات میں شاندار تھا اُس کے ہر کام میں عزم و استقلال تھا۔ نہ تو باد مخالف اُسکو پژمردہ کرسکتی تھی اور نہ کوئی کامیابی اُسکے ضبط طبیعت کو تلف کرسکتی تھی۔ ولندیزی شخصیت کے قدرے سوداوی مزاج میں ڈی وِٹ نے لاطینی نسل کی اعلیٰ صفات کا اضافہ کردیا تھا۔ خارجی معاملات میں دوراندیشی، ایجاد میں تیزی اور عمدہ ذرائع کو فوراً اختیار کرنے کا مادہ آخر دم تک اُس کی نمایاں خصوصیات رہیں۔ وہی یورپ کا تنہا مدبر تھا جس کی فراست و معاملہ فہمی نے لوئی چہارم کی حکمت عملی کو زک پہنچائی اور جس کا استقلال چارلس دوم کے تذبذب پر غالب آیا۔ سلیس الفاظ سے مزین کی ہوئی تقریر کے دلربا انداز نے اُس کو اُن مجالس پر پورا اختیار دیدیا تھا، جن کی سرداری کرنا اُسکا فرض تھا۔ تاہم اُس کے رویّے اور طرز عمل کی نمایاں خصوصیت جمہوری اُصول سے اس کی سخت اور قریب قریب احمقانہ عقیدت تھی۔ اُس کے نزدیک مذہب کی آدھی اطاعت اور کل وطن پرستی جمہوریت میں ہی تھی۔ خود اُس کا باپ جیکوب ڈی وٹ Jacob De Witt اُن نائبین میں سے تھا جنھیں ولیم دوم نے خود کو بادشاہ بنانے کی لاحاصل کوشش کے اثنار میں قید کردیا تھا۔ جان ڈی وِٹ نے اُن پرآشوب ایام کی عجیب وحشت کو کبھی فراموش نہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہر ساعت یہ معلوم ہوتا تھا گویا کہ اُس کے باپ اور اُس کے ملک کی آزادی کا جرس اجل بجا چاہتا ہے

خاندان اورینج سے اس کی مخالفت

اُس کے نزدیک خاندانِ اورینج کی ہوس اُس کے نزدیک ایسا زبردست خطرہ تھی جو فرانس کی دست اندازی یا انگلستان کی رقابت سے کسی طرح کم نہ تھا۔ نوجوان شاہزادے کے موافق قومی جذبات کو دبانا، اسٹاٹ ہولڈریٹ اور فیادت افواج پر اُس کے آبائی حقوق کی مزاحمت کرنا، حکومت پر مجالس ہالینڈ کی گرفت مستحکم کرنا اُس کے خانگی طرز عمل کے مقاصد تھے اور یہ ایسی تجاویز تھیں جنھیں وہ اپنے ملک کی بہبودی اور فرانس اور شلٹ کے درمیان

حدِ فاصل کی برقراری کے لئے لازمی تصور کرتا تھا۔ نوخیز شاہزادے کا لڑکپن اور اُس کے ساتھ سنہ ۱۶۵۱ء کے عظیم الشان جلسے میں جمہوری اصول کی فتح نے کچھ عرصے کے لئے خاندانِ اُورینج کی طرف سے پیدا ہونے والے خطروں کو غیر محسوس بنا دیا۔ جب جان ڈی وٹ سنہ ۱۶۵۳ء میں ہالینڈ کا گرانڈ پنشنری ہوا اُس وقت حکومت جمہوری کے حفظان کو خانگی نزاع کا نہیں بلکہ بیرونی فتوحات کا خطرہ تھا خانہ جنگی میں بادشاہ کی شکست کے بعد انگلستان میں امن کی واپسی کے ساتھ تجارتی مہموں میں کافی ترقی خودبخود پیدا ہوگئی اور ولندیزی تاجر ہر حصۂ زمین پر انگریزی رقابت و مخالفت سے

صوبجات متحدہ اور انگلستان کے درمیان تنازع

خبردار ہو گئے۔ اس فطری رقابت میں رفتہ رفتہ نفاق کے خصوصی اسباب کا اضافہ ہوگیا۔ بادشاہ کی شکست اور پارلیمنٹ کے غرب الہند میں انگریزی مقبوضات کو تخفیف کرنے کے درمیان میں جو وقفہ ملا، اس میں نوآبادیوں والے اُس بیرونی طاقت کے ساتھ تجارت کرنا پسند کرتے تھے جس کا سردار اُون کے بادشاہ کا معاون تھا، نہ کہ ان شوریدہ سروں کے ساتھ جنھوں نے اپنے بادشاہ کو قید میں ڈال دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ولندیزی امریکی تجارت کا بڑا حصہ انگریزی تجار کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اِس معاملے کا اور بعض دوسرے معاملات کا تصفیہ کرنے کے لئے مئی سنہ ۱۶۴۹ء میں پارلیمنٹ نے ڈاکٹر ڈوریس لاؤس Dr Doris Laus نامی سفیر ہیگ کو بھیجا تھا، جو سابق بادشاہ کے ججوں میں سے تھا۔ جبکہ وہ بحیثیت سفیر کے ہیگ میں تھا، تب چارلس اول کی موت کا انتقام لینے کی غرض سے اُسے مونٹ روز Montrose کے بعض ساتھیوں نے قتل کر دیا۔ اِس توہین سے برہم ہو کر سنہ ۱۶۵۱ء سینٹ جان مجالس سے یہ مطالبہ کرنے کے لئے بھیجا گیا کہ شاہزادہ چارلس اور اُس کے ساتھی ملک سے نکال دئے جائیں اور ان کی اجازت لیجائے کہ دونوں جمہوری حکومتوں کو ایک حکومت میں ضم کرنے کی اجازت ان سے حاصل کیجاوے جس کا پائے تخت انگلستان میں ہو۔ اسٹاٹ جنرل نے فطرۃً اپنی آزادی کو جس کے

قانون جہازرانی سنہ ۱۶۵۱ء

حصول کے لئے وہ اس جانفشانی سے لڑے تھے ایسے مطالبات پر غیروں کے حوالے کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ پس سنہ ۱۶۵۱ء میں

برطانوی پارلیمنٹ نے قانون جہازرانی نافذ کیا جو درحقیقت جنگ کیلئے اشتعال تھا۔ اس مشہور قانون کے ذریعے وہ طرزِ عمل تجویز کیا گیا جس نے ڈیڑھ صدی تک بڑی بڑی بحری طاقتوں اور اُن کی نئی بستیوں کے باہمی تعلقات پر گہرا اثر ڈالا، یا یوں کہیے کہ یہ ایسا طرزِ عمل تھا، جو نوآبادیوں کو مادر ملک کا معاونِ خیال کرتا تھا۔ اس نے قانون قرار دیا کہ بیرونی جہاز جس ملک کے ہوں وہ صرف وہیں کی پیداوار انگلستان میں لاسکتے تھے۔ یہ صریحًا ولندیزوں پر جرح تھا جو اسوقت دنیا کے حاملان تجارت تھے اُسکا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ برطانوی نوبستیوں کے ساتھ ولندیزوں کی تجارت برباد کیجائے بلکہ یہ بھی تھا کہ انگلستان اُنکے

انگلستان سے جنگ سنہ ۱۶۵۱ء لغایۃ سنہ ۵۴ء

ہاتھ سے حمل تجارت کا بھی بہت کچھ حصہ چھین سکے۔ جنگ فوراً چھڑ گئی جس میں بلیک Blake کی قابلیت اور برطانوی بیڑوں کی اعلیٰ توپوں نے ٹرومپ Tromp کی جفاکشی اور اُوپ ڈیم Opdam کی شجاعت پر فتح پائی ولندیزی تجارتی جہاز ٹیکسل Texel کے پیچھے محبوس ہو گئے اور برطانوی سمندر کے مالک بنے رہے۔ پرتگالی بھی برازیل Brazil پر قبضہ کرنے کی جسارت کر بیٹھے۔ ادہر خود ملک کے اندر باشندوں کو، جو تجارت اور ماہی گیری سے محروم ہو گئے تھے۔ بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پس ڈی وِٹ نے صلح کی ضرورت دیکھی کروم ویل Crom Will، جو انگلستان میں کل طاقت کا مالک بنگیا تھا، بہ نسبت پارلیمنٹ کے کم سخت گیر تھا۔ وہ صوبجات متحدہ کی آزادی چھوڑ نے کے لیئے راضی تھا مگر اُس نے قانون جہازرانی کو منظور، اور برطانوی علم کی فوقیت کو تسلیم کرالیا ڈی وِٹ کی طرح وہ بھی خاندانِ اورینج سے نفرت کرتا تھا کیونکہ وہ اُنھیں یورپ میں اسٹوارٹ

قانون اخراج ۱۶۵۴ء

Stuarts کا خاص مددگار سمجھتا تھا پس اُس نے یہ اصرار کیا کہ مجالس ہالینڈ اس خاندان کو ہمیشہ کے لیئے اسٹاٹ ہولڈر کے عہدے سے محروم کر دیں۔ اس کا خیال تھا کہ یہ امن کا لازمی نتیجہ ہے۔ چنانچہ طولانی گفت وشنید کے بعد سنہ ۱۶۵۴ء میں اسی بنا پر ایک عہدنامہ پر دستخط ہو گئے تو

انگلستان کے ساتھ مسلسل رقابت سنہ ۱۶۵۴ء لغایۃ سنہ ۱۶۶۵ء

اس طرح جان ڈی وِٹ اپنے ملک کو تباہی سے بچانے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص حریف کو سخت زک دینے میں کامیاب ہوا۔ دونوں قوموں کی باہمی رقابت مٹانا اور ولندیزی قوم کو یہ بھلانا کہ

ایک بیرونی طاقت نے انھیں اس خاندان کے ساتھ ناانصافی کرنے پر مجبور کیا
تھا جس نے ان کی خدمت سخت جانفشانی اور وفاداری سے کی تھی، اس کی طاقت
سے باہر تھا اس لیئے گو لڑائی رک گئی مگر لڑائی کے اسباب باقی رہے۔ دونوں ملک
تیار تھے کہ جب مناسب موقع ہاتھ آئے تو جنگ پھر شروع کردیں۔ مگر جب تک
انگلستان میں حکومت کومن ویلتھ Common Wealth کا وجود تھا دونوں حکومتوں
کے اغراض ومفاد ایک ہونے کی وجہ سے اُن کے تعلقات میں کسی قسم کی کشید گی
واقع نہوئی۔ مئی ۱۶۶۰ئ؁ میں برطانوی بحالی نے ان تعلقات کی کایاپلٹ کردی، اور
خاندان اُورینج کے طرفداروں کو اتنی تقویت دی کہ اُنھوں نے مطالبہ کر کے
ستمبر ۱۶۶۰ئ؁ میں ہالینڈ کی مجالس سے قانونِ اخراج کو منسوخ کرالیا۔ ۱۶۶۱ئ؁ میں لوئی چہار دہم
کے حصول قوت نے جمہوری فریق کو اور بھی کمزور کردیا کیونکہ اب یورپ کی
مجالس شورٰی کا رہبر وہ شخص ہوگیا تھا جو تمام جمہوری حکومتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا
تھا، اور اپنے ہمسایہ صاحبان تجار (Marchants) پر حسد آگیں
تحقیر کی نظر ڈالتا تھا۔ ہر مہینے برطانوی حکومت کو خبر پہنچتی تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے
اپنے ولندیزی حریفوں سے تازہ شکست کھائی ہے، یا یہ کہ برطانوی ملاحوں نے
کوئی تازہ ذلت اٹھائی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ باربیڈوز Barbadoes
کی غلام فروشی بھی ولندیزیوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ انتقام لینے
کا وقت اب آگیا ہے۔ ۱۶۶۴ئ؁ میں ایک لوٹیرا بیڑا برطانوی حکومت کے جھنڈے
کے ساتھ گینی Guinee کے ساحل کو روانہ کیا گیا۔ اس نے متعدد ولندیزی جہاز
گرفتار کر لیئے اور ولندیزی باشندوں کو گوری Gorie اور دوسرے مقامات سے
نکالدیا۔ اسی سال ایک مماثل بیڑا امریکہ کو بھیجا گیا، جس نے نیوایمسٹرڈیم پر قبضہ کرلیا،
جسے چارلس نے قبول کر کے اپنے بھائی جیمس کو عطا کردیا۔ اس ملک نے جیمس ہی
سے اپنا معروف تر نام نیویورک حاصل کیا (کیونکہ اس زمانے میں جیمس یورک کا
ڈیوک تھا) اس کے بعد جنگ ناگزیر ہوگئی اور مارچ ۱۶۶۵ئ؁ میں باضابطہ چھڑ گئی۔
ولندیزوں نے گذشتہ آویزش کے تجربے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اب ان کے جہاز
بہتر طریقے پر آراستہ تھے اور ان کی توپوں کی نالیں زیادہ چوڑی تھیں۔ صرف

جہاز رانی میں انگریزوں کو فوقیت تھی، مگر یہ گرانمایہ وصف بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہا مردانہ وار معرکوں کے بعد ولندیزی پسپا ہو گئے۔ ۳ر جون ۱۶۶۵ء کو اوب ڈیم نے شکست کھائی اور لووسٹوفٹ Lowestoft کے ساحل پر مارا گیا۔ ایکسال متعاقب ڈون Downs کے خوفناک چار روزہ معرکے میں روئی ٹر اور ٹرومپ نیکییل کو بھگا دیئے گئے۔ اگست میں مونک Monke نے روئی ٹر Ruyter کو زیلینڈ کے پایاب کناروں میں پناہ لینے پر مجبور کیا اور ولندیزی تجارتی جہاز بندر فلائی Flie میں جلا دیئے گئے۔ جنگ کی مصیبتوں نے خانہ جنگی کو تازہ کر دیا، خاندانِ اورینج کی بحالی کے لیئے پھر آوازیں بلند کی گئیں اور ڈی وٹ کو کم از کم اتنا تو ماننا ہی پڑا کہ وہ نوخیز شاہزادے کو حکومت کا فرزند سمجھکر اُسے معاملاتِ حکومت کی تعلیم دے۔

ڈی وِٹ کی علو ہمتی

ڈی وٹ کی ہمت کو نہ تو بیرونی جنگ پست کر سکتی تھی اور نہ اندرونی فساد۔ اُس نے لگاتار کوشش کی کہ جو کچھ اُس نے لڑائی میں کھو دیا ہے وہ تدبیر سے واپس لے لے اور اس سعی میں وہ تھوڑا بہت کامیاب ہوا معاہدے کی رو سے لوئی ولندیزوں کی مدد کرنے پر مجبور تھا اور گو یہ ممکن نہ تھا کہ اُسے ایسی قوم کو کوئی مفید اور عملی مدد دینے کی ترغیب دیجائے جسے وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور جس کے برباد کرنے پر وہ تُلا تھا، تاہم ڈی وِٹ نے کچھ عرصے کے لیئے انگریزوں کا ساتھ دینے سے اُسے ضرور روک لیا۔ دوسری قوموں سے معاملہ سازی میں وہ زیادہ خوش نصیب تھا۔ ۱۶۶۶ء میں ڈنمارک اور الکڑ اعظم کھُلم کھُلا ولندیزوں کے جانبدار ہو گئے اور منسٹر کے جنگجو اُسقف کو، جس نے انگلستان کی حمایت میں گذشتہ سال اُووَرائی سیل پر حملہ کیا تھا، صُلح کرنے پر مجبور کیا۔ ۱۶۶۶ء میں صوبہ جات متحدہ، برانڈان برگ ڈنمارک اور برنسک لیونی برگ کی چار طاقتوں نے صلح کر کے، یہ وعدہ کیا کہ فرانسیسی دست اندازی کی صورت میں ڈِی وِٹ کی مدد کیجائیگی مگر ولندیزوں کو زیادہ بااثر حلیف دشمن ہی کے گھر سے ملے۔ چارلس کے اسراف کی بیفکری نے یہ ناممکن کر دیا کہ فتحمند جنگ کے ضروری مصارف کی ٹھیک طور سے تلافی کیجا سکے۔ بڑی وبا، جس نے ۱۶۶۵ء میں لندن اور اس کے ملحقات کو ویران کر دیا اور بڑی آتشزدگی جس نے ۱۶۶۶ء میں نصف شہر کو برباد کر دیا، دونوں نے

وصول رقم امدادی کو اور بھی دشوار کردیا۔ اوائل ۱۶۶۷ء میں گو انگلستان فتحمند تھا مگر تہی دست اور قریب قریب دیوالیہ ہوگیا تھا۔ چارلس نے اپنی بیکسی میں لوئی کی طرف رُخ کیا ایک خفیہ معاہدے کی رو سے، جو بادشاہ کی ماں ہنری اٹیا میریا کی معرفت مرتب کیا گیا تھا، چارلس نے اپنے آپ کو لوئی کے حوالے کردیا، اور وعدہ کیا کہ اگر لوئی اس کی مدد کریگا تو وہ ممالک اوتی میں لوئی کی مخالفت نہ کریگا۔ فرانس کی اس تحریک پر ۱۶۶۷ء میں بریڈا Breda میں صلح کی گفتگو شروع ہوگئی۔ مگر لوئی کی خفیہ مدد کی وجہ سے چارلس نے مصالحت میں عجلت کرنی نہ چاہی۔ پس ڈی وِٹ نے اس کو سبق دینے کا ارادہ کرلیا۔ ۶ر جون کو ولندیزی جہاز روئی ٹر اور کورنے لی آش Cornelius کے زیر سرکردگی خاموشی کے ساتھ ٹیکسل سے نکل کھڑے ہوئے۔ دوسرے روز علی الصباح فتحمندانہ شکوہ کے ساتھ دریائے ٹیمس پر چڑھتے ہوئے نظر آئے۔ انھوں نے شیر نیس Sheerness پر قبضہ کرلیا، اور مِیڈوے ہوتے ہوئے رُوچیسٹر جا پہنچے، رَوائل جارج، کو گرفتار کیا، اور تین جہازوں کو جلا دیا۔ یہ لوگ لندن کی جانب بڑھ رہے تھے کہ بیٹم سے اوپر دریا میں کشتیاں صُلح بریڈا ۱۶۶۷ء غرق کرکے ان کا سیلاب روکا۔ اس کی کمزوری کی اس ناخوشگوار یاددہانی نے چارلس کو مصالحت پر فوراً آمادہ کردیا۔ قانون جہازرانی میں اتنی ترمیم کی گئی کہ ولندیزی انگلستان کو جرمانی اور فلیمِش مال لیجا سکیں۔ نیو یورک انگلستان ہی کے قبضے میں رہا، اور شرق الہند میں بندرگاہ پولے رون Puloroon پر ولندیزی قابض رہے۔ دوسرے مفتوحہ مقامات واپس کردیئے گئے۔

ایک مرتبہ اور ثابت ہوگیا کہ جنگ قومی رقابت کا خاتمہ نہیں کرسکتی اور نہ اس کے روکنے کے لئے مفید آلہ بن سکتی ہے۔ ۱۶۶۷ء میں ولندیزی کی فتح نے صوبہ جات متحدہ کو دنیا کی تجارت کا اس سے زیادہ حصہ نہ دیا جتنا کہ وہ ۱۶۵۴ء کی شکست سے کھو چکے تھے۔ چنانچہ جنگ کے قبل ولندیزی سفیر نے مُونک سے کہا "تو کیا ہم اپنی تجارت کو تمھاری تجارت پر قربان کردیں"۔ اس کا جواب بیباک سپاہی نے یہ دیا کہ "جو کچھ بھی ہو ہم تو اپنا حصہ لیں گے اور یہی ہوا بھی"۔ یورپ کی دو بڑی بحری طاقتوں کے درمیان

طولانی اور خونریز مقابلے نے صرف اس حقیقت کی تصدیق کر دی کہ دنیا دونوں کے لیئے کافی طور سے کشادہ ہے ان دو خاص حریفوں کیلیئے اسکے نتائج زیادہ مشکل اور دور تک پہنچنے والے تھے۔ اس نے چارلس دوم کو سکھایا کہ وہ بلا فرانس کی مدد کے اپنی مرضی کے موافق نہ تو زندگی کا لطف اٹھا سکتا ہے اور نہ سیاسی ہوس کو دائرۂ عمل میں لا سکتا ہے۔ اس نے ڈی وٹ کو جتا دیا کہ لوئی چہاردہم کی ہوس کے مقابلے میں انگلستان کی درستی کس قدر اہم ہے۔ اس طرح سے اس نے براہ راست اتحاد ثلاثہ قائم کیا، اور ڈی وٹ کی آنکھیں اس واقعے کی طرف سے بند کر دیں یا اس اتحاد سے لوئی کا بازو ٹوٹا نہیں بلکہ محض اس کا خیال کر کے اس نے خود بھی اپنے پروں کو سمیٹ لیا ہے ؂

درحقیقت تقدیر کے دور نے نااہل چارلس دوم والیٔ انگلستان کو یورپ کا ثالث بنا دیا تھا، مگر لوئی چہاردہم اور جان ڈی وٹ دونوں یہی سمجھتے تھے کہ فیصلہ کن آواز انھیں کی ہے۔ گو لوئی ولندیزوں کو برباد کرنے پر کمربستہ تھا مگر انگلستان و صوبہ جات متحدہ کے متحدہ بیڑوں سے مقاومت کی تاب نہ تھی۔

فرانس کی جانب سے خطرہ

جان ڈی وٹ کو ان خطرات کے بارے میں ذرا بھی دھوکا نہ تھا۔ جو فرانس کی جانب سے اسے دھمکا رہے تھے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ دوستی اور مخناجگی کے قدیم تعلقات صلح منسٹر اور ولندیزی تجارت کی ترقی کی وجہ سے کالعدم ہو گئے تھے۔ صلح منسٹر کے بعد ہمیشہ ولندیزی طرز عمل کا خاص اصول تھا کہ ممالک ادنیٰ میں ہسپانوی حکومت کو تقویت دی جائے تاکہ فرانسیسی اینٹورپ اور شلٹ سے دور رہیں۔ صلح پائرینیز کے بعد فرانسیسی خارجی طرز عمل کا خاص مقصد یہ تھا کہ پیرس کی مناسب محافظت کے لیئے ہسپانوی ممالک ادنیٰ کے قلعے حاصل کر لیئے جائیں۔ جنگ وراثت کے بعد لوئی چہاردہم کی علانیہ ہوس یہ تھی کہ ممالک ادنیٰ کو تسخیر کر لیا جائے اور ہسپانوی سلطنت میں اس کے ورثا کا پہلا حصہ سمجھا جاتا رہے۔ اس اہم طرز عمل پر فرانسیسی اور ولندیزی مفاد ایک دوسرے سے خلاف تھے۔ تجارتی اختلافات بھی کچھ اس سے کم نہ تھے پس کولبار کو اپنا تحفظی نظام اس طرح ہموار رکھنا پڑا کہ جہاں تک ہو سکے ولندیزی تجارت کو نقصان پہنچایا جائے۔

ایمسٹرڈیم کے تاجر اس غیر ہمدردانہ برتاؤ پر آگ بگولہ ہوگئے۔ خود لوئی نے دولتمند پروٹسٹنٹ حکومت جمہوری سے اپنی ذاتی نفرت کو ظاہر اً بھی نہ چھپایا، کیونکہ یہ حکومت اس کی تجاویز کو کاٹتی تھی بایں ہمہ، لوئی کی مسلسل جنگی تیاریوں، اتحادِ ثلاثہ سے سویڈن کی علحدگی، اُس کی ان تھک سیاسی دوڑ دھوپ لیوپولڈ کی خطرناک بے خوابی اور چارلس کی بے پروائی کے باوجود ڈی وِٹ یقین نہ کر سکا کہ لوئی کبھی بھی اپنی دھمکیوں کی تعمیل کرنے کے قابل ہوگا۔ اتحادِ ثلاثہ کی کامیابی کچھ ایسی دقیع اور اُس کے نتائج کچھ ایسے ہی فوری تھے۔ کہ برطانوی عوام کا مزاج لوئی کے خلاف اچھی طرح گرم ہوگیا تھا اور یورپ نے اُس کے فاتحانہ طرزِ عمل کا بخوبی احساس کرلیا تھا جبتک کہ صوبہ جات متحدہ میں فریق جمہوری کا غلبہ محفوظ تھا جبتک کہ خانگی تنازعات نے مداخلت کرکے ان کی کارروائیوں کو کمزور نہ کیا، اُسوقت تک جان ڈی وِٹ کو یقین تھا کہ وہ محفوظ ہے اور یورپ اُس کا حکم بردار ہے اُسے خبر نہ تھی کہ چارلس دوم نے ڈُوور کے خفیہ معاہدے میں اس کی تباہی پر مُہر لگادی ہے۔ لوئی اور شہنشاہ کے درمیان جو تقسیمی معاہدہ ہوا تھا اس کا اس بیچارے کو گمان بھی نہ تھا۔ دو معتبر طاقتوں سے جن پر اُس نے بھروسا کیا تھا دھوکا کھا کر اور خود اپنی سیاست کے ظاہری نتیجوں سے مطمئن ہو کر اُس نے ضروری پیش بندیوں کی بھی ضرورت نہ سمجھی۔ فرمان دائمی Perpetual Edict مرمہ تجویز اتفاق Project of Harmony کے ذریعے، جسے ۱۶۶۸ء میں حکومت جمہوری نے تسلیم کرلیا، وہ بہت خوش تھا کہ جمہوری غلبے کا خون کیئے بغیر اُس نے اندرونی امن مصئون کرلیا۔ ان قوانین کے ذریعے یہ اعلان کیا گیا کہ ایک وقت میں ایک ہی شخص اسٹاٹ ہولڈر سپہ سالار اور امیر البحر نہیں ہوسکتا اور یہ طے پایا کہ قیادت افواج ۲۲ سال کی عمر میں نوجوان شاہزادوں کو تفویض کیجائے۔ مدنی اور جنگی اختیارات کی اس تقسیم سے ڈی وِٹ خیال کرتا تھا کہ حکومتِ جمہوری کو وِی ٹا کے اعادے سے محفوظ اور ہالینڈ کی سیاسی فوقیت مصئون ہوگئی۔ مگر وہ شاہزادے اور اُس کے فریق سے اس قدر جلتا تھا کہ اس وقت بھی اُس نے افواج کو طاقتور بنانے کی ہمت نہ کی۔ جس وقت لوئی بڑے بڑے بارودخانے بنا رہا تھا اور سرحد پہ ہزاروں دستے جمع

ڈی وِٹ کی جہالت

فرمانِ دائمی ۱۶۶۸ء

کر رہا تھا، اس وقت ولندیزی قلعے فنا ہونے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے تھے اور ولندیزی لشکر سپاہیوں اور سامان جنگ کے قحط میں قصداً اس غرض سے مبتلا کر دیا گیا تھا مبادا جمہوری غلبہ معرض خطر میں آجائے غرضکہ ملک حکومت پر قربان کیا جارہا تھا۔

زمانۂ مکافات دور نہ تھا۔ جیسے ہی مطلع صاف ہوا، اور فرانسیسی فوجیں ایمسٹرڈیم پر چڑھتی نظر آئیں، قوم کو معلوم ہوا کہ اُن کو دھوکا دیا گیا ہے۔

ولیم سوم کے موافق عوام کی شورش

ولیم فوراً سپہ سالار بنایا گیا ایک وحشیانہ اور جاہلانہ عمل تردیدی شروع ہوا کیونکہ عوام کی شورشیں عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں۔ عوام کے انتقام کو ایک قربانی کی ضرورت تھی بیس سال کی وفادارانہ اور شاندار خدمات فراموش کردی گئیں اور ایک غلطی کو بڑھا چڑھا کر نمکحرامی سے تعبیر کیا گیا۔ کچھ عرصے تک ہالینڈ کے وسطی حکام عوام کی شوریدہ سری کے خوف سے کانپتے رہے۔ ان کو اسوقت اطمینان ہوا جبکہ عوام کا غم وغصہ صرف ڈی وِٹ پر اترتا ہوا معلوم ہوا۔ ۲۳ جون ۱۶۷۲ء کو ہیگ کی سڑکوں پر ڈی وِٹ پر چند بدمعاشوں نے حملہ کیا اور اپنے شکار کو نیم بسمل چھوڑ کر ولیم کے خیمے میں پناہ گزیں ہوئے۔ اگست میں اُس کا بھائی حراست میں لے لیا گیا اور عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ ۲۰ جون کو ڈی وِٹ اپنے بھائی سے ملنے کو محبس جانے کے لیئے آمادہ کیا گیا۔ وہاں پہنچنا تھا کہ دونوں اس طرح پکڑے گئے جس طرح جال میں چوہا پھانسا جاتا ہے ایک غضبناک انبوہ نے قیدخانے کو گھیر لیا، دروازے توڑ ڈالے قیدیوں کو گھسیٹتے ہوئے باہر لائے، اور اُنکا بھیجا پاش پاش کر ڈالا، اُدھر کالونسٹی پادریوں نے قصابوں کی طرح اُنکو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ خود ولیم نے جو ۱۶۷۳ء میں اسی قدر سنگدل، ظالم اور بیرحم تھا جتنا کہ وہ بعد ازاں ۱۶۹۲ء میں ظاہر ہوا خیال رکھا کہ نہ تو وہ کوئی ایسی بات کرے اور نہ ایسی واقفیت حاصل کرے جو آئندہ خونریزی کو روک سکے جسطرح گلین کو Glen coe کے قتل عام میں واقع ہوا تھا، وہ اسوقت دوسری سمت دیکھتا رہا اور بعد ازاں اُن مجرموں کو انصاف کی گرفت سے بچانیکی کوشش کی وہ پہلے بھی شریک جرم تھا اور بعد میں بھی لہذا اُسکے طرفدار اگر کوئی معذرت کر سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ اس انسانی ہمدردی کی قربانی انکو محض اپنی ہوس کے لیئے کرنی پڑی۔

باب یازدہم

لوئی چہاردہم اور ولیم ثالث

سنہ ۱۶۷۲ء لغایۃ سنہ ۱۶۹۸ء

فرانس اور ولندیزوں کے درمیان جنگ۔ سنہ ۱۶۷۲ء کا حملہ معقول شرائط سے انکار۔ فرانس کے خلاف اتحاد الاقوام سنہ ۱۶۷۴ء لغایۃ سنہ ۱۶۷۵ء کا دھاوا۔ فرانس کی درماندگی صلح نیم ویگن۔ لوئی کے طرزِ عمل کی حقیقی ناکامی ولیم سوم کا رویہ اور اثر۔ پوپ سے لوئی کی ناچاقی۔ سنہ ۱۶۸۲ء کی چار تجاویز برطانوی تجدیدِ مذہب سے مشابہت۔ تنازعہ کا تصفیہ۔ دینی ہمرنگی کا طرزِ عمل۔ میڈیم دمین ٹی نون Mane de Maintenon کا اثر۔ ہیوگونو کا تصدیعہ۔ فرمانِ ناں ٹے کی تنسیخ۔ لوئی کی دست اندازیاں۔ سازِ آوگزبرگ کی ترکیب۔ لوئی اور جیمس دوم میں نااتفاقی۔ سازِ آوگزبرگ کی معرکہ آرائی بحری حملوں کی اہمیت۔ فرانس کی درماندگی۔ صلحِ رزوِک

لوئی چہاردہم کی عظمت سنہ ۱۶۷۲ء

سنہ ۱۶۷۲ء تک لوئی کی شان و شوکت معراج پر پہنچ چکی تھی اور فرانس کو بھی اُس کی رہنمائی میں خاطر خواہ خوشحالی و شادابی حاصل ہوگئی تھی خود اُس کے شباب کا زمانہ تھا۔ اس کا دربار یورپ میں عظیم الشان و ممتاز ترین تھا۔ اُس کا محل نہایت شاندار اور اُس کا تخت خوب مستحکم تھا۔ ابھی تک اس کی خوش نصیبی کا چہرہ خانگی یا قومی مصائب کی بادِ مخالف کے تند جھونکوں سے کملایا نہ تھا۔ کولبار کے کفایت شعارانہ انتظام کی بدولت سلاطین یورپ میں اُسی کو ایک معمور خزانے کا حقیقی اطمینان حاصل تھا۔ اور اگرچہ جنگِ وراثت کے بعد معاف شدہ محاصل کی تجدید کے متعلق وقتاً فوقتاً شکایتیں سنی جاتی تھیں۔ تاہم چند ہی ایسے محصول گزار تھے جنھیں جرح پر یہ اعتراف

نہ کرنا پڑا ہو کہ گو محاصل بڑھ گئے ہیں مگر ان کی استطاعت بھی دوگنی ہو گئی ہے اس کے سفیروں کی رضاکار خدمات سے اس کی سیاست ہر حصۂ یورپ میں فتحمند ہوتی تھی۔ ایک ریاست بھی ایسی نہ تھی جو اس کی ناخوشی سے ڈرتی نہ رہی ہو، اور جو اسکی دوستی کے لیے تھوڑی بہت قربانی کرنے کے لیے تیار نہ رہی ہو۔ لوو آ کی نگرانی وجفاکشی نے ایک ایسی باقاعدہ فوج اس کی حمایت کے لیے تیار کر دی تھی جو اسکی ہوس کا آلہ بنگئی اور جس کا مقابلہ یورپ کی کوئی دوسری فوج قواعد۔ انتظام اور سپہ داری میں نہ کرسکتی تھی۔ اسکا بیڑا جو ہسپانیہ کے بیڑے سے پہلے ہی بڑا تھا، اب ولندیزی اور برطانوی جہازرانوں کو بھی انھیں کے سمندروں میں نیچا دکھانے کی دھمکی دینے لگا۔ انگلستان اس کا باجگذار تھا، سویڈن، پولینڈ و نیز جرمانیہ کے قریباً آدھے چھوٹے چھوٹے تاجدار اس کے حلیف تھے جنگی و مالی امداد کرتا رہتا تھا ہسپانیہ اسکا مغلوب دشمن تھا صرف ایمسٹرڈیم کے نوخیز تاجروں نے اس کے اثر سے آزاد رہنے اور اس کے اقتدار کی مزاحمت کرنے کی جرأت کی تھی۔ پس اب اسے ہاتھ بڑھا کر یورپ پر فوقیت کے پھل کو لے لینا تھا، جو دلربا انداز سے اسکی گرفت کا منتظر تھا۔ انکی تسخیر کے لیے اسے صرف صوبجات متحدہ میں گلگشت کرنا تھا۔

ولندیزی جنگ سنہ ۱۶۷۲ء

بایں ہمہ اس نے اپنے سفری دورے کو محفوظ کرنے میں کوئی احتیاط فروگذاشت نہیں کی تھی۔ ایسے دشوار گزار ملک میں ایسے سخت دشمن پر حملہ کرنا نمائشی اور تفاخرانہ جوش کا نتیجہ نہ تھا۔
صلح ڈوور Douer کے مطابق، مارچ میں چارلس دوم نے ولندیزوں کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا اور لوئی نے اس کو ۱۲۰ فرانسیسی جہاز دیکر روئیٹر Ruyter کو بندر میں بیکار رکھنے کا کام سپرد کیا۔ اس اثناء میں خشکی کی طرف سے بھی ایک بڑا دھاوا کیا۔ شارلے روآ کے یورشوں کا مرکز قرار دیا گیا اور ہر جنگی ضرورت کے بڑے بڑے ذخیرے لووآ نے انتہائی جانفشانی سے فراہم کیے تھے کولن Koln میں، ڈسیل ڈورف Dusseldorf کے قریب نی اس Neuss کی پہلی چوکی پر زائد بارود خانے قائم کیے گئے والن شٹائن کے زمانے کی طرح، اب لڑائی کو لڑائی کی مدد کرنی نہ تھی بلکہ جدید جنگجوئی میں پہلی مرتبہ سپاہ کو باقاعدہ طور پر مرکز سے گوداموں کے

ذریعے سے رسد پہنچائی جاتی تھی، جو راستے میں جا بجا قائم ہوتے تھے۔ شروع بہار میں ۱۲۰۰۰۰ آدمی کونڈے اور ٹیورین کے زیر حکم شار لے روآئے میں مجتمع کیے گئے۔ ۵ مئی کو لوئی فوج سے جا ملا۔ اور فدائے وطن ولندیزوں پر آسمان پھٹ پڑا۔ وادی میوس

سنہ ۱۶۷۲ء کا حملہ

سے ہوتے ہوئے لیج Leige اور میس ٹریکٹ Maestricht سے گذر کر موخرالذکر قلعے کو راستے میں لیتے ہوئے وہ ریوری مونڈ پہنچکر یکبارگی دہنے ہاتھ کی سمت مڑ گیا اس نوع کا حملہ ابتک کسی کے ذہن میں نہ آیا تھا اور ۱۳ مئی رائن کے کنارے لی اس کے گوداموں کے پاس بخیر و عافیت پہنچ گیا اس طور پر وادی رائن پہنچکر اس نے کونڈے کو مقام قیصر ویرتھ پر دریا کے پار اُتار دیا اور ہدایت کی کہ وہ داہنے کنارے کو صاف کرتا ہوا ویسیل Wesel پر قبضہ کرلے۔ اُدھر ٹیورین بائیں کنارے سے حملہ آور ہوا اور اور سوائے Orsoy رائن برگ Rhynberg اور بریک Brick کے چھوٹے قلعوں پر قابض ہوگیا ۶ جون کو ٹیورین ویسیل میں کونڈے سے پھر ملگیا اور کل فوج داہنے کنارے سے ہوتی ہوئی بلامزاحمت سرحدِ گلدرلینڈ پر اُمنڈ آئی، یہانتک کہ ۱۱ جون کو ایسیل Yssel کے چھوٹے چشمے نے راستہ روکدیا۔ اس چشمے کے پیچھے ولیم سوم ساری ولندیزی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ یہ توقف صرف وقتی تھا۔ دشمن کے سامنے ایسیل کے محاذ پر بڑھنے کے بجائے جو ہمیشہ ایک خطرناک عمل ہے، ٹیورین نے پلٹنے کا تہیہ کرلیا۔ جسوقت وہ ولیم سوم کے مقابلے میں ایسیل پر صف آرا تھا، تو اس کے داہنے بازو پر رائن قدیم کا چوڑا اگمپا پاب چشمہ موجزن تھا، جو اصل شاخ سے علیحدہ ہوکر، جس کا نام وآل Waal ہے، شمال کی سمت بہنے لگتا ہے۔ چند میل نیچے جاکر آرن ہائیم Arnheim میں ایسیل ملجاتا ہے جہاں یہ پھر مغرب کی طرف مڑکر سمندر میں گرتا ہے۔ آرن ہائیم اور وال اور رائن کے سنگم کے وسط میں ٹول ہوئیس کا گھاٹ ہے۔ اس مقام پر ۱۲ جون کو کونڈے نے قدیم رائن کو اپنے رسالے کے ساتھ قریب قریب بلامزاحمت عبور کیا۔ دوسرے دن دریا پر ایک پل باندھا گیا اور بادشاہ نے مع کل فوج دریا کو عبور کیا۔ عقب میں نیم ویگین کو مضئون کرنے کے بعد، لوئی قدیم رائن کے

بائیں کنارے چلا اور بلا دشواری آرن ہائیم کے کچھ نیچے اُسے عبور کیا۔ اس طرح اُس نے ایسیل پر ولیم کی قیامگاہ کا رُخ بالکل بدلدیا اور ملک کی اور بھی زیادہ اہم دشواریوں پر فتحمند ہوا۔ صرف چھ ہفتے پہلے جب اُس نے شارلے روآئے چھوڑا تھا تو اُس کے اور اُس کے دشمنوں کے ملک کے قلب کے درمیان میں مِی یوس، وال اور رائن کی عمیق، دشوار گذار اور غدار ندیاں تھیں، جن کی محافظت کے لیئے ان کے کنارے کے اہم مقامات پر مَیس ٹریکٹ، ونیسل، نیم وگین اور آرن ہائیم کے سنگین حصار کھڑے تھے۔ پس ڈی وِٹ اور ولندیزوں کا اندازہ غلط نہ تھا کہ اُن کے پاس کم از کم دو حملوں کا مواد موجود ہے۔ ٹیورین کی عظیم الشان فوجی چال سے (کیونکہ یہ تدبیر اسی کے ذہن رسا کا نتیجہ تھی) یہ تمام مشکلیں پانی ہوگئیں اور لوئی خود ایمسٹرڈیم کے بعید قریب پہنچ گیا۔ اس مرحلے میں نہ تو کوئی معرکہ پیش آیا اور نہ کوئی آدمی مارا گیا۔ ٹول ہوئیس پر رائن کو عبور کرنا بذاتہ جیسا کہ نپولین کہتا تھا، ایک چوتھے درجے کی جنگی چال تھی، یہی حالت ۱۸۰۵ء میں محاصرۂ اولم کی بھی تھی، مگر دونوں ایک فاتحانہ یورش کے کامیاب نتیجے کو ظاہر کرتے ہیں جن سے اعلیٰ درجے کی جنگی ہوشیاری مترشح ہوتی ہے۔

بندوں کا منہدم کرنا

عین کامیابی کے موقع پر لوئی نے ہاتھ کھینچ لیا کونڈے نے اُسے اِس موقع سے بہترین فائدہ اٹھانے اور ایمسٹرڈیم کی طرف بڑھ کر ایک ہی ضرب میں لڑائی کا خاتمہ کرنے کی نہایت شد ومد سے رائے دی۔ اب اس کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ ایمسٹرڈیم کا سفر بھی اُسی حفاظت کے ساتھ کرسکتا تھا جس طرح اُس نے آرن ہائیم کا سفر کیا تھا۔ مگر بیوقوفی سے اُس نے انکار کردیا۔ ٹیورین کو روٹیرڈیم روانہ کیا اور خود ساحل ایسیل کے چھوٹے قلعوں کے سامنے جم گیا۔ رُوش فور Rochefort خود اپنی رائے سے چند رسالوں کے ساتھ موئی ڈین Muyden لینے کو جھپٹا تاکہ ایمسٹرڈیم کے باہر بندوں کو مسمار نہونے دے، مگر وہ دیر میں پہنچا۔ ایک ولندیزی دستہ وقت پر پہنچ گیا تھا۔ ڈی وِٹ نے حکم نافذ کردیا تھا کہ سیلاب کو پھیلنے دیا جاوے اور جو کھیت اس سے تباہ ہونے والے تھے اُن سے کسان ہٹ گئے تھے کچھ دنوں تک

یہ پریشانی رہی کہ کہیں فرانسیسی تیاری مکمل ہونے سے قبل ہی نہ آپہنچیں، مگر ۸ ار تاریخ کو اعلان کیا گیا ؟ سمندر اپنی قدیم فرمانروائی پر پھر فائز ہوگیا اور ایمسٹرڈیم اپنے جزیرے کے تحت پر محفوظ تھا اب صرف دم لینے کی مہلت کی ضرورت تھی۔ اگر ولندیزی اپنی آزادی کو موسم سرما تک بچا سکے تو یہ یقینی تھا کہ فرانس کے خلاف اتحاد ضرور ہوگا۔ ۷ر جون کو فرانس اور برطانیہ کے متحدہ بیڑے پر روئی ٹر کی فتح نے سمندر کیجانب سے پیدا ہونے والے خطروں کو مٹا دیا ہالینڈ محفوظ تھا، اطاعت کی کسی تجویز کو قبول کرنیکی اب ولندیزیوں کو ضرورت نہ تھی، مگر دوسرے صوبے جو یا تو لوئی کے ہاتھ میں تھے

معقول شرائط صلح سے لوئی کا انکار

یا اس کی ناقابل مزاحمت طاقت سے خطرے میں تھے، صُلح کے خواہشمند نظر آئے کچھ عرصے تک وہ غالب رہے اور لوئی کے پاس اُنھوں نے اپنے سفیر روانہ کیئے۔ اُنھوں نے ۶۰ لاکھ سکۂ ہالینڈ کے اور میس ٹرکٹ کا قلعہ و ضلع لوئی کے حوالے کرنیکا وعدہ کیا

Liors

ان شرائط کو قبول کرنیکے بعد لوئی جب چاہتا تو ہسپانوی نیدرلینڈز پر قبضہ کر سکتا تھا لیکن لووآ کی صلاح پر عمل کر کے اور محض اپنی شان بڑھانے کی غرض سے اس نادر موقع کو خود ہاتھ سے کھو دیا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ولندیزی اس کی اطاعت گذاری تسلیم کریں، مذہب کیتھولک کی اعانت خزانۂ عامرہ سے کریں، فرانس کے نا موافق تمام تجارتی فرامین کو منسوخ کریں اور ۲ کرور ۴۰ لاکھ سکۂ ہالینڈ کا نذرانہ دیں۔ درحقیقت اس کے معنی یہ تھے کہ ولندیزی اپنی آزادی کو خیرباد کہدیں یا بہ الفاظ دیگر اسکا یہ منشاء تھا کہ ہر جنگ میں ایک فریق قطعی طور سے فنا ہو جاوے اب تو وہ جو بچے اور اُنھوں نے ولیم سوم کو اسٹاٹ ہولڈر، سپہ سالار اور امیر البحر منتخب کیا اور تمگر یورپ فرانس کے خلاف اس کے خلاف ایک جتھا تیار کرنے لگے۔ اکتوبر سنہ ۱۶۷۲ء میں

اتحاد الاقوام

شہنشاہ لیوپولڈ اور الکٹر اعظم ولندیزوں سے ملگئے اور جنگ ایک یورپی جنگ ہوگئی ؏

سنہ ۱۶۷۳ء کا حملہ

افرق فوراً نظر آنے لگا۔ ٹیورین رائن کے پار وِسٹ فیلیا بھیجا گیا تا کہ مونٹےکیوکیولی Montecuculli زیر سر کردگی شہنشاہی افواج اور اہل برانڈن برگ کو جرمانیہ سے پار اُتر کر ولیم کی مدد کرنے سے

روکے، اُدھر کونڈے کو حکم دیا گیا کہ وہ جا کر آرٹیس کو حملوں سے بچائے۔ فرانسیسی سپاہ اس طرح تین حصّوں میں منقسم ہو کر اپنی فیصلہ کن طاقت کھو بیٹھی۔ تاہم اپنی اعلیٰ تنظیم اور ٹیورین کی قابلیت کی بدولت وہ ۱۶۷۳ء کے معرکے سے فتحمند رہی لکزمبرگ Luxemberg نے ولیم کو خاموش رکھا، دوسری طرف ٹیورین نے ایک قابل تعریف کوچ کے ذریعے سے مونٹے کیوکیولی کو رائن پر پیشقدمی کرنے سے روکا، اور اُسے الکٹر اعظم سے جدا کر دیا، اور موخر الذکر کو ہالبر شٹاٹ کی طرف پیچھے ہٹا کر اُسے ۶ رجون کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ مگر سمندر پر ولندیزی کی فوقیت بدستور قائم رہی۔ ۲۱ راگست کو شیر دل روئی ٹر نے روپرٹ Rupert اور برطانوی بیڑے کو ساحل زیلینڈ پر آخری شکست دی۔ وہ دن کے آخری حصے میں رودبار کا مالک بنا رہا اور جب تک سمندر کشادہ تھا، ہالینڈ محفوظ تھا۔

میدان جنگ میں لوئی کی کامیابی کے باوجود اتحاد الاقوام بڑھتا ہی گیا۔ اگست ۱۶۷۳ء میں ہسپانیہ اور ڈیوک لورین Lorrain جنوری ۱۶۷۴ء میں ڈنمارک مارچ میں الکٹر پیلے ٹن مئی میں سلطنت کی ڈائٹ شامل ہو گئی۔ اور جولائی میں الکٹر اعظم نے پھر تلوار اُٹھائی وسط ۱۶۷۴ء میں قریب قریب کل یورپ فرانس کے خلاف آمادہ جنگ تھا اسی اثناء میں خود اُس کے حلیف ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

لوئی کے حلیفوں کی برگشتگی۔

۱۶۷۳ء کے موسم خزاں میں مونٹے کیوکیولی نے ٹیورین کو سٹپاد یا اسکے قریب سے گذر کر مونٹے کیوکیولی رائن پر ولیم سے مل گیا، اور ۱۲ر نومبر کو بون Bonn پر قبضہ کر لیا۔ اس کی کامیابی سے خوف زدہ ہو کر انتخاب کنندگانِ ٹرائر اور کولن اور اُسقف منسٹر صلح کرنے کو دوڑے۔ مصیبتوں کا خاتمہ یہیں نہ ہوا۔ فروری ۱۶۷۴ء وائٹ ہال سے خبر موصول ہوئی کہ انگلستان نے فرانس سے قطع تعلق کر لیا ہے پس فرانس کو معلوم ہوا کہ اب دنیا بھر میں صرف سویڈن اس کا مددگار ہے۔

یورپ کے مقابلے میں صرف فرانس اور سویڈن

بقیہ چار سال کی جنگ گوناگوں مشکلات اور ناگہانی مصائب کے ایک قابل تحسین مقابلے کی کہانی ہے۔ فرانسیسی قیادت اور فرانسیسی تنظیم کی فوقیت خواہ کتنی ہی زیادہ رہی ہو، مگر یہ

سنہ ۱۶۷۴ء و سنہ ۱۶۷۵ء کی مہمات کی تشریح کرنے والا نقشہ



(محاذی صفحہ ۳۷

طے تھا کہ فرانس زیادہ عرصے تک لڑائی جاری رکھ سکیگا۔ اس غیر مساوی محاربے میں اتحادیوں کو صرف اُسے تھکا دینے کی ضرورت تھی۔ آخر اس کے بعد اُنکی فتح یقینی تھی۔ مگر کچھ دنوں تک فرانسیسی افسروں کی فراست و تدبیر نے فتح کو مشکوک کر دیا تھا۔ اُنھوں نے فوراً سمجھ لیا کہ ہسپانوی ندرلینڈ کے قلعوں اور دریائے رائن کی حفاظت میں مدافعانہ جنگ کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں سنہ ۱۶۷۴ء میں کونڈے فوراً صوبہ جات متحدہ سے ہٹ آیا، اور محاذِ می یُوس اور سامبرے Sambre پر کوچ کر کے ولیم سے آگے بڑھ گیا اور اُسے پسپا کر کے ۱۱ اگست کو مقام سے نیف Seneff پر اس کا اسباب لشکر چھین لیا۔ لوئی نے فرانشے کومٹی کو تہ وبالا کر دیا اور ٹیورین نے شہنشاہیوں کی توجہ ہٹانے کے لیئے رائن پر فاتحانہ جنگجوئی شروع کر دی۔ دریا کو عبور کر کے وہ سینز ہایم Sinzheim کی طرف بڑھا اور دشمنوں کو شکست دیکر انھیں نیکار Nickar کے پیچھے بھگا دیا۔ مگر جو فوج اُسکے پاس تھی وہ اتنی کافی نہ تھی کہ وہ مفتوحہ ممالک پر قبضہ قائم رکھ سکے اور ساتھ ہی ساتھ ممالک رائن اعلیٰ جیسے وسیع خطے کی محافظت بھی کر سکے۔ اس پریشانی میں اس نے ایسا طریقہ اختیار کیا جو صرف انتہائی ضرورت میں قابل اجازت ہے۔ پہلے لی نیٹ کو تلوار و آتش کے حوالے کر کے رائن کے اطراف کے زرخیز و سرسبز اقطاع کو ریگستان بنا دیا، تاکہ دشمن وہاں ٹھر بھی نہ سکے۔ حلقۂ مجادلہ کو اس طور سے محدود کر کے وہ رائن کے پیچھے واپس چلا گیا اور دوسری طرف دشمن کو دور رکھنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ چند مہینوں تک وہ کامیاب رہا لیکن آخر اکتوبر میں شہنشاہی سپاہ، برانڈن برگیوں سے ملکر اُس کی چوکسی سے بچ گئی مینز Mainz میں دریا کو عبور کیا، اور بائیں کنارے سے کوچ کر کے آلسیبس اولی میں محفوظ ہو بیٹھے۔ رائن کی سرحد ہاتھ سے نکل گئی کہ اگر ٹیورین سنہ ۱۶۷۵ء کے یورشی موسم تک اسے واپس نہ لے سکا تو جنگ کا رُخ لازمی میدان شیلون Chalon کی جانب پلٹ جائیگا۔ ٹیورین نے بھی ٹھیک موقع پر ہمت کی۔ اس کے زیر حکم کار آزمودہ سپاہی تھے جو استقلال کی صلاحیت رکھتے تھے، اور اس پر جان فدا کرتے تھے۔ اب اُس نے ایک اُستادانہ چال چلی ووش کے پہاڑ رائن کے متوازی واقع ہیں، اور سرسبز وادی کے کنارے کنارے

ٹیورین کا سرمائی حملہ سنہ ۷۵-۱۶۷۴ء

تقریباً بیس میل کے تفاوت پر پھیلے ہوئے ہیں، اور جیسے جیسے جنوب کی سمت مڑتے ہیں اُن کی بلندی اور ناہمواری بڑھتی جاتی ہے یہانتک کہ بیلشین Belchen کے پہاڑی اور سرما میں برف پوش سلسلہ سے دفعتہً میدان کی طرف مشہور درۂ بیلفورٹ پر جھکتے ہیں، جو اس پہاڑ کو پورا Jura سے جدا کرتا ہے جس وقت شہنشاہی فوج اسٹراس برگ (Strassberg اور مول ہازن Mubl hanseu کے درمیان وادی نہر کے آرام دہ شہروں میں منتشر ہو رہے تھے ٹیورین نومبر کے آخر میں سلسلۂ دوش کے پیچھے ہٹ گیا، گویا کہ وہ موسم سرما گذارنے کے لیئے لورین جارہا تھا۔ اپنے اور دشمنوں کے درمیان پہاڑ کی آڑ دیکر وہ لیکس ہائیم Laix hiem سے دفعتہً جنوب کی سمت پلٹا اور دوش کے پیچھے کوچ کرتا رہا یہاں تک کہ وہ جنوبی سرے کے اس مجمع کوہ کے قریب پہنچا جہاں سے موزیل ندی نکلتی ہے۔ تب اپنے کارآزماؤں کو چار دستوں میں تقسیم کرکے اُس نے اُنھیں شدت سرما میں برف پوش دروں کے پار بیلفورٹ بھیجا جہاں ہر چہار دستے کو ملجانے کا حکم دیا گیا تھا۔ ۲۷ ردسمبر کو عمل پورا ہوگیا۔ یورپ کے چالیس ہزار بہترین تیغ آزما آلسیس کی زرخیز وادی رائن کے سرے پر مجتمع ہوئے، جہاں دشمن بیخوف وخطر اطمینان کے ساتھ چین کررہا تھا۔ ۲۹ تاریخ کو ٹیورین درۂ بیلفورٹ سے نکلکر حملہ آور ہوا اور مول ہازن پر قبضہ کرلیا بعدازاں الکٹر اعظم کو کولمار کے میدان میں شکست دی اور ساری فوج کو السیس سے نکال باہر کرکے اسٹراس برگ کے قریب دریا پار اتار دیا۔ سرحد رائن ایک ہی ضرب میں پھر حاصل ہوگئی۔ مونٹے کیوکیولی بڑی تیزی کے ساتھ بھیجا گیا کیونکہ وہی ایک سردار تھا جو ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرسکتا تھا، مگر تقدیر نے اسکا ساتھ نہ دیا ۱۶۷۵ء کی بہار میں ٹیورین نے اسٹراس برگ کے قریب رائن کو پھر عبور کیا۔ دانشمندانہ چالوں کے ذریعے اُس نے مونٹے کیوکیولی کو رائن سے نیکار اور نیکار سے بلیک فارسٹ بھگا دیا یہاں سیشبیک Sasback میں اُس نے اُس کو ایسی حالت میں لڑنے پر مجبور کیا جس میں کامیابی ناممکن تھی۔ ۲۶ جولائی کو جب ٹیورین نے دشمن کو دیکھا تو بولا کہ اب وہ میرے قابو میں ہے جیسے ہی اس کے منہ سے یہ

ٹیورین کی موت

الفاظ نکلے ہی تھے کہ ایکدم اس کے سینے پر ایک گولی آکر لگی جس نے اُس کا وہیں کام تمام کردیا۔"

فرانس کی درماندگی

ٹیورین کی موت کے بعد فرانس کی آخری امید بھی جاتی رہی۔ مونٹے کیوکیولی غم زدہ فرانسیسیوں کو دریا کے پار آلسیس تک بھگا لایا۔ یہاں کونڈے کی ہوشیاری نے جو ہیگنآؤ Hagenau اور فلپس برگ کو بچانے کے لیئے کمک کے ساتھ وقت پر پہنچ گیا تھا، اُسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ کریکوئی جو موزیل پر کونڈے کی جگہ متعین ہوا تھا ستمبر میں ٹرائر (Trier) کھو بیٹھا۔ سوبیزی نے جنھوں نے الکٹر اعظم پر فرانس کی جانب سے حملہ کیا تھا، خشکی پر فہربیلن Febrebellin میں شکست کھائی اور سمندر پر بحر بالطیک میں ڈینی اور ولندیزی بیڑوں سے زک اٹھائی۔ اختتام سال پر کونڈے جنگجوئی سے تھک کر سپہ داری سے مستعفی ہوگیا۔ فرانس درماندہ ہو رہا تھا۔ ہر طرف سے شکوہ و شکایت کی آوازیں سنی جاتی تھیں۔ کولبار کی اصلاحات پیشتر ہی اکارت ہو چکی تھیں، رشوت ستانی جو مالی بد انتظامی کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے پھر عام ہوگئی۔ اس پر بھی فرانسیسی سپہگروں کی فوقیت لڑائی میں نمایاں تھی، اور جس طرح فرانسیسی ایسی فتوحات حاصل کرتے کرتے تھک گئے تھے جنسے وہ استفادہ حاصل نہیں کر سکتے تھے اسی طرح ولندیزی اور امپراطوری بھی ایسی لڑائیاں لڑتے لڑتے شل ہو گئے تھے، جنمیں ان کی کبھی جیت نہیں ہوئی تھی پس ولندیزوں اور چارلس اور لوئی کے درمیان صلح کی گفتگو شروع ہوئی جسنے مثل سابق کی سختی کا طرز اختیار کیا۔ ولیم نے صلح کے راستے میں روڑے اٹکانے کی حتی المقدور کوشش کی، یہاں تک کہ

صلح کی گفتگو

۱۴ اگست ۱۶۷۸ء کو مونس Mons کے پاس لکزمبرگ سے بلا وجہ صف بستہ معرکہ آرائی کر بیٹھا جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ اُسکی گفتگوئے صلح کو منقطع کرنے کی آخری مایوسانہ کوشش تھی، گو اُسے معلوم تھا کہ عہدنامہ پر قریب قریب دستخط ہو گئے ہیں خوش قسمتی سے وقت گذر چکا تھا۔ ۱۰ اگست ۱۶۷۸ء کو لوئی اور ولندیزوں کے درمیان معاہدہ ہوگیا اور ۱۷ ستمبر کو فرانس اور ہسپانیہ میں، اور ۲ فروری ۱۶۷۹ء کو فرانس اور شہنشاہ

کے درمیان صلح ہوگئی۔ چھوٹی طاقتوں نے بھی اُن کی تقلید کی۔ کُو

صُلح نیم ویگین Nim wegen

ان صلحوں کی رو سے، جو عام طور پر صُلح نیم ویگین کے نام سے مشہور ہیں، صوبہ جات متحدہ کو اپنے مقبوضات سے ایک ایکڑ زمین بھی نہیں دینی پڑی، بلکہ فرانس کے ساتھ ان کی تجارت پر جو مخالفت قیود تھیں وہ ہٹا دی گئیں۔ ہسپانیہ ممالک زیریں کی حد فاصل میں کوئی خاص تغیر نہوا، بلکہ ہسپانیہ کو شارلے روآئے اور دوسرے شہر جو صُلح ایکس لاشاپل کے وقت نکل گئے تھے پھر واپس ملگئے، اور ڈن کرک سے سامبرے اور مقام ماؤبیٹر تک ایک سیدھی حد قائم ہوگئی۔ شہنشاہ کو فلپس برگ واپس ملگیا۔ مگر فرائی برگ مع دریائی راستہ برائی سک کے دیدینا پڑا فرانس کا اگر کوئی اصلی فائدہ ہوا تو وہ فرانشے کامٹی اور لوربن کا Lorraine کا الحاق تھا لوئی اپنے وفادار حلیف سویڈن کو نہ بھولا اور اس نے اصرار کیا کہ سویڈن کے جن جرمانی مقبوضات پر الکٹر اعظم نے قبضہ کر لیا تھا وہ واپس کر دیئے جائیں۔

صُلح نیم ویگین اکثر لوئی چہاردہم کی کامیابی کی معراج اور اس کی عظمت کی انتہائی منزل خیال کیجاتی ہے۔ برخلاف اس کے وہ اُس کے زوال کا پہلا زینہ ہے کیونکہ وہ اُس کی قوت کی انتہا کو ظاہر کرتی ہے۔ اُس نے یورپ پر سیادت جمانے کا بیڑا اُٹھایا تھا اور اُس میں ناکامی کا منہہ دیکھا جن قوموں نے اُس کی مخالفت کی تھی اُن کی تادیب کرنے اور اُن سے انتقام لینے پر اُسنے کمر باندھی تھی لیکن اس میں بھی شکست کھائی یہی بس نہ تھا۔ اس کی ناکامیابی صرف واقعات کی نہیں

لوئی کے طرز عمل کی حقیقی ناکامی

بلکہ حکمت عملی کی بھی تھی۔ وہ ایسے طور پر ناکام ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ یقینی تھا کہ اگر اُس نے دوبارہ ویسی ہی کوشش کی تو وہ پھر تشنہ کام ہوگا۔ خواہ اس کی تجاویز کتنی ہی ہوشیاری سے تیار کی گئی ہوں، خواہ اس کے حملوں کا خاکہ کتنی ہی ہوشیاری سے بنایا گیا ہو، خواہ اُس کی سپاہ کی قیادت کتنی ہی عمدگی سے کی گئی ہو، مگر وہ یورپ کے مقابلے میں اکیلا نہیں لڑ سکتا تھا، اور یہ اُتنا ہی یقینی تھا کہ اگر اس نے اپنی عالمگیر فرمانروائی کا طرز عمل جاری رکھا تو جتنا کہ لہروں میں مد و جزر ہونا یقینی ہے اُتنا ہی یورپ

کا اُس کے خلاف متحد ہونا لازمی ہے۔ ممکن ہے کہ چارلس دوم کی خود غرضی اسقف منسٹر کی ہوس، سویڈی حکومتِ محدود الاراکین کی طمع، پولش امرا کی غریبی، یا لیوپولڈ کی غداری کے سبب سے یہ ممکن تھا قبل اس کے کہ طوفان عملاً برپا ہوا اور فرانسیسی ظلم انگیزی کا خطرہ فوری اور دہشت ناک ہو۔ وہ اتحاد کو زر کے زور سے اپنے ساتھ ملا لے یا اُن میں سے چند کو غیر جانبدار بنا دے۔ مگر بالآخر سیاست کے جال کا، قومیت کے جوش اور آزادی کی محبت کے سخت دھکے کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا بھی یقینی تھا۔ ڈی وِٹ نے اپنے اتحادِ ثلاثہ کے طرزِ عمل سے یورپ کو دکھا دیا تھا کہ یہ بَلا کس طرح روکی جاسکتی ہے اور یورپ نے سبق کو فراموش نہیں کیا تھا۔ فرانسیسی اغراض کے مخالف اغراض اتنے متعدد و مختلف اور قومی رویئے ہیں اسقدر جاگزیں تھے، کہ نہ تو سیاسی حکمت انھیں زیادہ عرصے تک پوشیدہ رکھ سکتی تھی اور نہ حکومتوں کا اتحاد دبا سکتا تھا۔ یہ یقینی تھا کہ توازنِ دُوَل کا اصول کبھی نہ کبھی نمایاں ضرور ہوگا اور جب تک کوئی اس بات پر اڑا رہیگا کہ جس طرح ہو، خواہ بحری طاقتوں کی تسخیر سے یا سلطنت ہسپانیہ کے الحاق سے یا آسٹریا اور جرمانیہ کی پھوٹ سے غرضکہ کسی نہ کسی طرح سے یورپ پر تسلط جمالے اسوقت تک یورپ اس کے خلاف اتحاد پر قائم رہیگا اور اُس کے تسلط کو دائرۂ عمل میں آنے سے روکتا رہیگا۔ بدقسمتی سے نپولین کی طرح لوئی بھی اپنی طاقت کی مستقل حد کو نہ پہچان سکا۔ وہ یہ سمجھ سکا کہ جس طرزِ عمل پر وہ کاربند ہوا ہے وہ فطرتِ اشیا ہی میں ناممکن ہے۔ وہ ایکس لاشاپل کی طرح نیم ویگین کو بھی اُس کھیل میں ایک روک سمجھتا تھا جس میں وہ منہمک تھا، وہ جانتا تھا کہ اُس نے کھیل میں چند غلطیاں کی ہیں لیکن اس کا بھی اسکو یقین تھا کہ دوسرا داؤں جس میں تجربے سے کام لیا جائیگا ضرور کامیاب رہیگا۔ اس نے مثل ایک قمار باز کے، جو اپنے داؤں پر اسقدر اعتماد رکھتا ہے کہ اپنے نقصانات کو صرف حساب کی اُن غلطیوں سے منسوب کرتا ہے، جسے تجربہ اور فکر دریافت کر لیتی ہیں لوئی بھی نیم ویگین کی ناکامیابی سے قطعاً پریشان نہ ہوا بلکہ زیادہ خفاگی کے ساتھ سازشیں تیار کرنے اور غلطیوں کی تلافی کرنے لگا، تاکہ جب کبھی داؤں اسکے موافق پلٹا کھاوے، وہ اپنے حقوق جتانے کے لیئے تیار رہے ٭

ولیم سوم کا رویہ

در حقیقت جس وقت لوئی کو یہ یقین تھا کہ وہ مستعد اور مدبرانہ اسالیب سے ایک نصب العین کی طرف جا رہا ہے، اُس وقت اس کی کامیابی کی صورتیں روز بروز مٹتی جاتی تھیں اب اُس کے مخالفین کے پاس سردار بھی تھے اور انھوں نے صحیح مسلک بھی اختیار کر لیا تھا۔ اس سے بیشتر کبھی کسی ہیرو میں ولیم سے زیادہ ہیرو ہونے کی صلاحیت نہ تھی۔ اُس نے مصائب کے مدرسے میں تعلیم پائی تھی اس لئے جب وہ نوجوان ہوا تو اسے معلوم بھی نہ ہوا کہ لڑکپن کیا ہے۔ وہ پیدا ہوتے ہی سازشوں کے جال میں اُلجھ گیا تھا اور شکوک کی فضا میں پرورش پائی تھی اور اپنی نسل اور اپنے حق کے دشمنوں سے گھرا ہوا تھا، غرضکہ جو سبق اُس کو ابتدا میں ملے ان میں مکر و فریب کی ہدایات تھیں سلوک اور فیاضی اس کے دل سے پہلے ہی مٹ چکی تھیں جہاں الفت و محبت کو حیلہ و حکمت کے لئے جگہ خالی کرنی پڑے۔ بیس سال کی عمر میں وہ ٹیلی ران (Talleyradn) کی طرح بیدل، والپول (Walpole) کی طرح بے اعتبار، اور خود مینکیا دیلی کی طرح سرد مہر، جفاکار، اور خود پسند ہو گیا تھا۔ واقعۃً اس نوآموز، دائمی مریض، خود غرض، خاموش، جذبات و محبت سے غیر متاثر بیس سالہ لڑکے اور کشادہ دل اور شاندار لوئی میں، جس کا یہ زمانہ بڑی شان و عروج کا تھا اور وہ جانبازوں کا شاہزادہ اور بسالت کا نمونہ بنا ہوا تھا، عجیب و غریب فرق تھا۔ لیکن ولیم کے سرد سینے کے اندر ایک ایسی آگ مشتعل تھی جو ان وقتی شعلوں سے زیادہ پائدار اور زیادہ گرم تھی، جو وقتاً فوقتاً عظمت مآب بادشاہ کی روح کو منور کرتے تھے۔ زمانے کے انوکھے کوائف

لوئی سے اُس کی عداوت کا عمدہ اثر

کے باعث وطن کی محبت نے فرانس کے ظلم و دست اندازی کے مقابلے میں اس سے ایسی نفرت پیدا کرا دی تھی جو کبھی مٹ نہ سکتی تھی رفتہ رفتہ تکالیف اور صبر کے طولانی ایام میں ولیم کی خود غرضی و سنگدلی شجاعانہ جوہر کے سانچے میں ڈھل گئے۔ اُس کی تقدیر میں شہ لغانہ کارہائے نمایاں کر کے دنیا کو حیرت میں ڈالنا نہیں لکھا تھا۔ وہ ٹیورین کی طرح حملوں کا خاکہ نہیں تیار کر سکتا تھا اور نہ کونڈے یا لکزم برگ کی طرح لڑائیوں میں فتح حاصل کرنا اس کے حصے میں آیا تھا

وہ چیتھم (وزیر اعظم انگلستان) کی طرح زمین کے دونوں نصف کروں کو طرز عمل کے رشتے میں نہیں جکڑ سکتا تھا اور نہ چارلس دوازدہم (والی سویڈن) کی طرح سے یورپ کی آنکھیں اپنی شہرت کی تنویر سے چوندھیا سکتا تھا، اور ہنری چہارم کی طرح یورپ کو اپنی ذاتی قابلیت کی زرخیزی سے متحیر کرنا تو اُس کے بس ہی میں نہ تھا۔ وہ نہ تو گسٹیوس اڈولفس کی طرح تعریف وتحسین حاصل کر سکتا تھا اور نہ رشلیو کی طرح اطاعت گزاری پر زور ڈال سکتا تھا دماغ درویہ کا عمق جو قوموں کو متحرک کرتا اور دنیا پر اثر ڈالتا ہے اسکی کم ظرف ونمائشی فطرت کے تنگ دائرے میں مفقود تھا۔ لیکن اُس کے عوض میں اسکے ضدی اسلاف کے سخت وسرکش اوصاف ایک غیر معمولی حد تک بڑھ گئے تھے ہمت صبر واستقلال نے جو غیر مغلوب نفرت کے پیدا کرنے والے اور پیدا کئے ہوئے تھے، اور وطن پرستی اور آزادی کی شریفانہ تحریک میں رونما تھے اس کو اُسکی طبیعت کے خلاف ایک ہیرو بنادیا تھا۔ وہ ناکامیابی کو تسلیم ہی نہ کرتا تھا اور نہ شکست کو مانتا تھا۔ وہ مایوسی کے معنی سے واقف ہی نہ تھا۔ اس کو کبھی شخصی ہوس کو قومی خدمت کے آگے رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوئی کیونکہ اُسکے نزدیک فرانس کی مزاحمت کی قومی خدمت اس کی شخصی ہوس کا لُب لباب تھی۔

اُسے تاج انگلشیہ کی صرف اس وجہ سے قدر تھی کہ اس ذریعے سے انگلستان کی طاقت بڑے غنیم کے خلاف اس کی طرف شمار ہوگئی۔ اور جب اُسے معلوم ہوا کہ انگلستان اپنے خیالات میں دل برداشتہ اور سخت دل پسند ہے تو وہ فوراً تخت وتاج کو خیرباد کہنے پر تیار ہوگیا۔ لڑتے لڑتے آخری خندق میں جان دینے کا ارادہ محض خودستائی کا دعویٰ نہ تھا۔ جس طرح لیونیڈلیس (Leonidas) نے مقام تھرما ٹوپلی (Thermopylae) میں ایرانیوں کی اطاعت نہ قبول کی، اسی طرح اس نے اپنے ملک کی آزادی مذہب کو لوئی چہاردہم کے نذر کرنے کا خواب بھی نہ دیکھا۔ وہ اسی اعلان کے جوش کے ساتھ تیس سال تک جنگی اور سیاسی آویزشوں میں اُلجھا رہا وہ شروع سے آخر تک فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ مدافع کی حیثیت سے لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے ملک کے محافظ اور آزادی یورپ کے حامی ہونے کا مرتبہ حاصل کیا اس نے اُس شخصی مخاصمت میں جس میں وہ اُلجھا ہوا تھا، تمام

قوتوں کو فراہم کیا مگر اُسے مسائل زیر بحث کی وسعت اور اس کے اختیار کردہ طرزِعمل کے وسیع الاثر نتائج کا پورا احساس نہ تھا۔ جو فضل کہ اُس نے صبر، محنت وجفاکشی سے تیار کی تھی اُس سے اُس کے جانشینوں نے فائدہ اٹھایا یا یورپ کا ظلم ظالم سے نجات حاصل کرتا اور یورپ کے نقشے کو از سرِ نو مرتب کرتا اور یوٹریکٹ بلکہ ایک نئے نظام توازنِ دول کی بنیاد ڈالنے کا کام اس کے جانشینوں کے حصے میں بھی آیا۔ وہ طبعاً یہ نہیں جان سکتا تھا کہ اسٹائن کرک (Steinkirk) صرف بلین ہائیم (Blenheim) کا پیش خیمہ ہے اور یہ کہ صرف لاہوگ (Le Hogue) نے ہی پلاسی اور کوئے بیک کی کامیابیوں کو ممکن بنا دیا تھا۔ پھر بھی اگر اس کی ہمت رامی لیز (Ramillies) سے فرار کے وقت میسون دوروا (Maison du Roi) کے پیچھے پیچھے جا سکتی، یا ایک صدی بعد ٹرافالگر (Trafalgar) کے طوفان میں شکستہ جہازوں کا تصور باندھتی تو وہ یقیناً اُن ہاروں میں اپنا بھی حصہ فخر کے ساتھ لگاتا، جو مارل برو اور نیلسن کی پیشانی پر پڑے تھے۔

دس سال تک یورپ مامون رہا۔ لیکن یہ امن دم لینے کے وقفے سے کچھ ہی زیادہ تھا اور دونوں فریق آویزش کی دوسری جھڑپ کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ جس اثناء میں ولیم اپنے خسر کے تاج کے لئے تجاویز اور سازشیں کر رہا تھا اس وقت لوئی سیاست اور فوج کے ذریعے اپنی سرحدوں کو مستحکم بنا رہا تھا دونوں فریق سمجھتے تھے کہ مقابلہ اب بھی طے نہ ہوا تھا مگر دونوں جنگ کے لئے چھوٹی سی پیشقدمی کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ اسی اثناء میں خود فرانس میں دوسری قسم کی مشکلات عقدہ کشائی کے لئے رونما ہوگئیں۔ فرانس کا کلیسا پوپ کے اقتدار سے ہسپانیہ

پوپ سے لوئی کی ناچاقی

اطالیہ یا بعد جدید مذہب جرمانیہ کے بہ نسبت ہمیشہ زیادہ آزاد رہا۔ ہسپانیہ میں اسلام کے طویل قیام اور جرمانیہ میں الحاد کے زور نے ان ممالک پر پوپ کے اقتدار کو بڑھا دیا تھا۔ فرانس میں رجحان دوسری طرف تھا۔ برطانیہ کے پنجے سے رہائی حاصل کرنے اور اطالیہ کو تسخیر کرنے کے قومی جوش و قومی فخر نے قومی حقوق اور قومی امتیازات کو نمایاں کر دیا تھا۔ انگلستان کی طرح جمہور کے احساسات سراسر

پوپ کے خلاف تھے۔ پس کلیسا کے بجائے تاج کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ رومی کیوریہ (Curia) کے مطالبات کے آگے سر جھکانے میں اسی کا بھلا ہے، کیونکہ امراء کے خلاف جنگ میں اُسے ایک طاقتور معاونِ مل جائیگا۔ مگر رفتہ رفتہ فرانس میں جب زندگی کے تمام شعبوں پر شاہی قوت کا غلبہ ہوتا گیا بادشاہ بھی اپنی باری میں پوپ کے خلاف تیور بدلنے لگے۔ یہ تنازعہ جس میں بادشاہ شریک ہو چلے تھے ایسا تھا جو آخر میں اُنکی عظمت کو بڑھائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ فرانسیس اول پوپ سے آزادی کا اعلان کرنے کے بہت قریب پہنچ گیا تھا کچھ عرصے تک شاہانِ والوا (Valois) نے

فرانسیسی کلیسا کی آزادی

مجلس مقدسہ ٹرنیٹ (Trent) میں کوئی حصہ ہی نہیں لیا اور جب کارڈنیال لورین فرانسیسی پادریوں کو لیکر آیا بھی تو اس کے آنے کا مقصد مباحث میں شرکت کرنے سے زیادہ اعلانِ مخالفت کرنا تھا۔ مجلس کے اصولی فیصلوں کو فرانس نے کبھی قبول نہ کیا۔ فرانس میں ہیوگونو کی صورت میں الحاد کو پوپ کی مساعی سے زیادہ تاج نے دبایا، مگر جیسوئٹ فرانس میں سخت قیدوں کے ماتحت داخل ہو سکتے تھے۔ رشلیو اور مازارین گو رومی کلیسا کے کارڈنیال تھے مگر اُنھوں نے پوپ کے اغراض کے مخالف طرزِ عمل کی پیروی کرنے میں کبھی تامل نہ کیا، اور خود لوئی چہاردہم نے بھی ابتدائے عہدِ حکومت میں پوپ کی علانیہ توہین کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کیا تھا۔ بادشاہوں اور ان کی حکومتوں کی راسخ الاعتقادی ہی نے ان کو اپنے ملک میں کسی دوسرے فرمانروا کے اقتدار کا، خواہ وہ پوپ ہی کیوں نہ ہو، اور بھی زیادہ حریص بنا دیا تھا۔

کل فرانس پر حق ری گیل، کا دعویٰ

تاج فرانس کے مسلّمہ حقوق میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جب کوئی کلیسائی جائداد تقرر طلب ہوتی تھی تو اس کی آمدنی شاہی خزانے میں جاتی تھی۔ اس کا نام ری گیل (Regale) تھا مگر یہ ایسا حق تھا جو صرف رسم پر مبنی تھا، اور اس کی نظیریں فقط تاج فرانس کے قدیم مقبوضات میں پائی جاتی تھیں۔ باوجود اس کے ۱۶۷۳ء میں لوئی چہاردہم نے شاہی فروغ کے حسب دستور طرزِ عمل کی پیروی میں، ایک فرمان شائع کیا

پوپ اس کو نامنظور کرتا ہے

جس میں یہ بتلایا کہ رسم و قانون کے مطابق ری گیل، کا اطلاق سلطنت کے ہر کلیسائی حلقے پر ہوتا ہے۔ اس پر پامیئر (Pamiers) اور ایلے کے بشپ نے، جو دربار کے غالب جیسوئٹ اثر کے مذہباً خلاف تھے، صدائے احتجاج بلند کی اور پوپ کی عدالت میں مرافعہ کیا۔ اس زمانے میں انوسینٹ یازدہم (Innocent) پوپ تھا جس نے فوراً ان کے موافق فیصلہ کر دیا۔ بشپ اور پوپ کی اس حرکت نے اس مسئلے کو تاج اور بعض کلیسائیوں کے مابین ایک مالی تنازع کی صنف سے نکالکر، پوپ اور کلیسائے فرانس کے مابین ایک اہم سیاسی نزاع کی صنف میں شامل کر دیا۔ فرانس کے لوگ سوال کرتے تھے کہ آخر پوپ کو تاج کی آمدنیوں میں مداخلت کرنیکا کیا حق ہے، جس طرح ڈیڑھ صدی قبل انگلستان کے لوگ پوچھتے تھے کہ کس حق سے پوپ برطانوی کلیسائی جائدادوں کی پہلی آمدنی پر دعوی کرتا ہے۔ مگر خوش قسمتی سے لوئی چہاردہم کو ایک ایسا وفادار حمایتی ملا جو کرین مَر (Cranmer) یا کروُم ویل سے زیادہ شریف تھا۔ سر ٹامس مور کی راسخ الاعتقادی میں بوسوئے (Bossuet) اسقف مِی اوُ (Meaux) نے سینٹ برنارڈ (Bernard) کی جوشیلی بلاغت اور ایریس مس (Erasmus) کے مذاق اور علم کا اضافہ کیا تھا۔ اس کے سینے میں حب الوطنی کی حرارت ایک شعلے کی طرح مشتعل تھی۔ اپنے زمانے کے اصول سے متمتع ہونے کے سبب سے اس کے نزدیک وفاداری اولین فضیلت تھی، اور اس کی چوندھیائی ہوئی آنکھوں کے سامنے لوئی چہاردہم دنیا بھر کا ظالم (جیسا کہ وہ دراصل تھا) نہیں نظر آتا تھا، بلکہ خدا کا نازل کیا ہوا حامی و مددگار مظلوم کلیسا کا حامی معلوم ہوتا تھا بوسوئے کو یقین تھا گویا کہ گیرسون (Gerson) اور ڈیلی (d' Ailly) عبا آج وہ پہنے ہے، اور بادشاہ کے حکم اور ہدایت سے فرانسیسی پادری مجلس گولس ٹینس کی پیروی اور رومی پوپ کے غلبے کی حد بندی کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔ رومی حلقۂ اطاعت گذاری میں کچھ عرصے کے لئے دستوریت پھر رونما ہو گئی۔ ۱۶۸۲ء میں بادشاہ نے پادریوں کی ایک مجلس کو سینٹ جرمین (St. Germain) میں مجتمع ہونے اور مشکلات پر غور کرنیکے لئے دعوت دی تھی

چار تجاویز ۱۶۸۲ء

بوسوئے نے فوراً رہنمائی کی، اور اُس کی تحریک سے مجلس نے ہر حصۂ فرانس میں (ری گیل) پر بادشاہ کا حق تسلیم کر لیا، اور پوپ کی طاقت کو محدود کرنے کے لیئے چار تجویزیں منظور کی گئیں۔

(۱) یہ کہ تمام دنیاوی چیزوں میں بادشاہ پوپ کے ماتحت نہیں ہیں، نہ تو پوپ اُنھیں معزول کر سکتا ہے اور نہ ان کی رعایا کو حلف اطاعت گذاری سے بری کر سکتا ہے۔

(۲) یہ کہ ایک عام مجلس کو پوپ پر فوقیت ہے۔

(۳) یہ کہ پوپ کی قوت مجلس کے قوانین وضوابط کی ماتحت ہے اور وہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا جو فرانسیسی کلیسا کے قوانین و دستور کے خلاف ہو۔

(۴) یہ کہ پوپ کے فیصلے ناقابل ترمیم نہیں ہیں، سوائے اس صورت کے جبکہ عام کلیسا کی منظوری حاصل کیجا چکی ہو۔

پادریوں کی منظوری کے بعد پارلیمان نے اِن تجاویز کو درج رجسٹر کر لیا اور سار بوُن (Sorbonne) نے قبول کر لیا، بعد ازاں یہی تجاویز ملک کا قانون بنگئیں جن پر عمل کرنا ہر خیر خواہ رعیت کا فرض ہو گیا۔

پوپ اور تاج کے درمیان دستوری مسائل

اِس طرح سے پوپ اور کلیسا کا درمیانی قدیم دستوری مسئلہ پھر چھڑ گیا۔ سینٹ جرمین کی مجلس کے فیصلوں کے پس پشت رسم و حکومت کا زور تھا، جس کا ابتدائی کلیسیہ میں کوئی سوال نہ تھا، اور عہد متوسط میں بار بار رونما ہوا تھا، مجلس کونس ٹنیس میں اسکو شروع کیا تھا اور حال ہی میں برطانوی کلیسا نے اہم خطرہ برداشت کر کے اس کی تعمیل کی تھی، مگر با ایں ہمہ ہلڈے برانڈئن پوپوں کے (Hilde-brandine Papacy) ادعا اور مجلس ٹرینٹ (Trent) کے سراسر خلاف تھا۔ یہ توقع فضول تھی کہ کوئی پوپ، خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، چند لمحوں کی اطلاع پر اُن اصول سے روگردانی کریگا جن پر روما کے پاپا چھ سو برس سے متواتر کاربند رہنے چلے آئے ہیں۔ انوسنیٹ (Innocent) کو احساس تھا کہ اس معاملے میں انتخاب کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے فوراً تجاویز کے خلاف فتوٰی دیدیا، اور ان پادریوں کی تقدیس کی منظوری کے لیئے جنھوں نے تجاویز کو قبول کر لیا تھا، معمولی فرامین کے نفاذ سے انکار

کردیا۔ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ فرانس میں تیس کلیسائی حلقے بغیر بشپ کے ہو گئے، اور سیکڑوں گرجا بغیر باقاعدہ مقرر شدہ پادریوں کے نظر آتے تھے معاملات کی کیفیت عجیب و غریب طریقے سے بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ انگلستان میں اس وقت تھی جبکہ اینیٹ (Annates) کی ادائی کے انسداد کا قانون منظور

برطانوی تجدید مذہب سے مشابہت

ہوا تھا۔ ہر ملک اپنے حدود کے اندر کلیسا کے دستوری حقوق سنجیدگی کے ساتھ جداگانہ نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا جو پوپ کے نقطۂ نظر کے سراسر خلاف ہوتا تھا، اور کیوریہ اس پر یہ فتویٰ لگاتا تھا کہ تفریق پسند ہے۔ قومی اصول کی تقویت سے ہر ملک میں اہل کلیسہ کی اکثریت تاج کے حکم پر پوپ سے لڑ بیٹھنے پر تیار رہتی، جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ شاہی اقتدار بڑھ جائے۔ ہنری ہشتم کی طرح لوئی چہاردہم کے نزدیک قومی کلیسا کی آزادی کا دراصل مفہوم یہ تھا کہ قومی بادشاہ طاقتور ہو جائے مگر ہنری ہشتم کے برخلاف، اپنی ہوشیاری کی وجہ سے وہ انتہا تک نہیں جاتا تھا۔ وہ ہوشیاری کے ساتھ ان تمام صریحی کاموں سے اجتناب کرتا تھا جن سے آزادی کا سچا اظہار ہوتا تھا۔ جب پاپائی فرامین کا نفاذ نہیں ہوتا تھا تو کلیسائی حلقے خالی رہتے تھے اور تقرر طلب جائداد کی آمدنی تاج کے ہاتھ لگتی تھی۔ معاملات کو پیچیدہ بنانے کے لئے کوئی مسئلۂ طلاق رونما نہ تھا۔ ہنری ہشتم انتظار نہیں کر سکتا تھا، لیکن لوئی کر سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ، باوجود اس کے کہ فرانس میں حکومت پٹیریارک قائم کرنے کی گفتگو ہوتی رہی لیکن مستقل کارروائی سمجھوتہ کی مشکلات کو بڑھانے کے لئے عمل میں نہیں آئی، دراصل فریقین کا صحیح مقصد صلح قائم رکھنا تھا۔ ۱۶۹۳ء میں جب لوئی سازِ آؤگزبرگ کی جنگ میں الجھا ہوا تھا اور دربار میں میڈیم دمین ٹے نون (Maintenon) کا اثر غالب ہو گیا، تو اس نے محسوس کیا کہ پوپ سے اس کا تنازعہ

تنازعہ کا تصفیہ ۱۶۹۳ء

خلاف شان اور تعصبانہ ہے۔ انوسینٹ دوازدہم برابر کی شرط پر صلح کرنے کے لئے رضامند تھا۔ سینٹ جرمین کے معاہدے کے دفعات منسوخ کر دیئے گئے اور پوپ نے شاہی انتخابات کو تسلیم کر لیا اور ان کی منظوری دیدی، اور کلیسائی معاملات اپنے قدیم طریقے پر

جاری ہو گئے۔ دس سال کی جنگ آزمائی نے لوئی کو سوائے اس کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچایا کہ فرانس کے علم ادب میں حکومتِ کلیسا کے متعلق چند بیش بہا کتابوں کا اضافہ ہو گیا اور اس کا حریف اورینج کا ولیم تخت انگلستان پر نظر آتا تھا۔ بالواسطہ، اس میں کچھ شک نہیں کہ پوپ سے اس معرکۂ آرا تنازعہ نے لوئی کو اپنے عہد کی سب سے بڑی غلطی اور جرم کے ارتکاب کی ترغیب دی۔ یہ جرم فرمانِ نانٹ (Edict of Nantes) کی تنسیخ تھا۔ جب رشلیو نے ہیوگونو کی سیاسی قوت کو پامال کیا تھا اس کے بعد سے وہ اپنی سیاسی ہوس کو چھوڑ بیٹھے تھے فرمان کی عطا کردہ آزادانہ اطاعت گذاری سے مطمئن ہو کر طبقۂ وسطی کے ہیوگونو نہایت کامیابی کے ساتھ مختلف اقسام کے صنعتی مشاغل میں منہمک ہو گئے، اور متعدد امراء

ہیوگونو کے ساتھ لوئی کا طرزِ عمل

جنھوں نے ہیوگونوٹزم سیاسی محرکات کے سبب سے قبول کیا تھا، کلیسا کی طرف پلٹ آئے کیونکہ اب اُن کا مفاد اور ان کے خیالات انھیں اسی جانب لیئے جا رہے تھے۔ وہ فرانڈ کے پر آشوب زمانے میں بھی نہایت سختی اور نمایاں طور سے خاموش رہے۔ اور جب کولبار نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے انھیں فرانسیسی پیشہ وروں میں سب سے زیادہ ہوشیار، سب سے زیادہ محنتی اور سب سے زیادہ وفادار پایا بدقسمتی سے لوئی اور لووا کی آنکھوں میں ان کی وفاداری اور دولتمندی ہی ان کی ایذا رسانی کا سبب ہوی۔ ان کے نزدیک اب وہ وقت آگیا تھا، جبکہ رشلیو کا کام بآسانی مکمل کیا جاسکتا تھا۔ رشلیو جو کچھ کرسکا تھا وہ صرف یہ تھا کہ سانپ کے زہریلے دانت نکال لئے گئے تھے، اب وہ وقت آگیا تھا جبکہ خود سانپ مارا جاسکتا تھا۔ ایک طبقے کے موافق کسی خاص قانون کا وجود ہی گویا کہ سیاسی نظام کی یکرنگی میں نقص تھا۔ فرانس اس وقت تک فرانس نہیں ہوسکتا تھا جبتک کہ مذہبی اور سیاسی اطاعت گذاری میں وہ ایک نہ ہو جائے۔

یکرنگی کا مطالبہ

سترھویں صدی میں لوئی چہاردہم کے جیسے دماغ کے لیئے، جو وسعت میں تنگ مگر گرفت میں یکسو تھا، ایسی دلائل سے زیادہ دلچسپ تھیں۔ یہ وہ دن تھے جبکہ معاشرتی امتیازات، تجارتی منافع،

میڈیم دَمین ٹے نوُن کا اثر

مقامی آزادی سب استحکام سلطنت پر نہایت بیرحمی سے قربان کی جارہی تھیں پھر مذہبی امتیازات بھی اُسی قانون کے تحت میں کیوں نہ آویں ہیوگو نوخواہ کتنے ہی قانع اور وفادار کیوں نہ ہوں، مگران کا وجود ایک خود مختار سلطنت میں نقص تھا، جو اُسی وقت تک برداشت کیا جاسکتا تھا جبتک ریاست کی ضروریات اس کی مقتضی تھیں۔ لیکن یہی بس نہ تھا۔ خود لوئی عمر کے ساتھ اپنا رویہ بدل رہا تھا ساغرِ عیش بے مزہ ہوتا جاتا تھا۔ درباری زندگی کا تصنع اس پر ایک بوجھ ہو رہا تھا۔ ھیچ چاپلوسی کی فضا جس سے وہ گھرا ہوا تھا روز بروز ناخوشگوار ہوتی جاتی تھی، جیسے جیسے زندگی کا عیش ونشاط اس کے ہاتھوں میں راکھ ہوتا گیا، مذہب، جس کا اثر اس پر ہمیشہ گہرا تھا، پھر زور باندھ چلا۔ لوئی ہمیشہ نہایت پابند راسخ الاعتقاد تھا۔ اب وہ پرجوش فدائے مذہب ہوگیا اس کا دربار طریق زندگی میں زیادہ دیندار اور مزاج میں زیادہ درست ہوگیا عادات کی سادگی، فرائض کا سخت احساس، گفتگو میں سنجیدگی، عیش وراحت، لہو ولعب کی جگہ حکمران ہوئیں درباریوں نے شکایتیں شروع کیں کہ وارسائے تو ایک خانقاہ ہوگیا ہے۔ اس تغیر کی محرک ایک عورت تھی۔

سنہ ۱۶۶۹ء میں لوئی نے میڈیم دَمُونٹس پان (Montespan) کے بطن سے جو بچے تھے ان کی نگرانی کے لئے بدشکل ظریف شاعر، اسکارُن (Scarron) کی نوجوان بیوہ کو منتخب کیا تھا، جو تاریخ میں میڈیم دَمین ٹے نوُن Madame de Maintenon نام سے مشہور ہے شروع میں اُسکی وضع کی سنجیدگی اور خودداری نے لوئی کو برہم کر دیا تھا، مگر رفتہ رفتہ اُس کے رویّے کی خوش اسلوبی اسکی حاضر جوابی اور نفاست، اُس کے فیصلے کی درستی، اور اُس کی فطرت کی قوت وتوانائی نے، جو مذہبی عقیدت کے خالص ترین شعلے سے منور ومقدس بنائی گئی تھیں، اُس کی اعلیٰ صفات سے داد چاہی اور آخر میں اُس نے لوئی پر پورا تسلط جما لیا۔ میریا ٹیریسا (Maria Theresa) کی موت کے دو سال بعد، سنہ ۱۶۸۳ء میں، لوئی اُسے خفیہ طور سے عقد میں لایا، اور گو اپنی ہی خوشی سے سہی مگر اس نے کبھی ملکہ کا اعزاز نہیں اختیار کیا۔ تاہم اس کے رتبے کو فرانس میں اور یورپ کے درباروں میں ہر شخص

خوب جانتا تھا، اور ہر شخص اس کے مرتبے اور اُس کے فضائل کے لحاظ سے اس کی تعظیم کرتا تھا۔ اس کے سیاسی اثر کو مبالغے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس طرز کا تھا کہ اس کا اندازہ کرنا نہایت دشوار ہے۔ سوائے ذاتی سرپرستی کے اُن معاملات کے جس میں اس کی صنف ہمیشہ گہری دلچسپی لیتی ہے، اگر کبھی اُس نے مداخلت بھی کی ہے تو بہت شاذ، مگر اُس کا بالواسطہ اثر نہایت قوی تھا، نہ صرف اسوجہ سے کہ لوئی کو اس کی عمدہ سمجھ کا بہت زیادہ پاس تھا اور وہ اکثر اس سے مشورہ کیا کرتا تھا، بلکہ خصوصاً اس اثر کی وجہ سے جو اُسے خود بادشاہ کے رویّے اور دماغ پر حاصل تھا۔ چونکہ اُسکے زیر اثر وہ زیادہ دیندار ہوگیا تھا، اسلئے فطرتاً مذہبی جوش اور مذہبی مسائل کی دلچسپی اُسکے طرز عمل پر اپنا اثر ڈالتے تھے (Increased affection) جب اسکے ضمیر کو کلیسا کے دعوی کا احساس زیادہ ہونے لگا تب اس نے پوپ سے تنازعہ کے پہلے جس قدر بیتابی برداشت کی تھی اُس سے زیادہ اب بیتاب ہونے لگا، اور بیشتر سے زیادہ اپنے ان فرائض کو سمجھنے لگا جو اس پر بحیثیت یورپ کی اولیں طاقت ہونے کے عائد ہوتا تھا۔ غالباً اگر میڈیم ڈمین نے لون اُسکارُون کی بیوہ کی حیثیت سے اپنی بقیہ زندگی غربت وافلاس میں بسر کردیتی تو بھی لوئی فرمانِ نانِٹ (Ediet of Nantes) کو منسوخ کر دیتا، پوپ سے صلح کر لیتا، اور پورٹ روائل، کے فرقے کو ایذا پہنچاتا۔ تاہم یہ سچ ہے کہ جب اُسکو یہ علم ہوجاتا کہ وہ کسی بات کو پسند کرتی ہے تو اُس کا اثر اس کے طرز عمل پر ضرور ہوتا تھا اور احساس فرائض کو جو اس کی صحبت میں ہو سکتا تھا تقویت حاصل ہوتی تھی ؎

ہیوگونو کی ناکارگی تبدیلی مذہب کی ترغیب ۱۶۸۱ء

غرضکہ یکرنگی کے شوق کی ترغیب اور رُوما سے تنازعہ کے باوجود اپنی راسخ الاعتقادی دکھانے کے ذوق سے اور یہ یقین کرکے کہ خود ہیوگونو تبدیل مذہب کے واسطے تیار تھے، لوئی نے ۱۶۸۱ء میں اپنا انسدادی طرزِ عمل شروع کیا اور ہیوگونو کو تمام قومی خدمات سے ممنوع قرار دیا۔ جس طرح انگلستان میں رومن کیتھولک چن لیے گئے تھے، اسی طرح وہ بھی قانوناً علیحدہ کر دیئے گئے گویا کہ وہ ایسے لوگ تھے جو اپنے مذہب کی وجہ سے اہم عہدوں پر سرفراز ہونے کے ناقابل تھے مگر یہ انسداد اُسکے

طرزِ عمل کا صرف ایک پہلو تھا۔ جبکہ وہ لوگ جو اپنی آزادی کے شیدا اور مذہب کے سچے تھے، اعتماد کے ناقابل قرار دیئے جا رہے تھے، وہ لوگ جو عقل کی بات سنتے تھے، اور اپنے آقا و مربی کی خواہشات کے لئے خون بہانے کے لئے تیار تھے فوائد سے بہرہ اندوز اور تحائف سے مالا مال کر دیئے گئے تھے۔ سنہ ۱۶۸۲ء میں فرانس میں ملحدوں کی ہدایت کے واسطے انجمنیں قائم کی گئیں۔ خود بوسوئے اس کام میں قابل تحسین جوش اور کامیابی سے مشغول ہوا پیرس میں تبلیغ کے کام کے واسطے ایک ہیوگونو کی ماتحتی میں جس نے اپنا مذہب ترک کر دیا تھا ایک دفتر قائم کیا گیا نو معتقدین کو انعام میں بہترین سرکاری خدمتیں ملتی تھیں اور سرکاری وظائف عطا کئے جاتے تھے انکی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی کہ لوئی نے خیال کیا کہ اب وہ بےخوف آگے قدم بڑھا سکتا ہے اور الحاد کی بیخ کنی کر سکتا ہے۔ پس فرامین شائع کئے گئے کہ ہیوگونو کے کلیسا اور مدارس بند کر دیئے جائیں اور ہیوگونو پادریوں کے لئے وعظ کہنا قانوناً جرم قرار دیا گیا۔ یہ بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وہ غلطی پر تھا۔ جنوب اور وسط فرانس کے طبقات وسطیٰ میں ہزاروں ایسے لوگ تھے جنکو مذہب مال سے تو کیا جان سے بھی کہیں زیادہ عزیز تھا۔ سنہ ۱۶۸۲ء میں فرانس کے بہترین و جفاکش ترین اہل حرفہ کی بڑی تعداد اپنا مذہب ترک کرنے کے بجائے اپنا ملک چھوڑنے لگی۔

ہیوگونو کا ترک وطن اور عوام کی شورشیں سنہ ۸۳-۱۶۸۲ء

لوئی نے جہاز رانی کی مشقت کی دھمکی دیکر ترک وطن کا انسداد کیا۔ اپنے ملک میں تمام معزز پیشوں سے محروم اور کسی دوسرے ملک میں اس کی تلاش کرنے سے مسدود کئے جانے پر غریب ہیوگونو کے لئے صرف ایک تدبیر باقی تھی۔ عالم مایوسی میں سے وین (Cevennes) کے کوہستانیوں نے سنہ ۱۶۸۳ء میں بغاوت تو نہیں مگر شورش ضرور برپا کر دی شاہی فوجوں نے شروع ہی میں اس شورش کا خاتمہ کر دیا اور یہ بغاوت سفاکانہ مظالم کے لئے بہانہ بن گئی۔ بدنصیب باشندوں کے گھروں

تعین سواران سنہ ۱۶۸۴ء

میں سوار مقیم کئے جاتے تھے اور اس وقت تک نہ ہٹائے جاتے تھے جب تک کہ وہ ترکِ مذہب نہ کر دیں۔ بہت سے ہیوگونو، جو اپنے مذہب کے لئے خوشی سے مرنے کو تیار تھے، لیکن اپنے بال بچوں اور گھروں کو ایک خونخوار رسالے کے رحم پر پڑا ہوا نہیں

دیکھ سکتے تھے یہ ناہنجار طریقہ جنوب فرانس میں سنہ ۱۶۸۴ء بھر رائج رہا۔ ہیوگونو جنھوں نے اپنا مذہب ترک کیا اُنکی تعداد ایک ایک وقت میں ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ صرف لین لوئی ڈوک میں تین دن کے عرصے میں ۶۰ ہزار ہیوگونوں نے اپنا دین ترک کر دیا آخر کار اکتوبر سنہ ۱۶۸۵ء میں ان مظالم بیجا

فرمانِ نان کی تنسیخ سنہ ۱۶۸۵ء

اور خون ناحق کی انتہا ہو گئی ایک فرمان نافذ کیا گیا جس کی رو سے وہ تمام حقوق اختصاصی جو فرمان نان (Edict of Nantes) کے ذریعے ہیوگونو کو عطا کئے گئے تھے واپس لے لئے گئے اور وزراء نکال دیئے گئے اسی دن سے فرانس میں ہیوگونوٹزم سے زمانۂ مابعد میں اسکاٹلینڈ میں ایپس کوپیسی (Episcopacy) یعنی اسقفی طرز حکومت کلیسا کی طرح ایک ناجائز مذہب قرار دیا گیا جو دائرۂ قانون سے باہر اور ممنوع تھا۔

تدبیر کے نتائج

فرمانِ نان کی تنسیخ کے نتائج لوئی اور اُس کے وزراء کی توقع کے بالکل خلاف نکلے۔ ہیوگونو کو دبا کر مطیع بنانے کے بجائے اُس نے ان کو برانگیختہ کر دیا۔ اب اُن کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اُنکے لئے اس ملک میں امن کی کوئی صورت نہیں ہے ایک شخص کے بعد دوسرا شخص اور ایک خاندان کے بعد دوسرا خاندان مال و متاع چھوڑ کر اور جان بچا کر اپنے وطن سے بھاگنے لگا کچھ پکڑے گئے اور جہاز پر بھیج دیئے گئے اور جو بچکر نکل گئے وہ فرانس کے حریف انگلستان، براندڈن برگ اور ہالینڈ میں اپنے ساتھ کفایت شعاری اور صنعت کے بہترین نمونے لیگئے جنھوں نے کولبار کی مربیانہ سرپرستی میں فرانس کو یورپ کی ریاستوں میں سب سے زیادہ دولتمند بنا دیا تھا ہالینڈ کی صنعتی تجدید زندگی اور براندڈن برگ کی صنعتی ہستی فرمانِ نان کی تنسیخ کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے رووینی (Ruvigny اور شومبرگ جیسے ہیوگونو سپاہیوں نے فرانسیسی افواج کی تعلیم و تربیت کو برطانوی اور ولندیزی خدمت میں بارآور کیا۔ کہا جاتا ہے کہ پچاس ہزار خاندانوں نے اس طرح نکلکر دشمنانِ فرانس کی زمینوں کو اپنی محنت و جانفشانی سے زرخیز بنا دیا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اور جو ایسے غریب یا ناواقف تھے کہ بھاگ نہیں سکتے تھے انھوں نے سیوین کے پہاڑوں میں اپنے ستانیوالوں کے ساتھ ایک جوشیلی اور بے ترتیب آویزش

جاری رکھی۔ لوئی کی ضرورت کے وقت یعنی وراثت ہسپانیہ کی جنگ کے زمانے میں، اُنھوں نے بہترین فرانسیسی سپہ سالار اور کار آزمودہ سپاہیوں کی ایک فوج کو جنگ کی شرکت سے باز رکھا۔ آخر کار دوسرے عہد سلطنت میں بادل ناخواستہ آزادی عطا کی گئی جو بعد ازاں برقرار رہی۔ مذہبی یکرنگی بھی جو لوئی کو اس درجہ عزیز تھی حاصل نہ ہوئی۔ یہ سچ ہے کہ پروٹسٹنٹ اور پروٹسٹنٹ بچوں کے گروہ کے گروہ مذہب کیتھولک کے حلقہ بگوشوں میں شامل کیے گئے، مگر ہیوگونوٹزم فرانس میں باقی رہا اور گو معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے یہ طبقہ ناچیز تھا مگر پھر بھی زندہ رہا۔ فرانس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے بچوں اور دولت سے محروم ہو گیا ہے، مگر اُس پر بھی اُسے بالمعاوضہ وہ پورا قومی استحکام حاصل نہ ہوا، جو ارتکاب جرم کا عذر قرار دیا گیا تھا۔

لوئی کا فاتحانہ طرز عمل ۱۶۷۸ء تا ۱۶۸۸ء

کلیسائی مسائل کی دلچسپی خواہ کتنی ہی گہری یا دلکش رہی ہو، مگر اُس نے لوئی کی نظر کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے فروغ کی طرف سے نہیں ہٹایا۔ گو وہ فدائے مذہب ہو گیا تھا مگر اس کی ہوس شمہ بھر بھی کم نہ ہوئی تھی، اور اس کی تدابیر کی دور اندیشی اس وجہ سے ذرہ بھر بھی کم نہ ہوئی تھی کہ اب اُس نے کلیسا کی حمایت کا دعویٰ کیا تھا۔ صلح نیم ویگین پر دستخط کا ہونا تھا کہ لوئی اس سے بچنے کے لیے حیلہ جوئی کرنے لگا۔ صلح کے صریح الفاظ یہ تھے کہ جو شہر فرانس کو دیئے گئے تھے وہ ملحق علاقے کے ساتھ واپس لئے جائیں اس فقرے کے ابہام سے، جو غالباً بالقصد تھا لوئی کو اس قسم کی اُستادانہ چال کا موقع ملگیا جس میں وہ بہت مشتاق تھا۔ ۱۶۷۹ء میں اُس نے عدالتیں قائم کیں، جن کا نام شامبرے دری یونین (Chambres des Reunions) یعنی مجالس الحاق نو،

مجالس الحاق نو ۱۶۷۹ء

تھا اور جن میں میٹس، برائی سیک اور بے سین سون (Besancon) کے ارکان شامل تھے۔ انکے سپرد یہ کام تھا کہ آلسیس فرانشے کامٹی اور اُن تین کلیسائی حلقوں کا تصفیہ کریں جو اس فقرہ میں مذکور تھیں اور جنکا تعلق فرانس سے تھا یہ مجالس اپنے فرائض سے خوب واقف تھیں۔ انھوں نے

بلاپس وپیش فیصلہ کیا کہ سارا السیس، ذوائی برکین (Zweibrücken) سارپروک (Saar brück) اور دیگر چھوٹے اضلاع صلح میں شامل کیئے جائیں۔فیصلہ سنانے کے بعد ہی فرانسیسی فوجوں نے ممالک متعلقہ پر قبضہ کرلیا اور فرانس سے اُن کا الحاق ایک تکمیل شدہ واقعہ ہوگیا۔ڈائٹ اور ان شہزادوں نے جن کے مقبوضات اس بے ضابطگی کے ساتھ چھین لیئے گئے تھے، اظہار ناراضگی کیا مگر سب بے سود تھا لوئی کا اُن پر قبضہ تھا۔طاقت اُس کے پاس تھی اور اُسے اس کا احساس بھی خوب تھا۔جب وہ اظہار ناراضگی سے طوفان برپا کررہے تھے، لوئی لاپروائی سے اس سے بھی زیادہ زوردار ضرب کیلئے تیاری کررہا تھا۔اسٹراس برگ کا بڑا شہر کبھی اسی فیصلے میں شامل تھا جس سے لوئی کو السیس ملا تھا، مگر سار بروک یامون بے لیارڈ (Montbeliard) کی طرح اسٹراس برگ چند لمحوں میں نہیں لیا جاسکتا تھا۔ فرانسیسی زر اور سیاست کام میں لائی گئی، مجسٹریٹوں کو رشوت یا دھمکی دیگئی، اور ستمبر ۱۶۸۱ء کے آخر میں سارا یورپ اس خبر سے گونج اُٹھا کہ لوئی چہاردہم کلیدِ رائن اعلیٰ کا مالک ہوگیا وائین کی حکمت فوراً اس کی محافظت میں صرف کی گئی، اور قبل اس کے کہ لڑائی پھر چھڑ جائے، اسٹراس برگ کا ان ناقابل تسخیر قلعوں میں اضافہ ہوگیا تھا، جو لیل سے پی نے رول Pignerol تک فرانس کی پاسبانی کرتے تھے اور اس کے دشمنوں کے لیئے اُن کا وجود خطرے سے خالی نہ تھا زمانۂ مابعد میں اپنے قابل شاگرد نپولین کی طرح، لوئی چہاردہم اپنے ایسے دشمنوں کے خلاف جو جنگ کے لیئے تیار نہوئے تھے زور و زبردستی استعمال کرنے کے طرز عمل کو خوب سمجھتا تھا، تاکہ آئندہ جنگ یا سیاست میں فوقیت حاصل ہوجاوے اسٹراس برگ کے لیئے تجدید جنگ کرنے کے واسطے ترکوں کے خوف سے شہنشاہ بے قابو تھا اور جرمانیہ تیار نہ تھا۔پس لوئی اطمینان و مستعدی کے ساتھ اپنے راستے پر بڑھتا گیا۔مین ٹُو (Mantua) کے چارلس سے ایک سمجھوتے کے ذریعے سے اُس نے پیڈمونٹ میں کسالے (Casale) پر اُسی روز قبضہ کرلیا جبکہ اسٹراس برگ اس کے ہاتھ لگا عارضی صلح ریجنس برگ کے ذریعے سے ایک معمولی جنگ کے بعد ۱۶۸۴ء میں ہسپانیہ کے ساتھ مرتب کی گئی تھی، اور جسے ڈائٹ نے منظور

کر لیا تھا اس نے اپنے ناجائز طریقے سے حاصل کیئے ہوئے ممالک پر بیس سال کے لیئے اپنا قبضہ خوب مستحکم کر لیا ۔

فوج اور بیڑہ کی اصلاح ۱۶۷۸ء تا ۱۶۸۸ء

اس اثنا میں ہوشیار و بیدار مغز لوا نے فوج کو کمال پر پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ان کی قواعد کے لیئے خیمے نصب کیئے گئے، جو جدید شیلوں (Chalons) اور ایلڈرشو (Aldershot) کے پیشرو تھے، اور جن میں ڈیڑھ لاکھ آدمی قواعد سیکھتے تھے۔ اب رجمنٹوں کی ترتیب کرنیلوں کے ہاتھ میں نہ تھی بلکہ اُن کی تنخواہ، وردیاں، اسلحہ، اور خوراک سب صیغۂ جنگ سے مہیا کیجاتی تھیں۔ سرحد پر بڑا ذخیرہ فراہم کیا گیا تھا۔ سارا فرانس اسلحہ کی جھنکار اور جنگ کی تیاری سے گونج اٹھا کولبار کے بیٹے سینے لے (Seignelay) کی کوشش سے بیڑوں پر بھی وہی جانفشانی صرف کی گئی۔ بریسٹ Brest اور ٹولون میں اسلحہ خانے قائم کیئے گئے۔ ایک سو اسی کی تعداد میں جنگی جہاز تیار کیئے گئے اور بحری جنگ کے تمام مروجہ آلات مہیا کیئے گئے۔ بیڑۂ ہسپانیہ کے زوال کے بعد سے بحرۂ متوسط کی علمداری وینس ترکوں

بحیرۂ متوسط میں بحری فوقیت

اور الجیریا کے بحری قزاقوں میں مشترک تھی۔ اب ڈے کوئین (Duquesne) اور ڈٹرویل (de Tourville) کے ماتحت فرانس نے بحرۂ متوسط پر آسانی سے فوقیت حاصل کرنے اور سمندری حکومت میں انگلستان سے بٹوارہ کرنے کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔ سنہ ۱۶۸۳ء میں ڈے کوئین نے الجیریا اور ٹریپولی کے قزاقوں کا قلع قمع کر دیا اور انکے مسیحی غلاموں کو آزاد کر دیا ۱۶۸۵ء میں اس نے جمہوریت جنیوا (Genoa) کو ہسپانیہ سے قدیم اتحاد ترک کرنے اور فرانس کا ادنی باجگذار بننے پر مجبور کیا ۔

فروغ کا ایسا صریح اور غیر مبہم طرز عمل آخر کار یورپ کے خوابیدہ حسد کو بیدار کیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، مگر فرانس کے دشمنوں کو عملی کارروائی کرنے کے قابل ہونے میں عرصہ لگا۔ سنہ ۱۶۷۸ء سے سنہ ۱۶۸۵ء تک ترکوں کیجانب سے خطرہ اس قدر

لوئی کی غلطیاں

خوفناک تھا کہ شہنشاہ رائن کے کنارے ذمہ داریاں اپنے سر نہیں لے سکتا تھا۔ ۱۶۸۵ء میں انگلستان کے تخت پر

جیمس دوم کے جلوس نے ولیم اُورینج کے لئے ہوس کا امید افزا منظر پیش کردیا تھا، جس کی وجہ سے وہ ممالک زیریں کی محافظت کی ضرورت سے اپنا ہاتھ باندھنے پر راضی نہ تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ جیسا زمانہ گذرتا گیا خود لوئی کی غلطیوں نے دشمنوں کو دلخواہ موقع دیا۔ پوپ سے اس کے مسلسل تنازعہ اور ترکوں سے اتحاد نے یورپ کی زیادہ جوشیلی کیتھولک رائے کو اس سے بیزار کردیا، اور اُسے ایسے جذبے کی

پوپ کی بیزاری

اعانت سے محروم کیا جس کی ضرورت اُسے اس وقت بہت زیادہ تھی۔ وہ کس طرح جوشیلے کیتھولک سے مدد کی توقع رکھ سکتا تھا جبکہ وہ پوپ کا دشمن اور ترکوں کا دوست تھا؟ پھر کس مُنہ سے وہ مذہب پروٹسٹنٹ کے حامی یا مذہبی آزادی کے شیدائوں سے مدطلب کرسکتا تھا جبکہ اُن کے خون سے ابتک اُس کا دامن آلودہ تھا اور فرمان نانٹ منسوخ کئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا، ترکوں سے سازشیں کرکے اس نے جان سوبائسکی (Sobieski) اور پولینڈ کی مدد کھودی تھی۔ ڈوائی بروکین پر اُس کے قبضے نے اس ڈچی کے مالک، اُس کے قدیم حلیف، شاہ سویڈن کو برہم کردیا تھا۔ الجیریا اور ٹریپولی پر اُسکی یورش نے ترکوں کو ناراض کردیا تھا۔ سرحد جرمانیہ کے باہر معاون ریاستوں کا نظام بالکل بگڑ گیا تھا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۶۸۶ء میں شہنشاہ ہسپانیہ، سویڈن صوبہ جات متحدہ

سازآؤگزبرگ ۱۶۸۶ء

اور شمالی جرمانیہ کے شاہزادوں کے درمیان سازاُوگزبرگ کی خفیہ ترکیب وقوع میں آئی اور اس کا مقصد یہ قرار پایا کہ عارضی صلح ریجنس برگ کے ذریعے فرانس کی جس ملک گیری کا خوف ہے اس کی مزاحمت کیجاوے۔ دوسرے سال بویریہ اور شاہزادگان اطالیہ بھی شریک ہوگئے اور پوپ اِنوسنٹ یازدہم نے بھی خفیہ کمک پہنچائی؛

کچھ عرصے تک پرانی چال بھی اُس کے کام نہ آئی۔ گو اُسے اتحاد کا علم تھا اور حالانکہ اس کے دشمن تیار نہ تھے تاہم پہلا وار لگانیکی اُس کی ہمت نہ پڑی اُسکے دیکھتے دیکھتے دشمنوں نے اُس کے ایک اہم حلیف کو بھی اُس سے توڑ لیا، جیمس دوم والی انگلستان اپنے بھائی چارلس دوم سے بالکل مختلف تھا، اُس میں طبیعت کی آزادی اور خداداد قابلیت بہت زیادہ تھی مگر وہ سیاسی تدبیر

دچالوں سے قطعی ناواقف تھا۔ لوئی کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ وہ جیمس کو اپنی مرضی کے موافق نہیں

لوئی اور جیمس دوم میں تنازعہ ۱۶۸۸ء

موڑ سکتا اور انگلستان کو مثل سابق اپنے مطلب کیلئے نہیں بچا سکتا چارلس صرف امن و دولت چاہتا تھا۔ برخلاف اس کے جیمس اعلیٰ سیاسی حوصلے رکھتا تھا۔ وہ انگلستان کو رومن کیتھولک اور برطانوی تاج کو خود مختار بنانا چاہتا تھا، اور ان مقاصد کے مقابلے میں وہ فرانس کے فروغ یا لوئی کی عظمت کی ذرہ بھر بھی پروا نہیں کرتا تھا۔ لوئی کے لئے یہ نہایت اہم بات تھی کہ جیمس اپنی پارلیمنٹ اور رعایا سے سرگرم تنازعہ میں اسوقت تک مصروف نہ ہو جبتک کہ فرانس کو برطانوی بیڑے کی مدد کی ضرورت سمندر میں اور برطانوی فوج کی ضرورت ساحل رائن پر ہے۔ برخلاف اس کے جیمس صرف ان کے خانگی طرز عمل کی فکر رکھتا تھا، اور لوئی کی حتیٰ کہ پوپ کی، اصراری ممانعت پر بھی وہ برطانوی کلیسا کو کمزور کرنے، رومن کیتھولک کی معذوریوں کو دور کرنے اور برطانوی دستور کو بدلنے کی تجاویز میں مصروف رہا لوئی نے اس کی تادیب کرنیکا تہیہ کرلیا۔ اُسے یاد تھا کہ کس طرح چند سال قبل اسے چارلس دوم کو یہ سکھانا پڑا تھا کہ اگر وہ فرانسیسی زر لینا چاہتا ہے تو فرانسیسی احکام کی تعمیل کرے اسکو معلوم تھا کہ انگلستان کے ناخوش مدبرین ولیم اورنج سے خط وکتابت کر رہے ہیں اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ولیم اُورنج اپنے خسر کے ملک پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہے بشرطیکہ اُسے یہ یقین ہو جائے کہ اس کی انگلستان کی روانگی کے ساتھ ہی فرانسیسی فوجیں ممالک زیریں کو پامال کرنے اور ایمسٹرڈیم پر دھاوا کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوینگی نہ جیمس دوم کی کل اسکے ہاتھ میں تھی۔ ولیم بغیر اُس کی اجازت کے ہل نہیں سکتا تھا۔ عین اسی وقت ۱۶۸۸ء میں کولن کی ابرشیۂ عظمیٰ کے تنازع فیہ انتخاب نے لوئی کو رائن پر اعلان جنگ کرنے کا موقع دیا۔ یہ یقین کرکے کہ انگلستان پر ولیم اورنج کے حملے سے وہ آویزش وقوع میں آئیگی، جو جیمس کا غرور مٹادیگی اور وہ بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فرانسیسی مدد کا خواستگار ہوگا۔ پس اُس نے

ولیم سوم جیمس کو انگلستان سے نکال دیتا ہے ۱۶۸۸ء

اطمینان سے ولیم کو جانے دیا۔ فرانسیسی افواج سرحد ممالک زیریں سے رائن کی جانب بھیجدی گئیں، اور پیلے لی ٹنیٹ، پر قابض ہوگئیں اسکی فتمندی کی ساعت بہ حیرت انگیز خبر آئی کہ جیمس دوم

وار سائے میں پناہ گزیں ہوا ہے اور انگلستان کی طاقت اُس خوفناک اتحاد میں شامل ہو گئی ہے جو فرانس کو ہر چہار طرف سے دھمکا رہا تھا۔ سازِ آؤگز برگ کی جنگ، جو ۱۶۸۸ء سے ۱۶۹۸ء تک جاری رہی، تاریخ کی مذکورہ جنگوں میں سب سے زیادہ تھکا نیوالی اور غیر دلچسپ تھی۔ لوئی ساری دنیا کے مقابلے میں اکیلا تھا درحقیقت اس کا کوئی مددگار نہ تھا۔ حالات کے لحاظ سے اس کی جنگ آزمائی مدافعانہ

سازِ آؤگز برگ کی جنگ ۱۶۸۸ء تا ۱۶۹۸ء

تھی اُس کی پیش بینی اور وائیبین کی حکمت کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کی سرحد ایک سلسلۂ قلعجات سے محفوظ کر دی گئی تھی، جو اُس زمانے میں جبکہ سڑکیں خراب تھیں اور توپیں اُس سے بھی زیادہ بیکار تھیں، صرف محاصرے کے تھکانے والے طریقے سے فتح کئے جا سکتے تھے۔ مگر یہ ایسا طریقہ تھا جو محصورین کی بہ نسبت محاصرین کیلئے زیادہ مہلک تھا۔ ان قلعوں کو مرکز بنا کر اس کے سپہ سالار موقع کے لحاظ سے آگے بڑھکر دشمن پر حملہ کر سکتے تھے یا ان کے پیچھے ہٹ کر فوج بھرتی کر سکتے تھے۔ اتحادیوں نے بھی اُس زبردست مدافعانہ قوت کو دیکھکر جو اُن قلعوں کی وجہ سے فرانسیسی یورشوں کو نصیب تھی، اپنی باری میں قلعے کے سامنے قلعہ تیار کیا اور کوئے ہُوُرن کے ماتحت نیمور اور مُونس، لِیل اور شارلے رُو آئے کے مدمقابل ہو گئے۔ دونوں طرف سپہ سالار بھی ان شرائط پر جنگ آزمائی کیلئے نہایت موزوں تھے۔ یورپ میں عہد ٹیورین اور مارلبرو کے مابین کوئی ماہر فن جنگ ایسا نہیں ہوا جو اس نام کا مستحق ہو۔ لکزمبرگ نہایت چالاک شخص تھا۔ میدانِ جنگ میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا۔ مگر کامیابی حاصل کرنے اور فتح کو استعمال کرنے میں کوئی شخص بھی اس سے کم نہ ہوگا۔ ولیم سوم ایک لائق وزیر جنگ تھا جو کسی کام کے لئے تیار ہونے میں کبھی نہ تھکتا تھا اور نہ کبھی مصیبت میں پریشان ہوتا تھا۔ مگر اُس کی معمولی قیادت میں ایک ذرہ بھی قابلیت یا شوکت کا نہیں ہے ممالک زیریں میں لڑائی کی موج مونس اور نیمور کے قلعوں کے آس پاس مد و جزر کرتی رہی۔ ۱۶۹۱-۲ء میں فرانسیسیوں کا اُن قلعوں کو لے لینا اور لکزمبرگ کا ولیم کو ۱۶۹۲ء میں نیمور کو بچانے کی کوشش کے بعد اسٹائن کرک اور

نیئر ونڈین (Neerwinden) میں شکست دینا فرانسیسی جنگی کامیابی کا نقطۂ اعلیٰ ظاہر کرتا ہے ۱۶۹۵ء میں ولیم اور نیمور دوبارہ لے لینا جنگی شہرت کا خاص حق ہے اور فرانس کی روز افزوں درماندگی کا ثبوت ہے۔ رائن پر کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ظہور میں آیا، مگر اطالیہ میں فرانسیسی ممالک زیریں کی پیہم ہواؤں سے ناتوان ہو گئے تھے پھر بھی کے لی ٹا نا (Catinat) کے عمدہ جنگی اوصاف کی وجہ سے اپنی جگہ پر جمے رہے۔ اس نے ۱۶۸۹ء میں وکٹور ایماڈی اس کو مقام اسٹافارڈا (Staffarda) پر بھاری شکست دی اور ۱۶۹۳ء میں سی ویٹا (Civita) کی دوبدو لڑائی کے بعد یوجین کو پیڈمونٹ کے باہر بھگا دیا۔

بحری معرکوں کی اہمیت

جنگ کی حقیقی دلچسپی سمندر پر فرانس اور انگلستان کے بیڑوں کے درمیان معرکے سے وابستہ ہے۔ یہ اُس خوفناک معرکے میں پہلا وار تھا جو اٹھارھویں صدی بھر جاری رہا اور جسکا میدان بیچی ہیڈ سے ٹرافالگر تک پھیلا ہوا تھا اور جس نے انگلستان کو اس کا وسیع شہنشاہی مرتبہ عطا کیا ہے۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کی تسخیر نے لوئی چہاردہم کے خلاف استعمال کرنے کو انگلستان کا بیڑہ ولیم کے ہاتھ میں دیدیا۔ جیمس کے ساتھ آئرلینڈ کی مسلسل وفاداری کی وجہ سے لوئی کو سمندر پر فوقیت حاصل کرنا ضروری ہوگیا، کیونکہ بغیر اس کے وہ آئرلینڈ میں انگلستان کی پوری طاقت کے خلاف جیمس کو ایک لمحہ بھی وہاں قیام نہیں کرا سکتا تھا۔ اس لیئے آئرلینڈ کی آویزش کا دارومدار کلیتہً بحری جنگ کے نتیجے پر تھا جولائی ۱۶۹۰ء میں بیچی ہیڈ (Beachy head) کے قریب برطانوی بیڑے پر ٹرول کی عظیم الشان فتح نے فرانسیسیوں کو دو سال تک رودبار (Channel) کا مالک بنائے رکھا اور معرکہ بوائن (Boyne) کے اثر کا وزن برابر کیا اور وہ اس طرح سے کہ لوئی کو فرانسیسی افواج اور رسد آئرلینڈ پہنچانے میں اور نیز خود انگلستان پر حملہ کی دھمکی دینے میں مدد دی۔ لاہوگ کے کنارے رسیل (Russel) کے ہاتھوں ٹردل کی ہزیمت نے فرانسیسی ہوس کے اس خواب کو باطل کردیا۔ حملہ کا سارا خیال چھوڑ دیا گیا اور آئرلینڈ کو سنگدل فاتح کے رحم پر چھوڑ دیا گیا۔ فرانس کو سمندر میں برطانیہ کی فوقیت

تسلیم کرلی پڑی۔ اور جزائر شرق الہند و غرب الہند میں اس کی نوآبادیوں کی تسخیر والحاق کو ماننا پڑا۔ اس نے اپنے فاتح حریف کی تجارت میں اپنی تجارت کو ضم ہونے پر تسلیم خم کردیا اور لوٹ مار کی قانونی قزاقی کے ضعیف مگر زر خیز انتقام پر قانع رہا۔

فرانس کی درماندگی سنہ ۱۶۹۸ء

آٹھ سال کی جنگ وجدال کے بعد ہر فریق صلح کا خواہاں نظر آیا فرانس کے لئے، جو سال بسال کم از کم چار فوجیں میدان جنگ میں رکھنے کی وجہ سے درماندہ ہوگیا تھا، صلح ضروری ہوگئی۔ پہلے ہی بوجھ نا قابل برداشت ہوگیا تھا۔ سکے میں کھوٹ ملائی گئی تھی، میں اضافہ کیا گیا عہدے کھلم کھلا فروخت ہوئے، اور فروخت کرنے کے لئے ان میں اضافہ کیا گیا آبادی کے تقریباً دسویں حصے کے لئے سامان خوراک میسر نہ تھا۔ حکومت بھی کمزور ہاتھوں میں آگئی تھی کولبار، لووآ، سینیے سب مرچکے تھے۔ پون شارترین (Pont Chartrain) جس نے محکمہ خزانہ کی ذمہ داریاں لیں، نااہل تھا، لووا کا بیٹا، باربے سی آو (Barbesieux) جو صیغہ جنگ میں اپنے باپ کا جانشین ہوا، نوجوان اور ناتجربہ کار تھا۔ جب اس نے اپنی ناتجربہ کاری کو لوئی کے سامنے عذر قرار دیا تو احمق بادشاہ نے جواب دیا کہ "دہمت گھبراؤ، میں نے تمہارے باپ کو سدھارا ہیں تمہیں بھی سدھار دوں گا"۔ وہ فطرت انسانی کو سادہ ورق کی طرح سمجھتا تھا، جس پر جو چاہے لکھے۔ انگلستان بھی ایسے جنگ وجدال سے گھبرا گیا تھا جس میں نہ منافع اور نہ فروغ حاصل ہو۔ خود ولیم بیماری سے خستہ ہوگیا تھا اس کی رعایا اس سے نفرت کرتی تھی اور پارلیمنٹ مزاحمت کرتی تھی، اور اس کے خلاف درباری سازشیں کرتے تھے۔ پس وہ بھی تلوار کو نیام میں رکھنے کے لئے اگر مضطر نہیں تو رضامند ضرور تھا۔ سنہ ۱۶۹۶ء میں سیوائے کے وکٹور ایماڈی اس نے ساتھ کو خیرباد کہدیا، اور فرانس سے صلح کرلی، اور ایک عام صلح کے واسطے گفت وشنید شروع ہوگئی، جو آخر کار بالخصوص بوفلیرز (Boufflers) در پورٹ لینڈ کی مساعی سے سنہ ۱۶۹۷ء میں بمقام رزوک (Ryswick) ایک کامیاب نتیجہ پر پہنچی۔

صلح رزوک سنہ ۱۶۹۷ء

صلح رزوک کی رو سے فرانس سوائے اسٹراس برگ کے بقیہ ان تمام شہروں سے دست بردار ہوگیا۔ جن پر اس نے

صلح نیم دیگین کے بعد قبضہ کر لیا تھا، اور یہ منظور کیا کہ سرحدِ ممالک زیریں کے خاص خاص قلعوں میں ولندیزی فوجیں متعین کی جائیں تاکہ ان کی حد فاصل محفوظ رہے۔ کلیمانِ بویریہ (Clement) کو کُلن کا حقدار اسقف اعظم تسلیم کیا گیا، اور تختِ انگلستان پر ولیم سوم کا حق مان لیا گیا، مگر شرط یہ تھی کہ بعد ازاں اُس کی خواہر نسبتی این (Anne) جانشین ہو۔ صلح رزوک سے نہ صرف لوئی کے غرور کو بلکہ اُس کی طاقت کو بھی زک پہنچی۔ فرانس کو اس ہولناک اور شجاعانہ آویزش کے بار سے سبکدوشی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ پھر وراثت ہسپانیہ کی جنگ میں اُلجھ گیا۔ اس کا خزانہ غارت اور اُس کا بیڑہ پامال ہوگیا۔ اور اُس کے فروغ کا وارث اُس کا دشمن حریف قرار پایا۔ خاندانِ اسٹوارٹ کو تختِ برطانیہ سے محروم کرکے، اور فرانس کو اپنا حق تسلیم کرنے کے لئے مجبور کرکے ولیم سوم نے خود اور لوئی کے درمیانی ذاتی مخاصمت کو انگلستان اور فرانس کے مابین قومی عداوت سے بدل دیا تھا۔ یہ ایسا مقابلہ تھا جس میں انگلستان سبقت لے گیا اور فرانس کے سمندر پر جو فوقیت حاصل تھی وہ چھین لی اور لوئی کو جو یورپ کے حاکم اعلیٰ اور انگلستان کے رومن کیتھولک کے حامی بننے کا دعویٰ تھا وہ سب خاک میں ملا دیا۔

باب دوازدہم

جنوب مشرقی یورپ

ترکی طاقت کے عروج سے یورپ کی بے تعلقی اس کی مزاحمت مقامی تھی۔ ترکوں کے جبلی نقائص۔ ان کی ابتدائی کامیابی کے اسباب۔ اُن کے زوال کا آغاز۔ وادیِ ڈینیوب کے متعلق جھگڑا۔ خاندان آسٹریہ سے اُن کی دشمنی۔ صدی کے آغاز میں ترکی بد نظمی۔ محمد کیوپریلی، وزیر اعظم۔ کیوپریلی کے عہد میں ترکی قوت کا دوبارہ فروغ۔ ہنگریہ پر حملہ قرطیس پر قبضہ۔ پولینڈ کی حالت و تنظیمات۔ اس کی طاقت کا زوال۔ کوسیکیس سے جنگ۔ مائیکل کا انتخاب۔ ترکوں سے جنگ جان سوبالسکی کی فتوحات۔ جان سوبالسکی کا انتخاب۔ شہنشاہ کے خلاف ہنگریہ میں شورشیں۔ شہنشاہ جرمن اور ترکوں میں جنگ۔ جان سوبالسکی ویئنا کو بچاتا ہے "سازِ مقدس"۔ وادیِ ڈینیوب اور موریہ کی تسخیر۔ صلح کارلووٹنز موریہ کی بازگرفت صلح پیسارووٹنز

ترکی طاقت کی بنا، اور عروج سے یورپ کی بے تعلقی

زمانۂ موجودہ تک بڑی طاقتوں نے عثمانی ترکوں کی سلطنت سے جس بے تعلقی کا اظہار کیا ہے، تاریخ یورپ میں اس کے برابر تعجب انگیز واقعات شاذ ملینگے بحیثیت یورپی سیاسیات کے ایک اہم عقدہ ہونے کے مسئلۂ شرق، جس کا اثر دنیا کے امن و آسائش پر بہت گہرا پڑا تھا، سلطنت عثمانیہ کے انحطاط کے ساتھ عالم وجود میں آیا۔ جب سلاطین عثمانی اوجِ طاقت پہ تھے، جبکہ ترکی افواج ساحل ڈینیوب پر حملہ آور ہوتی تھیں، جبکہ ترکی بحری ڈاکو سواحل اطالیہ اور ہسپانیہ پر لوٹ مار کرتے تھے

جبکہ مسیحی اقوام غلام بنائی جاتی تھیں اور قوم کے بچوں کو بطور سالانہ خراج دینے پر مجبور کیجاتی تھیں، اس وقت مسیحی اور مہذب یورپ نے اِس معاملے کی بہت کم پروا کی ترکوں کی پیشقدمی کی مزاحمت بالتخصیص مقامی تھی۔ بعض اوقات پوپ معمولی حملوں کی تیاری کرنے کے قابل ہوتے تھے۔ چارلس پنجم نے الجیریا ہیں فزافنوں کے مضرت رساں جتھوں کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وقتاً فوقتاً فرانسیسی جرمانی اور برگنڈوی سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے دستے شہنشاہ یا سٹاہ ہنگریہ کی کمک کو بھیجے جاتے تھے۔ لیکن کوششیں واقعتہً وقتی اور خود غرضانہ ہوتی تھیں، اور ترکی پیشقدمی کو روکنے کا کام درحقیقت نیم مہذب اقوام پر چھوڑ دیا گیا تھا، جو خصوصاً سلاوینی نسل کی تھیں، اور وادی ڈینیوب اور بوسنیہ (Bosnia) اور البانیہ (Albania) کے کوہستانی ملک پکھری ہوئی تھیں ویلیک (Wallachs) اور سروی (Serbs)، البانی اور مغیار ایسی قومیں تھیں جو یورپ کی نجات کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈالتی تھیں اور اپنی آزادی کو قربان کرتی تھیں، جبکہ رومی شہنشاہ مسیحی بادشاہ سے مہلک تنازعہ میں مصروف تھا اور خلیفتہ المسیح دہری فلسفہ سے بوس وکنار کر رہا تھا۔ پندرھویں اور سولھویں صدی کے شہزادے اور مدبر موقع کے خطرے کا اندازہ نہیں کرسکتے تھے اور یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ مشرق عنقریب محاربِ صلیبی کا انتقام لینے والا ہے۔ اور نہ یہ کہ محمد ثانی کی ناہموار دھمکی کہ وہ سینٹ پطرس کے معبد میں اپنے گھوڑے باندھیگا، کبھی عملی صورت اختیار کرسکیگی۔

مزاحمت اکثر بالتخصیص مقامی تھی

تنازعہ للبقا آج تک کبھی اس لاابالی طریقے پر نہیں واقع ہوا۔ بحیرۂ متوسط میں مزاحمت خالصاً مقامی تھی۔ یلان ہسپتالی (Knights-Hospitallers) کئی سال تک اپنے رُوڈس کے جزیری قلعے کے لئے فاتح سے لڑتے رہے اور آخر کار اُسے مالٹا کی چٹانوں سے ابتر حالت میں بھگادیا۔ اہل وینس نے عثمانی حکومت کے ایک نہایت نازک موقع پر کل ترکی بیڑہ کو بیس سال تک مقابلے میں رکھا۔ پوپ اور وینس، یونان اور افریقہ کے ڈاکوؤں سے قزاقانہ رقابت وہ سرگرم ہوئی جس میں تحصیل زر کی لالچ تسخیر ملحدین کی ہوس سے زیادہ نمایاں تھی۔ ۱۵۷۱ء میں لے پانٹو (Lepanto) کی عظیم الشان فتح تھی، جس کی خبر پر

سارے مسیحی ممالک نے خوشیاں منائیں، اس وجہ سے فیصلہ کُن نہ تھی کہ وہ ایک عام خطرے کا تدارک کرنے کے متحدہ مسیحی طاقتوں کی کامیاب مساعی کا اظہار کرتی ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ خود عثمانی سلطنت کے اندر خانگی مشکلات کے عہد کے آغاز میں واقع ہوئی تھی خشکی پر جو وقتاً فوقتاً جنگ ہوئی اُسکا بھی قصہ کچھ ایسا ہی ہے حملہ آور ترکوں نے رفتہ رفتہ جزیرہ نمائے بلقان کو فتح تو کرلیا مگر اس پر تسلط جمانا دشوار ثابت ہوا۔ ہلال پندرھویں صدی کے وسط میں میدان ہنگریہ میں پہلی مرتبہ نظر آیا، تاہم عہد سلیمانِ اعظم میں اپنی اعلیٰ قوت کے زمانے میں بھی ترک پورے ملک پر قابض نہ ہوسکے۔ ٹران سل وینیہ (Transylvania) اور مُولڈیویہ سولھویں صدی کے آغاز میں سلطان کے مطیع ہو گئے، کریمیا کے تاتاروں نے محمد ثانی کی حکومت کو ۵۰ سال قبل تسلیم کرلیا تھا، مگر اُن کا تعلق باجگذار ریاستوں سے زیادہ نہ تھا۔ بوسینا اور سرویہ میں بھی، گو ترکی حکومت ہر جگہ قائم ہو گئی تھی، مگر مقامی آزادی کا بہت کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ یورپ میں عثمانی ترکوں کی تاریخ میں کوئی شئے اسقدر نمایاں نہیں ہے جتنا کہ یہ واقعہ کہ اُن کے مفتوحات کی حدود ان کے دشمنوں کی طاقت یا تدبیر سے نہیں، بلکہ خود ان کے جبلی نقائص سے مقرر کی گئی تھیں۔ جب سنہ ۱۳۹۶ء میں ہنگریہ کا سجسمنڈ اور فرانسیسی۔ہنگروی شجاعت کا انتخاب، بایزید اول کے سامنے میدان نیکوپولیس (Nicopolis) میں سرنگوں ہوگیا، جب سنہ ۱۴۸۰ء میں محمد ثانی کا جھنڈا فصیل اُوترین تو پر نہایت شان سے لہرایا اسوقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی تھی جو یورپی تہذیب کے قلب میں شاہِ ہنگریہ کی ویران مملکت اور مسیحی یورپ کی بربادی پر ترکوں کی فاتحانہ پیشقدمی کو روک سکے۔

اتراک کے جبلی نقائص

لیکن یورپ کی خوش قسمتی سے ترکوں میں دو جبلی نقائص تھے، جنھوں نے اُسے مہذب اقوام کے درمیان مستقل قیام کرنے سے روکا اُن میں نہ تو ضم کرنیکا مادّہ تھا اور نہ حکمرانی کی قابلیت دور اندیشی، استقلال اور تنظیم اُن میں مفقود تھے۔ حالانکہ یہی مہذب حکومت کے ابتدائی اور ضروری اوصاف ہیں۔ ترک یورپ پر اس طرح جھپٹتے تھے جس طرح ایک بڑا دریا اپنے پانی کو پہاڑی درّوں سے میدان میں گراتا ہے۔ ایک پرزور

اور ناقابلِ مزاحمت بہاؤ کے ساتھ وہ تمام کھیتوں اور باغوں میں پھیل جاتا ہے۔ اور کھائیوں، درختوں، اور پہاڑیوں کے تمام پرانے نشانات کو ایک ایک کر کے مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ سارا افق متحرک پانی کا ایک وسیع قطعہ نظر آتا ہے۔ مگر جیسے جیسے سیلاب چشمے سے دور ہوتا جاتا ہے اس کا دھارا خاموش اور اس کی ضرر رسانی کم ہو جاتی ہے۔ شاخیں اور امواجِ بازگشت چکر کھائی ہوئی لہروں کو روکتی ہی نہیں بلکہ ان کو سیلاب کی انتہائی حد پر آہستہ اور زرخیز کن نالوں سے بدل دیتی ہیں جو سبزہ زاروں میں انسان کی مرضی کے مطابق پانی پہنچاتی ہیں۔ کئی کئی روز بلکہ ہفتوں تک ممکن ہے کہ سیلاب جاری رہے اور پانی کی بھنور جوش کھاتی رہے، لیکن بالآخر وہ تھم جاتا ہے، پہاڑوں کے اوپر کا چشمہ خشک ہو جاتا ہے، ندی پھر سرعت کے ساتھ اپنے قدیم راستے پر پلٹ جاتی ہے اور ایک ایک کر کے پرانے مانوس مناظر پھر نمودار ہوتے ہیں۔ درخت اور جھاڑیاں، کھیت اور عمارات نظر آنے لگتی ہیں، مگر درحقیقت وہ پیشتر سے کسقدر مختلف ہوتی ہیں ہر شئے شکستہ، چور چور، اجڑی ہوئی اور ریگ و سنگریزوں سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے، اور اس تباہی میں خفیف زندگی باقی رکھتی ہے، اور پہلے کی سرسبز وادی سے بالکل مختلف نظر آتی ہے گو ظاہرا ان میں فرق تھا لیکن دراصل وہی کھیت، وہی درخت، وہی پرزور زندگی جو صرف چند لمحوں کے لئے طوفان سے پوشیدہ ہو گئے تھے جیسے سورج کی روشنی اور انسان کی فکر و تدبیر سے ہمیشہ اچھی فصل کی توقع رہتی ہے اسی طور سے ترکوں کے حملوں سے یورپ کے تمدن کے ؟ کی امید باقی رہی ترکوں نے جنوبی مشرقی تہذیب کو تباہ کر دیا تھا مگر اسکی بیخ کنی نہیں کی تھی۔ انھوں نے اس کو نقصان پہنچایا مگر غارت نہیں کیا تھا۔ ان کے پاس اس سے بہتر کوئی چیز نہ تھی، اس لئے یہ زندہ رہی، گو ضرر رسیدہ اور پاریدہ تھی مگر زندہ ضرور تھی۔ انھوں نے علاقہ جات مفتوحہ پر اپنی حکومت قائم کی مگر اس کے پیچھے قدیم قوانین، قدیم مذہب اور قدیم رسوم موجود تھیں۔ ڈینیوب کے آگے سرحدی اضلاع میں، وہ صرف تحصیلِ خراج پر قانع تھے، اور انھوں نے اپنی ماتحت ریاستوں کو اسقدر آزادی دے رکھی تھی جتنی کہ حکومت برطانیہ بھی ہندوستانی دیسی ریاستوں کو نہیں دیتی۔ ترکی سلطنت میں زیادہ تر فتح کا مفہوم یہ ہو گیا تھا کہ ایک نئے حکمراں

طبقے کا تسلط اور اُس کے نئے مذہب کا غلبہ ہو جاوے۔ یہ حکمراں سے نچلے درجے کے ظالم تھے لیکن ان کا مذہب ایسا تھا جس نے شاید ہی کسی ظلم کو روا رکھا ہو۔ نتیجۃً بہت سے عیسائی جو الحاد یا اختلاف مذہبی کی بناء پر ستائے جاتے تھے، وہ مسیحی حکومت کی نسبت اسلامی حکومت میں واقعتہً زیادہ آرام سے رہتے تھے۔ اور وینس اور سلطان کے درمیانی محاربات میں اکثر ایسا واقع ہوتا تھا کہ یونان اور جزائر کے راسخ الاعتقاد عیسائی لاطینی جفاکاروں کے ہاتھ سے بچنے کے لئے، اپنے غیر مذہبی فاتحین کی طرف سے جانفشانی کے ساتھ لڑتے تھے؛

عدم انتظام جہاں ترکوں میں مفتوح اقوام کو ضم کرنے کی قابلیت نہ تھی اُسکے ساتھ انتظامی قابلیت کی بھی کمی تھی۔ نہ تو وہ اپنی سلطنت کے مختلف حصوں میں اتحاد پیدا کر سکتے تھے اور نہ اُن پر علحدہ علحدہ حکومت کر سکتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ عثمانی نسل نے بہت کم منتظمین پیدا کئے۔ اُسمیں حکومت، تجارت یا فنون کی صلاحیت قطعاً نہیں ہے۔ ترکوں نے جنوبی مشرقی یورپ کو فتح کیا ہی تھا کہ اُن کو صوبجات کی حکومت مغلوب اقوام کے سپوتوں کے سپرد کرنی پڑی ترکی فنون مسیحی اور عربی نمونوں سے نقل کئے گئے تھے اور وہ بھی نہایت بھدے طور سے۔ تجارت عیسائی سوداگروں کے ہاتھ میں رہی یا بیرونی عیسائی طاقتوں کے ہتھے چڑھی۔ جب ترکوں کے فتوحات ختم ہو گئے، تو اُن کی سرسبزی بھی جاتی رہی۔ وہ کاہل، عیش پسند اور وجود معطل ہو گئے۔ جو ملک پر کابوس کی طرح سوار تھے۔ اس کی تہذیب اور جوش کو مردہ کر رہے تھے اور پیسے ڈالتے تھے، آئندہ ترقی ونشوونما کو روکے ہوئے تھے نہ رعایا میں روح پھونکنے کی قابلیت تھی اور نہ اُن کے قومی جذبات کو تباہ کرنے کی استعداد؛

اُن کی ابتدائی کامرانی کے اسباب پس جب سیلابِ فتوحات گھٹنا شروع ہوا تو مغلوب نسلیں پھر ابھرنے لگیں۔ فرقۂ مسیحی کو ترکی صوبجات دوبارہ فتح کرنے کی ضرورت نہ ہوئی، جس طرح جرمانیہ کو فرانسیسی صوبے تسخیر کرنے کی ضرورت پڑی صرف ایک بار جو انھیں پیسے ڈالتا تھا اُسے ہٹانا اور صرف غیر ملکی افواج کو نکال دینا تھا۔ پس ترکی حملے کی لہر جنوب مشرقی یورپ میں بڑھی ہی نہ تھی کہ

گھٹنا بھی شروع ہوگئی۔ ترکوں کی حیرت انگیز کامیابی تین اسباب پر مبنی تھی: جماعت مسیحی کی تفریق، ابتدائی عثمانی سلاطین کی غیر معمولی قوت و قابلیت اور جے نی زاری (Janizaries) کی بھرتی، جس کی وجہ سے اُنھیں یورپ میں بہترین باقاعدہ فوج حاصل ہوئی۔ پندرھویں اور سولھویں صدی میں ان تینوں نے ملکر ان کی طاقت کو بڑھا دیا تھا۔ وہ لوگ بحیثیت ایک فوج کے آئے، جو بحیثیت قوم کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک پڑاؤ کے مُرتب تھی اور اُن کی رہبری ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جنکا جنگی اور ذاتی اوصاف میں شاہانِ یورپ کے درمیان کوئی ہم پلّہ نہ تھا۔ اُن کے دستوں کی قوت کا انحصار اس خراجِ اطفال پر تھا جو مسیحی اقوام سے بالجبر وصول کیا جاتا تھا۔ یہ بچے مذہب اسلام کی تربیت پاتے تھے تاکہ بڑھکر فوج کی باقاعدہ زندگی میں اُس کے خاص محافظ و حامی ہوں، جو نیم مجذوب اور نیم پیشہ ور تھے۔ وہ یورپ پر ایسے وقت میں لوٹ پڑے جبکہ یورپ کی بڑی طاقتیں آہستہ آہستہ بدقت تمام نظام جاگیری سے نجات حاصل کر کے حکومتیں قایم کر رہی تھیں، جبکہ پیشہ ور افواج ہنوز عالم طفلی میں تھیں۔ خراجی بچوں کی تنظیم کے بانی، اُرخان (Orchan) کے زیر سرکردگی، وہ چودھویں صدی کے وسط میں پہلی مرتبہ یورپ پر حملہ آور ہوئے۔ مراد اول کے ماتحت اُنھوں نے رومیلیا (Roumelia) اور بلغاریہ کو تاخت کیا، بایزید اول کے زیر قیادت ان کے فتحمند اسلحہ سرویہ میں اور ڈینیوب کے پار ویلے شیا میں پہنچے اور سجسمنڈ والی ہنگریہ کو ۱۳۹۶ء میں معرکۂ نیکوپولیس (Nicopolis) میں شکست دی۔ مراد دوم کے ماتحت وہ مقدونیہ اور ہنگریہ میں پھیل گئے۔ تسخیر قسطنطنیہ کا جلیل القدر اعزاز محمد ثانی کے لئے مقدر تھا، مگر اُس نے اپنی عملداری ٹریبی زونڈ (Trebizond) یونان، جزائر ایجیین، بوسینیا، البانیہ، نیز کریمیا کے تاتاروں تک پہنچائی۔ ۱۴۸۱ء میں فاتح اعظم کی موت کے وقت یورپ کی سلطنت عثمانیہ اس وسعت کو پہنچ گئی تھی جو اُس نے موجودہ صدی کے وسط تک باقی رکھی مگر پھر بھی وہ بڑھتی ہی گئی۔

سلیمان اعظم
۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء

سلیمان اعظم کے زمانے میں، جو ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک فرمانروا رہا، وہ اپنی انتہائی قوت کو پہنچ گئی۔ اُسنے یلان ہسپتالی (Knights-Hospitallers) کو رُوڈس سے نکالدیا اور ڈینیوب

کو عبور کرکے بلغراد پر قبضہ کرلیا، اور نصف ہنگریہ کو ترکی صوبہ بنا کر ایک پاشا (Pasha) کو بوڈا (Buda) میں متعین کیا۔ دوسری طرف اُس نے شہزادگان ٹرانسلوینیہ اور مولڈیویہ کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اس قدر طاقتور ہوگیا تھا کہ یورپ کی طاقتیں اُس کی اہمیت کا احساس کرنے لگی تھیں، اور فرانسس اول والیٔ فرانس نے یہ عار نہ سمجھا کہ اپنی دوستی سے اپنے بڑے دشمن شہنشاہ کے خلاف سلطان کی مدد خرید لے اور مشرق میں فرانسیسی اثر کی بنیاد ان حقوق اختصاصی کے ذریعے سے ڈالے، جو اُس نے قسطنطنیہ میں اپنے ملک کے باشندوں کے واسطے حاصل کئے۔ اُس وقت سے زمانۂ موجودہ تک فرانسیسی طرزِ عمل کا خاص مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ شمالی اور مشرقی یورپ میں اتحادوں کے گروہ قائم رکھے جائیں جو اگر جرمانیہ فرانس سے جنگ کا خیال کرے دونوں طرف اپنے آپ کو گھرا ہوا پاکر اپنے ارادوں سے باز رہے۔ کئی سال تک سویڈن، پولینڈ اور ٹرکی کا ایسا جتھا قائم

فرانس سے اتحاد

رہا اور فرانسیسی سیاست کا اولین مقصد ہمیشہ یہ تھا کہ انکو باہمی دوستی میں مضبوط بندھا رکھے۔ سترھویں صدی میں جبکہ خاندان آسٹریہ فرانس کا خاص حریف تھا پولینڈ اور سلطان کی مدد بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ موجودہ زمانے میں سلطنت عثمانیہ کے زوال اور شمالی جرمانیہ سے رقابت کی تیزی کے دوران میں، زار روس فرانس کے حلیف ہونے کی حیثیت سے سلطان کا قائم مقام ہوگیا ہے اس طرح سے سولھویں صدی میں، بالخصوص فرانسیسی بادشاہوں کے خودغرضانہ طرزِ عمل کے ذریعے عثمانی سلاطین یورپی بادشاہوں کی دوستی اور اتحاد میں شریک ہوگئے تھے یہ وہی وقت تھا جبکہ وہ یورپی تہذیب کو تباہ و برباد کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

انحطاط ترکی کا آغاز ۱۵۶۶ء

درحقیقت، سیلاب انتہائی بلندی تک پہنچ چکا تھا۔ اب سلاطین فوج کی کارکن قیادت اور سلطنت کے پرمشقت انتظام پر قصر استنبول میں عیش و آرام کو ترجیح دینے لگے تھے۔ خود سلیمان نے محاصل کو ٹھیکے پر دیدیا اور امور سلطنت کے انتظام کو بالکل وزراء پر چھوڑ دیا۔ اُس کے کمزور جانشینوں کے عہد میں ضعف جلد جلد بڑھنے لگا۔ طاقت کی باگ

سلاطین کے بیفکر ہاتھوں سے چھوٹ کر نا قابل اور حقارت آمیز مقربین کے ہاتھ میں آگئی سلطنت کے اہم معاملات محل سرائی سازشوں سے طے ہوتے تھے، اور وزراء کی ترقی و تنزل خواتین اور خواجہ سراؤں کے ہاتھ میں تھی۔ رشوت ستانی کل حکومت میں عام ہوگئی فوج کا کارخانہ بگڑ گیا اور جینی زاری Janizaries مثل پرائی ٹوری Praetorian محافظین کے اپنے ملک کی ہوس کے حامی نہ تھے، بلکہ صرف خانگی انقلابات کے ہیر و ہو گئے۔ ترکوں کی غیر منتظم جیسی سلطنت میں، جو بوڈا Buda سے بغداد تک اور بحر خزر سے عمود مہر قل تک پھیلی ہوئی تھی، سوائے مرکزی حکومت کے اور کوئی قوت ایسی نہ تھی، جو مختلف اجزا، کو متحد کر سکے اور سوائے شہر یار استنبول کے جو سلطان و خلیفہ کے دوہرے حقوق سے متزین تھا اور کوئی مرکز اتحاد نظر نہیں آتا تھا۔ جب سردار کمزور اور نا قابل ہو گئے تو حکومت کا سارا انتظام بھی بگڑ گیا اور تنزل شروع ہو گیا سنہ ۱۵۷۱ء۔ سلیمان کے جانشین سلیم شرابخوار کے زمانے میں عیسائیوں نے ترکوں پر لے پان ٹو میں Cyprus بڑی فتح پائی۔ یہ ایسا معرکہ تھا جس نے باوجود اس امر کے کہ اس کے نقصان کی تلافی بیحد جد و جہد کے ساتھ کی گئی اور اس کے مقابلے میں تسخیر سائی پرس Cyprus وقوع میں آئی۔ بایں ہمہ ہمیشہ کے لئے بحر متوسط میں حکومت ترکی کی حدبندی نہیں کی جس طرح سے کہ سنہ ۱۵۲۹ء میں ویئنا پر سلیمان کے حملے اور متعاقب تقسیم ہنگریہ نے وادی ڈینیوب میں ترکی قوت کی انتہائی حدود متعین کر دی تھیں۔

اس طرح سے سولھویں صدی کے اختتام نے ترکی پیشقدمی کی حدبندی کر دی۔ سترھویں صدی کے ابتدائی ایام میں ترکوں کی پسپائی شروع ہو گئی صلح سیٹ واٹورک Sitvatorok کی رو سے، جو شہنشاہ اور سلطان کے درمیان میں سنہ ۱۶۰۶ء	سترھویں صدی میں وادی ڈینیوب کا ہاتھ سے نکل جانا

میں مرتب ہوئی تھی، ۳۰ ہزار ڈکٹ کا سالانہ خراج جو شہنشاہ نے اپنے حصۂ ہنگریہ کے لئے جو اس کے زیر حکم باقی رہا، سلطان کو دینے کا وعدہ کیا تھا، بند کر دیا گیا۔ ان دنوں سے زمانہ موجودہ تک یورپ میں عثمانی ترکوں کی تاریخ جنوب مشرقی یورپ پر ان کے اقتدار کی قوت میں تدریجی مگر مسلسل انحطاط کی تاریخ ہے۔ سترھویں صدی

میں متنازعہ وادی ڈینیوب کے متعلق تھا۔ مقابلہ نہایت سخت رہا۔ ترک یونان
وبلغاریہ کے لئے جس قدر لڑے تھے اس سے کہیں زیادہ جانفشانی سے
وادی ڈینیوب کے لئے لڑے۔ قسمت کے بہت سے نشیب و فراز کے ساتھ
ایک ایک قدم کر کے رفتہ رفتہ پیچھے ہٹا دئے گئے یہاں تک کہ صدی کے اختتام کے
تھوڑے ہی دن بعد دریائے ڈینیوب کے شمال میں تھیئس Theiss اور
پروتھ Pruth کے درمیان میں ایک ایکڑ بھی ان کے قبضے میں باقی نہ رہا۔ اُسوقت
سے تخلیئے کا کام مستعدی مگر آہستگی کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔ ایک ایک کر کے کریمیا،
وَلیشیا Wallachia مُولڈیویہ، بیسارے بیا Bessarabia، سرویہ یونان
بوسینیا اور بلغاریہ ترکی حکومت سے نکلکر مسیحی فرقے کے ہاتھ میں چلے گئے، اور یا تو وہ
پورے آزاد ہو گئے یا کسی ملحق عیسائی طاقت کے تحت میں آ گئے۔ مگر جس طرح سے
مسیحی طاقتوں کی باہمی خصومت نے پندرھویں اور سولھویں صدی میں ترکوں کیلئے
جنوب مشرقی یورپ کی تسخیر اسقدر آسان کر دی تھی، اُسی طرح انیسویں صدی میں
مسیحی طاقتوں کی باہمی رقابت نے عملِ حصولِ آزادی کو اسی قدر سُست اور مشکل کر دیا
تھا۔ چند سال تک عثمانی سلاطین یورپ میں اجازت سے رہے کیونکہ بڑی طاقتوں
کیلئے زار کے فروغ کے مقابلے میں ترکوں کا وجود کم خطرناک معلوم ہوتا تھا۔

خاندانِ آسٹریہ سے مخاصمت

قبل اس کے کہ روس کی ہوس نے مسئلہ شرقی کو چھیڑا، خاندانِ
آسٹریہ ہی وہ مسیحی طاقت تھا جو ترکوں کو مار بھگانے میں بالخصوص
دلچسپی رکھتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ شہنشاہ بھی، فرقہ مسیحی
کے قدیم سردار ہونے کی حیثیت سے، خود کو اس فرض کا پابند خیال کرتے تھے، کہ
مسیحی ممالک اور شہنشاہی باجگذاروں کو ترکوں کی اطاعت سے رہائی دلانے کے
کام میں رہبری کریں۔ مگر اس سے کہیں زیادہ وہ اُس سیاسی ضرورت کو محسوس
کرتے تھے جو انھیں بحیثیت شاہانِ ہنگریہ وکروشیا و فرمانروائے ٹران سل وینیہ
کے، وادی ہائے ڈینیوب ڈراوُ Drave اور ساوُ Save کے مالک بن بیٹھنے
پر مجبور کر رہی تھی۔ جب تک ترکوں کا بوڈا Buda میں مستقل قیام تھا اور وہ ایگرم
Agram کے اس قدر قریب تھے اس وقت تک خود ویئنا غیر محفوظ تھا، اور

اطالیہ و آسٹریہ کے مابین ذرائع آمد و رفت ہر وقت مسدود ہو سکتے تھے۔ جوں جوں جرمانیہ میں شہنشاہ رہبری سے محروم ہوتا گیا، اور رائن پر اس کا اثر کم ہونے لگا، اس کے لئے یہ زیادہ ضروری ہوتا گیا کہ وہ ڈینیوب پر قبضہ مضبوط رکھے۔ پس سترھویں صدی بحر جنوب مشرقی یورپ کی تاریخ ڈینیوب اور سافو پر جنگی اور سیاسی فوقیت کے لئے خاندان آسٹریہ اور سلاطین ترکی کے درمیان تنازعہ کی تاریخ ہے۔ دوسرے مجادلین مثلاً فرانسیسی، اہل وینس، پول اور روسی وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور ہوس، حبِ وطن یا مفاد کی محرکات سے تنازعہ میں حصہ لیتے ہیں اور اُسکے نتائج پر گہرا اثر ڈالتے ہیں، مگر مجادلہ کی لازمی نوعیت غیر متغیر رہتی ہے۔ آسٹریہ اور اتراک ڈینیوب پر فوقیت کے واسطے لڑتے ہیں جس طرح کہ جرمانیہ اور فرانس قبضہ رائن کے واسطے لڑتے ہیں۔

قسطنطنیہ میں بدانتظامی ۱۶۰۳ء تا ۱۶۵۶ء

خاندان ہیپس برگ کی خوش قسمتی سے خود اُن کی کمزوری کا زمانہ بھی وہ تھا جو اُن کے دشمن کے ضعف و انحطاط کا زمانہ تھا ۱۶۰۳ء میں محمد ثالث کی موت سے ۱۶۴۰ء میں مُراد رابع کی وفات تک عثمانیہ سلطنت انقلاب، بدنظمی اور جرائم کا شکار تھی۔ سلاطین جو کمزور اور محض نام کے بادشاہ ہوتے تھے ایسی حالت میں نہ تھے، کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں جو سی سالہ جنگ نے پیش کیا تھا۔ خود اپنے عیش و آرام کا اطمینان اور خود اپنی جانوں کا تحفظ توسیع طاقت کے بہ نسبت اُن کے خیالات میں بہت زیادہ جاگزیں تھا۔ اپنی شخصی فرمانروائی کے آٹھ سال میں (۱۶۳۲ء لغایۃ ۱۶۴۰ء) مُراد رابع نے ولولۂ تفریق کو بید سختی سے دبائے رکھا اور شوریدہ سر ینگ چری (Janizaries) فوج کو سر اطاعت خم کرنے پر مجبور کرنے میں بہت کچھ سعی کی۔ مگر ۱۶۴۰ء میں ایک ضیافت میں مے نوشی کے بعد اُسکی موت پر بدنظمی پھر رونما ہوگئی۔ اُس کا جانشین ابراہیم اول سلطنت بھر میں عیسائیوں کے قتل عام کا حکم دینے سے بمشکل روکے جانے کے بعد ۱۶۴۵ء میں ایک بیڑہ تیار کرنے پر فارغ رہا، جو فتح قریطس پر مامور کیا گیا، لیکن حکومت کی بدنظمی اتنی زیادہ تھی کہ اس کوشش کے کامیاب ہونے کی ذرہ بھر توقع نہ تھی۔ اس لئے صرف یہ کیا کہ اہل وینس اور مبارزہ ہسپانی

کو انتقام لینے پر آمادہ کر دیا۔ خود بدنصیب سلطان تخت سے اُتار دیا گیا اور ۱۶۴۸ء میں قتل کر دیا گیا، عثمانی بیڑے نے ۱۶۴۹ء میں بحر ایجین میں شکست کھائی، ایشیائے کوچک میں خانہ جنگی برپا ہو گئی اور استنبول میں وزرا، حرم والوں کی مرضی اور سپاہیوں کی طلبی پر بدلنے لگے۔ ۱۶۵۶ء میں وینیسی امیر البحر مُوسے نیگو (Mocenigo) نے درِ دانیال پر قبضہ کر لیا اور قسطنطنیہ کو دھمکی دی۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا کہ عثمانی سلطنت کے بدانتظامی کی وجہ سے عنقریب ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے ہ

محمد کیوپریلی وزیر اعظم مقرر ہوتا ہے ۱۶۵۶ء

اس حشر سے اس کو ایک شخص کے استقلال اور ایک خاندان کے جوہر نے بچایا۔ کیوپریلی البانی نسل کے تھے۔ مگر عرصے سے قسطنطنیہ میں متوطن ہو گئے تھے، جہاں بزرگ خاندان محمدؒ جواب ستر برس کا تھا، اپنے دماغ کی قوت اور رویّے کی مضبوطی کے سبب سے عام طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا نوجوان سلطان کی ماں، جس کے ہاتھ میں سیاسی قوت آگئی تھی، عالم مایوسی میں محمدؒ کیوپریلی کی طرف متوجہ ہوئی اور ۱۶۵۶ء میں اس سے درخواست کی کہ عہدہ وزارت عظمیٰ منظور کرلے اُس نے اس شرط پر منظور کیا کہ اسکو کامل اختیارات دیئے جاویں بیس سال تک وہ اور اس کے خاندان والے ملک کے حقیقی فرمانروا رہے اور سترھویں صدی کے نصف آخر میں عثمانی طاقت کا اعادہ ان ہی کا زیر بار احسان ہے۔ مشرقی سلطنتوں کی طرح اُنھوں نے منبعِ طاقت کی جستجو و تلاش نئے مطالبات کی رعایت میں نہیں بلکہ پرانے جوش کے اعادے میں جاری رکھی۔ انھوں نے یورپی تہذیب کی دلکشیوں کی طرف سے بالقصد آنکھیں بند کرلیں اُنھوں نے حتی المقدور یورپی طاقتوں سے تعلقات رکھنے سے انکار کر دیا۔ عہدنامے، رعایتیں، فنون سب کے سب کمزوری کے دلائل ہیں ایسی اخوت کے ثبوت ہیں، جو عیسائی اور مسلمان میں کبھی قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ حکومت کا بہترین نمونہ جو ہر وقت اُن کے پیش نظر تھا وہی تھا جو محمدؒ ثانی اور ابتدائی سلاطین کے زمانے میں پایا جاتا تھا۔ حاکم اور محکوم کے تعلقات ایسے تھے جس طرح ایک عمدہ انتظام والے گھر میں مالک اور غلام کے درمیان ہوتے ہیں، جہاں ایک کا بلا رعایت انصاف دوسرے کی بے چون وچرا اطاعت کی توقع کرتا ہے اور اُسے لازمی بنا دیتا ہے۔ ترکوں کا کام مخالفین

کی تسخیر اور مفتوحین کو اپنی مرضی پر چلانا تھا۔ جہاں کہیں کہ اب بھی کوئی باقاعدہ طاقت باقی رہی، جو اصولاً عیسائی اور تہذیباً مغربی تھی، وہی ایک دشمن تھی۔

عود امن و ترتیب ۱۶۵۶ء لغایتہ ۱۶۶۱ء

کامیابی فوری تھی۔ ترکوں نے فوراً محسوس کیا کہ ان کو ایسا رہنما ملگیا ہے جو اُن کا مطلب سمجھتا ہے اور جس کے سینے میں وہی اصول موجزن ہیں جو خود ان کے پسندِ خاطر تھے۔ اسلیئے وہ اُن کے اشاروں پر چلنے لگے۔ بدنظمی غائب ہوگئی۔ قاعدہ بھی قائم ہوگیا۔ صرف یونانی ڈیپٹر یارک، اور ۔۔۔ہم جینی زاری انتقام کے شکار ہوئے۔ دوسرے ہی سال وینسی بیڑے کو درِ دانیال سے فرار ہونا پڑا۔ موسے نیکو مارا گیا اور لیم نوش (Lemnos) تنے دوش (Tenedos) دوبارہ حاصل کر لئے گئے۔ ۱۶۵۹ء سفیر کے لڑکے کو گرفتار کرکے اور اس حرکت کی تلافی کرنے کے انکار سے فرانس سے قدیم اتحاد بھی ٹوٹ گیا۔ محاصرۂ قرنطیس مزید جوش کے ساتھ جاری رکھا گیا اور یورپی فتوحات کی جنگوں کے اعادے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جب محمدؐ کیوپریلی ۱۶۶۱ء میں فوت ہوا تو اُسے یہ دیکھکر اطمینان ہوا تھا کہ عثمانی سلطنت اپنے وسیع رقبے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک متحد ہے، اور اس کی قوتیں پھر اپنے قدیم دشمن شہنشاہ کے خلاف فاتحانہ جنگ آزمائی میں صرف کیجا رہی ہیں۔

احمد کیوپریلی کے ماتحت ہنگریہ پر یلغار

محمدؐ کیوپریلی کا کام اس کے بیٹے احمد کو تفویض ہوا۔ جو عہدۂ وزارتِ عظمیٰ پر اپنے باپ کی جگہ فائز ہوا۔ اس میں محمدؐ کی قابلیتیں موجود تھیں اور اُس نے اسی کا طرزِ عمل جاری رکھا۔ ۲ لاکھ سپاہ لیکر وہ ۱۶۶۳ء میں آسٹروی ہنگریہ میں گھس آیا اور ڈینیوب کو بمقام گران (Gran) عبور کیا، قلعۂ نیوہازن (New hausen) کو فتح کیا اور موریویہ (Moravia) کو دیوارِ اُولمٹز (Olmutz) تک تاخت کر ڈالا، مگر لوئی چہاردہم جو اپنے سفیر کی تذلیل پر برافروختہ ہوگیا تھا شہنشاہ کی کمک کو آیا۔ ۳۰ ہزار آدمیوں کی مدد سے جو فرانسیسی خزانے سے تنخواہ پاتے تھے مُونٹے کیوکیولی (شہنشاہی سپہ سالار) نے خود کو اتنا طاقتور پایا کہ ویئنا سے پیشقدمی کرکے ترکی اطراف کو دھمکا سکے۔ احمد بودا (Buda) کو پس پشت رکھنے کی غرض سے فوراً پیچھے ہٹ گیا، دونوں فوجیں راب (Raab) کے کنارے سینٹ گوتھرڈ میں مقابل ہوئیں، جہاں احمد اور اس کی فوج اپنے حریف کی زرہ کی اور فرانسیسی رسالے کی شجاعت

کے ہم پلّہ نہ ثابت ہوئے۔ بہرحال لیوپولڈ (Leopold) نے اس فتح میں صرف صلح کرنے اور فرانس کے احسان سے بچنے کا موقع دیکھا۔ معرکۂ گوتھرڈ کے دس روز بعد اس نے صلح واسوآر (Vasvar) پر دستخط کر دیے (۱۰؍ اگست ۱۶۶۴ء) جسکی رو سے اُس نے

صلح واسوار ۱۶۶۴ء

ٹرانسلوینیہ پر سلطان کی فرمانروائی مان لی اور ہنگریہ میں اہم قلعہ نیوہازن پر قابض رہنے کی اجازت دیدی۔ اپنی شادکامی سے پھولکر احمد جنگ وینس کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس نے خود اپنے ہاتھ میں قریطیس کے محاصرے کی ذمہ داری لی۔ اور باوجود تمام تدابیر کے جو یورپی فن تعمیر کر سکتا تھا، یہ جلد ظاہر ہوگیا کہ خاتمہ دور نہیں ہے۔ شہر کے شجاع محافظ مُوروسینی (Morosini)

قبضۂ قریطیس ۱۶۶۹ء

نے قبول اطاعت کو ایک عام صُلح کی گفت وشنید کا موقع بنایا۔ ۱۷؍ ستمبر ۱۶۶۹ء کو قریطیس ترکوں کے ہاتھ میں آگیا وینس اور ترکی میں صُلح پھر قائم ہوگئی۔ یہ اسلام کی آخری فتح تھی جو اسنے نصرانیت پر پائی تھی۔

پولینڈ کی حالت

وینس کے ساتھ جنگ کا ختم ہونا تھا کہ احمد ایک عیسائی طاقت سے جو اوروں سے مختلف تھی سلطنت کی انتہائی شمالی سرحد پر اُلجھ گیا۔

سلطنت پولینڈ جس سے لائی تھونیہ (Lithuania) کی صدر ڈچی ملحق ہوگئی تھی عہد متوسط میں شمالی سرحد پر مغربی تہذیب کے پاسبان کا فرض انجام دیتی رہی۔ لیکن جو تہذیب اُس نے خود حاصل کی تھی وہ اس کے جنوبی اور مغربی ہمسایوں کی تہذیب سے بدرجہا کمتر تھی۔ چونکہ وہ سترھویں صدی کے آغاز تک، ساحل بالطیک پر لائی ووُنیہ (Livonia) اور کورلینڈ سے حدود بحر اسود پر پوُدولیا (Podolia) اور نیس ٹراولی (Dniester) تک پھیلا ہوا تھا، اس لئے وہ نفاق اور عدم انتظام کے خطرات کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے مفاد اسقدر متفرق، اُس کے ممالک اسقدر دشوار گذار اور مختلف، اس کی قوم ایسی ناہموار و آزاد تھی کہ بڑے سے بڑے مدبر کے لئے بھی یہ قریب قریب حوصلہ شکن کام تھا کہ وہ اسمیں قومی خدمت کا احساس پیدا کرے یا شاہراہ ترقی پر اس کی رہنمائی کرے۔ لیکن جو قوتیں بہتر حالتوں میں مرکزیت کی طرف رہبری کرتیں وہ بالکل مفقود نہ تھیں۔ پولینڈ عملاً وسط یورپ میں واقع ہے۔ شمال میں عروج روس اور مغرب میں عروج

پروشیا تک وہ تسخیر کے اہم خطرے سے آزاد تھا۔ اس کی قوم نسلاً سلاوینی اور مذہباً کیتھولک تھی۔ سولھویں صدی کے آخر میں چند سالوں کے علاوہ وہ مذہبی یا نسلی نااتفاقی سے پراگندہ حال نہ تھا۔ پول طبعاً بہادر اور جری تھے، اور ذاتی وفاشعاری اور اپنے ملک کی محبت کے لیے ممتاز تھے۔ مگر اتحاد قوت کے یہ تمام اُمید افزا عناصر

پول کی فساد پسندی

اُن کی سیاسی اور اجتماعی تنظیمات کے مقابلے میں کچھ نہ تھے۔ پول محکومی کی اہلیت میں بالکل ناقص تھے۔ حکومت قانون کے فوائد کو اُنھوں نے کبھی پسند ہی نہ کیا۔ وہ یہ کبھی نہ سمجھے کہ جماعت کی سرسبزی کے لئے انفرادی ہستیوں کا پابندِ قیود ہونا لابدی ہے۔ تنظیم ایسا اصول تھا جسے اُنھوں نے کبھی تسلیم ہی نہ کیا اس قانون شکن اور فساد پسند جذبہ کا تدارک تو درکنار خود اُس کی نشو ونما ان کی اجتماعی تنظیمات کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ پولینڈ میں صرف دو طبقے تھے، طبقۂ اُمرا، جنکے ہاتھ میں کل دولت اور کل سیاسی قوت تھی اور غیر آزاد کسان جو غلاموں سے کچھ ہی بہتر تھے اور جن کو آقا کے مقابلے میں کوئی حق زندگی یا حق ملکیت حاصل نہ تھا۔ اُن تمام ممالک کی طرح جہاں ایک طبقہ غالب ہوتا ہے۔ یہاں بھی انصاف و وطن پرستی، خود غرضی اور امتیازات کے مطالبات کے سامنے مسدود ہوگئی تھی۔ اس طاقت کے استعمال کرنے کا تہیہ جو اُس کو صرف اپنے ہی اغراض کے واسطے نہیں دیگئی ایک طبقے کا امتیازی اجارہ نہیں ہے۔ فلورنس کی چھوٹی جمہوری حکومت کی یہی خصوصیت تھی جس طرح سے کہ یہ ایمسٹرڈیم کے تجارتی طبقۂ شرفا اور موجودہ فرانس کی جنگجو جمہوریت کی خصوصیت ہے پولینڈ کے زمیندار شرفا نے اس کو انتہا پر پہنچا دیا۔ اُنھوں نے فساد کو آزادی اور نپولین اور روبس پیر Robespire کی طرح ذاتی قوت کو حب وطن سمجھا۔ انکا سب سے بڑا خوف اس امر کا دریافت ہوجانا تھا کہ اُنھوں نے نادانستہ ایک آقا کو اپنے اوپر مقدم کرلیا ہے۔ پس جہاں تک ہوسکا اُنھوں نے بادشاہ کو حقیقی طاقت سے دور رکھا اور جان بوجھ کر اپنے ملک کو ایک مرکزی اتحاد سے محروم کیا۔ ایامِ متوسط میں بادشاہت گو ہمیشہ برائے نام انتخابی تھی مگر در اصل خاندانی تھی، لیکن ۱۵۷۲ء میں سجسمنڈ آگسٹس کی وفات پر وہ مطلقاً انتخابی ہوگئی اور انتخاب کے وقت بادشاہ کو ایک معاہدے پر دستخط کرنے پڑتے تھے جس کی

رو سے وہ عملاً بادشاہ کے تمام معمولی فرائض سے سوائے تقرر حکام اور قیادت لشکر کے، دست بردار ہوجاتا تھا۔ ملک کی حکومت حقیقۃً ایک "ڈائیٹ" اور "سینیٹ" (Senate) کو تفویض تھی، جس میں اُسقف اعلیٰ مجسٹریٹ اور بارہ بڑے حکام بیٹھتے تھے۔ ابتداً، کل شرفاء بالغ کو "ڈائٹ" میں شریک ہونے کا حق تھا مگر ۱۴۶۶ء کے بعد سے وہ صرف نمائندوں کی جماعت ہوگئی تھی، جو اُمراء کی صوبجاتی مجالس سے فرمان حاصل کرتے تھے، اور جنھیں اس میں تغیر کرنے کی قطعی اجازت نہ تھی۔ ڈائٹ، چھ ہفتے تک اجلاس کرتی تھی، اور اس کے تمام فیصلوں کے لیئے ضروری تھا کہ بالاتفاق منظور ہوں۔ پس یہ ہر رکن کے اختیار میں تھا کہ چاہے جو معاملہ ہو اُسے روک دے یا تو اس طرح کہ چھ ہفتے تک کارروائی کو بڑھنے نہ دے یا تجویز کے خلاف رائے دیدے (تنسیخ)، یا محض علیحدہ ہوجائے، جو درحقیقت تمام فیصلوں کو ناممکن بنا دیتا تھا اور اسطور پر مجلس برخاست ہوجاتی تھی۔

پولینڈ فرانسیسی اور آسٹروی اغراض کا جولانگاہ

ایسے دستور کے متعلق یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی انسان سے نفرت کرنے والے فلسفی کی جدّت طرازی ہے جو انسانی فطرت کی بعید از قیاس حماقت کو بڑے پیمانے پر دکھانے کے واسطے بیچین ہے۔ درحقیقت اس کا محرک خوف و خود غرضی کا زہر آلود جذبہ تھا۔ ایک جلد باز و فساد پسند قوم کے ہاتھ میں رہکر وہ بلا بدنظمی پھیلائے نہیں رہ سکتا تھا، اور تھوڑے عرصے میں بدنظمی رشوت ستانی کا موجب ثابت ہوئی۔ فرانس نے قبل از قبل اس فائدے کو دیکھ لیا جو پولینڈ جیسی بڑی وسطی جنگجو ریاست پر اثر رکھنے سے خاندان آسٹریا کے خلاف محاربے میں اسے حاصل ہوگا۔ شہنشاہ یہ دیکھکر خوف زدہ ہوگیا کہ اُس کی موروثی ریاستوں کے گرد فرانس کی ماتحت ریاستوں نے حلقہ باندھ لیا ہے، اور اُس نے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا کہ ایسے بادشاہ کا انتخاب ہو جو فرانسیسی مفاد کا دشمن ہو۔ مگر فرانس کے پاس زر کافی تھا، اور اُس کے طرز عمل میں شہنشاہ کے طرز عمل کی نسبت زیادہ استقلال بھی تھا، اس لیئے نتیجہ یہ ہوا کہ بجز خاص خطرناک مواقع کے، فرانس کی سیاست اور نہ دونوں ممالک کے درمیان ہمیشہ رشتۂ اتحاد قائم کیئے رہے، اور ایک قطعی

شہنشاہی امیدوارے کے انتخاب کو روکتے رہے۔ اس طرح یورپ کی بڑی طاقتوں کا یہ مفاد قرار پایا کہ پولینڈ بدنظمی کی حالت میں رکھا جائے تاکہ اُس کی قسمت کے فیصلے میں ان کو کافی اثر حاصل ہو جو ایسے مواقع اُس کے ہمسایوں کو حاصل ہوتے وہ اُن سے فائدہ اٹھانے سے کبھی نہ چُوکتے۔ پولینڈ بدانتظامی کی وجہ سے روز بروز کمزور ہوتا جاتا تھا، اور وہ سب مرکزیت کے ذریعے روز بروز طاقتور ہوتے جاتے تھے۔ گسٹیوس اڈولفس کے ماتحت بالطیک میں سویڈن کا غلبہ، ایام پر آشوب کے بعد خاندانِ رُومے نُوف (Romanof) کے ماتحت روس میں امن، الکزاعظم کی کامیاب جنگیں چالاکی اور حکمت عملی کے جہاں اور نتائج تھے وہاں ایک یہ بھی تھا کہ پولینڈ کمزور ہوگیا۔ صُلح وِھیلاؤ مرتبہ ۱۶۵۷ء کے ذریعے مشرقی پروشیا پولینڈ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ صلح اولیوا (Oliva) مرتبہ ۱۶۶۰ء کے ذریعے اُسے لائی وُونیہ سویڈن کے نذر کرنا پڑا۔ صلح اینڈروزوف (Andrusoff) مرتبہ ۱۶۶۷ء کے ذریعے اُسے دریائے نیپر (Dnieper) کے مشرق کے تمام مقبوضات روس کے حوالے کرنے پڑے، جس میں اِسمولِنسک (Smolensk) اور کیف (Kief) کے اہم بلاد جو روس نے اِس سے ابتدائے صدی میں لیئے تھے، اور یوکرین (Ukraine) کے آدھے قبائل کوسیک (Cossacks) پر حکومت کا بھی شمول تھا؛

یوکرین کی قبائل کوسیک سے جنگ وجدال ۱۶۴۸ء-۱۶۶۷ء

اضلاع سرحدی کے ان جنگی سواروں کے تعلقات کی وجہ سے پولینڈ کو آخر کار عثمانی ترکوں سے لڑائی مول لینی پڑی۔ حکومت پولینڈ کا جوا ہمیشہ سے قبائل کوسیک کی گردنوں پر بھاری تھا۔ یہ لوگ فطرتاً مغرور، آزاد اور پُرجوش تھے اور پُولش امرا کی بدسلوکی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے اور نہ اُن کے یہودی گماشتوں کی طمع اور حصول باجگ کے آگے غلامانہ طور پر سر تسلیم خم کرسکتے تھے۔ ۱۶۴۸ء میں وہ جی کڑا کرکے بغاوت کر بیٹھے، اور تاتاریوں کی مدد سے اِلکسِیس (Alexis) والی روس کی اطاعت قبول کی۔ شورش بروقت تھی۔ کیونکہ چارلس دہم شاہ سویڈن کی ہوس کی وجہ سے جان کاسی میئر (Casimir) والی پولینڈ کے ملک پر چار طرف سے سویڈن، روس اور برانڈن برگ چڑھائی کر رہے تھے۔ اس کا دار الحکومت

دشمنوں کے ہاتھ میں اور وہ خود سائلیشیا (Silesia) میں پناہ گزین تھا بہرحال جب بحر بالطیک کے سواحل پر اولیو، کوپن ہیگین اور کارڈیس کے عہد ناموں سے ۱۶۶۰ء میں صلح قائم ہو گئی، تب پولینڈ کو اپنی شوریدہ سر رعایا اور ان کے محافظ کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملا جان سوبائسکی کی باکمال قیادت اور ذاتی اوصاف سے جو پولش امیر خاندانوں میں سے سب سے قدیم اور سب سے زبردست خاندان میں پیدا ہوا تھا، الکسیس اور اس کے حلیف صلح جوئی پر مجبور ہو گئے، اور انھوں نے معاہدہ اینڈروزوف مرتبہ ۱۶۶۷ء کو منظور کر لیا دو سال بعد جان کاسی میئر تخت سے دست بردار ہو گیا، اور فرانس اور شہنشاہ کے طرفداروں میں حسب مرضی انتخاب کرنے کے لئے حسب معمولی سازشیں شروع ہو گئیں لیکن اس وقت جان کاسی میئر کی برگشتگی قسمت اور اس کی فرانیسی بیوی لوئیز دینورس Lovise de nevers کی غیر مقبولیت کی وجہ سے اہل پولینڈ کسی فرانیسی نسل

مائیکل کا انتخاب بحیثیت بادشاہ ۱۶۶۹ء

یا فرانیسی تعلقات والے کو پسند کرنے پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ جان سوبائسکی بھی، جس نے ایک فرانیسی عورت کے ساتھ شادی کی تھی اور فرانیسی مفاد کا حامی تھا، پس پشت ڈال دیا گیا اور اس کے مقابلے میں قومی نمائندہ مائیکل وائس نووائکی (Wies nowieski) کو ترجیح دیگئی، جس میں سوائے خوبصورت چہرے اور نام کے کوئی خوبی نہ تھی۔ قبائل کوسیک اس انتخاب کو ایذا رسانی کے اعادے کے ذوق سے تعبیر کرتے تھے کیونکہ نئے بادشاہ کا باپ ان کے بڑے ایذا رسانوں میں سے تھا۔ ۱۶۷۰ء میں انھوں نے ہتھیار سنبھالے۔ لیکن سوبائسکی نے ان کو نہایت آسانی

ترکوں سے کوسیک کی درخواست محافظت کیلئے ۱۶۷۱ء

سے پسپا کر دیا۔ بادشاہ کی طرف سے انصاف کی امید سے مایوس ہو کر وہ ترکوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سلطان کی فرمانروائی تسلیم کرنے پر تیار ہو گئے بشرطیکہ وہ مگر پولینڈ سے ان کی محافظت کرے۔ احمد کیوپرلی نے خوشی سے موقع کو ہاتھ میں لیا اور ۱۶۷۱ء میں مظلوم رعایا کا حامی بنکر پولینڈ سے اعلان جنگ کر دیا ٭

جنگ درمیان ترک و پولینڈ ۱۶۷۲ء تا ۱۶۷۶ء

جون ۱۶۷۲ء میں تیاریاں پوری ہوگئیں اور خود سلطان بہمراہی وزیر کامی نی ایک (Kaminiec) کے قریب قریب ناقابل فتح قلعے کے سامنے جو کلیدِ پوڈولیا تھا، ظاہر ہوا۔ ایک ماہ کے اندر اندر وہ قلعہ فتح ہوگیا اور بزدل مائیکل اس دھچکے سے خوف زدہ ہوکر بوک زیکس (Bukzacs) میں صلح کی گفتگو کرنے لگا، جس کے ذریعے اس نے پوڈولیا اور یوکرین سے دستکشی کرلی اور خراج ادا کرنا منظور کرلیا۔ ایسی توہین پر غضبناک ہوکر ڈائٹ، نے صلح کی تصدیق کرنے سے انکار کردیا اور قوم کی تمام فوج کو اکٹھی کرکے جان سوباسکی کے ماتحت مدافعت کے لیئے بھیجی۔ چار سال تک شجاعانہ محاربہ جاری رہا۔ یورپ کی بڑی طاقتوں سے کوئی مدد نہ ملی، کیونکہ یہ سب لوئی چہاردہم کی ہوس کی وجہ سے رائن اور شلِسٹ پر مہلک جنگ آزمائی میں مصروف تھیں، دربار میں سازشوں کا ڈر لگا ہوا تھا اور خیمے میں نافرمانی کا خطرہ تھا، مگر جان سوباسکی نے محض اپنے ذاتی رویّے کی فوقیت اور اعلیٰ جنگی قابلیت کے زور سے ترکوں کو نہ صرف پوڈولیا اور گیلی شیا (Galicia) میں آگے بڑھنے سے روکا بلکہ بہترین ترکی سپہ سالاروں کو بمقام کاکزین (Coczen) ۱۶۷۳ء میں اور بمقام لمبرگ (Lemberg) ۱۶۷۵ء میں فاش شکستیں دیں اور ان کو ابتر حالت میں ڈینیوب کے پار بھگا دیا۔ ۱۶۷۴ء میں محاربے کے عین وسط میں مائیکل فوت ہوگیا اور پول نے نہایت مسرت کے ساتھ اپنے سورما کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ لیکن خاصکر اسی وجہ سے اُنھوں نے اس کی خدمت ایک شمہ بھر بھی زیادہ نہ کی۔ دوسال

جان سوباسکی بادشاہ منتخب کیا جاتا ہے ۱۶۷۴ء

بعد وہ بڑی آفت میں پھنس گیا، اُسکی مختصر فوج کو نیسٹر کے کنارے بمقام ذورا اُونو (Zurawno) دشمن نے گھیر لیا اور وہ گھیرنیوالی قطاروں سے نکل نہیں سکتا تھا، اور نہ اُسکو رہائی کی کوئی امید تھی۔ لیکن اس نازک وقت میں بھی اُسکے نام کا جادو غالب آیا اور ترکی جرنیل ابراہیم نے شیر سے اسی کے غار میں مقابلہ کرنیکے خطرے میں پڑنے کے بجائے مصالحت کو ترجیح دی صلح ذورا اُونو مرتبۂ اکتوبر ۱۶۷۶ء کے ذریعے سلطان کا قبضہ کامی نی ایک اور جزوِ یوکرین پر مصئون ہوگیا مگر ان ہی

صلح ذورا اؤنو ۱۶۷۶ء

رعایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ احمد کیوپریلی کا اپنے آقا کی پیشانی پر محمد ثانی کا شہرا باندھنے کا بڑا منصوبہ ناکامیاب ہوا کو صلح ذورا اؤنو کے سات روز بعد احمد کیوپریلی کا انتقال ہوگیا مگر اُس کا طرز عمل اس کے ساتھ ناپید نہیں ہوا۔ اس کا جانشین اور برادر نسبتی قرا مصطفی میں شوق ملک گیری وہی تھا جو احمد میں تھا مگر احمد کے برابر قابلیت نہ تھی وہ شعلہ مزاج، عیش پسند اور

قرا مصطفی کا تقرر بعہدۂ وزارت عظمیٰ ۱۶۷۶ء

مغرور تھا، اور توسیع کی تلاش میں وہ اُس طاقت کو برباد کرنے لگا جو محمد اور احمد نے اس قدر جانفشانی سے بنائی تھی۔ اُس نے تہیہ کرلیا کہ وہ ویئنا کو ایک ہی ضرب میں فتح کرکے مملکت مسیحی کے قلب میں گھس جائیگا۔ پس حملے کی تیاریاں ایک غیر معمولی و ناقابل مزاحمت پیمانے پر خفیہ طور سے شروع ہوگئیں نئے سیاسی اور تجارتی مراعات سے فرانس سے اتحاد کی تجدید کی گئی۔ روس سے صلح کرلی گئی اور پولینڈ سے صلح کی تصدیق ہوگئی۔ ان تدابیر سے وزیر اعظم کو امید تھی کہ وہ شہنشاہ کو تنہا کردیگا، اور اس میں وہ قریب قریب کامیاب ہوگیا تھا۔ چند سال تک اہل ہنگریہ شہنشاہ سے بگڑے رہے۔ لیوپولڈ نے دونوں مذہبی اور سیاسی انسداد کا طرز عمل اختیار کیا تھا۔ حکومت میں اور مرکزیت پیدا کرنے کی غرض سے، اُس نے پیلےٹن کا منصب تخفیف کردیا، اور ہنگریہ پر ویئنائی (Viennese) حکام کے توسط سے فرمانروائی کرنے لگا۔ مذہب پروٹسٹنٹ کی بیخ کنی کی غرض سے، اُس نے مذہبی معاملات کا انتقام جیسوئٹ کے ہاتھ میں دیدیا اور پروٹسٹنٹ وزراء کو باغیانہ اشتعال کے بہانے سے یا تو جلاوطن کردیا، یا جہاز پر بھیجدیا۔ ایسی ظالمانہ اور ناانصافانہ تدابیر کا معمولی نتیجہ ہوا۔ ہنگریوں نے رائن کے کنارے فرانس کے ساتھ جنگ سے فائدہ اٹھایا اور ۱۶۷۸ء میں ٹوکولی کے زیر سرکردگی اپنے ایذا رساں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ آپافی (Apaffy) شہزادہ ٹرانسلوینیہ بھی انکا شریک ہوگیا۔ ۱۶۸۱ء میں وہ اتنے طاقتور ہوگئے کہ انھوں نے شہنشاہ کو مجبور کیا کہ عہدۂ پیلےٹن پھر قائم کیا جائے اور مذہبی آزادی روا رکھی جائے۔ مگر ٹوکولی (Tokoli) اس پر

شہنشاہ کے خلاف ہنگریہ میں بغاوتیں ۱۶۷۸ء تا ۱۶۸۱ء

قانع نہ تھا۔ وہ ہنگریہ کا بادشاہ خود بننا چاہتا تھا۔ پس اُس نے کرا مصطفیٰ کی ترغیب پر عمل کیا، کہ ترکی حملے میں ساتھ دے اور حکومت ہنگریہ کو سلطان کے باجگذار کی حیثیت سے قبول کرے۔ ہر چیز تیار تھی۔ یہ بھروسا کرکے کہ لوئی جرمانیہ کو شہنشاہ مدد کرنے سے روکیگا اور ٹوکولی اس کے خلاف ہنگریہ کو اُبھارے گا کرا مصطفیٰ نے ۱۶۸۲ء میں نقاب اُلٹ دیا اور ہنگریہ کو سلطان کا باجگذار قرار دیا، اور ڈیڑھ کروڑ کا لشکر لیکر ۱۶۸۳ء کے موسم بہار میں ڈینیوب کو عبور کیا۔

پولینڈ اور شہنشاہ کے درمیان اتحاد ۱۶۸۳ء

کرا مصطفیٰ کا اپنے اتحادیوں پر بھروسہ بیجا نہ تھا۔ جس طرف شہنشاہ اپنی پریشانی میں مدد کے لئے مڑتا تھا فرانس کی سیاست اس کا راستہ کاٹتی تھی۔ جرمانیہ میں لوئی بالکل کامیاب ہوا۔ ڈائٹ، جو راٹس بون (Ratisbon) میں مجتمع ہوئی تھی بلا منظوری رقم منتشر ہوگئی۔ پولینڈ میں معاملہ ٹیڑھا تھا، لیکن آخر میں جان سوبالسکی کی غیر مغلوب ہمت اور تیز فہم فراست غالب آئیں۔ پولینڈ کی سخت ترین ضرورت کے وقت میں آسٹریہ کی خود غرضی اور بزدلی پر بڑبڑاہٹ، مسیحیت اور تہذیب کے عام خطرے کی موجودگی میں خاموش کردی گئی۔ ۳۱؍ مئی کو شہنشاہ سے معاہدہ کیا گیا جس کے ذریعے پولینڈ نے میدان میں چالیس ہزار آدمی بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اس اثنا میں ترکی جنگ جاری رہی۔ ڈیوک لورین (Duke of Lorrane) امپیرالوری سپہ سالار نے ہنگریہ چھوڑ کر وئینا کی محافظت کاؤنٹ اشٹاہرم برگ (Stahremberg) کے سپرد کی، اور خود ڈینیوب پر کچھ پیچھے پولش کمک کے انتظار میں خیمہ زن ہو گیا۔ ۱۳؍ جولائی کو ترکی علم فصیل کے سامنے لہرائے، ۱۴؍ کو شہر کا محاصرہ کرلیا گیا اور رخندقیں کھولدی گئیں۔

محاصرۂ وئینا ۱۶۸۳ء

شہر محاصرے کے لئے اچھی طرح تیار نہ تھا۔ افواج متعینہ کی تعداد صرف ۱۴ ہزار تھی، دیواریں پرانی اور مرمت طلب تھیں برخلاف اس کے ترکی انجینیر اور توپخانے یورپ میں بہترین تھے۔ مگر مصطفیٰ کو حصول مقصد کی کچھ جلدی نہ تھی۔ ۷؍ اگست کو اُس نے شاہی افواج کو اُن کے قلعوں سے بھگا دیا شہر ہر طرف سے حملے کے لئے کھل گیا لیکن اُس نے حملے کیواسطے حکم دینے میں پس و پیش کیا

دشمن سے ہتھیار ڈلوانے اور شہر سے مال غنیمت حاصل کرنے کی اس کو تمنا تھی۔ اس اثنا میں جان سوبائسکی نہایت عجلت سے کریکاؤ (Cra cow) میں فوجیں مجتمع کر رہا تھا۔ لیکن ۱۵ راگست سے پہلے سوبائسکی کوچ شروع نہ کر سکا، اور تب بھی اُسے لائی تھنونیوں کو پیچھے چھوڑنا پڑا۔ دوسری ستمبر کو وہ اپنے رسالے کو لئے ہوئے ڈینیوب پر پہنچا۔ پانچویں کو اُس نے سلطنت اور پولینڈ کی متحدہ افواج کی قیادت لی چھٹی کو اس نے مقام ٹولن پر ڈینیوب کو پل سے عبور کیا۔ گیارھویں کو وہ کاہلیں برگ کی بلندی پر پہنچ گیا، اور ترکوں کے وسیع خیموں پر نظر ڈالی، جو اُس میدان میں پھیلے ہوئے تھے جو بلندی سے منارۂ سینٹ اسٹیفین (St. Stephen) تک بسیط ہے۔ وہ ایک منٹ بھی قبل از وقت نہیں آیا تھا۔ ترکی ماہرین تعمیر دیواروں کے نیچے سرنگ کھود چکے تھے گنجان شہر میں بیماری پھیل رہی تھی۔ مگر جب محصورین نے اطلاعی آتش کو دیکھا تو انھیں محسوس ہوا کہ اب ان کی آزمائش کا وقت آگیا اور فتح اُن کے لئے قریب تھی وہ قطعی مایوس نہ تھے۔ بارھویں کی صبح کو کنیسۂ لیوپولڈس برگ میں عشاء ربانی Holly communion کے بعد جان سوبائسکی تھیسے سوبائسکی نے حملے کا حکم دیدیا۔ ترکی ہراول کو انگور کے باغ

ہاتھوں اتراک کی ہزیمت ۱۶۸۳ء

سے جو کاہلیں برگ (Kahlenberg) کے اطراف کو مزین کرتا تھا، جلد بھگا دینے کے بعد، سہ پہر میں ترکی کی خاص فوج کے مقابلے میں آموجود ہوا۔ جب اسکے پولس سپاہیوں نے نعرۂ سوبائسکی زندہ باد، کے ساتھ حملہ کیا تو ترکوں کی صفوں میں اس ہولناک نام کے سنتے ہی کھلبلی مچگئی اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ سوبائسکی نے حسب معمول نہایت ہوشیاری سے اس اُمید افزا موقع سے فائدہ اٹھایا اور قبل اس کے کہ دشمن پھر اپنی صفوں کو درست کر سکے وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ پسپا ہونے والے غنیم پر بڑے زور وشور سے حملہ آور ہوا۔ لڑائی فتح ہوگئی، ویٓنا بچگیا اور ممالک مسیحی محفوظ رہے۔ حملہ آور کا پورا ساز وسامان مع خیموں کی قطاروں، بازاروں، مسجدوں، اسباب عیش ونشاط، فاتح کے ہاتھ لگا۔ خود قرا مصطفیٰ مشکل سے اپنی جان بچا سکا اور بدقت تمام اپنی شکست خوردہ افواج کو بلغراد

میں پھر جمع کر سکا ہو

سنہ ۱۶۸۳ء میں ویئینا پر اس بڑی چڑھائی کی ناکامی کی تاریخ سے یورپ میں عثمانی ترکوں کا انحطاط شروع ہوا اس شکست کی سزا میں کرا مصطفیٰ کی گردن ماری گئی، لیکن ابراہیم کو جو اُسکا جانشین ہوا، لڑائی میں کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ اسی سال ماہ اکتوبر میں خود سوبائسکی نے ترکوں کو بمقام پارکان (Parkan) دوسری شکست دی اور ان کو ہنگریہ سے باہر نکالدیا۔ سال متعاقب میں وینس ہزیمت خوردہ ترکوں کے تعاقب میں شریک ہوگیا اور ہولی لیگ (Holy league) وینس، شہنشاہ اور پولینڈ کے درمیان سلطان کے خلاف مرتب کیگئی۔ اسکے نتائج بہت جلد ظاہر ہو گئے حالانکہ سوبائسکی اپنی علالت اور روز افزوں ضعف کی وجہ سے سنہ ۱۶۸۵ء میں میدان جنگ سے واپس ہوگیا تھا۔ لیکن ڈینیوب کی طرف فتوحات کا سلسلہ

ساز مقدس سنہ ۱۶۸۴ء

جاری رہا اور بحر متوسط میں بھی جدید فتوحات حاصل ہوئیں۔ سنہ ۱۶۸۵ء میں ڈیوک لورین نے سوائے قلعہ بودا (Buda) کے کُل ترکی ہنگریہ چھین لیا، دوسری طرف مورو سینی (Morcsini) غازی قریطس، نے وینسی بیڑے کے ساتھ البانی ساحل کے کئی مقامات فتح کر لئے۔ سالہائے سنہ ۱۶۸۶ء و سنہ ۱۶۸۷ء سلطان کے لیئے اور بھی منحوس ثابت ہوئے۔ ڈینیوب کے کنارے ستمبر سنہ ۱۶۸۶ء میں بودا (Buda) پر لورین کا قبضہ ہوگیا۔ ٹوکولی اور اس کی شوریدہ سر فوج کو اپنے آگے ٹرانسِل وینیہ میں بھگا کر، شاہی افواج کے سردار نے پھر تمام ہنگریہ کو شہنشاہ کے ماتحت متحد کر دیا، اور ہنگروی باغیوں کو لیوپولڈ اور اس کے جیسوئٹ مشیر کاروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ سنہ ۱۶۸۷ء میں اُس نے وزیر اعظم

ترکی ہنگریہ کی تسخیر سنہ ۱۶۸۶ء

کو موہاکس کے تاریخی میدان میں شکست فاش دی اور کروشیا اور سلاوونیہ (Sclavonia) پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ سنہ ۱۶۸۸ء میں اُس نے ٹرانسِل وینیہ کی اطاعت حاصل کی اور ڈینیوب کو عبور کر کے، بلغراد فتح کیا اور نیش (Nisch) تک گھس گیا۔ اسی زمانے میں مورو سینی بحر متوسط میں بیکار نہ تھا۔ سنہ ۱۶۸۶ء میں وہ جزیرۂ موریہ کے خاص شہروں کا مالک بنگیا۔ بعد ازاں کورِنت (Corinth)

تسخیر موریہ ۱۶۸۶ء

اور اتھینز Athenes نے اس کی اطاعت قبول کی، جہاں پارتھے نون Parthenon جو بربری اور رومی محاصروں کے بعد بھی ابتک بلا نقصان اٹھائے کھڑا تھا، وینیسی بمب کی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اتھینز کے مال غنیمت میں تھوڑے ہی عرصے بعد نیگرو پونٹ Negropont تھیبس Thebes اور دالمیشیا Dalmatia کے اموال غنیمت کا اضافہ ہوگیا، یہاں تک کہ سنہ ۱۶۹۴ء تک ترک یونان اور ساحل اڈریاٹک کے تمام مقبوضات سے محروم ہوگئے۔

مصطفیٰ کیوپریلی وزیر اعظم سنہ ۱۶۸۸ء

ایسے پیہم سلسلۂ مصائب کو ایک بھینٹ کی ضرورت تھی۔ سنہ ۱۶۸۸ء میں ایک محل کے انقلاب نے محمد رابع کی جگہ اسکے بھائی سلیم ثانی کو تخت پر بٹھادیا، اور نئے سلطان نے فوراً امور سلطنت کی ہدایت ایک کیوپریلی کے سپرد کی مصطفیٰ کیوپریلی احمد کا بھائی تھا اور اسنے اپنی طبیعت کے وہ جوہر ظاہر کئے جن کے لئے اس کا خاندان شہرۂ آفاق تھا۔ عیسائیوں کے ساتھ رواداری کے طرز عمل کی پیروی اور فوج میں سخت ضابطے کا اعادہ کرکے اس نے بہت جلد ایسا انتظام کردیا کہ ترک فتح حاصل کرسکیں، مگر وہ صرف دو سال اس عہدے پر فائز رہا۔ سنہ ۱۶۹۰ء میں اس نے نیش اور بلغراد دوبارہ واپس لے لیا، اور ہنگریہ پر حملہ کیا، مگر سنہ ۱۶۹۱ء میں معرکۂ شیلین کے مین Schelen keman میں بادین Baden کے مارگراف نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست دیکر تہ تیغ کردیا۔ اس کے بعد ترکوں کی آخری امید بھی منقطع ہوگئی باوجودیکہ جنگ آٹھ سال تک جاری رہی اور فتح وشکست دونوں کا دور رہا مگر شاہی افواج اور اہل وینس کا ہنگریہ، ٹرانسلوینیہ، اور موریہ پر قبضہ دراصل کبھی نہ ضائع ہوا۔ سنہ ۱۶۹۷ء میں شہزادہ یوجین Eugene نے مقام زینٹا Zentn پر خود سلطان مصطفیٰ ثانی پر اپنی سب سے بڑی فتح پائی اور پیٹر اعظم Peter the Great نے تسخیر اُزوف سے جنوبی مشرق یورپ کی سیاسیات میں رُوس کے پہلے اہم داخلے کا اظہار کیا۔ سلطان کو احساس تھا کہ کیوپریلی کے بعد جدید فتوحات کا امکان نہیں رہا، لہذا اسکو اب سرحد ڈینیوب پر قانع رہنا چاہیئے

صلح کارلووٹز سنہ ۱۶۹۹ء

صلح کارلووٹز مرتبۂ جنوری سنہ ۱۶۹۹ء کی رُو سے شہنشاہ نے سوائے ضلع تامیشِ وار Temeswar کے، بقیہ تمام ہنگریہ، کروشیا اور سلاوینیہ کے بڑے حصے اور ٹرانِ سلِ وینیہ کی فرمانروائی پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ پولینڈ کے پاس کامینی اِنی وپوڈولیا اور روس کے پاس آزوف رہا، موریہ وینس کے ہاتھ لگا۔ اس طرح ترکی سرحد ڈینوب تک ہٹادیگئی، اور عثمانی سلطنت کے انحطاط اور روس کی پیشقدمی میں مسئلہ شرقی کی بنیاد پڑی، اور جنوبی مشرقی یورپ کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ ساحل ڈینیوب کی فتوحات، بحر متوسط کے فتوحات کی نسبت زیادہ پائدار تھیں۔ اسکے پندرہ برس بعد وزیراعظم علی کمرگی Ali oumurgi نے دریائے پروتھ (Pruth) کے کنارے پیٹرِ اعظم پر ایک غیر متر قبہ فتح پانے سے دلیر ہوکر اور وراثتِ ہسپانیہ کی جنگ کے بعد شہنشاہ کی درماندگی پر بھروسہ کرکے کارلووِٹز کی ذلت کو مٹانے اور ہنگریہ و موریہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ اہل وینس کی رہبری کرنے کے لئے موروسی نی جیسا کوئی بہادر نہ تھا۔ یونانی، باوجود ان فوائد کے جو اُنھیں وینسی حکومت کے زیرِ سایہ حاصل ہوئے

موریہ کی دوبارہ تسخیر

تھے، ایسے بیوفا و پست ہمت تھے کہ اُنھوں نے زیادہ مزاحمت نہ کی۔ اِس کام کے لئے ایک حملہ کافی ثابت ہوا۔ جون سنہ ۱۷۱۵ء میں علی کمرگی خاکنائے کورِنث سے گذرا، ستمبر میں وہ فاتح موریہ کی شان سے قسطنطنیہ واپس ہوا۔ مگر اُس کی کامیابی یہاں پر ختم ہوگئی ساحلِ ڈینیوب پر اُسے اپنے برتر حریف سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اگست سنہ ۱۷۱۶ء میں ترکوں کو شہزادہ یوجین نے ہنگریہ میں مقام پیٹروارڈائن (Peter wardien) پر شکست فاحش دی اور خود وزیراعظم مارا گیا۔ سنہ ۱۷۱۷ء میں بلغراد پھر شہنشاہ کے ہاتھ لگا، اور وہ راستہ جو عثمانی سلطنت کے وسط تک جاتا تھا کھل گیا سلطان نے صلح کی ضرورت دیکھی

صلح پیسارووٹز سنہ ۱۷۱۸ء

صلح پیسارووٹز مرتبہ سنہ ۱۷۱۸ء کی بموجب ترکوں نے تامیش وار اور بلغراد کو آسٹریہ کے قبضے میں

چھوڑ دیا مگر موریہ پر بدستور قابض رہے۔ ابھی یونان کی آزادی کیلئے ایک صدی سے زیادہ مدت درکار تھی اور وینس کی مغرور جمہوریت خود حلقۂ غلامی میں داخل ہونے والی تھی!

باب سیزدہم

شمالی اقوام صلح اولیوا سے صلح یوٹریکٹ تک

سنہ ۱۶۶۰ء تا سنہ ۱۷۱۵ء

سویڈن اور برانڈان برگ کے درمیان رقابت۔ ڈنمارک میں شاہی انقلاب۔ سویڈن میں طبقۂ خودسر کی کمزوری۔ فریڈرک ولیم، پروشیا، برانڈن برگ اور کلیوز میں مطلق العنان ہو جاتا ہے۔ اس کا مرکزی طرزِ عمل۔ سویڈن اور برانڈن برگ کے مابین جنگ۔ معرکۂ فہربلین۔ سویڈن میں شاہی انقلاب۔ عروج روس۔ الکسیس کی فرمانروائی۔ صوفیا کی اتالیقی۔ ترکوں سے جنگ۔ پیٹر اعظم مطلق العنان فرمانروا ہو جاتا ہے اُس کا رویہ و طرزِ عمل۔ سویڈن کے خلاف اتحاد۔ چارلس دوازدہم کا دورِ زندگی۔ روس پر اس کا حملہ معرکۂ پلٹوا Pultowa. ساحل پروتھ پر یلغار۔ صلح نینش ٹاٹ۔ روس کی فوقیت۔ فریڈرک ولیم سوم والئ برانڈان برگ کا عہد حکومت۔ فریڈرک شاہ پروشیا تسلیم کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۷۲۰ء میں شمال کی کیفیت

سویڈن اور برانڈن برگ کے درمیان رقابت

بحر بالٹک کی چھوٹی قوموں کے حق میں اولیوا اور کوپن ہیگن کے عہد ناموں کو وہی درجہ حاصل تھا جو یورپ کی بڑی قوموں کے حق میں وسٹ فالیا کے صلح نامے یا پائی رینیز کے عہد ناموں کو حاصل تھا چھوٹی قوموں نے نہ صرف جنگ و بدنظمی کے طولانی عہد کا خاتمہ کر دیا، بلکہ پچاس برس سے

زیادہ کے لئے شمالی طاقتوں کے باہمی تعلقات بھی معین کر دیئے۔ عہد مابعد کی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے شمال میں توازنِ دُوَل کو درست کیا۔ وہ بالطیک پر ڈینی حکومت کے اختتام کو ظاہر کرتے ہیں، وہ شمالی یورپ میں برانڈن برگ کی فوقیت کے آغاز کو ظاہر کرتے ہیں، گسٹیوس اڈولفس نے سویڈن کے لئے جو تمکنت کا مرتبہ حاصل کیا تھا اُس کی برقراری کی بڑی ناکامی کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ابتک شمالی طاقتوں کے باہمی تعلقات صاف صاف معین ہیں۔ ابتک روس کی بربری اور پراگندہ سلطنت کی جانب سے ڈرانیوالے خطرات کا احساس رونما نہ ہوا تھا۔ اس واقعے کے ظہور کے پہلے پچاس سال تک بالطیکی ریاستوں کے معاملات میں دم لینے کا وقفہ نظر آتا ہے اور اس اثنا میں اُنکے خارجی سیاسیات کے خاص دلچسپ مسائل یہ ہیں کہ، آیا برانڈن برگ اپنی حاصل کردہ فوقیت کو قائم رکھ سکیگا، یا سویڈن اُس سرکردگی کو پھر حاصل کرسکیگا جو وہ کھو بیٹھا ہے۔ پس سویڈن اور ڈنمارک کی درمیانی رقابت بالطیکی ریاستوں کی سیاسیات کی نمایاں خصوصیت نہیں ہے، روس اور سویڈن کی رقابت ابتک بطن استقبال میں ہے، سویڈن اور برانڈن برگ کی باہمی رقابت ہی کچھ عرصے کے لئے تنہا اہم عقدۂ لاینحل رہ جاتی ہے ؎

ڈنمارک میں شاہی انقلاب

بیرونی جنگ سے جو مہلت ملی تھی، اُسے تمام طاقتہائے متعلقہ نے اندرونی تنظیمات کی درستگی میں صرف کیا۔ ڈنمارک نے سب سے پہلے جنبش کی۔ پولینڈ کی طرح اس ملک میں بھی انتخابی بادشاہ کا اقتدار اُمراء کے اقتدار کی وجہ سے پوشیدہ ہوگیا تھا۔ ملک کی سیاسی طاقت اور اجتماعی حقوق اُن ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھے۔ ملک کی بیشتر دولت پر وہی قابض تھے، اور محاصل سے معاف تھے اور حکومت کے تمام خاص عہدوں پر سرفراز تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کے ہر انتخاب کے وقت وہ نہ صرف انتخاب کا فیصلہ کرنے پر قادر تھے بلکہ انتخاب شدہ امیدوار سے مقابلہ بھی کرتے تھے جو اُن کے لئے بیحد سودمند اور بقیہ قوم کیلئے بارگراں ہوتا تھا۔ یورپ میں کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں امراء سے قوم کے دوسرے

طبقوں کو اس درجہ واجبی نفرت پیدا ہوگئی تھی قومی ناکامیوں کی وجہ سے فطرتاً قومی انتقام کی خواہش پیدا ہوئی۔ فریڈرک سوم نے تحریک کی رہبری اختیار کی، اور ۱۶۶۱ء میں ڈائٹ کے اجتماع پر، اہل کنیشیہ وطبقۂ متوسط اور کسانوں کی رضامندگی سے ایک کُودِتا Coupdetal کی تعمیل نہایت کامیابی کے ساتھ کی۔ انقلاب کلیۃً بادشاہ کے موافق تھا۔ تاج موروثی قرار دیا گیا، جو عورت و مرد دونوں کو یکساں تفویض ہو سکتا تھا۔ اُمرا کے حقوق اختصاصی زائل کر دیئے گئے، انتخاب کے وقت بادشاہ نے جو اطاعت نامہ لکھا تھا وہ منسوخ کر دیا گیا اور حکومت تاج میں ودیعت رکھی گئی ایک ہی وار میں اور بغیر خونریزی کے ڈنمارک کی شخصی سلطنت فرانس کے نمونے پر بنائی گئی اور فریڈرک سوم ایک مطلق العنان بادشاہ ہوگیا، جس کو مرکزی حکومت کے تمام اختیارات حاصل ہوئے، اور اسکا تخت ایک تنخواہ دار فوج سے مصئون کیا گیا۔

سویڈن میں امرا کی بد انتظامی

سویڈن میں معاملات کی دوسری صورت تھی چارلس یازدہم کی کم سنی میں، کرسٹینا کی کم سنی کے زمانے کی طرح، سارا انتظام با اقتدار خودسر خاندانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ بدقسمتی سے اُن کی ہدایت کے لیئے آکسنشر نجر نا جیسا کوئی شخص نہ تھا۔ مجلس اتالیقی کو جو برائے نام مادر سلطانہ کی سرداری میں تھی، یہ ضروری معلوم ہوا کہ وہ اُمراء کو ہر چیز میں خوش کرے۔ اُمراء کو مقبوضاتِ تاج بطور جاگیر عطا کرنے کا مہلک طرزِ عمل پھر اختیار کیا گیا چنانچہ جب تاج کے سب سے زیادہ خطرناک دشمن دولتمند ہوتے جاتے تھے وہ خود افلاس و تہی مائگی کا شکار ہو رہا تھا حریص وطامع امراء نے لوئی چہاردہم کے زر کے زور سے اپنے ملک کے مسلک کو فرانس کے تابع رکھا اور جبتک کہ فرانس سے رقم وصول ہوتی رہی سویڈن فرانس کا مطیع ووفادار حلیف بنا رہا۔ صرف ایک موقع پر چارلس دوم کی طرح زیادہ فائدے کے لالچ میں اُس نے کچھ عرصے کیلئے آزادی دکھائی اور ڈِی وِٹ Dewitt ترغیب سے اتحاد ثلاثہ میں شریک ہوگیا لیکن چند ہی مہینے میں وہ توبہ کر کے پھر اپنے قدیم اتحاد کی طرف پلٹ آیا، اور جب ۱۶۷۲ء میں نوجوان بادشاہ نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اُس کو معلوم ہوا کہ اگر گیارہ سال

کی خودسرانہ فرمانروائی نے یورپ میں سب سے بڑے شاہزادے کی دوستی اور
مدد مضئون کر لی تھی تو اندرون ملک میں اُس نے اُس کو ایک خالی خزانہ اور
ایک بدنام حکومت کا وارث بنا دیا تھا۔

پروشیا میں الکٹر اعظم کا خودسرانہ طرزِ عمل

جب سویڈن دیوالیہ ہو رہا تھا، اور بدامنی کے خطرے سے ڈر رہا تھا، اُس وقت فریڈرک ولیم والی برانڈن برگ نہایت جانفشانی کے ساتھ اپنے مختلف مقبوضات میں اپنے اقتدار کو مطلق العنان اور مکمل بنانے میں مصروف تھا۔ اس نے پہلے ہی برانڈن برگ اور کلیوز کی "ڈائٹ" کو ضعیف کر دیا تھا، اور ان کے دائرۂ مداخلت کے باہر ایک ایسا نظام حکومت اُس نے مرتب کر دیا تھا، جو صرف اُسی کا دست نگر ہو سکتا تھا۔ لیکن پروشیا میں کام بہت زیادہ مشکل تھا، اور صلح اُولیوا پر دستخط ہوتے ہی وہ بڑی محنت و جانکاہی کے ساتھ انتظام میں مصروف ہو گیا۔ پولینڈ کی فرمانروائی کے زمانے میں پروشیا کے اُمراء اور طبقۂ وسطیٰ کو معتدبہ آزادی حاصل تھی، مگر اب جبکہ الکٹر اعظم و صیلاؤ اور اولیوا کے عہدناموں کی رو سے پروشیا کا براہ راست فرمانروا تسلیم کیا جا چکا تھا، دونوں فریق سمجھتے تھے کہ ڈیوک اور اُس کی رعایا کے قدیم تعلقات ترمیم طلب ہیں۔ پروشیائی ڈائٹ عزم کیے بیٹھی تھی کہ حتی المقدور بہت کم اختیارات سے ہاتھ اُٹھائیگی۔ اُس نے تصدیق صُلح سے انکار کر دیا اور اپنے اختیارات مصئون کرنے کے واسطے ایک دستور تیار کیا۔ صُلح کے ذریعے فریڈرک ولیم کو پروشیا پر صرف وہی حقوق ملسکے جو پولینڈ کو حاصل تھے یعنی وہ حقوق جو نظام جاگیر میں ایک بادشاہ کو حاصل ہوتے ہیں، مگر اُس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ اگر ممکن ہوا تو مطلق العنان فرمانروا بنجاؤنگا اور ڈائٹ کو مذ فضول بنا دونگا۔ انتہائی حماقت سے ڈائٹ اُسکے پھندے میں آگئی۔ اُن کے دونوں فریق یعنی زمیندار شرفا اور طبقۂ متوسط ایک محصول کے مسئلے پر آپس میں لڑ بیٹھے۔ ہر فریق چاہتا تھا کہ دوسرا بوجھ برداشت کرے، اور فریڈرک ولیم نے جھگڑا چکانے کے پردے میں کونیگس برگ Konigsberg میں فوج داخل کر دی اور ۱۶۶۲ء میں متوسط فریق کے رہنما،

رہوڈ Rhode کو حراست میں لے لیا۔ اس اظہارِ عزم نے فریقِ متوسط کو ڈرا کر مطیع کر دیا، مگر اُمراء اور زمیندار شرفاء پھر بھی باقی رہ گئے۔ کالک شٹائن Kalkstien کی رہبری اور پولینڈ کی خفیہ مدد کی وجہ سے وہ اتنے طاقتور تھے کہ اُن کو مٹانا مشکل تھا۔

اجازت نامہ ۱۶۶۳ء

فریڈرک ولیم نے حکمت عملی اور چالاکی سے جن کا وہ کامل اُستاد تھا اپنا کام نکالا۔ ۱۶۶۳ء میں ڈائٹ نے اُسکے ہاتھ سے ایک اجازت نامہ قبول کیا جس نے اُس کے اختیارات کو معین کر دیا۔ اجازت نامہ کثیر مگر مبہم اصطلاحات میں ملفوظ تھا۔ اس کے ذریعے الکٹرِ اعظم رضامند ہوا کہ خود اس کے اختیارات حکومت صرف وہی ہونگے جو پہلے اسے اور شاہ پولینڈ کو حاصل تھے، نیز یہ کہ ڈائٹ کم از کم چھ برس میں ایک مرتبہ ضرور مجتمع کیجائیگی، اور یہ کہ بلا اُس کی منظوری کے نئے محاصل وضع نہ کیئے جائینگے۔ مگر اس کے اختیارات کی تعریف ہی سے ڈائٹ کے ہاتھ سے وہ تمام اختیارات نکل گئے جو مذکور تھے، اور الکٹر کے ہاتھ میں وہ تمام اختیارات آگئے جو نامنظور نہ ہوئے تھے۔ ریاست میں اختیارات کا پلہ صاف صاف ڈائٹ کے مقابلے میں الکٹر کی طرف جھک گیا تھا۔ فریڈرک ولیم کو اب صرف یہ کرنا تھا کہ جبتک اس کے انتظامی افسروں کے اختیارات کی بنا ڈالی جارہی تھی اُس وقت تک وہ ڈائٹ کو اُس کے جدید حقوق کے استعمال کا کوئی موقع نہ دے پھر اُسے ڈائٹ کے اجتماع کا خوف اس سے زیادہ نہ ہوگا جتنا کہ شاہ فرانس کو اسٹاف جنرل کے اجتماع کا ڈر ہوتا ہے ممکن ہے یہ کام تکلیف دہ ہو مگر خطرناک ہرگز نہیں ہوسکتا تھا پس رفتہ رفتہ کفایت شعارانہ انتظام اور مدبرانہ طرزِ عمل سے فریڈرک ولیم اپنے ذاتی اقتدار کو ملک میں روز بروز بڑھانے میں کامیاب ہوا، یہاں تک کہ ۱۶۷۲ء میں وہ آخری وار کرنے کے لیئے کافی طور سے طاقتور ہوگیا۔ کالک شٹائن اس کے مخالفین کا سرکردہ پولینڈ سے باغیانہ خط وکتابت کرنے کی بنا پر ۱۶۶۹ء میں خارج البلد کر کے اپنی ریاست کو بھیجدیا گیا تھا۔ مگر اپنے اقرار کو توڑ کر وہ سرحد کے پار وارسا بھاگ گیا۔ فریڈرک ولیم نے شاہ پولینڈ سے اس کی سپردگی کا مطالبہ کیا، مگر اس سے انکار کیا گیا۔ قانون کو خود اپنے ہاتھوں میں لیکر

کالکسٹائن کا قتل

اس نے کالکسٹائن کو پولینڈ کی سرزمین پر گرفتار کرایا اور میمیل Memel لیجا کر قتل کرا دیا۔ حقوقِ اقوام کی اس سے زیادہ ظاہر شکستگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، لیکن الکٹر اعظم خوب جانتا تھا کہ یہ بغیر کامیاب ہوئے نہیں رہ سکتی، اور اُس کے نزدیک کامیابی ہر چیز کو جائز کر دیتی تھی۔ پولینڈ کی حالت ایسی نہ تھی کہ اعلان جنگ کر سکے، اور کالکسٹائن کی موت ایک ایسی چیز تھی جو پروشیا کی اطاعت کی تکمیل کے لئے ضروری تھی۔

الکٹر اعظم شخصی حکومت قائم کرتا ہے۔

ان تدابیر سے فریڈرک ولیم اپنی تمام منتشر حکومتوں میں ہر قسم کی صحیح مخالفت کو دبانے میں کامیاب ہوا کلیو ز اور پروشیا، برانڈن برگ اور پامی رینیہ میں وہی حکومت کا مرکز اور سرچشمہ تھا۔ کوئی مقامی یا دستوری حکومت ایسی نہ تھی جو قانوناً اس پر فوقیت کا دعویٰ کر سکتی یا عملاً اُس کی برابری کر سکتی۔ لیکن باوجودیکہ وہ ریاست میں حاکم اعلیٰ تھا ابھی اُسکو ریاست پر پورا ازور حاصل نہ ہوا تھا۔ اب بھی مشورے، اور انتظام کی بہت سی جماعتیں تھیں جن کے اختیارات محقق تھے اور جن کی مدد کی ضرورت اُسے اپنی مرضی کی تعمیل کے لئے لاحق تھی، اگرچہ ان کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس کے لئے طرزِ عمل تجویز کریں۔ اس نے اپنی ریاست کو سیاسی اتحاد دیا تھا، اس نے اپنے لئے اور اپنے جانشینوں کے لئے سیاسی آزادی حاصل کر لی تھی، اُس نے اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے اپنے ممالک کے اندر سیاسی نمو داری پالی تھی، لیکن ابھی تک وہ انتظامی یکرنگی نہ قائم کر سکا تھا۔ یہ کام لازمی طور سے تدریجی ارتقاء کا کام تھا اور اس کیلئے ایک مدۃ العمر بلکہ ایک صدی درکار تھی اس کی تکمیل فریڈرک ولیم اول اور فریڈرک اعظم کے زمانے تک نہیں ہوئی، مگر اس کی ابتدا، الکٹر اعظم نے کی تھی۔ سرپرستی کے اہم صیغے کو اُس نے فوراً اپنی ذاتی نگرانی میں لے لیا اور مختلف حکومتوں میں تمام خاص خاص انتظامی حکام کا تقرر وہ خود کرتا تھا۔ بحیثیت فوج کے افسر اعلیٰ کے اُس نے فوجی مالگزاری کو بلدی مالگزاری سے علیحدہ کیا، اور اس کو کلیتہً وزیر جنگ کے ماتحت کر دیا، جس کو درحقیقت وہ خود ہی نامزد کرتا تھا۔ اس طرح سے

جنگی مصارف بلدی حکام کی نگرانی سے بالکل نکالدیئے گئے اور تنخواہ دار فوج مرتب کی گئی۔ متعدد احکامات کے ذریعے اس نے اجتماعی امتیازات وحقوق اختصاصی کا عمدہ نظام قائم کیا، جس کا رُجحان سوسائٹی کو اس کے تحت میں کرنے اور اجتماعی امتیازات کے ذریعے سے اُمراء کو جنھیں اُس نے سیاسی طاقت سے محروم کردیا تھا، تاج سے وابستہ کرنے کی طرف تھا ان تدابیر سے برانڈن برگ پروشیا کی حکومت کو وہ فوجی طاقت واعزاز حاصل ہوا جس میں اُس کی ترقی وخوشحالی نے آئندہ اضافہ کیا ؟

تجارت اور صنعت وحرفت کی ترغیب

فریڈرک ولیم کسی طرح سے اپنی رعایا کی عام فلاح وبہبودی سے بیخبر نہ تھا۔ روپے کی پیہم ضرورت، جس کی وجہ سے وہ پریشان ہورہا تھا، بذات خود کافی تھی کہ اس کی توجہ اس واقعے کی طرف پھیرے کہ اسکی طاقت کی حقیقی کمزوری اُسکے ملک کی بیخبر اور افلاس زدہ حالت میں مضمر ہے۔ اُسکو ترقی دینے کیلئے اُس نے خود اپنی جاگیر کا نہایت معقول انتظام کرکے کفایت شعاری کی بہترین مثال قائم کی اور صنعتی اور تجارتی مہموں کی متعدد تجاویز کی امداد کی اور فرمان نانٹ Edict of Nantes کی تنسیخ کے بعد اُس نے فرانس کے جلا وطن کیئے ہوئے ہیوگو نوٹ کا پرجوش خیر مقدم کیا، جو اپنے ساتھ برانڈن برگ میں وہ بہترین صنعتیں لائے، جنکا اجارہ کسی زمانے میں فرانس کو حاصل تھا ؟

سویڈن سے جنگ ۱۶۷۴ء

لوئی چہاردہم نے ولندیزیوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرکے جس کا سبب بجز ملک گیری کے اور کچھ نہ تھا اس حکومت کے طرز عمل میں جو نہایت خاموشی سے رفتہ رفتہ حرکت میں کامیابی اور صنعت میں ترقی حاصل کررہی تھی رخنہ ڈالدیا۔ شادی اور تجارتی مفاد کی وجہ سے ولندیزوں سے فریڈرک ولیم کے تعلقات بہت گہرے تھے، اس لیئے وہ یورپ کا پہلا فرمانروا تھا جس نے ان کے لیئے ۱۶۷۳ء میں تلوار کھینچی میدان جنگ میں ٹیورین سے شکست فاش کھاکر، اپنے اعلان جنگ کے چھ مہینے بعد وہ علیحدہ ہوگیا مگر دوسرے سال لوئی کی روز افزوں مشکلات نے اُسے پھر میدان میں آنے کی جرأت ہوئی۔ بہر حال لوئی اس موقع کے لیئے تیار تھا

اور رائن پر ۱۶ ہزار براندن برگیوں کا وجود چارلس یازدہم اور اُس کی سویڈی فوج کو شاہراہ برلن پر پیشقدمی کرنے کے لئے تھا۔ فریڈرک ولیم فوراً اپنے دارالحکومت کی محافظت کے لئے واپس آیا اور جون ۱۶۷۵ء میں ایلب پر پہنچا، اور سویڈی فوج کے دو حصوں کے درمیان اپنا رسالہ ڈالکر، راتھے نو Rathenow پر قبضہ کر لیا اور ہاویل Havel پران کو ملنے سے روکدیا۔ اس کے لئے اُسے اپنی پیادہ فوج کا بڑا حصہ پیچھے چھوڑنا پڑا تھا باایں ہمہ فکر صائب سے جو ایک

معرکۂ فہربلین ۱۶۷۵ء

عظیم القدر جرنیل کو بڑے درجے پر پہنچاتا ہے، اُس نے طے کر لیا کہ جس قدر فوج اس کے پاس ہے اس کے ساتھ وہ سویڈی لشکر پر ٹوٹ پڑے، جو براندن برگ سے پیچھے ہٹ رہا تھا، قبل اس کے کہ وہ درۂ فہربلین پہنچ سکیں۔ ان کے تعاقب میں کوچ پر کوچ کرکے وہ ۱۷ جون کو ان کے عقب لشکر تک پہنچ گیا اور ۱۸ تاریخ کو انھیں لڑائی پر مجبور کیا۔ اس کی فوج کی تعداد دشمن کی فوج کے مقابلے میں بہت کم تھی یعنی دشمن کے بارہ ہزار کے مقابلے میں اس کے پاس صرف چھ ہزار آدمی تھے، مگر سویڈی شکستہ خاطر تھے، اور الکٹر باوجود اپنے سپہ داروں کی رائے کے، حملے پر مصر رہا۔ معرکہ بہت سخت ہوا مگر فریڈرک ولیم نے جو جگہ تجویز کی تھی وہ مفید عمدہ اور اُس کا توپخانہ کارگر تھا، اور کچھ رات گئے ایک جوابی حملے نے جو پھرتی سے کیا گیا تھا، دشمنوں کی صفوں کو درہم و برہم کر دیا۔ انکا شیرازہ بکھر گیا اور وہ درے سے ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے فہربلین کا دن براندن برگ پر وشیا کی طاقت کی پہلی بڑی فتح ہے اور اُس سیڑھی کا پہلا زینہ ہے، جو سیڈوا Sadowa اور سیڈان Sedan کو جاتی ہے۔ یہی یورپ میں سویڈی غلبے کا روز مرگ ہے۔ معرکۂ لٹزن سے معرکۂ فہربلین تک اُن کو کبھی شکست نہیں ہوئی سوائے اس صورت کے جبکہ افواج دشمن کی تعداد زیادہ رہی ہو اب براندن برگ سے وہ برابر کی لڑائی لڑنے کے قابل نظر نہیں آتے تھے، کیونکہ معرکۂ فہربلین کوئی فیصلہ کن فتح نہیں تھی، الکٹر سویڈی پامی رینیہ میں گھستا چلا گیا، اور بلا مزاحمت فتحمند رہا وہل گارٹ Wohlgart اسٹے ٹین

Stettein اسٹرال سنڈ Stralsund اور گرائفس والٹ Griefs wald یکے بعد دیگرے اس کے ہاتھ لگے۔ اکتوبر سنہ ۱۶۷۸ء تک سویڈن کے قبضے میں پامی رینیہ کی ایک فٹ زمین بھی نہ رہی۔ اگر اُس کے پیرس کے زبردست حلیف کا واسطہ نہ ہوتا تو گسٹیوس اڈولفس اور آکسنس ٹجرنا (Oxenstjerna) کی کوششیں صدی کے ختم ہونے کے بہت پہلے غارت ہوجاتیں، اور فریڈرک ولیم لازمی شمال کا مالک ہوجاتا مگر لوئی چہاردہم نے اصرار کیا کہ جو کچھ سویڈن کے ہاتھ سے نکل گیا ہے وہ سب صُلح کے معاوضے میں اُسے واپس کر دیا جائے، اور فریڈرک ولیم کو جون سنہ ۱۶۷۹ء میں صلح سینٹ جرمین آن لے St-Germainen laye پر دستخط کرنے پڑے جسکی رو سے فرانس نے کلیوز خالی کر دیا جسے اُسنے لے لیا تھا اور برانڈن برگ کو ۳ لاکھ کراؤن ادا کیئے اور برانڈن برگ نے پامی رینیہ میں اپنی تمام فتوحات سوائے اُوڈر پر ایک چھوٹے رقبۂ زمین کے سویڈن کو واپس کر دیں۔

صلح سینٹ جرمین آن لے سنہ ۱۶۷۹ء

اس طور سے سویڈن نے ایک ایسی ناکامیاب جنگ سے جس میں اُس کی طرف سے حد درجے کی بدانتظامی کھلی بغیر تاوان جنگ اور بلا کسی مکمل نقصان کے نجات حاصل کر لی نتیجے میں وہ اپنی خوش قسمتی سے بجائے نقصان کے فائدے میں رہا، کیونکہ واقعات نے اُسے ایک نااہل خودسر حکومت سے نجات دلائی۔ جو فریڈرک سوم نے ڈنمارک کے واسطے کیا تھا وہی چارلس یازدہم نے سویڈن کے واسطے کیا۔ حکومت کی غیر مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر اُس نے بلا دقت تاج کے موافق ایک انقلاب برپا کیا اور عوام کی مدد سے شاہی اقتدار مطلق العنان بن گیا، اور صرف خاص کے علاقے جنکو امراء نے آپس میں تقسیم کر لیا تھا اُن کی واپسی کا حکم نافذ کر دیا گیا۔ اُس نے ایک ہی وار میں طبقۂ اُمرا کی دولت کے بڑے حصے کو تلف کر دیا اور اُنھیں تاج کا محتاج بنا دیا۔ چارلس نے اپنے آپ کو ان تمام ذمہ داریوں کا اہل ثابت کیا، جو اس نے اپنے سر لی تھیں۔ اس کی موت موقوعہ سنہ ۱۶۹۷ء تک سویڈن میں کامل امن تھا تجارت از سر نو زندہ ہوگئی تھی

سویڈن میں شاہی انقلاب

اور انتظام کے نقائص کی بیخ کنی کی گئی، اور حکومت کا کاروبار فرانسیسی امدادی رقم سے چلایا گیا۔ اٹھارہ سال تک ساحل بالطیک پر بھی امن وامان قائم رہا۔ الکزر اعظم اور اس کا لڑکا فریڈرک سوم ذاتی فروغ اور اندرونی اصلاح کی تجاویز میں مصروف تھا۔ کرسچین پنجم کے ماتحت ڈنمارک ایک درباری ٹھاٹھ کے مصارف اور عیش وعشرت میں ہمہ تن مشغول تھا، اور سویڈن فسادات انتظام سے، جو بادشاہ کی کم سنی کے زمانے میں اُمراء کی رشوت ستاں حکومت سے پیدا ہوئے تھے، سنبھل رہا تھا۔ بالطیک کی سیاسیات کی دلچسپی شمال کی طرف اور بھی بڑھ جاتی ہے جہاں نیوا اور نیسٹر (Dniester) کی دلدلوں کے پیچھے، روس کی بربری طاقت مہذب دنیا کے تماشاگاہ میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

روس کی حالت

یورپی تہذیب کی اولاد میں روس سب سے آخری بچہ ہے اقوام کلیسا کی ماتحتی، نظام جاگیر کے زمانے اور رومی قانون کی مدد سے اپنی تہذیب وتمدن کو فروغ دینے میں مصروف تھیں اس وقت جنگلوں اور دلدلوں کے کم آبادی والے میدان، جو بحیرۂ بالطیک سے کوہِ یورال Ural تک پھیلے ہوئے تھے، تاتاریوں کے ماتحت تھے مہذب ہونے کا دعویٰ تک نہ کرتے تھے مسیحیت بھی، جو بہتر کوائف کے ماتحت شمال کی پست اور جنوب کی شائستہ اقوام میں رشتۂ اتحاد قائم کر سکتی، مشرق ومغرب کے درمیان عداوت کی وجہ سے مدد کے بجائے روک ثابت ہوئی۔ جبتک قسطنطنیہ باوقار تھا، ماسکو

آئیوانِ سفاک Ivan the Terrible

Moscow اُس کا چیلا اور حلیف تھا، جب قسطنطنیہ کا زوال ہوا تو ماسکو اُس کے وارث اور منتقم ہونے کا دعویدار ہوا۔ سولھویں صدی میں آئیوانِ سفاک Ivan the Terrible کے عہد کا شروع ہونا تھا کہ تاتاریوں کی فرمانروائی خاک میں ملا دی گئی اور روس نے قومیت حاصل کی اور دوسری اقوام کے ساتھ تعلقات قائم کرنے شروع کئے۔ اس کی سرسبزی چندروزہ تھی۔ ۱۵۸۴ء میں اس بادشاہ سفاک کی روح مشکل سے جسم سے نکلنے پائی

ایام پُرآشوب

تھی کہ بدامنی اور تباہی کا زمانہ شروع ہو گیا جس کی یادغلامی کو قانوناً ناجائز قرار دینے میں باقی رہی اور اس دور کا خاتمہ خاندان

رومے نوف کی تخت نشینی سے ہوا۔

مائیکل رومے نوف

مائیکل جو اس بدقسمت خاندان کا پہلا فرمانروا تھا۔ صرف عناصر بد نظمی کو دبا کر زار کے اختیارات واپس لے سکا، مگر یہ کام اس خوش اسلوبی سے کیا گیا، کہ وہ ۱۶۴۵ء میں مرتے وقت اپنے لڑکے الکسیس کو ایسا تاج تفویض کر گیا جو مقبول، مصئون اور مطلق العنان تھا۔ تو بھی سلطنت کو صرف دو خطرے تھے، ایک مقامی امراء، بُوئیار Boyars کی فساد پسند فطرت اور دوسرا قومی محافظین اسٹریلٹسی Streltsi کی قوت، جو دربار ماسکو

الکسیس کا عہد حکومت

میں پرانی ٹوری (رومی) محافظین یا چینی زار ی، کے مماثل تھی، اور اپنے فرمانروا کو ڈرانے یا بچانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتی۔ بہر حال عہد الکسیس کے ابتدائی ایام میں سب کچھ درست رہا۔ ۱۶۴۸ء میں وہ یوکرین کے کوسیک Cossacks کو، جو اسوقت پولینڈ سے سرکش ہو رہے تھے، زیر حمایت لیکر روس کی سرحد کو یورپ کے جنوب مشرق کی طرف بڑھانے لگا، اور زار کی مطلق العنان خود سرانہ حکومت کے لئے قانونی منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، اور وہ اس طرح سے کہ اس نے ایک مجموعۂ قانون منظور کرایا، جس نے سلطنت کے تمام اختیارات کو اس کے ہاتھ میں دیدیا ان دو تدابیر کی وجہ سے جنھوں نے روس کے اندرونی دستور کی بنیاد ڈالی اور اس کے بیرونی طرزِ عمل کا رُخ ظاہر کیا، یہ قرین انصاف تو ہے کہ الکسیس کا اپنے ملک کی عظمت کا حقیقی بانی ہونے کا حق تسلیم کر لیا جائے۔ بدقسمتی سے تھوڑے ہی عرصے بعد ایک تبدیلی واقع ہوئی۔ کمزور دوست پرور زار درباریوں اور مقربین کے ہاتھ میں آگیا۔ بوئیار کے درمیان رشوت ستانی اور تفریق نمودار ہو گئی۔ حکومت میں بد نظمی پھیل گئی۔ خاص خاص شہروں میں بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی، اور ایک مرتبہ سے زیادہ الکسیس کو اپنی جان بچانے کے لئے، عوام کی آتش غضب اپنے وزراء کے خون سے بجھانی پڑی۔ جب قدیم کتاب الادعیہ پر نظر ثانی کرنے کی بے سلیقہ کوشش کی گئی تو کلیسا بھی دو فریقوں میں منقسم ہو گیا، اور خانگی تنازعے میں کلیسائی افتراق اور مذہبی ایذا رسانی کا بھی اضافہ ہو گیا۔

تھیوڈور کا عہد حکومت

یہ حالت روس کی تھی جبکہ ۱۶۷۶ء میں زار الکسیس دفعتاً مرگیا، اور اپنی پہلی بیوی سے دو لڑکے تھیوڈور اور آئیوان جن کی صحت بہت خراب تھی، اور اپنی دوسری بیوی نیٹےلیا نیریش کن Natalia Narishkin سے، جس کے ساتھ اُس نے ۱۶۶۹ء میں شادی کی تھی، ایک توانا چھوٹا بچہ مسمی پیٹر Peter چھوڑ گیا۔ الکسیس کی موت متعدد محلسرائی انقلابات کا اشارہ تھی، جو بدنصیب ملک کو چند سال تک مضطرب کرتے رہے۔

خاندان نیریش کن الکسیس کے آخری ایام میں جو فائدے اور اثر کے تمام عہدوں پر متصرف ہوگئے تھے، ۱۶۷۶ء میں تھیوڈور کی تخت نشینی پر جلا وطن کر دیئے گئے، اور ۱۶۸۲ء میں اُس شاہزادے کے لاولد مرنے پر وہ پھر طاقتور ہوگئے، اور بوئیار کی مدد سے بڑے بھائی آئیوان کی جگہ، جو بدقطع اور فاترالعقل تھا، پیٹر کو زار بنا کر

پیٹر زار تسلیم کیا جاتا ہے

تخت حکومت پر بٹھا دیا اس قسم کے جابرانہ فعل نے فطرتاً بہت سے دشمن پیدا کر دیئے اُمراء میں جو مخالف فریق تھا، اُس نے اسٹرلٹسی سے استمداد کی، ان کی شکایات کی حمایت کی امداد ان کی

اسٹرلٹسی کی بغاوت

بیچینی کو بھڑکایا، اور ان کو یہ پٹی پڑھا کر کہ آئیوان کی زندگی خطرے میں ہے، اُنھیں مئی ۱۶۸۲ء میں دفعتاً بڑے جوش و خروش کے ساتھ محل پر یلغار کرنے کے لیئے اُبھارا۔ نیریش کن قتل کر دیئے گئے۔ آئیوان اپنے بھائی پیٹر کے ساتھ زار بنایا گیا اور صوفیا، جو اس کی بہنوں میں قابل ترین تھی، اُنکی کم سنی کے زمانے میں اتالیق بنائی گئی۔ اتالیقی سات سال رہی۔ اس اثناء میں حقیقی اختیارات شہزادہ باسیل گولسٹین Basil Golistan کے ہاتھ میں تھے جو روس کے امیر خاندانوں میں قدیم ترین خاندان کا سرگروہ اور شاہزادی صوفیا کا

صوفیا کی اتالیقی

معروف عاشق تھا۔ مگر اس کی قابلیت اس کے مواقع کے برابر نہ تھی۔ ۱۶۸۶ء میں پولینڈ سے ایک فیصلہ کن صلح مرتب کی گئی جس کا نام صلح دائمی Eternal Peace تھا، جس نے عارضی صلح انیدٹروزوف مرتبہ ۱۶۶۷ء کو مکمل کر دیا۔ اس کی شرائط کی رو سے کیف کا اہم شہر روس کے ہاتھ میں رہا مگر اُسے عثمانی ترکوں کو پسپا کرنے کی کوشش میں شہنشاہ اور پولینڈ کا ہاتھ بٹانا پڑا۔

اس پیمان کی بناء پر کوسٹیین کو کریمیا کے تاتاریوں کے خلاف جو سلطان المعظم کی رعایا تھے، سنہ ۱۶۸۷ء و سنہ ۱۶۸۹ء میں دو دھاوے کرنے پڑے جس کے ناکام نتیجے نے کاسۂ نفرت کو جو اس کے لئے تیار کیا جا رہا تھا لبالب بھر دیا۔ پیٹر اپنی خوشی سے حکومت کے مخالف فریق کا رہبر بنگیا۔ ۷، ۸ ستمبر سنہ ۱۶۸۹ء کو اتالیقی ختم ہوگئی۔ شہزادی صوفیا ایک خانقاہ میں بھیجدی گئی۔ شہزادہ باسیل وشوار گذار شمال کے ایک چھوٹے قریے میں نظر بند کر دیا گیا، اور حکومت حریف خودسر فریق کے ہاتھ لگی؛

پیٹر حکومت کا حاکم اعلیٰ ہو جاتا ہے سنہ ۱۶۸۹ء

سترہ سال کی عمر میں، جس سال ولیم سوم تخت انگلستان کا مالک بنا، اور سانزِ آؤگزبرگ، کی جنگ حقیقتہً شروع ہوئی، پیٹر اعظم برائے نام روس کا فرمانروا اقرار پایا۔ درحقیقت وہ کچھ دنوں تک اپنے ملک کی قسمت پر بہت تھوڑا اثر رکھتا تھا۔ وہ ابتک لڑکا تھا، اسکی صحت وجسمانی حالت و اولوالعزمی نہایت اچھی تھی جب کبھی اسکو محل کی ایک ہی طرح کی زندگی سے بچکر اپنی بھٹی یا نجار کی دوکان، یا پیریاسلاول Pereyas lavl اور آرک اینجل Archangel میں تعمیر جہاز کے احاطے میں جانے کا موقع ملجاتا تو وہ نہایت خوش ہوتا۔ ابتک اس کے سینے میں ہوس پیدا نہوئی تھی اس کے جہاز نمائشی جنگی کرتب، اس کی آتشبازیوں اور تماشوں کی نمائش ایک لاڈلے اور بگڑے ہوئے بیٹے کے لئے تفریح کے اسباب ہو سکتے ہیں کسی شخص کی حکمت عملی کے واسطے مواد نہیں بن سکتے۔ واقعی لڑائی کی ایک سخت جھڑپ نے فوراً ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ سنہ ۱۶۹۵ء میں حکومت نے عزم کر لیا کہ ترکوں کے ساتھ جنگ پھر چھیڑ دیجاوے، اور بحر اسود کے کنارے بندر اذوف پر حملہ کیا جائے۔ اس تجویز میں پیٹر اختصاصی تندہی کے ساتھ شریک ہوگیا اور فوج میں معمولی سپاہی کی طرح بحیثیت ایک توپچی کے خدمت کرتا تھا اور مجلس قائدین میں بحیثیت زار کے مشورہ دیتا تھا۔ مگر نتیجہ قابل افسوس تھا۔ کچھ تو انتہا درجے کے خراب انتظام کیوجہ سے اور کچھ زار کی ناتجربہ کاری اور جلد بازی کی وجہ سے قلعے پر دھاوا بالکل ناکام ہوا، اور روسی فوج بڑی فاقہ کشی کے عالم میں منجمد میدانوں سے ہوتی ہوئی پیچھے ہٹی مگر پیٹر اُن لوگوں میں سے تھا، جو تجربے سے بہترین سبق لیتے ہیں۔

اِس یورش نے اُسے پیش خیالی اور تیاری کی ضرورت سکھائی دوسرے سال صورتِ حال بالکل دگرگوں ہوگئی۔کشتیوں کا ایک بیڑا جو وُورُونیش Voronezh میں بالخصوص دریائی خدمت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، دریائے ڈون Don کے دہانے پر متصرف ہوگیا اور ازوف کو سمندر کی طرف سے مدد پہنچانے سے ترکوں کو روکا۔ دوسری طرف خشکی میں جنرل گورڈون Gordon تعمیری کام کو جلد جلد بڑھاتا تھا۔ ۲۹ جولائی ۱۶۹۶ء میں ایک عام یلغار کا حکم دیا گیا، لیکن ترکوں نے یہ دیکھکر کہ اب شہر نہیں بچ سکتا، اطاعت قبول کی، اور پیٹر اعظم بحیرۂ اسود کے کنارے ایک بندرگاہ کا مالک بنجانے پر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ ازوف کی تسخیر سے پیٹر اعظم کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ بیرونی تجارت کے لیے ایک راستے کے کھل جانے اور جنوبی سمندروں میں بیڑوں کے لیے ایک بندرگاہ پر قبضہ ہو جانے سے اُس کو دور کے منصوبے سوجھنے لگے۔ فروری میں اس کے بھائی کے لاولد مرنے پر وہ اپنی وسیع سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ ہوگیا۔ اُس لمحے سے اُس نے اپنے طاقتور شعور اور مصمم ارادے کی پوری قوت کو روس کی خدمت میں صرف کرنا شروع کیا۔ اُس نے عنانِ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی، اور بلالحاظِ قدامت ولنظیر، یا حقِ شخصی یا جمہوری، سلطنت کی حکومت سے رتھ کو سیدھا خود اپنی ہوس اور اپنے ملک کی عظمت کی منزل مقصود کی طرف ہانکنا شروع کیا۔

پیٹر اعظم کے عادات واطوار	پیٹر خود ایسے طرزِ عمل کا غازی بننے کے لیے بخوبی موزوں تھا۔ گورڈون، لافور Lafort اور ماسکو کے دوسرے غیر ملکی سکونت پذیروں کی دوستی نے اُسے سکھا دیا تھا کہ تہذیب کی

دوڑ میں روس دوسری اقوام سے کسقدر پیچھے ہے۔ اس کے تیز فہم نے اس پر ظاہر کر دیا کہ اسکو اپنے ملک کی تنظیم دوسرے ممالک کے نمونے پر کرنی چاہیئے، اور اُسے فوج وبیڑے کے ذریعے دشمنوں کے لیے ہولناک اور مال و دولت کے ذریعے دوستوں کے لیے سودمند بنانا چاہیئے، تاکہ وہ یورپی اقوام کی اخوّت میں شرکت کے قابل سمجھا جائے۔ روس جیسے ملک کی تنظیمات کو بدلنا اور اس کی روایات کو اُلٹ دینا ایک انقلاب سے کم نہ تھا، لیکن پیٹر ایسا نہ تھا جو ایک مرتبہ کسی کام کا قصد کرنیکے

بعد نتائج سے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ جائے۔ وہ معمولی کوائف میں شاد و بشاش اور کشادہ دل رہتا تھا، مگر مخالفت کی موجودگی میں جبکہ اُس کا خون جوش کھانے لگتا تھا، وہ شیطان مجسم ہو جاتا تھا۔ نہ کوئی وحشی اُس سے زیادہ ظالم، نہ کوئی سفاک اس سے زیادہ خونخوار، اور نہ کوئی مجرم اُس سے زیادہ مست و شرابخوار ہو سکتا تھا۔ وہ انکار گی برداشت اور خواہشات سے اجتناب کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ ۱۶۹۸ء میں اسٹرلٹسی کی بغاوت کے بعد ایکہزار سے زیادہ لوگ قتل کرا دیئے گئے اور اٹھارہ سو نوٹ Knout یعنی ایک روسی آلۂ سزا سے ایذا پہنچائے اور آگ میں بھونے گئے۔ اُن میں سے اکثر کے ساتھ یہ برتاؤ خود زار کے سامنے کیا گیا۔ اُس نے ۱۷۱۸ء میں اپنے بڑے بیٹے اِلکسیس کو "نوٹ" کے عذاب میں گرفتار ہونے دیا اور اُس کے ماخوذ شرکا میں سے بیشتر کی ایذا رسانی پر بذات خود نگرانی رکھی۔ اس کے جلسہ ہائے شرابنوشی ہفتوں جاری رہتے، جو صرف کومس اور اس کے ہم مشربوں کے لائق تھے۔ تاہم باوجود اس وحشت کے پیٹر میں بہت کچھ دلکشی تھی۔ جب وہ پست ہمتی کے دوروں سے آزاد ہوتا، تو اس کی قوت متخیلہ میں اُبھار اور چستی پیدا ہو جاتی تھی، جو خیال کی حیرت انگیز سادگی سے ملکر، اُسے نہایت پسندیدہ ہمنشیں بناتی تھی۔ اگرچہ کوئی شخص اُس سے زیادہ خونخوار دشمن نہیں ہو سکتا تھا مگر کوئی شخص اس سے زیادہ سچا دوست بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ قطعی طور سے فطری تھا۔ اگر اُس میں بربریت بہت کچھ تھی، تو بھی سازبازی کا نشان نہ تھا۔ وہ فریب و مکاری کے مہذب معائب سے پاک تھا۔ وہ اوجڈ، راست باز اور تیز مزاج تھا، اور بُری صحبتوں میں معلوم ہوتا تھا کہ پلے ہوئے کتوں میں ایک شیر کا بچہ بھی پھر رہا ہے جو خطرناک ہے مگر اسکے ساتھ شریف بھی ہے۔

اسکی حکومت اہلی کے مقاصد

اُس کے غیر ملکی سفر کے دو سال نے اُسے موقع دیا تھا کہ وہ خود اپنی آنکھ سے یورپی تہذیب و حکومت کے فوائد دیکھے، اور خود اپنے ہاتھ سے جہاز بنانا سیکھے، جنھوں نے روسی نام کی عظمت کو بحیرۂ اسود کے کناروں پر پھیلا دیا۔ دو سبقوں میں سے کوئی بھی اکارت نہیں گیا روس پہنچتے ہی وہ تمام قومی چیزوں کی جگہ تمام مغربی چیزوں کی پرورش کرنے لگا۔ اُس نے مغربی لباس، مغربی عادات، مغربی ناچ حتیٰ کہ مغربی ریش تراشی کو رواج دیا۔ اُس نے

اجنبیوں کی سکونت کی ترغیب دی۔ اور وہ اپنا بہت سا وقت ماسکو کے جرمانی اطراف میں اپنے دوستوں کے ساتھ گذارتا تھا جوں ہی اُس نے نیوا Neva کے دہانے پر قبضہ پایا، اُس نے اپنا نیا دارالحکومت سینٹ پیٹرس برگ St:Petersburg تعمیر کیا، جو قدامت پسند اور قدیم ماسکو کی جگہ اس کی نئی حکومت کا مرکز قرار پایا ساتھ ہی ساتھ اُس نے اپنی حکومت کی بنا مضبوط کرنے کی طرف بیحد توجہ کی۔ سنہ ۱۶۹۸ء میں اسٹرلٹسی Streltsi کی بغاوت نے اُس کو موقع دیا کہ وہ ایسی طاقت کو مٹا دے جو روس کی قدیم خود سر جماعت سے اسقدر گھُل ملگئی تھی، کہ درحقیقت نئی حکومت کا خیرخواہ ہونا اُس کے لیئے مشکل تھا، اور یہ کہ اس کی جگہ ایک پیشہ ور فوج مرتب کرے جسکو غیر ملکی افسروں کے ماتحت یورپی طریقے پر قواعد سکھائی جائے۔ اس نے حتی المقدور کوشش کی کہ بوئیآر کی قوت گھٹا دے اس لیئے اس نے اپنے گرد منس چی کوف Menschikoff جیسے احباب و وزراء کو جمع کیا، جو سوسائٹی کے ادنیٰ طبقے کے لوگ تھے۔ یہ طرز عمل اس درجہ کامیاب ہوا کہ سنہ ۱۷۱۱ء میں، بوئیآر کی مجالس کے اجتماع کو ممنوع قرار دیکر اُس نے اُن کی سیاسی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ اسی نوع کے مقصد سے سنہ ۱۷۰۰ء میں پیٹریارک اڈریین Adrian کی موت پر کسی جانشین کو نامزد کرنے سے انکار کر دیا، اور عہدۂ پیٹریارک کے اختیارات ایک مجلس کے ہاتھ میں رکھے جس کا نام بعد میں ہُولی گورننگ سائی نوڈ Holy Governing Synod یعنی مقدس انتظامی مجلس مشائخ، رکھا گیا، جس کے ذریعے سے معاملات کلیسائی اور زیادہ تخصیص کے ساتھ خود اس کے تحت میں آگئے۔

اسکا خارجی طرز عمل

جب پیٹر اندرون ملک میں خودسری کی زنجیر کو اپنی رعایا کی گردنوں میں اور زیادہ مضبوطی کے ساتھ باندھ رہا تھا، اس وقت وہ اپنے ہمسایوں کو نقصان پہنچا کر روس کی سرحد سمندر کی طرف بڑھانے میں اتنا ہی مشغول تھا۔ کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا کہ روس کی واجبی ترقی کی پہلی ضرورت بحیرۂ بالطیک کے کنارے قدم جمانا تھی۔ منجملہ بحیرۂ ابیض کے کنارے بندر آرک اینجل اور بحیرۂ اسود میں بندر اذوف جو بحیرۂ متوسط کی تجارت سے، ترکوں کی مقبوضہ آبنائے باسفورس Bosphorus اور دردانیال Dardenelles

کی وجہ سے مسدود تھے روس کو تجارتی قوم بنانے کے لئے کافی نہ تھے۔ مگر عہد نامجات اسٹالبوو و Stalbovo اور کارڈیس کی رو سے، جس کی ۱۶۸۴ء میں ملکۂ صوفیا نے تجدید کی تھی سویڈن سے بالٹیکی اضلاع کا الحاق مان لیا تھا، اور یہ یقینی تھا کہ سویڈن خاموشی سے اپنے حقوقِ معاہدہ سے دست بردار نہ ہوگا۔ لیکن ۱۶۹۷ء میں ایک موقع ایسا پیش آیا کہ پیٹر جو حُسنِ سیرت سے پہلے ہی سے کم رکھتا تھا اپنی طبیعت کو نہ روک سکا۔ چارلس یازدہم والی سویڈن مرگیا اور اپنے نوعمر بیٹے چارلس دوازدہم کو جو صرف پندرہ برس کا تھا اپنا وارث و جانشین چھوڑ گیا لائی ڈونیہ کا ایک شریف زادہ پیٹکول Patkul نے، جو اپنے ملک کی آزادی

سویڈن کے خلاف اتحاد، ۱۶۹۹ء

واپس لینے کے لئے مضطر تھا، سویڈن کے قدیم دشمن ڈنمارک، پولینڈ اور روس سے استمداد کی۔ اپنے ذاتی فروغ کو مدنظر رکھکر ہر طاقت نے سویڈن کو کمزور پاکر ہٹانے کے موقع کو خوشی سے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور ۱۶۹۹ء میں یہ ناپاک اتحاد مرتب ہوا، جس میں لائی ڈونیہ کی آزادی صرف ایک خالص ملک گیری کے طرز عمل کو چھپانے کے لئے استعمال کی گئی تھی۔

چارلس دوازدہم اتحادیوں کو شکست دیتا ہے۔

لیکن اتحادیوں کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ اونکا اندازہ غلط تھا، چارلس دوازدہم والی سویڈن ان نادر الوجود نفوس میں سے تھا جو جنگ کیلئے خاص قابلیت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں نہ مکائدِ حرب میں کوئی خاص ملکہ رکھتا تھا اور نہ فنون جنگ کو باقاعدہ سیکھا تھا مگر وہ پیدائشی جنگجو تھا۔ وہ جنگ کو محض جنگ کیلئے پسند کرتا تھا۔ وہ جنگ میں جیسا خوش ہوتا تھا، ایسا کبھی نہ ہوتا تھا۔ اُس کو جنگ کی سختیوں ہی میں لطف آتا تھا، اور ہر سپاہی جانتا تھا کہ خواہ اس کی بھوک و پیاس کی شدت کتنی ہی زیادہ ہو، اس کا بادشاہ ہمیشہ شریک حال تھا۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر بیحد اعتقاد رکھتا تھا اور دوسروں کو بھی اُس کا معتقد کرلینے میں کامیاب ہوا۔ فوج کا جوش و خروش بے پایاں تھا۔ وہ سب بے چون وچرا رضامندی سے اس کی اطاعت کرتے تھے اور جدھر وہ رہنمائی کرتا تھا، اُس کے پیچھے خوشی سے جاتے تھے۔ ایسے اوصاف کا شخص کبھی اُس کا

منتظر نہ رہتا تھا، کہ اسکے زبردست دشمن اپنی افواج کو متحد کرلیں۔ شروع مئی سنہ ۱۷۰۰ء میں وہ جہاز پر سوار ہوکر سیدھا کوبن ہیگن پہنچا، اور ایک ہی وار میں ڈینی جنگ کا خاتمہ کردیا۔ فریڈرک چہارم اپنے دار الحکومت کی محافظت نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ اُسے انگلستان اور ہالینڈ کا توسط منظور، اور ٹراونڈال (Travendal) کا عہد نامہ مرتب کرنا پڑا، جس کی رو سے وہ پولینڈ اور روس کے اتحاد سے الگ ہوگیا۔ ڈنمارک چھوڑکر خلیج فن لینڈ (Gulf of Finland) روانہ ہوا، جہاں پیٹر ناروآ (Narva) کے اہم قلعہ کا محاصرہ کر رہا تھا۔ گو پیٹر کے ۶۰ ہزار روسیوں کے مقابلے میں اُس کے پاس صرف ۸۰۰۰ سپاہی تھے، مگر حملے کا حکم دینے میں وہ ذرا بھی نہ ہچکچایا۔ پیٹر کی فوج کے غیر قواعدداں اور بے ترتیب دستوں میں بہت جلد ہلچل مچگئی اور وہ خوفزدہ ہوکر اپنے ملک کو بھاگ کھڑے ہوئے اور چارلس دوازدہم بلا شرکت غیرے ساحل بالطیک کا مالک ہوگیا، جنوب کی طرف پلٹ کر سویڈی بادشاہ لائی وونیہ (Livonia) اور کورلینڈ (Courland) ہوتا ہوا پولینڈ میں داخل ہوا، سنہ ۱۷۰۲ء میں وارسا پر قبضہ کرلیا، اور بادشاہ اگسٹس زور آزما، والی سیکسنی، کو جو سنہ ۱۶۹۷ء میں جان سوبالسکی کی وفات پر پولی تاج کے لئے منتخب کیا گیا تھا معرکہ کلیسّو (Clissow) میں شکست دی، اور اسے سیکسنی بھگادیا۔ سنہ ۱۷۰۳ء میں اس نے تھورن (Thorn) اور ڈانٹ زک پر قبضہ کرلیا اور فروری سنہ ۱۷۰۴ء میں وارسا میں ایک مجلس مجتمع کرکے اگسٹس کو تخت سے اتروادیا، اور اس کی جگہ پر اسٹانیس لاس لک زنسکی (Stanislas Leczinski) کو پولون کا بادشاہ بنایا۔ بعد ازاں اپنی جنگی فتوحات کا سلسلہ دوبارہ چھیڑا، لائی تھوبنیہ (Lethuania) کو تاخت کیا، اور روسیوں کو نکال باہر کیا، فروئنش ٹاٹ (Frauenstadt) میں سنہ ۱۷۰۶ء میں شولن برگ کو شکست دی، اور بالآخر سنہ ۱۷۰۷ء میں سیکسنی پر حملہ کیا، جہاں اُس نے اسی سال کے ماہ ستمبر میں اگسٹس کو صلح آلٹرانس ٹاٹ (Altranstadt) مرتب کرنے پر مجبور کیا، جس کی رو سے اسٹانیس لاس لک زنسکی پولینڈ کا فرمانروا تسلیم کیا گیا اور بدنصیب پٹکول (Palkul) چارلس کی بیرحمی کے نذر کردیا گیا، جس نے تمام اصول انسانیت کے

خلاف وغا بازی کے الزام میں اس کو پہیئے میں باندھ کر قتل کرادیا ۞

چارلس دوازدہم کی حیثیت سنہ ۱۷۰۸ء

جس وقت ۲۵ سال کی عمر میں چارلس دوازدہم سنہ ۱۷۰۷ء کے موسم سرما میں الٹرانش ٹاٹ میں آرام کر رہا تھا، تو وہ بجا طور سے خود کو اعجوبۂ عالم تصور کرتا تھا۔ بڑی بڑی طاقتیں جو اسوقت وراثت ہسپانیہ کی جنگ سے حیران تھیں، ہر طرف سے اُس کا خیر مقدم کر رہی تھیں اور اگر وہ حصہ لینا پسند کرتا تو ممکن ہے کہ یورپ کا ثالث بنکر سامنے آتا۔ وارسائیٹے سے لوئی چہاردہم کا سب سے زیادہ معتمد علیہ مدبر آیا، تاکہ نوجوان شاہزادے کو فرانس اور سویڈن کی دیرینہ دوستی یاد دلائے اور یہ درخواست کرے کہ وہ کشمکش تقدیر کے وقت لوئی کی جانب سے مردانہ وار تلوار کھینچکر، صلح سینٹ جرمین آن لے (St-Germaine-en-laye) کے عطا کردہ حقوق کا اعتراف کرے۔ لیکن اتحادیوں کی طرف سے چارلس کے دربار میں ایک اور بھی زیادہ دلکش جوہر نمودار ہوا۔ اس زمانے کا بہترین سپاہی، مارل برو (Morlborough) چارلس کے سامنے یورپ کے مقدمے کی پیروی کرنے کے لئے بلین ہائم (Blenheim) اور رامی لیز (Ramillies) کے تازہ فتوحات کے ہاروں سے لدا ہوا، بذات خود آلٹرانش ٹاٹ (Altranstadt) آیا۔ اُس کا کام زیادہ آسان تھا وہ سویڈن کی مدد نہیں بلکہ غیر جانبداری چاہتا تھا چارلس توجہ کے سبب سے پھول گیا اور سپہگر مدبر کے طرز تقریر سے بہہوت ہوگیا، اور اس کی تجاویز کو کان دھر کر سننے لگا۔ اس کی پروٹسٹنٹ پرستی نے اپنے فرقے کے ایسے سخت دشمن (لوئی) کے ساتھ رشتہ بندی کے خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ انتقام کی آرزو نے اس کو اپنے شمالی دشمنوں کے قریب پہنچنے کے لئے ڈھکیلا۔ اس کا سپہگرانہ غرور ایسی جنگ میں حصہ لینے سے باز رہا، جس میں اُسے ماتحتی کا درجہ قبول کرنا پڑا۔ پس سنہ ۱۷۰۷ء کے موسم بہار میں اُس نے جرمانیہ اور رائن سے بالکل پیٹھ موڑ لی، اور ناہموار شمال میں اپنی بربادی کی طرف چلا گیا ۞

روس پر اسکا حملہ

جسوقت چارلس تسخیر پولینڈ و سیکسنی (Saxony) میں مشغول تھا، پیٹر نے اسوقت کو جو اسے ملا تھا، نہایت عمدگی سے اپنی غیر قواعد دان افواج کو بہ مشقت تعلیم دینے اور نیوا کے دونوں طرف

ساحل بالطیک پر قبضہ کرنے میں صرف کیا۔ وہ پہلے ہی ہنگریہ اور گیریلیہ (Ceralia) کو تاخت کر چکا تھا، اور نیوا کے دہانے پر ایک شہر کی فصیل و مکانات کی تعمیر کا آغاز کر چکا تھا جو ایک روز اس کا پائے تخت ہونے والا تھا۔ چارلس نے اس قسم کی خفیف باتوں پر فکر نہ کی۔ اپنی عادت کے مطابق اُس نے دشمنوں کی طاقت کے مرکز پر وار کیا، اور کوسیک کے سردار مازیپا (Mazeppa) سے اتحاد کر کے، جس نے ان مشکوک اتحادیوں کی معقول جمعیت کے ساتھ شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا ۳۰ ہزار سپاہیوں کے ساتھ سیدھا ماسکو پر حملہ آور ہوا۔ ابتدا ہی سے بدبختی اس کے پیچھے لگ گئی۔ سڑکیں بے انتہا خراب، موسم خلاف توقع سخت، اور کوچ کی سست چال مایوس کن تھی۔ جب کچھ دنوں تک مازیپا کی کچھ خبر نہ آئی تو چارلس نے اس سے خط و کتابت کرنے کے لئے سیدھا راستہ چھوڑ دیا، اور جنگلوں اور دلدلوں میں پھنس گیا، جو روس کو چک اور یوکرین کے درمیان واقع ہیں۔ وہ ماسکو سے کئی سو میل دور ہی تھا کہ اچانک موسم سرما آگیا غلہ اور اشیائے خوردنی کی بہم رسانی بہت دشوار ہوگئی۔ بیماری نے اس کی فوج کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ پھر بھی مایوسی کی جرأت کے ساتھ وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ بہار نے اُسے تہی مایہ پایا مگر اوس کا منہ اب بھی ماسکو کی طرف تھا مگر اُس کی قسمت میں اُس کا دیکھنا نہ لکھا تھا پیٹر کہیں زیادہ تعداد

معرکۂ پلٹاوا ۱۷۰۹ء

کی فوج سے لیوین ہاؤپٹ Levenhaupt پر جو چارلس کی مدد کے لئے خزانہ لا رہا تھا ٹوٹ پڑا، اور اس کا اور اس کی جمعیت کا وہیں خاتمہ کر دیا آخر کار ماہ جون ۱۷۰۹ء میں، وہ پلٹاوا (Pultava) میں خود بادشاہ کے مقابلے میں نظر آیا نارواکی شکست کا چند لمحوں میں بدلہ لے لیا۔ دوگنی روسی فوج سے گھر کر، سویڈ خوب مار کر مرے۔ ۲۰ ہزار افسر اور سپاہیوں نے اطاعت قبول کی خود چارلس پیر میں زخم کھا کر چند ہمراہیوں کے ساتھ سرحد کے پار نکل گیا، اور ترکوں کے دامن میں پناہ گزیں ہوا اس کی ہوس کا خواب ایک ہی ضرب میں ہوا ہو گیا اور گسٹیوس اڈولفس کا کام بالکل برباد ہو گیا لائی وونیہ اور استھونیہ، ریگا (Riga) اور ریاول (kevel) سمیت زار کے ہاتھ لگے۔ روس نے بالطیک پر اپنی گرفت مضبوط کر لی، اور

سویڈن کی جگہ شمال کی سرکردہ طاقت ہوگیا۔

روس اور اتراک کے درمیان جنگ ۱۷۱۱ء

گو معرکہ پلٹاوا نے سویڈن کی طاقت توڑدی مگر لڑائی کا خاتمہ نہ کیا۔ سرزمین ترکی میں اپنی جائے پناہ، بندر سے چارلس دوازدہم نے اپنے میزبانوں کی اپنی طرفداری کرنے اور روس پر اعلان جنگ کرنے کے لئے اکسانا شروع کیا۔ خود پیٹر جس کا چہرہ فتحمندی سے تمتما گیا تھا اور جو اپنے ملک کی بحری حدود کی توسیع کے طرز عمل کیلئے ہر وقت تیار تھا، کسی طرح بھی ترکوں کو ڈینیوب و نیسٹر سے پیچھے ہٹا دینے کے منصوبے کے خلاف نہ تھا۔ روسیوں کے بے انتہا مذہبی جوش نے جو مشرق میں روس کے طرز عمل کا ہمیشہ ایک اہم عنصر تھا، زار کو مولڈیویہ اور ولیشیا کے مظلوم عیسائیوں کے حامی کی حیثیت سے آگے بڑھنے کے لئے ابھارا۔ مگر وہ پیشقدمی کرنے سے بچتا رہا۔ بے انتہا تامل کے بعد، سلطان نے ارادہ مصمم کرلیا بحیرۂ اسود میں ایک روسی بیڑہ دیکھنے کے خوف سے اس نے پیٹر کے خلاف ۱۷۱۰ء میں اعلان جنگ کردیا، اور دوسرے سال پیٹر ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ پروتھ (Pruth) کے کنارے نظر آیا۔ مگر تقدیر نے اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ حد درجہ کی بد انتظامی کی وجہ سے پیٹر کی فوج دریا، دلدلوں اور ترکی فوج کے درمیان قطعی گھر گئی، اور بالکل دشمنوں کے بس میں ہوگئی۔ اس کی خوش قسمتی سے وزیر اعظم صلح کی گفتگو کرنے کے لئے راضی ہوگیا، اور پیٹر نے ایک شرمناک اطاعت قبول کرکے خود کو اور اپنی فوج کو بچایا ترکوں کو بندر اُزوف واپس دیدیا اور ترکی سرحد پر جتنے روسی قلعے تھے سب کو منہدم کردیا چارلس دوازدہم اپنے ملک کو واپس بھیجدیا گیا، جسے ہر طرف سے روسی، ڈینی اور پول دھمکا رہے تھے سات سال تک وہ بیرون ملک میں اعلیٰ فوجوں سے اور اندرون ملک میں امراء کی بغاوت کے خلاف بے سود جدوجہد کرتا رہا۔ ۱۷۱۴ء تک جرمانی سرزمین کا چپہ چپہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ۱۷۱۸ء میں جب وہ ناروے میں فرائی ڈرک شال (Friedrickshall) کے قلعے کا محاصرہ کر رہا تھا اس کے سپاہیوں میں سے

تسکین شمال ۱۷۲۰ء

ایک کی گولی نے اس کی زندگی کا خاتمہ کردیا چارلس دوازدہم

کی موت نے بہت سی سازشوں کا خاتمہ کردیا، اور عام امن کے عود کو آسان بنا دیا۔سویڈن نے وہ سبق سیکھ لیا تھا جو اس کے بادشاہ نے سیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ایک سلسلۂ معاہدات کے ذریعے، جنھوں نے سویڈن اور روس کے درمیان صلح نیش ٹاٹ (Nystadt) کی صورت اختیار کی ہینوور (Hanover) بریمین (Bremen) اور ورڈین (Verden) کا مالک ہوگیا، سیکسنی کا اگسٹس پولینڈ کا جائز بادشاہ تسلیم کر لیا گیا، پروشیا کو سویڈی پامیرینیہ بشمول جزیرہ ہائے اُوسے دوم (Usedom) ورُگین (Rugen) اور شہرہائے اسٹے ٹن (Stettin) وڈانٹ زک، حاصل ہوا، فریڈرک والی ڈنمارک کو شلیس وِگ (Shleswig) کی ڈچی کے الحاق کی اجازت دیگئی، مگر بقیہ مفتوحات ومقبوضات سویڈن کو واپس دینے پڑے، اور روس نے، جس کو سب سے زیادہ ملا، انبگریہ، استھونیہ، لائیودنیہ اور جزو کیریلیہ پایا، اور فن لینڈ کا تخلیہ کردینے کا وعدہ کیا۔

جو وقت روس سویڈن کے ہاتھوں سے شمال کی سیادت چھیننے میں مصروف تھا، اسوقت برانڈن برگ پروشیا غیر ممتاز فرمانرواؤں کے ماتحت مستعد و خاموش ارتقاء کے طرز عمل کا پابند ہو رہا تھا۔یہ فریڈرک سوم کا کام تھا کہ جو کچھ الکٹر اعظم نے حاصل کیا تھا اُسے مستحکم کرے۔اس کے عہد میں قومی سرسبزی ایسے ملک میں بڑھنے لگی، جو اب میدان کارزار نہ تھا۔دربار زیادہ شاندار ہوگیا، سڑکیں اور نہریں متعدد اور

سلطنت پروشیا کی ساخت ۱۷۰۱ء

کارگاہیں زیادہ کارکن ہوگئیں۔دوسری طرف ۱۶۹۴ء میں جامعۂ ہیلے (Halle) کی بناء جرمانی ادب و شائستگی میں نمایاں ترقی ظاہر کرتی ہے معاملات خارجی میں وہ مستعدی سے اپنے باپ کے طرز عمل پر کاربند رہا، اور قابل تعریف پابندی سے مضبوط برانڈن برگیون کے دستے سازآوگز برگ کی مدد کو بھیجتا رہا۔لیکن صلح رزوک نے اس کے اقتدار یا مقبوضات میں کچھ اضافہ نہ کیا، اور فریڈرک، بے انتہا ناراض ہوکر بالاعلان کہنے لگا کہ اگر بڑی طاقتوں کو اس کی پھر ضرورت ہوئی تو وہ اپنا انعام قبل ہی لے لیگا۔دو برس کے بعد موقع آیا، اور فریڈرک، اپنے عہد

کے مطابق، ۱۷۰۰ء میں معاہدات تقسیمی کے معاملے میں شہنشاہ کی مدد کے معاوضے میں بادشاہ کے خطاب پر مصر ہوا۔ لیوپولڈ کو شرط ماننے میں کچھ عرصہ لگا۔ حدود سلطنت کے اندر شمالی جرمانیہ میں ایک بادشاہت کا خیال نفرت انگیز اور سلطنت کی روایات کے خلاف تھا۔ اس نے خاندان ہوہن زولرن کے اثر و دبدبہ کو بڑھانے کے بجائے گھٹایا ہوتا۔ مگر ضرورت کسی قانون کو نہیں مانتی۔ لیوپولڈ کو میدان جنگ میں برانڈن برگیوں کی مدد کی ضرورت تھی، اور یہ مدد کسی دوسری شرط پر دستیاب نہیں ہوسکتی تھی۔ اعتراضات سے بچنے کے لیئے یہ طے کیا گیا کہ فریڈرک اپنا لقب پروشیا سے لے، جو حدود سلطنت سے باہر واقع تھا۔ پس ۱۷۰۱ء میں فریڈرک سوم، انتخاب کنندہ برانڈن برگ، فریڈرک اول شاہ پروشیا ہوگیا سال متعاقب اتحاد اعظم قایم کیا گیا، اور تمام اتحادیوں نے حصول کمک کی غرض سے نئے بادشاہ کو تسلیم کرلیا فریڈرک نے اپنا معاہدہ نہایت وفاداری سے پورا کیا جبتک لڑائی جاری رہی، پروشیائی مستعدی اور عمدگی کے ساتھ اتحادیوں کی طرف سے لڑتے رہے، اور صلح یوٹریکٹ نے پروشیا کو ہسپانوی گلڈرلینڈ Guelderland کا عطیہ دینے کے علاوہ، نوساختہ اعزاز پر بین الاقوامی معاہدے کی مہر ثبت کردی۔

۱۷ صدی کے آخر میں شمالی یورپ

معاہدات کارلووٹز (Carlowitz) و پیسارووٹز (Passarowits) کی طرح، معاہدات یوٹریکٹ اور نیشٹاٹ ایک عہد کا خاتمہ اور دوسرے کا آغاز ظاہر کرتے ہیں۔ سترھویں صدی میں شمالی یورپ کی تاریخ سویڈن کی ان کوششوں کی تاریخ ہے جو اس نے بحیرۂ بالطیک پر حکومت اور جرمانیہ میں قدم جمانے کے لئے کیں، وہ شمالی جرمانیہ میں برانڈن برگ کی رہنمائی کے اعلان کی تاریخ ہے، اور ایک اہم سیاسی طاقت کی حیثیت سے روس کی پیدائش کی تاریخ ہے۔ جن مسائل کے لئے سترھویں صدی میں اتنی شدت سے جنگ ہوئی تھی، ان کا آخری جواب اُن بڑی صلحوں میں نکلا، جو نئے عہد کا آغاز کرتی ہیں۔ سویڈن، جو اپنی فوقیت کی جگہ سے مار کر ہٹا دیا گیا تھا، اور اپنے تمام جرمانی مقبوضات سے محروم، اور بالطیک کے ایکطرف محدود کردیا گیا تھا اب تیسرے درجے کی طاقت کی گمنامی میں غائب ہو جاتا ہے۔ جس میں سے

وہ اپنے دشمنوں کی کینہ جوئی، اور اپنے بادشاہوں کی بے نظیر ذاتی لیاقت کے سبب ابتدائً نکالا گیا تھا۔ پروشیا، جس کو یورپ کے سلاطین نے برابر کا مان لیا تھا، شمالی جرمانیہ کے رہنما کی حیثیت سے بلا کسی رقیب کے سامنے آتا ہے، اور اپنا وقت پورا کر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ وقت آجائیگا، جو اُسے خاندان ہیپس برگ سے جرمانی قوم کی سرداری لے لینے، اور اس سے جرمانی وطن آبائی کی محافظت کا فرض وراثتہً حاصل کرنے کی اجازت دیگا۔ شمال بعید میں روس نے اپنے وحشی مگر لائق حکمرانوں کے ماتحت یورپ کی مجالس میں اپنی آواز قابل سماعت بنا دی ہے۔ بالطیک کے مشرقی ساحل پر مضبوطی سے جم جانے کے بعد، وہ خود کو تجارتی اور بحری طاقت بنانے پر کمربستہ ہے، اور اپنی سلطنت کے بعید جنوب مشرقی گوشے میں طرز عمل سے پہلے ہی وہ راستہ دکھا دیا ہے، جس پر اس کی قسمت حرکت کریگی۔ سنہ ۱۶۹۶ء میں تسخیر اُزوف، اور سنہ ۱۷۱۱ء میں پروتھ پر حملے کے بعد سے ترکی اور روس جنوبی مشرقی یورپ میں آمنے سامنے کھڑے ہیں اور مسئلہ "مشرقی" کا آغاز ہوگیا ہے۔

باب چہار دہم

معاہدات تقسیمی اور اتحاد اعظم

وراثت ہسپانوی کا مسئلہ۔ دعویداروں کے حقوق۔ اس عقدے کی قانونی اور سیاسی مشکلات۔ مقاصد متعلقہ کی اہمیت ۱۶۶۰ء کا معاہدۂ تقسیمی۔ ۱۶۹۸ء میں لوئی کا طرزِ عمل تقسیمی کا اختیار۔ ولیم اور ہائن سی اس (Heinsius) کے شکوک۔ لوئی، ولیم اور ہائن سی اس کے مقاصد۔ پہلا معاہدۂ تقسیمی شہزادۂ انتخاب کنندہ کی موت۔ گفتگوئے صلح کا سلسلہ دوسرا معاہدۂ تقسیمی۔ فرانس اور بحری طاقتوں کے لئے معاہدہ کے فوائد۔ یورپ میں معاہدے کا تسلیم کیا جانا۔ شہنشاہ اور سیوائے کا انداز۔ چارلس دوم کے بستر مرگ کے گرد تنازعہ۔ فرانس کے موافق وصیت۔ لوئی وصیت کو منظور کرتا ہے۔ اس کے طریقِ عمل کے سیاسی اسباب۔ اُس کا مصمم نقض عہد اس کا طرزِ عمل خالصاً وقت پرست تھا۔ اس کی وقتی کامیابی لوئی کا فاتحانہ طریقِ عمل۔ اتحاد اعظم کی ترکیب ؛

وراثت ہسپانوی کا مسئلہ

۱۶۶۶ء میں فلپ چہارم والیٔ ہسپانیہ کی موت کے بعد سے یورپ کے لئے ایک خطرہ لگا ہوا تھا۔ چارلس دوم ہسپانیہ کے خاندان ہیپس برگ کا آخری مردِ نمائندہ تھا جسم کی کمزوری اور دماغ کے ضعف کی وجہ سے وہ نہ تو خود ایک وسیع سلطنت کے بار کو برداشت کرسکتا تھا اور نہ اس سلطنت کی نگہداشت کسی اولاد کو تفویض کرسکتا تھا۔ پہلے اس کی شادی آرلیانس کی لوئسی (Lovise) اور اس کے مرنے کے بعد ایک جرمانی

شہزادی، نیوبرگ کی میری Marie سے ہوئی، مگر اولاد کی نعمت سے وہ محروم رہا، اور تمام یورپ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب وہ مرے گا، تو جس طرح ایک بیل کی لاش کی بھیڑیے تکا بوٹی کرتے ہیں، اسی طرح اس کی سلطنت کے لیئے بڑی طاقتوں میں جنگ وجدال ہوگی۔ تاج ہسپانیہ کی وراثت کا مسئلہ ایسا تھا جس کے حل کے لیئے مدبری کی اعلیٰ قوتوں کی ضرورت تھی یورپی طرزِ عمل، بین الاقوامی قانون، جمہوری اور ذاتی عزت کے باریک ترین نکات نے اسے پیچیدہ بنا دیا تھا عملاً تین دعویدار ایسے تھے جن کے حقوق بلاشک وشبہ اوروں کے حقوق پر فوقیت رکھتے تھے، خاندان بوربون، خاندان ہیپس برگ اور وِٹل بیک Wittelbock خاندان کی بویری شاخ۔ موجودہ بادشاہ، چارلس دوم کے لاولد ہونے سے مروجہ قانون وراثت کے مطابق ترکہ اس کی بہنوں کو پہنچتا تھا۔ کیونکہ فلپ چہارم کی اولاد میں صرف یہی دو بہنیں زندہ تھیں ان میں سے بڑی میریا ٹیریسا Maria Theresa کی شادی لوئی چہار دہم شاہِ فرانس کے ساتھ ہوئی تھی، جن کا بڑا لڑکا ڈآفین Dauphin ولیعہد فرانس۔ ازروے نسب تاج ہسپانیہ کا حق دار وارث تھا۔ مگر صلح پائیری نیز Pyrenees کے ایک خاص فقرے کے ذریعے میریا ٹیریسا، ۵ لاکھ کراؤن کے جہیز کے معاوضے میں جس کا وعدہ اُس کے

ڈآفین کا حق

باپ فلپ چہارم نے کیا تھا، تخت ہسپانیہ پر اپنے اور اپنی اولاد کے حقوق سے علانیہ دست بردار ہوگئی تھی اس لیئے اگر یہ دست برداری درست تھی، تو ڈآفین گو وارث تھا، مگر بین الاقوامی قانون کی رو سے میراث سے محروم ہوجاتا تھا۔ لیکن ڈآفین کی طرف سے بہت کچھ زور کے ساتھ یہ دلیل پیش کی گئی کہ چونکہ ۵ لاکھ کراؤن کا جہیز فلپ چہارم نے ادا نہیں کیا اس لیئے دست برداری جس کے متعلق صراحت ہے کہ اسی کے لحاظ سے عمل میں آئی تھی، منسوخ اور بے اثر ہوگئی ہو

انتخابی شہزادے کا حق

فلپ چہارم کی چھوٹی لڑکی، مارگریٹ ٹیریسا Margaret Theresa کی شادی شہنشاہ لیوپولڈ اول کے ساتھ ہوئی تھی، مگر اُس سے صرف ایک لڑکی تھی، جو میکس امئے نوئل، الکٹر بویریہ کے عقد میں آئی تھی۔ اُن کا ایک لڑکا تھا، جوزف فرڈی ننیڈ، جو عام طور سے

اِلکٹورل شہزادہ Electoral prince کے نام سے مشہور ہے، جو رشتے سے
مارگریٹ ٹیریسا کے حقوق کا نمائندہ ہوا۔ مگر ڈافین کی طرح، اُس کے راستے میں بھی
بین الاقوامی قانون کی ایک دقت تھی الکٹر بویریا سے شادی کے وقت میریا انٹونیا
Maria Antonia ہسپانی میراث پر اپنے حقوق سے صاف صاف دست بردار
ہو گئی تھی۔ اور اس طرح اُس نے اپنے بیٹے کو وارثت سے قانوناً محروم کر دیا تھا۔

جب چارلس دوم لاولد تھا، اور اُس کی دونوں بہنیں اپنے حقوق سے
دست بردار ہو گئی تھیں، تو یہ ظاہر تھا کہ فلپ چہارم کی اولاد میں سے کوئی بھی نسب
یا قانون کی رو سے جائز دعوی نہیں قائم کر سکتا تھا پس اب ضرورت تھی کہ فلپ سوم
کی اولاد کی طرف توجہ کیجاوے یہاں بھی مسئلہ دو بہنوں کے درمیان میں تھا۔ کیونکہ
فلپ چہارم ہی اکیلا بیٹا تھا۔ بڑی بیٹی این آسٹریہ لوئی سیزدہم کی بیوی اور لوئی چہاردہم
شاہ فرانس کی ماں تھی، مگر اپنی بھتیجی میریا ٹیریسا کی طرح۔ اس لئے بھی اپنی شادی کے
وقت، تاج ہسپانیہ پر جو حقوق تھے، اُن سے صاف صاف ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

شہنشاہ کا دعوی

چھوٹی بیٹی، میریا کی شادی شہنشاہ فرڈی نینڈ سوم سے ہوئی تھی،
اور اس طرح سے وہ شہنشاہ لیوپولڈ اول کی ماں تھی، جو اُسکے
حقوق کا زندہ نمائندہ تھا۔ اُس نے کسی طرح کی دست برداری نہیں کی تھی۔ پس
شہنشاہ لیوپولڈ کا دعوی تھا کہ قانون ونسب کے متحدہ زور سے وہی اور صرف وہی
سلطنت ہسپانوی کا حقدار وارث تھا لیکن لیوپولڈ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ ایک لمحہ
کے لئے بھی یہ خواب دیکھتا کہ یورپ چارلس پنجم کی سلطنت کے عود کی اجازت
دیدیگا، اور لوئی چہاردہم بھی ایسا سمجھدار تھا کہ وہ فرانس و ہسپانیہ کے تاج کو
ایک شخص کے سر پر دیکھنا کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ جس طرح لوئی اور
ڈافین Dauphin نے اپنے حقوق ڈافین کے دوسرے بیٹے، فلپ ڈیوک آنژو
کو تفویض کر دیئے تھے، اسی طرح لیوپولڈ نے بھی اپنے حقوق اپنے دوسرے بیٹے
آرچ ڈیوک چارلس کو تفویض کر دیئے تھے۔

اس مسئلہ میں قانونی مشکلات

اس سے زیادہ ٹیڑھا مسئلہ شاہی مدبرین کے سامنے پیش
آیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس معاملے کا سادہ ترین حل

اُس خالصاً قانونی رُخ میں پایا جاتا تھا، جسے شہنشاہ لیوپولڈ نے اختیار کیا تھا۔ دست برداریاں از روئے قانون عمل میں آئی تھیں، اس لئے یہ ضروری تھا کہ وہ قانوناً درست سمجھی جائیں، ورنہ کوئی دوسری یقینی بنا ورونڈا دہی نہ تھی۔ لیکن این آسٹریا اور میریا ٹیریسا کی دست برداریوں کے متعلق خواہ کتنی ہی پرزور بحثیں پیش کیجاتیں، مگر میریا انٹونیا کے مقدمے میں دست برداری کی صحت کو تسلیم کرنا اور باپ کو ایسی دست برداری سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا، جس پر خود اُس نے اپنی بیٹی کی کم سنی میں اور اُس کی شادی کے پہلے، اُسے مجبور کیا تھا، نہایت دشوار تھا۔ تاہم کوئی شخص پدری اثر کی وجہ سے میریا انٹونیا کی دست برداری کی عدم صحت اور میریا ٹیریسا کی دست برداری کی صحت کو کیونکر تسلیم کر سکتا تھا، جبکہ مسلم واقعہ تھا کہ موخرالذکر کا جہیز نہیں دیا گیا؟ لیکن پھر، اگر دست برداری ناجائز خیال کیجائے تو کل ورثہ پر ڈافین کے حقوق کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا تھا اور یورپ کو ایسے خطرہ کا مقابلہ یقینی تھا، جو چارلس پنجم کی سلطنت کے عود سے بدرجہا زیادہ تھا۔

معاملے کے خالصاً قانونی پہلو کی آڑ میں ایک اہم یورپی مسئلہ نہاں معلوم ہوتا تھا ہسپانیہ اپنے وسیع وعظیم الشان مقبوضات پر اس وجہ سے قابض رہ سکا، کہ وہ روز بروز ضعیف وکمزور ہوتا جاتا تھا۔

سیاسی مشکلات

جبتک کہ یورپ حالت تغیر میں تھا ہسپانی سلطنت کی طولانی سکرات یورپین مدبرین کی تجاویز کے بالکل موافق تھی۔ جب بڑی طاقتیں نذرلینڈ اور رائن، ڈینیوب اور بالٹیک کے لئے آپس میں لڑ رہی تھیں، یہ نہایت مناسب تھا کہ ایسے اہم مسائل جنوبی امریکی تجارت اور بحر متوسط تک رسائی کے مسائل سے اور زیادہ پیچیدہ نہ بنا دیئے جائیں۔ کل یورپ ہسپانیہ کے اجاروں کو تنہا چھوڑ دینے پر قانع تھا، کیونکہ ہسپانیہ اُن سے استفادہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن صدی کے آخر میں یہ خیال مٹ رہا تھا اور اُن زرخیز مقبوضات پر، جو اب بھی ہسپانیہ کے قبضے میں تھے مگر جن کا استعمال وہ نہ جانتا تھا، دو مختلف سمتوں سے مشتاقانہ وحریصانہ نظریں پڑنے لگیں۔ بحری اقوام، جیسا کہ وہ اصطلاح سیاسیات میں کہلاتی تھیں یعنی انگلستان

وہالینڈ، ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد سے، مضبوط باہمی اتحاد کی مستحکم بنا پر اپنی تجارت کی فوقیت فرانس کی تجارت پر قائم کرنے میں کامیاب ہوئی تھیں پہلے ہی ان دونوں نے بحیرۂ بالطیک، شمالی امریکہ اور مشرق کی تجارت آپس میں بانٹ لی تھی مگر دنیا کے دو حصوں میں اُن کی قطعی گذر نہ تھی۔ ہسپانیہ کے طرز عمل نے ان کو ہسپانیہ جزائر ہند کی تجارت، خصوصاً حبشیوں کی زرخیز تجارت، میں شرکت سے محروم کر دیا تھا، جو اُن جزائر اور وسطی امریکہ کے اضلاع میں، جہاں گورے آدمی ملنے محال تھے، روز بروز زیادہ اہم ہوتی جاتی تھی بحر متوسط میں بندرگاہ و بحری محط کی عدم موجودگی نے لیوانٹ سواحل ایشائے کوچک کے ساتھ ان کی تجارت کو بحری ڈاکوؤں کے رحم پر چھوڑ دیا تھا، اور وہ جنوبی طاقتوں کی مہربانی کی محتاج تھی۔ دوسری طرف خاندان ہیپس برگ کا طرز عمل، صلح وسٹ فیلیا کے بعد سے روز بروز یہ ہوتا جاتا تھا کہ شمالی اطالیہ پر قبضہ مصئون کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب قومی مفاد اور سلسلۂ واقعات، ترکوں کو ہٹا کر، آسٹریہ کی قوت کو ڈینیوب زیرین کی طرف لئے جاتے تھے، اسوقت شہنشاہوں کی خاندانی پالیسی یہ تھی کہ جو کچھ وہ دریائے رائن کے کنارے پر کھو بیٹھے ہیں اس کا معاوضہ دریائے پو کے ساحل پر حاصل کریں۔

یورپی اغراض کی اہمیت

غرض یہ ظاہر تھا کہ تاج ہسپانیہ کا مسئلۂ وراثت صرف مختلف امیدواروں کے قانونی دعووں کے مطابق طے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہسپانیہ کی عظیم الشان سلطنت کا فیصلہ محض ان اصول کی بنا پر نہیں کیا جاسکتا تھا، جو شخصی وراثت کے تحویل کا فیصلہ کرتے ہیں۔ تمام ذاتی دعووں کے پس پشت، تمام قانونی حقوق کے پیچھے حتیٰ کہ سارے قومی طرز عمل کی آڑ میں "توازن دول" اور "آزادی تجارت" کے اہم تر اصول جھلکتے تھے۔ اگر فرانس کے حقوق اور مفاد ہسپانی ورثا کو آسٹروی طاقت سے متحد ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے، اگر خاندانِ ہیپس برگ کے حقوق و مفاد ہسپانیہ کی سلطنت کا فرانس کی طاقت سے الحاق گوارا نہیں کر سکتے تھے، تو نہ جرمانیہ نہ انگلستان اور نہ صوبہ جات متحدہ یورپ کے مفاد کو مدنظر رکھ کر دو میں سے کوئی صورت پسند کر سکتے تھے لیکن اگر یورپی اقوام یہ دعویٰ کرنا چاہتی ہیں کہ ایسے معاملات

میں انکی رائے ضروری ہے اور اگر نسب کے دعوے اور قانونی حقوق، مہذب اقوام کی یورپی شاخ کی عام بہتری و فلاح کے ماتحت کیئے جانیوالے تھے۔ تو بحری اقوام ہسپانی جزائرہ ہند کی تجارت میں ضرور حصہ مانگتیں، جس طرح کہ صوبہ جات متحدہ فرانس کی یورشوں کے خلاف حدّفاصل اور آسٹریہ اطالیہ پر اپنی گرفت کے استحکام کیلئے مصر ہوتے۔ اپنی عمومی سیاسی دور اندیشی سے لوئی چہار دہم جنگ وراثت کے زمانے کے وقت ہی حالت سمجھ گیا تھا۔ اسوقت چارلس دوم نوجوان اور ناکتخدا تھا۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ صحت خراب ہونے کے باوجود، مرنیکے قبل اسکے بچے پیدا ہوجائیں۔ پھر بھی اسکی موت کا ہروقت کھٹکا تھا، اور آئندہ کے لئے اپنی تیز نظر کی وجہ سے لوئی نے تمام ناگہانی ضرورتوں کیلئے تیار رہنے کا عزم کرلیا تھا۔ اُس نے فوراً اعتراف کرلیا کہ کل ہسپانی مقبوضات کو خود اپنے یا اپنے خاندان کیلئے حاصل کرنا ناممکن ہے اس وراثت کا اگر کوئی دوسرا قابل لحاظ حقدار تھا تو وہ صرف شہنشاہ لیوپولڈ تھا۔ لہذا لوئی نے ارادہ کرلیا کہ اس سے گفت و شنید کے ذریعے کوشش کرکے ورثے کا وہ حصہ لیلے جو فرانس کیلئے نہایت سودمند تھا۔

سنہ ۱۶۶۸ء کا معاہدہ تقسیمی

اُسکا طرز عمل پورے طور سے کامیاب ہوا، اور ۱۹ جنوری سنہ ۱۶۶۸ء کو اُس نے چارلس دوم کے لاولد مرنے کے بعد ممالک ہسپانی کی تقسیم کیلئے شہنشاہ سے ایک خفیہ معاہدہ کیا، جس کی رو سے شہنشاہ ہسپانیہ جزائر ہند شرقی و غربی، اور ریاستہائے میلن (Milanese) پاتا، اور ممالک ادنیٰ۔ فرانشے کامٹی، نیوار، نیپلس، سسلی اور کئے ٹالونیہ فرانس کے حصے میں آتے سنہ ۱۶۶۸ء کے معاہدہ تقسیمی اور صلح رزوک کے مابین جو زمانہ گذرا تھا، اسمیں بہت سے تغیرات واقع ہوئے تھے لوئی نے فرانشے کامٹی کا الحاق کرلیا تھا، اور ہسپانیہ ممالک ادنیٰ کے اسقدر حصے کا مالک ہوگیا تھا کہ فرانس کو ایک محفوظ اور قابل مدافعت سرحد ملگئی تھی نذرلینڈ فرانس کیلئے جسقدر قیمتی سنہ ۱۶۶۸ء میں تھے اتنے اب نہ رہے تھے، اور اُنکا حصول نسبتہً بہت زیادہ دشوار تھا۔ سنہ ۱۶۶۸ء کے بعد سے صوبہ جات متحدہ سنہ ۱۶۷۲ء ولندیزی جنگ اور سازہ آوگز برگ کی جنگ میں لوئی سے کامیاب سرگرمی پیکار کے سبب، اور سنہ ۱۶۸۸ء کے بعد سے انگلستان کے ساتھ مضبوط اتحاد کے ذریعے

سنہ ۱۶۶۸ء کے بعد سے یورپ میں تغیرات

سے، بدرجہا زیادہ خوفناک دشمن ہو گئے تھے۔ لوئی خوب جانتا تھا کہ وہ لڑکر مرجائینگے لیکن اسے ہسپانی طاقت کی حد فاصل کو نہ توڑنے دینگے۔ کیونکہ صرف وہی شیلٹ Scheldt کو بند اور ایمسٹرڈیم کو محفوظ رکھ سکتی تھی۔ اسی اثناء میں بحری طاقتیں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، ہسپانی اور متوسطی تجارت کی سمت اپنی اپنی ہوسوں میں مبتلا تھیں جو اُنھیں نیپلس میں فرانس کی حکومت یا ہسپانی سمندروں میں اس کے فروغ کے آگے بلا مزاحمت ہتھیار ڈالنے سے روکیں گی۔

پس ۱۶۶۸ء کے بعد سے مسائل کی مشکلات بڑھ گئی تھیں اگر سیاست کے ذریعے کوئی سمجھوتہ کرلنے کی ضرورت تھی تو جدید مفاد کی رعایت ضروری تھی۔ اگر معاملات اپنے راستے پر چھوڑ دیئے جاتے تو ایک طولانی و خونریز جنگ، جو اپنے ڈراوٗ نے دامن میں پورے یورپ کو لپیٹے بغیر نہیں رہ سکتی تھی، قطعی یقینی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ایسی جنگ کے نتائج کیا ہونگے؟ دونوں لوئی اور ولیم اس عمر کو پہنچ گئے تھے جبکہ مدبرین خوشی سے کسی مکان میں محض اس توقع پر آگ نہیں لگاتے کہ گڑبڑ میں کچھ قیمتی اشیاء لے بھاگیں۔ یہ خیال کرنا سراسر خبط تھا کہ جو کچھ فرانس نے ۱۶۶۸ء کے معاہدے میں سیاست سے حاصل کیا تھا اُس سے زیادہ ایک کامیاب جنگ سے پا سکیگا پس جب صلح رزوک Ryswick پر دستخط کئے گئے اور یورپ میں پھر امن ہو گیا، تو لوئی نے اپنے دوست کون نے ڈٹیلاآر Counte de Tallard کو ایک خاص سفارت پر لندن بھیجا، تاکہ جب جان بلب بادشاہ آخری سانس کھینچے تو ہسپانی سلطنت کی تقسیم کے لیئے ولیم سوم کے سامنے ایک تجویز پیش کیجائے۔

ٹیلاآر نے ولیم سوم کو ہمت شکن اور اس کے دوست اور معتمد علیہ، ڈیوک پورٹلینڈ کو قریب قریب مخالف پایا وہ فطرۃً اُن تحائف کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے، جو لوئی جیسے صریح دشمن کیجانب سے پیش ہوتے تھے۔ چارلس دوم کی زندگی ہی میں اس کی سلطنت کو حصہ بخرہ کرلینے کی تجویز کی ناعاقبت اندیشی نہیں، تو جسارت پر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ لیکن ولیم اس تجویز پر جتنا زیادہ غور کرتا تھا اتنا ہی زیادہ اس کی عمل پذیری ظاہر ہوتی تھی۔ ہائنسی اس ہالینڈ کا ڈگرانڈ پنشناری، اصولاً کسی طرح بھی اس کے خلاف نہ تھا، باوجودیکہ اُسے شک تھا آیا فریق ہائے متعلقہ

ذیلی معاملات پر کبھی ہم خیال ہو سکتی ہیں ولیم نے اہالیٔ انگلستان کو اپنی ذات سے اس قدر بدظن، اپنی تجاویز سے اس قدر بدگمان، اپنے مشیر کاروں کے اسقدر مخالف، فوج کی قیادت سے اس کو محروم کرنے اور افلاس سے اس کو شکنجے میں کسنے پر اسقدر آمادہ پایا کہ اگر فرانس کے خلاف جنگ میں اُسے اُنسے مدد لینی پڑی تو ان کی کمک پر اُسے بھروسہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ مارچ ۱۶۹۸ء میں اس نے پورٹلینڈ کو، جو وارسائے میں تھا، اس بات کا مجاز کردیا کہ وہ لوئی کو اسکے سامنے معاہدے کی تجاویز پیش کرنیکی دعوت دے۔ ایسا کرنے میں اس نے نہ صرف ہسپانی ممالک کی تقسیم کی غرض سے گفت و شنید کا آغاز کرنے کے لیئے اپنی رضامندی ظاہر کی، بلکہ اپنا قصد بھی ظاہر کردیا کہ اب وہ خود کو ساز آو گز برگ مرتبہ ۱۶۸۸ء کے اُس فقرے کا پابند نہ خیال کریگا، جس کی رو سے اُسنے پوری میراث پر شہنشاہ کے حقوق تسلیم کرلئے تھے اور ان کو تقویت پہنچائی گئی تھی۔

گفتگوے معاہدہ کی ترقی

اپریل ۱۶۹۸ء میں فرانس، انگلستان اور صوبہ جات متحدہ کے درمیان معاہدۂ تقسیمی کے متعلق گفتگو اچھی طرح شروع ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ شروع ہونے کے بعد وہ نہایت تیزی کے ساتھ بڑھی جب وہ رکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، تو چارلس دوم کی بیماری کی خبر پھر انھیں سرگرمی کے ساتھ کام میں لگادیتی تھی۔ تاہم معاملے نے بوجہ اپنی نازک نوعیت اور متعدد شاخسانوں کے، ختم ہونے میں بہت وقت لیا۔ اس سال کا ستمبر آگیا ستمبر کے مہینے میں پیہم گفت و شنید کے پانچ مہینے بعد لوئی چہاردہم کو یقین آیا کہ اسکی کوششیں کامیاب ہوسکینگی۔ اس اثناء کے مراسلات ظاہر کرتے ہیں کہ لوئی مباحث میں شروع سے آخر تک سرگرم حصہ لیتا رہا۔ ولیم اور ہائن سی اس زیادہ تر خاموش حصہ دار رہے ان کا کام یہ تھا کہ جو کچھ لوئی تجویز کرے اس پر جرح کریں۔ یا اسے قبول یا رد کریں۔ مگر گفتگو جس قدر طول کھینچتی گئی یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے، کہ کس طرح صلح اور میل کی خواہش روز بروز قوی ہوتی گئی، کس طرح شکوک کی جگہ اعتماد اور بدگمانی کی جگہ صفائے قلب نے لی۔ لوئی نے اپنی زندگی بھر یورپ کی خارجی سیاست پر اپنا عبور اتنی صاف روشنی میں کبھی نہیں دکھایا، جیسے کہ اس گفتگو میں اول سے آخر تک اس کا دماغ ہی حاوی تھا ٹیلا آر صرف انگلستان میں اسکی آنکھ، کان، اور منہ کا کام کرتا تھا

ولیم گو تجویز کے رُخ کو دیکھنے میں تیز اور ہوشیار تھا، مگر بحری اقوام کے قومی مفاد نے اس کی نظر ایسی محدود کر دی تھی کہ وہ کل معاملہ کو عالی خیال لوئی کی سی وسعت نظر کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا تھا؛

اول اول لوئی نے ولیم کی سیاست کے اس میلان کا حقیقت سے زیادہ اندازہ کیا۔ اُس نے خیال کیا کہ جب وہ نذرلینڈ کی حد فاصل کے پیچھے صوبہ جات متحدہ کی حفاظت، اور بحر متوسط میں برطانی تجارت کی صیانت کے لئے کافی ضمانت دینے کیلئے تیار تھا، تو وہ اپنے پوتے کیلئے ہسپانیہ اور جزائر ہند حاصل کر سکیگا مگر اس نے

لوئی کے سیاسی عقائد

فوراً اپنی غلطی محسوس کی، اور اپنے ان دو اصول عمل پر آرہا، جنھوں نے شروع سے آخر تک، جبتک کہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اس کے طرز عمل کو سارے مسئلہ میں معین کیا، پہلا یہ تھا کہ وراثتی مسئلہ کے ذریعے آسٹروی ہسپانی خاندان کی طاقت کے عود کو روکے۔ دوسرا یہ تھا کہ فرانس کی سرحدوں کو نہ صرف مدافعت بلکہ لشکر کشی کے لئے مضبوط بنا کر ہیپس برگ کے اثر کی زیادتی کو بیکار کر دے۔ اس اصول کی پیروی میں اس نے آرچ ڈیوک چارلس کے ہسپانیہ کا بادشاہ بنائے جانے کی نہایت شد و مد کے ساتھ مخالفت کی، جب واقعات نے اس کو مجبور کر دیا، تو وہ صرف اس شرط پر راضی ہوا کہ ریاستہائے میلن ایک خود مختار شہزادے کو دیکر، آسٹریہ اور ہسپانیہ کے درمیان کا تعلق منقطع کر دیا جائے اور فرانس کو بنا در ٹسکانی اور فینالے (Finale) دیدیئے جائیں تاکہ وہ اس راستے کو جب چاہے غارت کر سکے۔ لوئی یہ دیکھنے کیلئے تیار نہ تھا کہ آسٹروی اور ہسپانی طاقت کی وہ زنجیر، جسکے توڑنے میں ہنری چہارم اور رشلیو نے اس قدر نقصانات برداشت کئے تھے محض سیاست کی چالوں اور زندگی کے اتفاقات کے ذریعے ایک مرتبہ پھر اسکے گرد بندھ جائے۔ دوسرے اصول کی پیروی میں اُس نے خیال رکھا کہ اگر اسکا پوتا میڈرڈ میں حکمرانی نہ کرے تو کم سے کم گوئی پس کو آ (Guipuscoa) کا علاقہ اسکے قبضے میں آجائے کہ بوقت ضرورت خود اسکی فوجوں کو اُدھر بڑھنے کیلئے کھلا راستہ ملسکے، دوسری طرف اُس نے لورین کا الحاق کر کے اپنی مشرقی سرحد کو مستحکم کیا اور ہمہ گش بگیر کے اصول پر لگزمبرگ پر بھی بہت شد و مد سے دعوے کرنا شروع کیا؛

ولیم اور ہائن سی اس کے مقاصد

دونوں تقسیمی معاہدوں کی گفتگو کے دوران میں فرانس کی سیاست انھی دو اصول پر چلتی رہی۔ اور ضروری نہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی انگلستان اور صوبہ جات متحدہ کی اغراض کے منافی ہو۔ انگلستان کے نزدیک تو سب سے اہم بات یہ تھی کہ لوئی خاندان اسٹوارٹ کو مدد پہنچانے سے باز رہے اور اس طرح سے انقلاب ۱۶۸۸ء کے اصولی نتائج میں کوئی خلل نہ آئے۔ ادھر صوبہ جات متحدہ کے لیئے فرانسیسی دست درازیوں کے خلاف محفوظ سرحد کا قبضہ اور شلٹ کا کھلا رہنا قومی زیست کی ضروری شرطیں تھیں۔ دونوں بحری طاقتوں کے نزدیک ہسپانی امریکی سمندروں میں تجارت کا اجارہ حاصل کرنے سے فرانس کو روکنے کا فرض بڑی اہمیت رکھتا تھا، اور ان میں سے ہر ریاست اپنی اپنی تجارت کا موقع کبھی ہاتھ سے دینا نہ چاہتی تھی خواہ اس کوشش میں اسے خطرہ ہی کیوں نہ پیش آجائے۔ اصل یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی طاقت بڑھانے کی بہ نسبت دل ہی دل میں خطروں کے انسداد کے لیئے زیادہ فکرمند تھے۔ وہ اپنے لیئے غلبہ حاصل کرنے کے بہ نسبت دوسروں کو اس غلبے کے حصول سے روکنے کے زیادہ خواہش مند تھے۔ اسی میں گفت وشنید کی کامیابی اور تاخیر کا راز پوشیدہ تھا۔ ولیم اور ہائن سی اس دونوں کے یہ بات بلا وقت ولنشین ہوگئی تھی کہ چارلس دوم کے مرنیکے قبل وراثت ہسپانیہ کا تصفیہ کرلینا نہایت ضروری ہے لوئی کی کھلی ہوئی دیانت داری اور دلکش انداز نے انکو لبھالیا۔ ان پر جلد کھل گیا کہ انھیں صوبہ جات متحدہ کی سرحد اور انگلستان کی وراثت کے متعلق خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے حقیقی مشکل اس میں تھی کہ ڈافین کے لیئے ایک ایسی میراث حاصل کیجائے جو ادھر تو فرانس کو آسٹروی ہسپانی خاندان کی طاقت کے دوبارہ متحد ہوجانے کے خدشے سے محفوظ رکھے اور دوسری طرف بحر متوسط اور ہسپانیہ کے امریکی سمندروں میں بحری ریاستوں کے تجارتی اغراض کو خطرے میں نہ ڈالے۔ لیکن یہ ایک جزوی معاملہ تھا، جس کا تصفیہ یقینی تھا گو اس کے تصفیے میں بہت وقت صرف ہو لوئی کا سب سے بڑا مقصد ہسپانیہ میں آسٹروی جانشینی کا انسداد تھا۔ اور ولیم اور ہائن سی اس کا سب سے بڑا مقصد وہاں

فرانسیسی جانشینی کو روکنا تھا لہذا جب دونوں فریق کو باہمی مفاد اور ایک دوسرے کی نیک نیتی کا یقین آگیا تو معاہدے کی کامیابی میں بھی شک کی گنجائش نہ رہی۔

پہلا تقسیمی معاہدہ ۱۶۹۸ء

خوش قسمتی سے بویریا کا انتخابی شاہزادہ ایک ایسا امیدوار تھا جس کی تخت نشینی تمام شرائط مطلوبہ کو پورا کرتی تھی۔ وہ ازروئے پیدائش نہ تو فرانسیسی تھا اور نہ آسٹروی، اور باعتبار سن صرف پانچ برس کا تھا پس وہ اپنی ذاتی قابلیت یا اپنے ملکی اقتدار کی وجہ سے فریقین میں سے کسی کے لیئے بھی خطرناک نہیں ہوسکتا تھا، اور اغلب تھا کہ وہ دوسرے امیدواروں کی نسبت خود ہسپانیہ میں زیادہ مقبول ہو کیونکہ اپنی کمسنی کی وجہ سے وہ تعلیم و تربیت سے ہسپانوی بنایا جاسکتا تھا۔ جولائی ۱۶۹۸ء میں اس پر اتفاق ہوا کہ ہسپانیہ غرب الہند (Indies) اور ندرلینڈ انتخابی شاہزادے کو دیئے جائیں۔ ڈافین کی میراث کے بحث و مباحثہ میں دو مہینے لگ گئے۔ آخر کار ۱۱ اکتوبر ۱۶۹۸ء کو پہلے تقسیمی معاہدے پر دستخط ہو گئے اس کی شرائط یہ تھیں کہ بویریا کے انتخابی شاہزادے کو ہسپانیہ، غرب الہند اور ندرلینڈ دیئے جائیں۔ آرچ ڈیوک چارلس کو ریاستہائے میلن اور لکزم برگ اور ڈافین کو سسلی بنادر ٹسکانی[1]، فینالے (Finale) گولی پس کوآ (Guipuscoa) سینٹ سیباس ٹی آن (St. Sibastian) اور فوئین ٹارے بیا (Fuentarabia) ملیں جس وقت میڈرڈ میں یہ خبر طشت ازبام ہوئی اس وقت چارلس دوم باوجود ناراض ہونیکے، صورت حال سے بہترین فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہوگیا۔ اور انتخابی شہزادے کے موافق ایک وصیت لکھی جس میں اُس نے شہزادے کو کل میراث دیدی اور اسے ہسپانیہ بلابھیجا تاکہ وہ ہسپانی دربار کے آئین کے مطابق تعلیم پائے۔

اسکی کامیابی کا احتمال

اب معلوم ہوتا تھا کہ ہر چیز کا تصفیہ ہوگیا ہے یہ سچ تھا کہ شہنشاہ

---

[1] بنادر ٹسکانی Tuscan port میں سینٹو اسٹیفانو St. Stephano پورٹو ارکول Porto Ercole اُور بی ٹیلو Orbitello پورٹو لونگو نے Porto Lougone ٹالامون (Talamone) اور پی اُوم بینو (Piomdino) شامل تھے۔

کے لیئے ممکن نہ تھا کہ اس کے دعوے نکو جو زک پہنچی تھی اس کے آگے غلامانہ طور پر سر جھکا دے۔ یہ بھی سچ تھا کہ مغرور ہسپانوی اپنی باعظمت سلطنت کی جبریہ تقسیم کو مان لینے کے بجائے لڑ کر مرجانیکو ترجیح دیں۔ یہ بہت اغلب تھا کہ نیپلس اور سسلی کے باشندے یہ دیکھنے کے لیئے جلد تیار نہ ہوں، کہ تاج ہسپانیہ سے اُن کا دیرینہ تعلق شمالی سلطنتوں کے حکم سے اس بیدردی کے ساتھ منقطع کر دیا جائے فرانس مجبور ہوگا کہ اپنی میراث کو تلوار کے زور سے فتح کرے۔ لیکن یہ خوف کھانے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ ہسپانیہ ایک غیر ملکی لڑکے کو بادشاہ بنا کر، اتالیقی حکومت کے ماتحت، اپنی تہی مایہ دوالیہ حالت میں فرانس کی فوجوں اور بحری طاقتوں کے بیڑوں کی واقعی مزاحمت کر سکیگا۔ اور شہنشاہ کونسی مفید مدد پہنچا سکتا تھا جبکہ ڈینیوب پر پوری اس کے مقابلے میں تھے اور فرانسیسی سمندر کے مالک تھے؟ لوئی لیوپولڈ کی طبیعت کی سستی اور دوراندیشی سے ایسی اچھی طرح واقف تھا کہ اُسے یہ یقین ہوگیا کہ لیوپولڈ اس قطعی فیصلے کو جلد مان لیگا۔ پس وہ ہوشیاری کے ساتھ ان مواقع سے فائدہ اٹھانے میں مصروف ہوگیا جو اسے اطالیہ میں ریاستہائے میلن کے قبضے سے حاصل تھے وینس اس کے لیئے ایک آسان شکار تھا ہر طرف سے محصور اور مفلوک الحال خاندان آسٹریا کے لیئے سمندر پار ایک دھندلی وغیر معین سلطنت کی نسبت شمالی اطالیہ اور بندر وینس میں غلبہ پالینا عملاً زیادہ سودمند تھا۔ ممکن تھا کہ معاہدہ کرنے والی طاقتیں معاہدے کی تعمیل جنگ کے ذریعے سے کرائیں، مگر آویزش عام نہ ہوتی اور طول نہیں کھینچ سکتی تھی۔

انتخابی شاہزادے کی موت ۱۶۹۹ء

دفعتاً اس فرحت افزا منظر پر ایک غیر متوقع اور جانکاہ حادثے نے پانی پھیر دیا۔ ۸ فروری ۱۶۹۹ء کو انتخابی شاہزادہ چیچک سے مر گیا، اور پانچ مہینوں کی سخت محنت اس طرح فنا ہوگئی جسطرح ہوا میں حباب بغیر ایک لمحہ توقف کیئے، اور بیفائدہ تاسف میں ایک لمحہ ضائع کیئے بغیر مستعد لوئی نے سیاست کے جال کو جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا پھر اٹھا لیا، اور ٹیلار کو فہمائش کی کہ ایک نئے معاہدے کی بات چیت کرے

معاملہ پہلے کے بہ نسبت بہت زیادہ پیچیدہ ہو گیا تھا، اور جزئیات کی ترتیب بدرجہا زیادہ مشکل ہو گئی تھی اب کوئی تیسرا امیدوار بھی نہ تھا جو دونوں فریق کے لیئے یکساں مناسب ہو۔ ڈیوک سیوائے (Duke of Savay) جس کو ٹیلار نے تجویز کیا، ولیم اور ہائن سی اس (Heinsius) کے نزدیک اتنا ہی قابل اعتراض تھا جتنا کہ لوئی کے نزدیک الکٹر بویریا جسے ولیم نے تجویز کیا تھا یہ بہت جلد

گفتگو پھر شروع ہو گئی
Victor Amddens

ظاہر ہو گیا کہ آرچ ڈیوک چارلس ہی تاج ہسپانیہ کا وہ دعویدار ہے جسے انگلستان اور صوبہ جات متحدہ منظور کر لینگے۔

اُنھوں نے اس تجویز کے سننے سے بھی انکار کر دیا کہ مرحوم شاہزادے کے حصے کا کوئی نہ کوئی جزو ڈافین کو بھی ملنا چاہیئے۔ ولیم نے کہا کہ آخر انتخابی شاہزادے کی موت سے ڈافین کیوں فائدہ اُٹھائے۔ لوئی نے دیکھا کہ اگر اسے معاہدہ کرنا ہے تو سر جھکا دینا چاہیئے۔ پس وہ قومی استحکام اور سرحدی انتظام کے اصول کی طرف جھکا اور اپنی تمام قوتیں فرانس کے لیئے ایسی حیثیت حاصل کرنے میں صرف کیں، جو آسٹروی ہسپانی خاندان کی افزودہ طاقت کو بے اثر کر دے؛

دوسرا تقسیمی معاہدہ ۱۶۹۹ء

اُس نے بڑے شد و مد سے اصرار کیا کہ اگر ندرلینڈ آرچ ڈیوک ہی کو دیتے ہیں تو معاوضے میں فرانس کو کم از کم لکزم برگ ملنا چاہیئے اور اگر آسٹروی خاندان کو ہسپانیہ کے الحاق کی اجازت دیجائے تو فرانس کم از کم قلمرو نیوآر کو پھر حاصل کر لے۔ ان تمام باتوں سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ولیم اور ہائن سی اس نے لوئی کو اس کی اجازت دینے سے قطعی انکار کر دیا کہ وہ الحاق لکزم برگ (Luxumbarg) کے ذریعے ندرلینڈ کی حد فاصل کو توڑ دے یا اپنی فوجوں کے لیئے میڈرڈ کا اس راستے سے زیادہ قریبی راستہ حاصل کر لے جو پہلے معاہدے نے کھولدیا تھا۔ لوئی نے پھر دیکھا کہ سر جھکا دینا چاہیئے، اور مئی سنہ ۱۶۹۹ء میں لوئی، ولیم اور ہائن سی اس کے درمیان دوسرے تقسیمی معاہدے پر اتفاق ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے ہسپانیہ غرب الہند اور ندرلینڈ آرچ ڈیوک چارلس کے حصے میں آئے، ڈافین کو جو کچھ پہلے معاہدے کے ذریعے ملا تھا اس میں ریاستہائے میلن کا اضافہ کیا گیا، مگر اس شرط پر کہ وہ ڈیوک لورین سے اس کا

تبادلہ کر سکے اور لورین کا بالآخر تاج فرانس سے الحاق کرے صیغہ راز میں مزید شرائط یہ قرار پائیں کہ جبتک شہنشاہ تقسیمی معاہدہ تسلیم نہ کرے اسوقت تک آرچ ڈیوک چارلس ہسپانیہ نہ جانے پائے اور اگر مقررہ تاریخ کے پہلے شہنشاہ، اور مرنے کے پہلے شاہ ہسپانیہ معاہدہ تسلیم نہ کریں تو معاہدے کی رو سے آرچ ڈیوک کے حقوق تلف ہو جائیں، اور اس کا حصہ کسی ایسے شاہزادے کو دیا جائے، جسے معاہدہ کرنے والی طاقتیں منتخب کریں ؂

فرانس کیلئے اس معاہدے کی وقعت ظاہر ہے یہ معاہدہ پہلے معاہدے کی نسبت فرانس کیلئے زیادہ ناموافق معلوم ہوتا ہے، اور بادی النظر میں یہ بات سراسر تعجب سے بھری معلوم ہوتی ہے کہ اس کے حصول کیلئے لوئی اتنی قربانیاں کرنے کے لیئے تیار ہو گیا۔ آرچ ڈیوک چارلس کو تخت ہسپانیہ پر بٹھانا، جبکہ اس کا بھائی جوزف وائنا میں حکومت کرتا تھا، اُس شخص کے طرز عمل کا حیرت انگیز خاتمہ تھا۔ جس کی ساری عمر خاندان ہیپس برگ کی لگاتار مزاحمت میں بسر ہوئی تھی تاہم غور کرنے سے دیکھا جائیگا کہ فرانسیسی نقطۂ خیال سے معاہدے پر اعتراضات حقیقی کی بہ نسبت زیادہ تر ظاہری ہیں۔ ہسپانیہ ایسی ابتر حالت میں تھا کہ دنیا کی طاقتوں میں اس کا شمار کیا جانا محال تھا۔ اس کے وذرائع آمدنی بیحد تھے، مگر نہ ان کو ترقی دی گئی تھی اور نہ بلا سرمائے کے دیجا سکتی تھی۔ ایسے کام کے واسطے ضروری سرمایا آسٹریا یا ہسپانیہ کے پاس ایک ڈولر (ایک یورپی وامریکی سکہ ہے جو عے کے برابر ہوتا ہے) کے برابر بھی نہ تھا۔ دونوں ملکوں میں مالگزاری مشکل سے دربار کا خرچ پورا کرتی تھی۔ حتی کہ سفیروں کو بھی اپنے خانگی اخراجات کے لیئے کافی خرچ نہ ملتا تھا۔ گو طاقتور اور سرسبز فرانس سے الحاق کی صورت میں ہسپانیہ بہت جلد اہمیت حاصل کر سکتا تھا، لیکن اگر سست و دیوالیہ آسٹریا سے اُس کا الحاق ہوا تو لازمی نتیجہ اسکا یہ تھا کہ وہ محض عضو معطل ہو جائے یہی نہیں بلکہ ہسپانی اور شہنشاہی خزانوں کی ابتری کی وجہ سے ہسپانیہ کی طرف سے فرانس کو کچھ دنوں سے ہسپانیہ کی اندیشناک رقابت سے نجات ملگئی تھی۔ اطالیہ میں اپنے مقبوضات کے سبب، اسس کو ہسپانیہ پر قطعی فوقیت حاصل ہوگئی تھی نیپلس اور سسلی کے مقبوضات نے

السس کو بحیرۂ متوسط کا مالک بنا دیا تھا خلیج لی اون میں فرانسیسی بیڑوں کے حصار کو قطع کیئے بغیر نہ تو مراسلات گذر سکتے تھے اور نہ آسٹریا سے ہسپانیہ کو کوئی فوج بھیجی جاسکتی تھی۔ لوزبن کے ڈیوک یا وینس (Veniee) کی جمہوریت کی منظوری بغیر، کوئی فوج جہاز پر سوار ہونے کے لیئے بندر تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ڈیوک لورین کو ریاستہائے سیلن کے عطیے نے ۱۶۲۵ء میں جو رشلیو کا طرز عمل تھا اُسے پورا کر دیا۔ اس نے دا لٹے لائن کو آسٹروی ہسپانی فوجوں کے لیئے بند کر دیا۔ اگر ڈیوک نے فرانسیسی تعلقات فراموش کر دیئے یا انھیں بقدر کفایت یاد رکھا اور اسکے دشمنوں کی طرف ہو گیا، تو قبل اس کے کہ جرمانی نیزے والٹے لائن میں چمکیں بنا در ٹسکانیہ اور فینالے سے فرانسیسی فوجیں میلن پہنچ سکتی تھیں، اور فرانسیسی جہاز خطرے کی پہلی اطلاع پر جنیوا آ اور سیوائے کی بندرگاہوں کا محاصرہ کر سکتے تھے۔ وراثت ہسپانی کی جنگ کے اثناء میں بھی، جبکہ برطانی جہاز خلیج لی اُون Lyous میں فتحمندی کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے، جبکہ شہنشاہی فوجیں میلن پر قابض تھیں اور جنیوا آمادہ موافق تھا، جرمانیہ سے آرچ ڈیوک کی فوجوں کو خوراک یا کمک پہنچانا کسی طرح آسان نہ تھا۔ یہ اور بھی زیادہ ناممکن ہو جاتا اگر فرانس سمندر کا بلا شرکت مالک ہوتا۔

بحری طاقتوں سے اتحاد کے فائدے اگر مان لیا جائے کہ اس معاہدے نے شمال کی بحری طاقتوں کو فرانس کا معین و مددگار نہیں بنایا بلکہ صرف غیر جانبدار بنا دیا۔ تو بھی اس "اتحاد" سے لوئی کو جو فائدہ پہنچا تھا مورخین نے اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کیا حقیقتاً ان معاہدوں نے آسٹروی ہسپانی سلطنت کو وسعت میں زیادہ مگر تقسیم کے ذریعے بالکل کمزور بنا دیئے تھے۔ یعنی اب یہ سلطنت چار بڑے ٹکڑوں پر مشتمل تھی جو ایک دوسرے کے محتاج تھے، لیکن بیرونی طاقتوں کی اجازت بغیر ایک دوسرے سے تعلقات نہیں رکھ سکتے تھے میڈرڈ کے دربار و حکومت کے عہدہ داروں تک کو مشاہرہ دینے کے لیئے غرب الہند کے سونے کی ضرورت تھی، لیکن انگلستان اور فرانس کے متحدہ بیڑوں سے اپنے خزا نے والے جہازوں کو ہسپانیہ کس طرح بچا سکتا تھا؟ نیدرلینڈ اپنے عمال اور فوجوں کے لیئے ہسپانیہ کا

محتاج تھا کہ ہسپانی ملک کے جہازوں کو گرفتاری سے بچنے کی کیا امید ہو سکتی تھی، جبکہ اُسے کنٹ (Kent) اور پیکارڈی (Picardy) کے ساحل کی زد میں ایک تنگ رودبار سے گذرنا پڑتا تھا آسٹریا اور ہسپانیہ بحیرۂ متوسط پر قبضہ حاصل کرنے کے پہلے ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے تھے اہل ندر لینڈ، وائنا (Vienna) سے خط و کتابت صرف شہزادگان جرمانیہ کی اجازت سے کر سکتے تھے۔ اگر تقسیمی معاہدے کی تعمیل ہوتی، تو فرانس ایک ہی وار میں، بلا خونریزی کے، یورپ پر بلاشک وشبہ غالب آجاتا اور اپنے جلیل القدر مرتبے سے صرف بحری طاقتوں سے فسخ اتحاد کی صورت میں ہٹایا جاسکتا تھا، اور اسی بنا پر گویا بحری طاقتوں کے ہاتھ میں دنیا کی قسمت آجاتی تھی۔

معاہدے کے ساتھ معاہدہ کرنے والی طاقتوں کا برتاؤ

لوئی چہاردہم موقع کو بخوبی تاڑ گیا۔ وہ بحری طاقتوں سے دوستی رکھنے کی خاص اہمیت اور ان کی دشمنی سے بچنے کی قطعی ضرورت کو پورے طور پر سمجھ گیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تقسیمی طرزعمل کی کامیابی کے لیے اتنے دنوں صبر وتحمل کے ساتھ جانفشانی کرتا رہا، اور اپنے سفیر متعینۂ میڈرڈ ہارکور (Harcourt) کی پرجوش آرزو کو کہ پوری میراث لینے کی سازش کیجائے، سختی سے دباتا رہا، اور معاہدے کی گفتگو کا سلسلہ توڑنے کے بجائے رعایت پر رعایت کرتا رہا۔ ولیم اور ہائن سی اس کم دور اندیشش اور زیادہ بدگمان تھے، تاہم وہ بھی یورپ میں اس اقتدار منزلت سے بے خبر نہ تھے جو فرانس کے ساتھ اتحاد سے اُنھیں حاصل ہوتا۔ لیکن برطانیہ کے باشندے اور صوبہ جات متحدہ کے جمہوری فرقے کے لوگ ایسے تنگ خیال و متعصب تھے کہ اُنھوں نے اس قسم کی کسی چیز کو نہ مانا۔ اپنی تجارت کے لیے احمقانہ حد تک خوفزدہ ہوکر اور ولیم کی ذات سے زہر آلود دشمنی کے سبب سے اُنھوں نے آنکھیں بند کرکے تقسیمی معاہدے کی مخالفت کی، کیونکہ ولیم نے اسے مرتب کیا تھا، اور فرانس اس کی ترتیب میں اس کا شریک تھا۔ دربار کے چھوٹے غیر ملکی زمرے کے باہر انگلستان میں مشکل سے کوئی شخص ایسا تھا جو اس کے موافق رہا ہو۔ حتیٰ کہ سومرس (Somers) جو سخت ترین

وھیگ (Whig) اور ولیم کا جانفروش طرفدار تھا، جب بحد شبہ کے بعد معاہدے کی تصدیق پر راضی ہوا تو صرف اتنا کہنے کی جرأت کی کہ اگر اس کے ساتھ ہسپانی امریکی تجارت کا معتد بہ حصہ آئے تو وہ انگلستان میں زیادہ مقبولیت حاصل کریگا۔ ولیم کی خوش قسمتی سے اہل انگلستان اس معاہدے کو رد کرنے پر قادر نہ تھے کیونکہ اس زمانے میں تمام خارجی گفت و شنید بادشاہ کی نگرانی میں تھی لیکن ایمسٹرڈیم کے تاجر بہت عرصے تک سخت جد و جہد کرتے رہے کہ اس کو اسٹاٹ جنرل کی منظوری حاصل کرنے سے روکیں۔ انھوں نے یہ مطالبہ کرکے لوئی کی توہین کی کہ 'پارلیمان دپاری' کو اس کی تحریری تصدیق کرنی چاہیئے، اور وہ عملاً یہ منظور کرنے پر مجبور کیا گیا کہ یہ معاہدہ اسی جماعت کے دفتر میں رکھ دیا جائے غرض کہ اپریل سنہ۱۷۰۰ء میں بالآخر تینوں معاہدہ کرنے والی طاقتوں نے عہدنامے پر دستخط اور ایک کی دوسرے نے تصدیق کردی؛

چارلس دوم کی موت کے بعد ہسپانی ممالک کے بٹوارے کے متعلق بحری طاقتوں اور فرانس کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا تھا اس کو یورپ میں امن کی برقراری کے لیئے ایک زبردست کوشش سمجھنا چاہیئے مگر وہ امن کی ضمانت نہ تھا قبل اس کے کہ اس معاہدے کی تعمیل بلا خونریزی یقینی ہوجائے یہ ضروری تھا کہ یورپ کی خاص طاقتوں سے معاہدے کی منظوری حاصل کیجائے۔ اس موقع پر لوئی اور ولیم کو توقع سے کمتر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ڈیوک لورین نے ریاستہائے میلن سے اپنی ڈچی کے تبادلے میں کوئی حجت

یورپ میں اسکی آؤ بھگت

نہیں پیش کی یورپ اور جمہوریت وینس نے جون میں معاہدے سے اتفاق کرلیا ان کی طرفداری بڑی اہمیت رکھتی تھی، کیونکہ آلپس ہوکر جو درے آسٹریا کو گئے تھے، ان کی کنجی وینس کے ہاتھ میں تھی اور پوپ نیپلس (Naples) سے فوجوں کی آمد و رفت کے راستے کو بند کرسکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ قرین عقل تھا کہ کیتھولک دنیا کے سردار کی رائے ہسپانی دربار کو معاہدہ منظور کرنے کی ترغیب دیگی جرمنی میں اور بھی کم دشواری پیش آئی۔ پروشیا نے، جہاں انھی دنوں بادشاہی حکومت

قائم ہوئی تھی، اپنے نئے اعزاز کو تسلیم کرانے کی غرض سے معاہدے پر دستخط کردیئے، بقیہ جرمانی شاہزادوں نے دستخط تو کر دیئے لیکن ہینوور کو ایک جدید الیکٹرٹ (Electorate) بنانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا؛

سیوآئے کی مخالفت

موسم خزاں میں شاہ پرتگال کی شرکت کے بعد دول یورپ میں صرف شاہ ہسپانیہ، شہنشاہ اور ڈیوک سیوآئے ہی ایسے رہ گئے تھے جنھوں نے معاہدے سے اتفاق نہ کیا تھا وکٹورایماڈی اس (Victor Amadeus) دائی سیوآئے وہ طرز عمل اختیار کر رہا تھا جو اس کے خاندان میں قدیم سے چلا آیا تھا وہ جانتا تھا کہ لوئی کے مدنظر جو تجاویز ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نیپلس اور سسلی کی سلطنتیں پیڈمونٹ اور سیوآئے سے بدلی جائیں۔ فرانس اور آسٹریا کے درمیان جنگ چھڑنے کی صورت میں اس کی طرفداری لوئی کے لیئے نہایت ضروری ہوگی۔ اگر شہنشاہ اپنے لڑکے کو خفیہ طور سے ہسپانیہ لیجانا چاہتا، تو اس کے مقصد کیلیئے سیوآئے کی متعدد بندرگاہیں بہت کارآمد ہوتیں۔ اس کو اپنی اہمیت کا اندازہ ہوگیا اور واقعات سے فائدہ اُٹھا کر اُس نے اُس فریق کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا جو اس کے لیئے زیادہ مفید ثابت ہو۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ اُس نے مواقع کا غلط اندازہ لگایا اور دھوکا کھایا تھا۔ شہنشاہ اس میراث کا ایک حبہ بھی چھوڑنے کے لیئے تیار نہ تھا جسے وہ اپنا حق تصور کرتا تھا۔ گو معاہدے

شہنشاہ کی مخالفت

کے ذریعے اُس نے اس سے کہیں زیادہ پایا جتنا کہ وہ جنگ کے ذریعے پانے کی توقع کر سکتا تھا، گو معاہدہ نہایت آسانی کے ساتھ اس کے حریف فرانس پر سیاسی فتح سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ گو اُس نے بتیس سال قبل خوشی سے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا، جو موجودہ معاہدے سے بدرجہا کم سودمند تھا، گو اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایک فلورن (Florin) یا لطیف کہاں تلاش کرے، مگر بااینہمہ وہ اپنی نسلی اور مستقل ہٹ سے، صلح کو تاخیر کے ذریعے روکنے اور سازش کے ذریعے شکست کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اگرچہ اُس نے کبھی باضابطہ انکار نہیں کیا، مگر درحقیقت اُس نے قبول

کرنے کا ایک لمحہ کے لیئے بھی ارادہ نہیں کیا تھا وہ امید لگائے ہوئے تھا کہ ملکہ میری آو نیوبرگ (Marie of Neuberg) کے اثر سے، جو شہنشاہ بیگم کی بہن تھی وہ چارلس دوم سے آرچ ڈیوک کے موافق وصیت لکھ سکیگا۔

میڈرڈ کے واقعات

کچھ عرصے کے لیئے کشاکش کی دلچسپی جاں بلب بادشاہ کے بستر مرگ کی طرف منتقل ہوگئی۔ جوں جوں موسم خزاں گذرتا گیا اس میں کچھ شک نہ رہا کہ مضطرب زندگی کا خاتمہ قریب ہے۔ ہر علاج آزمایا گیا مگر بے اثر ثابت ہوا ملک الموت اپنے شکار کو جھوٹے طبیبوں کے مکروہ مرکبات اور بھوت پریت اتارنے والے راہبوں کے ٹونے ٹوٹکوں کے سپرد کرنیوالا نہ تھا جس دنیا میں اس نے اس قدر پریشان حالی سے زندگی بسر کی تھی، اس کو چھوڑنے سے پہلے چارلس دوم کو ایک فرض ادا کرنا باقی تھا انتخاب کی جتنی قوت اس میں رہ گئی تھی اس کے مطابق اُسے اپنے تخت و تاج کا وارث منتخب کرنا تھا۔ اگر اُس نے غلط انتخاب کیا تو یہ خوف تھا کہ وہ تمام یورپ کو ایک برباد کن جنگ میں پھنسا دیگا اور اپنے ملک کو قطعی تباہی میں ڈالدیگا۔ انتخاب کسی طور بھی آسان نہ تھا اور نہ اس کے مشیر کاروں نے اس میں کوئی آسانی پیدا کی ہسپانی قوم اور خود چارلس دوم اس بڑے اصول پر متفق تھے کہ جہاں تک ہوسکے سلطنت کی وسعت برقرار رکھی جائے مگر اس مقصد کے لیئے تدبیر کے بارے میں اختلاف تھا۔ پہلے تقسیمی معاہدے کی خبر گو چارلس نے بہت ناک بھوں چڑھائی تھی، مگر اُسنے اس حد تک منظور کرلیا تھا کہ انتخابی شاہزادے کے حق میں وصیت لکھی، اور شاہزادے کو ہسپانیہ بلا بھیجا تاکہ ولیعہد کی حیثیت سے ہسپانیہ میں اس کو تعلیم دیجائے۔ یہ کام مقبول عام ہوا کیونکہ وہ خود اور اس کی رعایا دونوں اس میں شک نہیں کہ بجا طور سے یقین کرتے تھے کہ دوسرے دعویداروں کی نسبت انتخابی شاہزادے کو کل ہسپانی ممالک کے اپنے ماتحت متحد کرنے کا زیادہ موقع ہے۔ لیکن شاہزادے کی موت کے بعد شہنشاہ اور ڈافین کے نمائندوں کے درمیان فیصلہ کرنا نہایت دشوار ہوگیا۔ اگرچہ شہنشاہ کمزور تھا مگر نسل اور قدیم تعلقات کے

سبب سے قریب تر تھا۔ لیکن کیا فرانس ہی صرف ایسی طاقتور دولت نہ تھا جو پوری میراث بیرونی ڈاکوؤں کے ہاتھ سے محفوظ رکھ سکتا تھا؟ یہ وہ مشکل انتخاب تھا جو جاں بلب بادشاہ کو انتہائی جسمانی اور دماغی کمزوری کے آخری ایام میں کرنا پڑا۔

محلسرائی سازشیں اور انقلاب

رفتہ رفتہ ان لوگوں پر جو بستر مرگ کے گرد نگرانی کرتے تھے عیاں ہوتا گیا کہ صرف شخصی اثر اس کے تذبذب کو رفع کر سکتا ہے۔ محل کے اندر ملکہ مختار کل تھی، اور تھوڑے تذبذب کے بعد اُس نے آرچ ڈیوک کی مدد کرنے کا مستحکم ارادہ کر لیا محل کے باہر احساسات فرانس کے موافق تھے۔ ان احساسات کا جوش بڑھتا گیا جوں جوں یہ یقین پھیلتا گیا کہ شہنشاہ اکیلا تقسیمی معاہدے کو نہیں توڑ سکتا پھر اس خبر سے اس میں اور بھی ترقی ہوگئی کہ پوپ نے اعلان کر دیا ہے کہ فرانس کے موافق فیصلہ کلیسا کے مفاد کے خلاف نہ ہوگا۔ تقسیمی معاہدے پر دستخط کی خبر نے بھی بڑھتی ہوئی موج کو نہ روکا، کیونکہ ہسپانیہ والوں نے آپ ہی آپ وہمی مغالطے میں پڑ کر اس کو قابل نفرت ولندیزوں سے منسوب کیا۔ قوم پسند فریق نے ارادہ کر لیا کہ خود محل کے اندر انقلاب برپا کیا جائے چنانچہ پورٹو کاریرو (Porto carrero) صدر اسقف ٹولیڈو (Toledo) چند دینی علما کی معیت میں بیمار کے کمرے میں جم گیا، اور ملکہ اور آرچ ڈیوک کے طرفداروں کو داخل ہونے سے روک دیا۔ اس نے چارلس کو سمجھایا کہ فرانس کے موافق

فرانس کے موافق وصیت پر دستخط سنہ۱۷۰۰ء

وصیت ہی ایسا راستہ ہے جو خانگی آویزش اور سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو روک سکتا ہے بالآخر ۲ اکتوبر سنہ۱۷۰۰ء کو اس نے وصیت پر دستخط کر دیئے جس وقت قلم اس کے ناتوان ہاتھوں سے گرا، تو اس نے کہا "صرف خدا ہی بادشاہتیں عطا کرتا ہے کیونکہ وہ صرف اسی کے اختیار میں ہیں" دوسرے روز بلے کور (Ble Court) ہارکور (Harcourt) کے جانشین نے ایک تیز رفتار قاصد پیرس دوڑایا تاکہ لوئی کو واقعے سے خبردار

کرے۔ تین ہفتے بعد، پہلی نومبر کو غریب بادشاہ کی تکلیفیں ختم ہوگئیں، اور نسل ایراگون (Arragon) کا آخری تاجدار اپنے اجداد سے جاملا جس وقت وصیت کھولی گئی تو یہ معلوم ہوا کہ تاج ہسپانیہ کی پوری میراث فلپ، ڈیوک انژو (Ducd' Anjou) ڈافین کے دوسرے بیٹے کو دی گئی ہے۔ اور اس کی موت کی صورت میں اس کے چھوٹے بھائی، ڈوک دے بیری (Duode Berri) کو۔ اگر فلپ میراث کو قبول کرنے سے انکار کردے تو اس کا حق کلیۃً چارلس کو منتقل کیا جائے گا۔

لوئی کے پیش نظر مسائل

پندرہ دن تک سارا یورپ حیرت سے دم بخود رہا۔ خود لوئی حیران تھا کہ کیا کرے؟ کیونکہ یہ واقعہ اگر خلاف آرزو نہیں تو خلاف توقع ضرور تھا۔ یہ سچ ہے کہ فرانس کا لائق اور نمائشی سفیر متعینہ میڈرڈ، ہارکور ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ آخر میں فرانس کے موافق وصیت یقیناً حاصل کیجاسکتی ہے مگر لوئی تردید کیئے بغیر اس کی صلاح کو ہمیشہ خاموشی سے پس پشت ڈالتا رہا، اور اپنی پوری سیاسی قابلیت سلطنت کے تقسیم کرانے میں صرف کرتا رہا لیکن اب ثابت ہوا کہ ہارکور راستی پر تھا اور لوئی غلطی پر پوری میراث اس کی گرفت کی منتظر تھی بشرطیکہ وہ ہاتھ بڑھا کر لینا چاہے۔ لوئی سخت الجھن میں تھا شاید اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اُسے اپنا راستہ صاف نہیں دکھائی دیتا تھا اسکے صلاح کار مختلف الرائے تھے ان میں سے بعض بڑے شبہہ میں تھے ٹیلاآر نے پرزور الفاظ میں یورپ سے ایفائے وعدہ کرنے اور تقسیمی معاہدے پر قائم رہنے کی صلاح دی پہلے ٹورسی (Torcy) کی بھی یہی رائے تھی۔ بیووی لیرس (Beau Villiers) نے ٹیلاآر سے بھی زیادہ زور ڈالا۔ تھوڑی دیر ان کی صلاح غالب رہی، اور یہ طے کیا گیا کہ فرانس کی راستبازی کا یقین دلانے کے لیئے ہائن سی اس کے پاس ایک ایلچی روانہ کیا جائے۔ مگر اس پیام کے بھیجنے کی نوبت نہ آئی میڈیم دین تے نون Mde de maintenon کی خواہش اور ڈافین (جو بغیر تنازعہ کے اپنے لڑکے کو وراثت سے محجوب دیکھنا نہیں چاہتا تھا) کی پرجوش معروضات پھر غالب آئیں۔ فرانسیسی دربار کے احساسات قطعی ایک دلیرانہ طرز عمل کے موافق تھے۔ ٹورسی نے جب یورپ کی حالت کو زیادہ

غور سے دیکھا تو اپنا خیال بدل دیا۔ ڈافین تازہ دم جوش کے ساتھ اپنے بیٹے کے حقوق پر مصر ہوا آخرکار فیصلے میں زیادہ تاخیر کا موقع نہ رہا۔ ہسپانی سفیر وصیت نامہ لیکر پیرس پہنچا اور فوری جواب کا مطالبہ کیا۔ اگر جواب ناموافق ملے تو اسے حکم تھا کہ سیدھا وائنا چلا جائے۔ ۱۶۔ نومبر کو ایک مجلس شوریٰ آخری فیصلے کے لیئے وارسائے میں مجتمع کی گئی۔ محل کے بڑے برآمدے میں درباری غیر معمولی تعداد میں اکٹھا ہوئے کیونکہ لاابالی سے لاابالی بھی اس نازک موقع کی اہمیت کو محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا منٹ اور گھنٹے گذرتے گئے۔ دلوں میں جوش اور انتظار کی گرانی بڑھتی گئی آخرکار بڑے دروازے کے دھرے کو اڑ کھلے ہر شخص بہت جھک کر آداب بجالایا اور لوئی اپنے پوتے کے کاندھوں پر شفقت کے ساتھ جھکا ہوا نظر آیا چبوترے کے سرے تک حسب معمول شاہانہ انداز سے بڑھ کر صاف اور سنجیدہ لہجے میں جو وسیع کمرے کے انتہائی گوشوں تک گونجی اس نے کہا "حضرات[1] یہ ہسپانیہ کا بادشاہ ہے"۔

وصیت کا قبول کیا جانا

پانسہ پھینکا جا چکا تھا۔ اُس قمار باز کے متعلق کیا کہا جائے جو اپنی ہر ایک چیز داؤں پر لگا کر ہار گیا تھا؟ اگر صداقت، دیانت و راستبازی اور اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کر دیا جاوے تو کوئی شک نہیں کرسکتا کہ لوئی کا فیصلہ درست تھا اس خاص موقع پر، وصیت کے قبول کیئے جانے میں ہی اُس کے ملک اور خاندان کا فائدہ تھا۔ تقسیمی معاہدے کی متعلقہ دشواریاں بے حساب تھیں، باوجود اس امر کے کہ دول یورپ نے انتہائی مہربانی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ آرچ ڈیوک چارلس کو ہسپانیہ کے تخت پر فرانسیسی سنگینوں کے زور سے لابٹھانا، جبکہ کل ہسپانیہ اور آدھا فرانس زور شور کے ساتھ ڈیوک آنژو (Duke of Anjou) کی تخت نشینی کے لیئے آواز بلند کر رہے تھے ناممکن تھا۔ آرچ ڈیوک چارلس کو آسٹروی رسالوں کی مدد سے تخت ہسپانیہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دینے کا خیال

اس کے قبول کرنے کے سیاسی اسباب۔

---

[1] لوئی کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔ Messicurs. Voici le roi de' Eopagne

قبل اس کے کہ وہ اور اس کا باپ معاہدے کو مان لے، بیحد خطرناک تھا۔ صیغہ راز کے معاہدے پر عمل کرنا، آرچ ڈیوک کو محروم الارث قرار دینا، اور ہسپانیہ اور غرب الہند کو کسی تیسرے شخص کو دیدینا ہسپانیہ کے حقوق کی سب سے بڑی توہین اور درحقیقت جنگ چھیڑنے کے مترادف ہوتا۔ شہنشاہ نے عزم کرلیا تھا کہ اُس معاہدے کی جسمیں اسے شریک غالب بنایا گیا تھا، مخالفت کریگا پس یہ ناممکن ہوگیا کہ چارلس کے مرنے کے بعد اس کی تعمیل کلی حیثیت میں ہوسکے۔ یہ سچ ہے کہ معاہدہ کرنے والی طاقتیں جہاں تک ممکن تھا اس کی تعمیل کرسکتیں، یہ ممکن تھا کہ وہ ڈوآفین کے لیئے سسلی اور نیپلس بزور شمشیر حاصل، اور ریاستہائے میلن ڈیوک لورین کے حوالے کرسکتیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ہسپانیہ اور نیدرلینڈ کا اسوقت تک انتظام کرتیں جبتک کہ کوئی تصفیہ نہ ہوجاتا۔ لیکن ان باتوں کے کرنے میں انھیں آدمی اور روپیہ کا اتنا ہی صرفہ برداشت کرنا پڑتا جتنا کہ علانیہ جنگ میں اُس پر بھی وہ شہنشاہ کے ساتھ علانیہ جنگ سے نہیں بچ سکتی تھیں معاہدے کی بتمام وکمال تعمیل کرانا ناممکن تھا اس کی جزوی تعمیل خرچ طلب اور خطرناک تھی۔

جنگ کے خطروں کا بعُد

برخلاف اس کے، وصیت کو منظور کرنے میں نسبتہً سہل دشواریوں کا سامنا تھا۔ یہ طریقہ ہسپانیہ کی وفادارانہ مدد کا ضامن تھا اس میں شہنشاہ کی عملی مخالفت بھی لازم نہیں آتی تھی۔ یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ پروشیا اور شاہزادگان جرمانیہ یورپ میں اصول توازن دوَل کو کافی اہمیت دینگے اور اسکی وجہ سے جنگ کی ذمہ داریاں اپنے سر لینگے۔ خطرہ صرف بحری طاقتوں کی جانب سے نظر آرہا تھا لیکن خواہ ولیم اور ہائن سی اس کو لوئی کا طریق عمل کتنا ہی ناگوار گذرے یا اس سے کتنی ہی سختی سے اظہار ناراضی کریں، یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ دونوں ممالک میں فرانس کے موافق وصیت کی نسبت تقسیمی معاہدہ زیادہ غیر مقبول تھا برطانی قوم پورے طور سے سمجھتی تھی کہ جبتک وہ یورپی پیچیدگیوں سے دور رہے اُسوقت تک اس کی آزادی محفوظ اور اپنے بادشاہ پر اس کا دباؤ قائم رہیگا۔ ایک دفعہ بھی اُنھوں نے اپنے اغراض کو ولندیزی اغراض سے وابستہ کرنے کی اجازت دی،

تو اس کے ذریعے سے وہ اس کے ہاتھ میں جنگی اور بحری طاقت دیدینگے، جسے وہ پارلیمنٹ سے آزاد ہو لے میں استعمال کر سکیگا۔ تمام ٹوری[1] اور اکثر وھیگ[1] ایک مستقل فوج کی اجازت دینے کے خلاف اصولاً اور اس کی طرف ابھار کرنیکے خلاف عملاً اُٹھا نے بیٹھے تھے۔ لوئی کو طاقتور بننے سے روکنے کی بہ نسبت کہیں زیادہ یہ فکر انھیں تھی کہ خود ان کا بادشاہ کمزور رہے۔ چنانچہ ولیم نے ہائن سی اس کو جو خطوط لکھے ان میں وہ نہایت تلخی سے یہ اعتراف کرتا ہے "مجھے اب یہ معلوم کرکے اشد روحانی تکلیف ہے کہ معاملہ عام ہوگیا ہے۔ ہر شخص اپنے کو مبارکباد دیتا ہے کہ فرانس نے معاہدے پر وصیت کو ترجیح دی اور اس پر زور ڈالتا ہے کہ یہ عمل انگلستان اور کل یورپ کے لئے بہت بہتر ہے۔ یہاں عوام بالکل بے تعلق ہیں اور معاملات دنیا میں جو عظیم الشان تغیر ہو رہا ہے اس کا بہت کم خیال کرتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی سزا ہے، کہ یہ قوم ان واقعات سے جو اُس کے جزیرے کے باہر ظہور پذیر ہوتے ہیں اتنی کم خبردار ہے، باوجودیکہ اس کو وہی افکار و اغراض رکھنے چاہئیں، جو یورپی اقوام کو لاحق ہیں" ؏

انگلستان اور ہالینڈ کی بے تعلقی	ولیم پر یہ واقعہ ظاہر تھا کہ اپنے رو معاہدۂ تقسیمی اور چارلس دوم کی وصیت کے قبول کرلینے کی بناء پر انگلستان کو لوئی چہاردہم

[1] وھیگ و ٹوری۔ اسکاٹلینڈ میں اپنی کامرانی پر چارلس دوم نے شافٹس بری Shaftesburry کو مجلس شوریٰ کی صدارت سے علحدہ کردیا۔ اس پر ۱۶۸۰ء میں شافٹس بری کے جانبداروں نے متعدد عرضداشتیں پیش کیں کہ چارلس اجتماع پارلیمنٹ کی اجازت دے۔ اُس کے مخالفین نے معروضات پیش کیں کہ بادشاہ کی مرضی پر دباؤ ڈالنا نفرت انگیز ہے کچھ دنوں تک دونوں فریق سائلین Petitioners اور کارہین (Abhorers) کے ناموں سے مشہور رہے۔ بعد ازاں بہ ترتیب وھیگ اور ٹوری کے عرف سے مشہور ہوئے۔ درباری سائلین کو وھیگ کہتے تھے، جو وھیگامور (Whigamoro) کا مخفف تھا۔ اس نام سے مغربی اسکاٹلینڈ کے باشندے پکارے جاتے تھے کیونکہ وہ اپنے گھوڑوں کو آواز ‹وھیگام› سے دوڑاتے تھے مطلب یہ تھا کہ وھیگ سازشی باغیوں سے بہتر نہیں ہیں۔ سائلین اپنے مخالفین کو ٹوری کہتے تھے۔ یہ آئرلینڈ کے ڈاکوؤں کا نام تھا۔ مراد یہ کہ وہ پوپی چوروں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ مترجم از تاریخ انگلستان مصنفہ ایس۔ آر۔ گارڈینر۔

کے خلاف اعلان جنگ کرنے کی ترغیب دینا بالکل خارج از بحث ہے اس کو اسی پر قناعت کرنی پڑی کہ شہنشاہ پر ڈیوک آنرشڈ کو تسلیم نہ کرنے کے لئے زور ڈالے اور مہلت پانے کی کوشش کرے۔ ہائن سی اس بھی ایسی ہی دشواری میں تھا تقسیمی معاہدے کی ناکامی پر جمہوری فریق خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ ایمسٹرڈیم کے باشندے خاندان اور برنج کی شکست کی خوشی میں، اپنی تجارت یا حد فاصل کے متعلق کسی ممکن خطرے کو دھیان میں نہ لاتے تھے۔ یہ مشکوک تھا کہ آیا اسٹاٹ جنرل، انگلستان کی معیت میں اعلان جنگ کرنے پر آمادہ کی جاسکتی ہے، یہ یقینی تھا کہ وہ بذات خود ایسا نہ کرے گی جہاں تک خالص سیاسی خطروں کا تعلق تھا، ممکن تھا کہ لوئی پورے اطمینان کے ساتھ وصیت قبول کرسکے۔ ایک گوشے سے بھی ناراضی کا اظہار نہیں کیا گیا اور نہ کوئی شکایت علانیہ سنی گئی۔ پس لوئی نے سوچا کہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھ سکتا ہے فروری ۱۷۰۱ء میں اُس نے نذر لینڈ کے سرحدی قصبوں پر قبضہ کرلیا متعینہ ولندیزی فوجوں کو گرفتار کرلیا، اور شہروں کو الکٹر بویریا میکس امئے نوئل کی حکومت کے سپرد کردیا، جو ہسپانی حکومت کی طرف سے وہاں مامور کیا گیا تھا اپنی فوجیں واپس لینے کی غرض سے ولندیزوں نے ڈیوک آنرجو کو ہسپانیہ کا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ ولیم کچھ عرصے تک اڑا رہا۔ مگر آخر کار اُس نے وزراء کے دباؤ کو قبول کیا اور اپریل ۱۷۰۱ء میں انگلستان نے بھی فلپ پنجم کو تسلیم کرلیا اور فی الحال لوئی کو یہ دیکھکر اطمینان ہوا کہ اُس نے مواقع کا اندازہ ٹھیک لگایا تھا، اور خونریزی یا فرانس کو جنگ میں پھنسائے بغیر اپنے پوتے کو تخت ہسپانیہ پر بٹھا دیا تھا۔ میڈرڈ میں فلپ کا نہایت پرجوش اظہار مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ اہل فرانس کا وہ پرشیخت قول آخر کو پورا ہوگیا کہ "اب کوئی کوہ پائرنیز نہیں ہے"[1]۔

مگر کس قیمت پر یہ نتیجہ حاصل کیا گیا تھا؟ جب سے رشلیو نے فرانس کو ملکی فروغ کے راستے پر لگایا، جب سے سلاطین نے ایک دوسرے سے معاملہ کرنے میں دانستہ یا نادانستہ اصول میکیاویلی کو اختیار کیا، اسوقت سے ابتک کبھی

[1] لوئی کے پرجوش الفاظ یہ تھے۔ Iln'y a plus de Pgrinces

لوئی کی تقسیمی معاہدے سے پھر جانے کے مثل کوئی بالارادہ شرمناک کام نہیں کیا گیا تھا۔ راستبازی ظاہری دیانت داری شخصی عزت بین الاقوامی تعلقات میں بے معنی الفاظ ہوگئے، اگر سلاطین ایک روز معاہدہ کریں اور دوسرے روز، صرف اپنے ذاتی اغراض اور مفاد کی غرض سے توڑ دیں۔ اور اگر اس اصول پر عمل کیا جاوے تو یورپی اقوام ایک مرتبہ پھر بالکل جنگلیوں کی حالت میں ہو جائینگی کیونکہ تہذیب و ترقی کا دار و مدار معاہدے پر ہے،

لوئی بالقصد نقض عہد کا مجرم

لیکن جب حکومتوں کا اعتبار مردہ ہو جائے تو پھر کونسا معاہدہ ممکن ہے؟ اگر طاقت حق ہے تو معاہدات اور سمجھوتے نہ صرف بیکار ہیں بلکہ فریب وہ بھی ہیں۔ اگر کوئی ایسی حالت تھی جس میں ایک بادشاہ کو اپنے چکائے ہوئے سمجھوتے کا پابند ہونا چاہیئے تھا، تو وہ تقسیمی معاہدے کے متعلق لوئی کی حالت تھی معاہدہ لازمی طور سے اس کا مرتب کیا ہوا تھا۔ وہی تھا جس نے پہلے اسکی تجویز کی تھی۔ دو سال تک وہ اس پر زور ڈالتا رہا۔ اس کے لیئے جفاکشی اور قربانیاں کرتا رہا۔ اسی کے اشارے پر وہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور یورپ نے اس پر صاد کیا۔ ولیم یا ہائنسی اس کی نسبت وہ کہیں زیادہ اس کے موافق تھا اس کا اپنے ہی کیئے کام کو مسترد کرنا اس وجہ سے کہ اس کا اندازہ غلط ہوا تھا، یورپ کے اخلاق عامہ پر ایسی ضرب تھا جس کے صدمے سے سنبھلنے میں اسے بہت عرصہ لگا۔ اس کا طرز عمل جس قدر سیاست میں مفید تھا اسی قدر اخلاق میں صریحاً غیر واجب تھا اور اس بات کو لوئی سے بہتر کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ وہ دلائل جن کی اس نے اپنی طرف سے ولیم کے سامنے پیش کرنے کے لیئے ٹیلارڈ کو تعلیم دی تھی ایسی ہیں جن سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ لوئی نے معاہدہ کرنے میں بیوقوفی کی تھی، مگر یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ اس کی ترتیب کے بعد اسے معاہدے کو رد کر ڈالنے کا بھی حق تھا۔ وہ ایسی دلائل ہیں جنھیں ابتدائے گفتگو میں لوئی نے خود ہی غیر وقیع قرار دیا تھا، اور جہاں تک جواب ممکن تھا ٹیلارڈ کو جو ابتدائی ہدایتیں کی تھیں ان میں خود ہی جواب دیدیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اسے پہلے سے پورا یقین نہیں ہوسکتا تھا کہ شہنشاہ معاہدہ قبول کرنے سے انکار کردیگا اور اس میں بھی شک نہیں کہ

شہنشاہ کے انکار سے تقسیمی طرزِ عمل کی کامیابی مشتبہ ہو جاتی مگر یہ امکان بالکل صریحی تھا اور در حقیقت معاہدے میں بھی اس امکان کی احتیاط کے ساتھ رعایت رکھی گئی تھی؛

فریب کی گہری سازش کا مجرم نہیں

لیکن برطانی مورخین کی طبیعت کا میلان اس طرف رہا ہے کہ لوئی کو حقیقت سے زیادہ مجرم ٹھہرائیں تقسیمی معاہدے کی کل گفتگو فریب محض قرار دی گئی ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ بحری طاقتوں کی آنکھوں پر اسوقت تک پردہ ڈالا جائے جبتک کہ ہسپانیہ میں سازش کامیاب اور ڈیوک آنژو کے موافق وصیت تیار نہ ہولے۔ ہارکور متعینہ میڈرڈ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوئی کا حقیقی منشاء پورا کر رہا تھا، دوسری طرف ٹیلارڈ متعینہ لندن کو وہ عمداً دھوکا دے رہا تھا تاکہ وہ ولیم اور ہائن سی اس کو بخوبی دھوکا دے سکے یہ ڈراما ایسا ہے جس میں بے نظیر بدمعاشی ہر جگہ فتحمند نظر آتی ہے شرافت و نکوئی ہر جگہ ستم رسیدہ و فریب خوردہ دکھائی دیتی ہے، اور انتقام پورے تیرہ سال پیچھے نظر آتا ہے مگر اس نوع کا اصول تاریخ کے واقعات اور انسان کی ناقص فطرت دونوں کے خلاف ہے۔ یورپ کے بہترین عقلاء (جن میں سے اکثر شکوک کا نشانہ اور انتقام کے جوش میں بھرے تھے) کے مقابلے میں اور ان کو زک دیتے ہوئے اتنے بڑے فریب کو، بلا شریک و رازدار، ڈھائی برس تک جاری رکھنا انسانی بدمعاشی کی قوتوں کے باہر اور لوئی کے خصائل کے (جسقدر ہم جانتے ہیں) خلاف تھا لوئی نے قبل ازیں اکثر فریب اور نقض عہد کیا تھا، مگر نہایت شان و شوکت سے سارے یورپ کے سامنے ڈینگیں مار کر کیا تھا اُس نے قانون تحویل کی رُو سے نذرلینڈ پر اور مجالس الحاق نو، کے فیصلے کے زور سے السیس کے حصوں پر، چالاکی سے نہیں، بلکہ محض دلیری سے دعویٰ کیا تھا۔ وہ بارہا تند خو ثابت ہوا اور اُس کے طولانی عہد میں، سوائے فوکوئے سے اس کے برتاؤ کے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے اس احتمال کی گنجائش بھی پیدا ہو سکے کہ وہ کامل زمانہ ساز تھا۔ جس کے سامنے لوئی یازدہم کی بھی حقیقت نہ تھی کیونکہ مذکورۂ بالا نظریئے کے معنی تو یہ نکلتے ہیں کہ ڈھائی سال تک وہ نہ صرف ولیم و ہائن سی اس شہنشاہ اور شاہ ہسپانیہ کو دھوکا دے رہا تھا، بلکہ خود اپنے رازدار

سفیروں اور دوستوں کو بھی، یعنی اپنے وزیر خارجہ ٹورسی، اپنے سفیر متعینہ لندن، ٹیلارآر اور ہارکور سفیر متعینہ میڈرڈ کو وہ آخر وقت تک اُسی شخص کو، جس کے ذریعے سے وہ پوری میراث حاصل کر سکتا تھا، یہ یقین دلاتا رہا کہ وہ ایک مختلف طرز عمل پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اور سرکاری خطوط میں، جن کے انکشاف کا خوف تھا، یہ سب نہیں لکھتا تھا بلکہ خود اپنے خفیہ مراسلات میں، جو اکثر خاص ہرکاروں کے ہاتھ بھیجے جاتے تھے، اور کبھی دفتر خارجہ سے ہو کر نہیں جاتے تھے علاوہ ازیں اُس نے اس پورے فریب کو ایسے کمال سے انجام دیا ہو گا جس کا خیال کرنے سے آدمی دنگ رہ جاتا ہے۔ وہ سیکڑوں خطوط بڑی تفصیل سے لکھتا تھا، اور اپنی مجلس شوریٰ سے، بحیثیت مجموعی اور اراکین سے منفرداً بارہا اصلاح و مشورہ کیا کرتا تھا، سفراء کے سامنے اکثر تقریریں اور لارڈ جرسی (Lord Jersey) اور دوسرے سفیروں سے طولانی گفتگو کرتا تھا اور بایں ہمہ اس تمام مدت میں کبھی ایک بات بھی نہ ایسی کہی نہ کی، جس کے سبب سے اس کی نیک نیتی کے متعلق ذرہ بھر بھی شبہ ہو سکے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ بہروپے پن میں حد سے کہیں آگے بڑھ گیا۔ کیونکہ اگر اس کا اصلی مقصد بحری طاقتوں کو بہانا تھا، جبکہ سازش ہسپانیہ میں پک رہی تھی، تو اس کا ظاہری مسلک یہ ہوتا کہ تقسیمی معاہدے کی گفتگو کو اس طور پر انجام دے کہ ولیم کو شک نہ ہو سکے اور خود بھی کوئی غیر ضروری زحمت نہ اٹھانی پڑے لیکن اس کے برعکس ٹیلارآر کے ساتھ جو خفیہ مراسلت ہوئی تھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ متواتر اور نہایت غیر ضروری تکلیف اٹھاتا رہا، اس کا دل گفتگو کے نتائج ممکنہ کی طرف لگا ہوا تھا، ہر موقع پر وہ اپنے نقطۂ نظر کو نہایت شرح و بسط سے بیان کرتا تھا، وہی تھا جو برابر عجلت کا تقاضا کر رہا تھا، خصوصاً جبکہ شاہ ہسپانیہ کی صحت کی خبر زیادہ ناقابل اطمینان ہو گئی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ اگر واقعی وہ معاہدہ کرانے میں ساعی نہ ہوتا تو بے تکلف ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہتا۔ پھر جبکہ اُسے یہ معلوم ہوا کہ اس معاہدے کے سبب سے چارلس دوم نے انتخابی شاہزادے کے حق میں وصیت کر دی ہے، اور یہ کہ فرانس ہسپانیہ میں بیحد غیر مقبول ہو گیا ہے وہ اپنے اصول تقسیم پر قائم رہا قبل اس کے کہ پورٹو کاریرو (Porto Carrero) نے محل میں انقلاب برپا کیا، لوئی نے ہارکور کو میڈرڈ چھوڑنے کی اجازت بھی

دیدی جب قیاس غالب یہ ہوا کہ ملکہ کی تحریک سے آرچ ڈیوک کے موافق وصیت کیجائیگی۔ مختصر یہ کہ اگر لوئی کو راستبازانہ محرکات نے نہ ابھارا ہوتا تو ایسا طریق عمل قطعی حماقت سے تعبیر کیا جاتا۔

لوئی کا یکساں طرز عمل

ان واقعات کے سامنے کون شک کر سکتا ہے کہ لوئی نے تقسیمی معاہدے کی گفتگو کو نیک نیتی سے انجام دیا تھا جن اصول پر وہ کاربند تھا وہ اگر اخلاقاً بالکل مستحسن نہ تھے، تو بھی اتنے ذلیل نہ تھے جتنے کہ وہ عام طور پر ثابت کیئے جاتے ہیں۔ ہارکور اور ٹیلاآر کے پاس اُس نے جو خطوط بھیجے ہیں اُن میں یہ طرز عمل صاف طور سے نمایاں ہے۔ وہ شروع سے آخر تک یکساں اور سلجھا ہوا ہے وہ اس رائے سے کبھی نہیں ہٹا، کہ یورپ اُسے اپنے خاندان کے واسطے پوری میراث حاصل کرنے نہ دیگا۔ اُس نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ چارلس دوم فرانس کے حق میں وصیت کرنے پر آمادہ کیا جا سکیگا۔ ان کوائف کے ماتحت اس کا صحیح طرز عمل یہ تھا کہ آسٹریا کو پوری میراث یا اس کا اس قدر حصہ پانے سے روکے، جس سے یورپ میں فرانس کا غلبہ معرض خطر میں پڑ جائے۔ یورپ کو جنگ میں الجھائے بغیر اس مقصد کے حصول کا اگر اکیلا نہیں تو بہترین طریقہ یہی تھا کہ پرانے اصول کے موافق سلطنت کو چند حصوں میں تقسیم کرا دیا جائے لیکن یقینی نہیں تو یہ ممکن ضرور تھا کہ تقسیمی معاہدے کی گفتگو ناکام ثابت ہو، اس لیئے لوئی نے ہارکور کو آزاد چھوڑ دیا کہ جبتک تقسیمی معاہدہ مکمل نہ ہو جائے اس وقت تک وہ لوئی کے مفاد کے لیئے جو مناسب سمجھے کرے پھر جوں ہی معاہدہ مرتب ہو گیا، ہارکور واپس بلا لیا گیا۔ اور سرحدی فوج کا افسر بنایا گیا۔ چارلس دوم کے دربار میں فرانس کی حمایت کرنے کے لیئے اب اُس کی ضرورت نہ تھی تدبیر کا وقت نکل گیا تھا، اور عمل کا وقت آگیا تھا اور اُس کی خدمات معاہدے کے خلاف آرچ ڈیوک کی افواج کو ہسپانیہ آنے سے روکنے کے لیئے درکار تھیں مگر خلاف توقع واقعات ظہور میں آگئے۔ لوئی پوری میراث کا وارث ہو گیا۔ اور یہ وہ وقت تھا جبکہ یورپ کے متعلق اس کی معلومات نے اس کو یقین دلا دیا کہ وہ بلا خونریزی کے اس نئے ورثے کو کامیابی کے ساتھ ہضم کر لیگا۔ پس یہ ایسا لالچ تھا کہ چند ہفتوں کے حقیقی پس وپیش کے بعد اُس نے

گذشتہ تین سال کے طرزِ عمل کو پس پشت ڈالدیا اور اپنے اتحادیوں سے سوچ سمجھکر عہد شکنی کی۔ محرکات چاہے جو کچھ رہے ہوں، لوئی کا طرزِ عمل ۱۷۰۱ء کے موسم بہار میں کامیاب نظر آتا ہے اس کا پوتا بحفاظت تخت ہسپانیہ پر جلوہ افروز تھا، وہاں کی رعایا نہایت شاداں و فرحاں تھی، اور بظاہر کوئی اس کا دشمن نہ تھا، گو یہ معلوم تھا کہ شہنشاہ فوج آراستہ کر رہا ہے۔ سرحدی حصاروں سے ولندیزوں کے اخراج کے سبب ندرلینڈ فرانس کے زیرِ تصرف ہو گیا تھا۔ شہنشاہ کی تیاریوں کے باوجود، بحری طاقتوں کا فلپ پنجم کو بادشاہ تسلیم کر لینا یورپ کے امن کا ضامن نظر آتا تھا مگر لوئی سے بہتر کوئی اس بات کو نہ جانتا ہوگا کہ ابھی طوفان ٹلا نہیں اور موجودہ سکون آیندہ تلاطم کی خبر دیتا ہے۔ چاروں طرف کے چور گڑھوں سے بچنے کے لئے پھونک پھونک کے قدم رکھنے کی ضرورت تھی یہ اغلب تھا کہ شہنشاہ بمعیت یا بغیر اتحادیوں کے اعلان جنگ کریگا۔ ولیم اور ہائن سی اس انگریزوں اور ولندیزوں کو ابھارنے اور

لوئی کی دشواریاں

میدان میں لانے کی سخت کوشش کر رہے تھے بادشاہ نے اپنے معتمد علیہ کو لکھا ”اس قوم سے کھیلنے کا داؤں ہے تو یہ ہے کہ اس کو خبر ہوئے بغیر جنگ میں پھنسا دیا جائے“ شہزادگان جرمانیہ کے متعلق یقین تھا کہ اگر ایک مرتبہ بھی اس قسم کی تحریک ہو تو وہ فرانس کے خلاف اتحاد میں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ انھیں بڑی رقمیں ملیں اور بہت کم خطرہ برداشت کرنا پڑے۔ پروشیا کو ممالک رائن زیریں سے ایسی گہری دلچسپی تھی کہ وہ الگ نہیں رہ سکتا تھا۔ لوئی کو اسوقت سے زیادہ کبھی اُس جذبۂ دنیا سازی کے اظہار کی ضرورت نہ تھی، جس پر وہ اکثر فخر کیا کرتا تھا۔ کامیابی کے ساتھ دشواریوں کو سلجھانے و شکوک تعصبات مٹانے کے لئے اس کی پوری قوت تقریر اور کمال ضبط و تحمل کی ضرورت تھی۔ اگر شہنشاہ کے علاوہ ایک طاقت نے بھی تلوار کھینچی تو یہ آتشی صلیب، ایک لمحے کے اندر یورپ میں تہلکہ ڈالدیگی۔ پہلے ہی اس بات کی علامتیں موجود تھیں کہ ٹوری انگلستان اور جمہوری ہالینڈ نے اپنی بے تعلقی کی حدود معین کر دی ہیں، پارلیمنٹ نے ۱۷۰۱ء میں ولیم کو ہدایات دیں کہ وہ ایسی تدابیر اختیار کرے

جو ولندیزوں کی حفاظت کے لیئے ضروری ہوں۔ یہ ممکن تھا کہ معاملہ ایسی صورت اختیار کرلے کہ لوئی کی بے اعتباری ولیم کی بے اعتباری سے بڑھ جائے غرض اگر شاہ فرانس جنگ کے خطروں میں پڑے بغیر، اپنے حاصل کیئے ہوئے فائدوں کو برقرار رکھنا چاہتا تھا تو یہ ضروری تھا کہ وہ انگریزوں اور ولندیزوں کے شکوک کو نہ اُکسائے ؛

اس کا فاتحانہ طریق عمل

ایک عجیب حماقت سے لوئی نے ان مصالح کے بالکل خلاف طرز عمل اختیار کیا۔ اُس نے باضابطہ اعلان کیا کہ تخت ہسپانیہ کی وراثت کے سبب سے ڈیوک آنژو کے جو حقوق تاج فرانس پر ہیں، وہ کسی طور سے تلف نہیں ہوئے، اور ابتدائے ۱۷۰۱ء میں اس نے ولندیزی فوجوں کو ندرلینڈ کے اُن قلعوں سے نکالدیا جہاں وہ متعین تھیں، اور ان کی جگہ فرانسیسی سپاہی مقرر کیئے دولت ہسپانیہ سے شہنشاہ کو معاوضہ دینے یا سرحدی قلعے دے کر ولندیزوں کو ضمانت دینے کے متعلق اس قسم کی تجویز قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اس نے تجارتی فرامین شائع کیئے، جن میں ہسپانی امریکی تجارت سے انگریزوں اور ولندیزوں کے اخراج کی طرف صاف اشارہ تھا اور اس داستان رعونت و غلط اندیشی کی انتہا یہ تھی کہ اُسنے معاہدۂ رزوک کی عمداً اور ناقابل معافی خلاف ورزی کی یعنی برطانیہ کے معزول شدہ اور جلا وطن جیمس دوم کی موت کے بعد ستمبر ۱۷۰۱ء میں لوئی نے اس کے بیٹے جیمس نائٹ اوف سینٹ جارج کو انگلستان کا حقدار بادشاہ تسلیم کرلیا اس احمقانہ غلطی کی اسے بہت جلد پاداش بھگتنی پڑی یعنی جو کام ولیم اپنی ساری تدبیر سے نہ کرسکا تھا، وہ خود لوئی نے کردیا یعنی اس نے تمام انگریزوں میں وھیگ ہوں یا ٹوری، جنگ کا عزم بالجزم پیدا کردیا۔ انگلستان جس کا قومی غرور توڑا گیا تھا، جس کے تجارتی اغراض خطرے میں تھے اور جس کی آزادی اور خودمختاری پر براہ راست حملہ کیا جارہا تھا، ولندیزوں اور شہنشاہ کا خوشی سے شریک ہوگیا تاکہ یورپ کے مغرور ستمگر کو نیچا دکھائے

اتحاد عظیم کی ترکیب ۱۷۰۱ء

۱۷۰۱-۲ء کے موسم سرما میں انگلستان شہنشاہ، ولندیز، شاہ پروشیا اور صدر ڈیوک ہسی (Hesse) کے درمیان "اتحاد عظیم" کا معاہدہ مرتب کیا گیا جسکا مقصد لوئی چہاردہم کے

استبداد کو مٹانا اور شہنشاہ کو اطالیہ اور دُوَل بحری کو غرب الہند ویگر فرانسیسی ہسپانی سلطنت کو توڑنا تھا۔

ولیم سوم کی موت سنہ ۱۷۰۲ء

اتحادِ عظیم کی ترتیب آخری کام تھا، جو ولیم کو مدۃ العمر کے تنازعہ میں انجام دینا نصیب ہوا۔ مارچ سنہ ۱۷۰۲ء میں وہ مرگیا لیکن اس کا جوش اُس کے بعد بھی قوم کو اُبھارتا رہا۔ اس کی جانشین این (Anne) گو اعتقاد اً ٹوری تھی، مگر اپنی دوست اور مقربہ بیگم مارل برُو کے زیرِ اثر متوفی بادشاہ کی حکمتِ عملی میں پوری سرگرمی سے حصہ لینے لگی۔ مئی سنہ ۱۷۰۲ء میں جنگ کا اعلان ہوگیا اور ایک مرتبہ پھر لوئی کو خشمگیں یورپ کا سامنا کرنا پڑا۔

باب پانزدہم

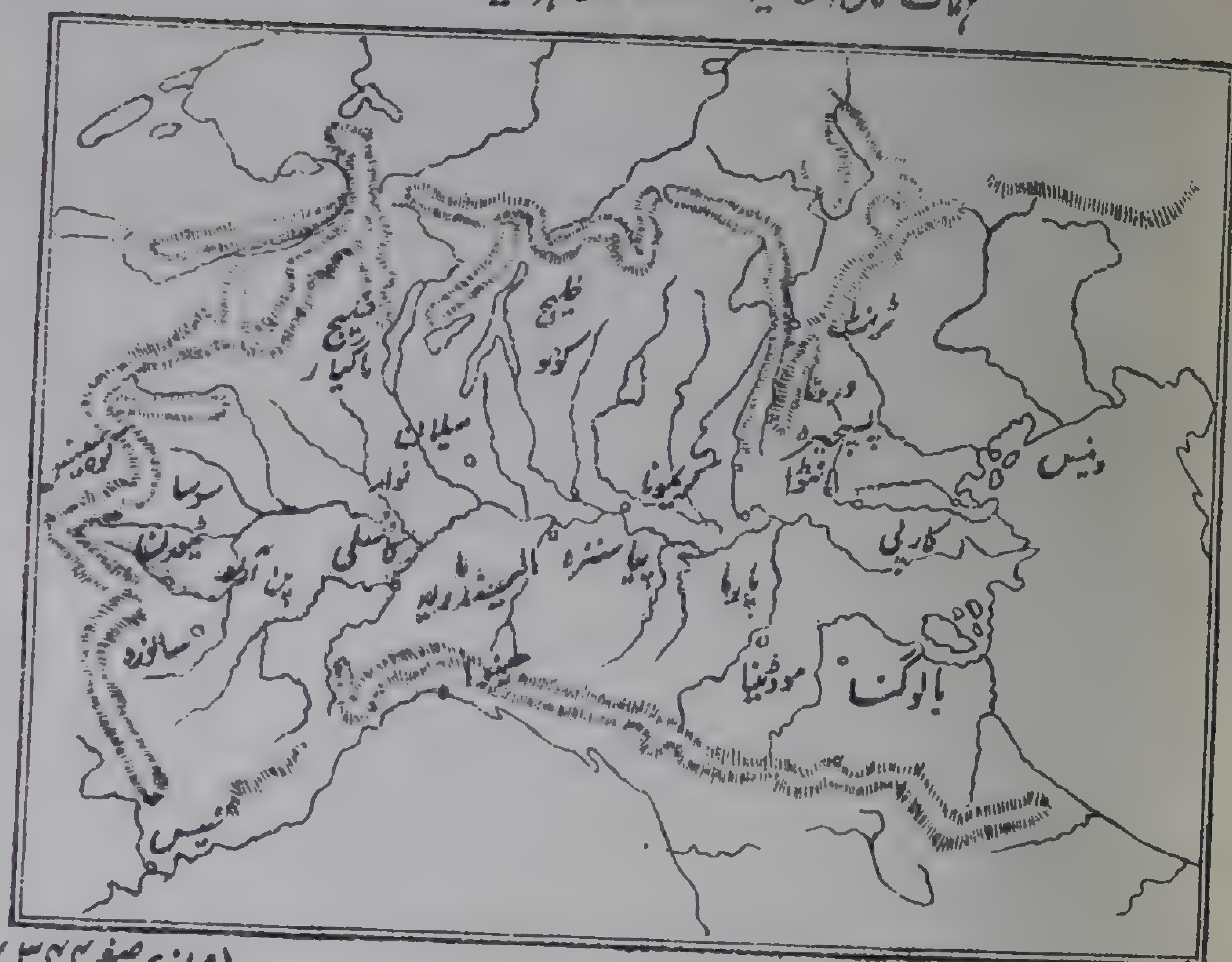
وراثت ہسپانی کی جنگ اور لوئی چہاردہم کی موت

اطالیہ میں شہزادہ یوجین کی لشکر کشی۔ نذرلینڈ میں قیادت افواج پر مارل برو کا تقرر۔ اس کا رویہ اور قابلیت وہ رائن پر تسلط کرتا ہے۔ وئینا پر فرانسیسیوں کی پیشقدمی سیلوائے اتحاد عظیم میں شریک ہوتا ہے۔ شہنشاہ کی نازک حالت۔ حملہ اور معرکہ بلین ہائیم۔ انگریز بحیرۂ متوسط کی حکومت حاصل کرتے ہیں۔ شہنشاہ لیوپولڈ کی وفات حملہ اور معرکۂ رامی لیز۔ ہسپانیہ پر آرچ ڈیوک کی یورش۔ معرکۂ آل مان زا۔ حملہ اور معرکۂ اُودِ مے نارڈ محاصرہ اور تسخیر لیل گفتگوئے صلح۔ لوئی کی اپنی رعایا سے استمداد۔ حملہ اور معرکۂ مال پلاکوئے۔ مارل برو کی معزولی۔ اتحادیوں پر ہسپانیوں کی فتوحات گرٹرو لی ڈن برگ میں گفت و شنید صلح نامۂ یوٹریخت۔ صلح کا اصلی منشا اور توجیہ جواز۔ سترھویں صدی کا اختتام۔ لوئی چہاردہم کی وفات ؛

جنگ اطالیہ میں شروع ہوئی۔ ایک صلح کی رو سے، جو ۱۷۰۱ء کے بہار میں ڈیوک سیوائے سے کی گئی تھی، شمالی اطالیہ کی سڑک عساکر فرانس کے لئے کھول دی گئی، اور کے ٹی نا (Catinets) نے ۴۰ ہزار کے لشکر سے میلن (Milan) پر قبضہ	اطالیہ میں شہزادہ یوجین کی لشکر کشی ۱۷۰۱ء

کر لیا۔ اپنا ہراول ممالک وینس کی سرحد کے مقام لار گو ڈی گارڈا تک بڑھا کر وہ آسٹروی فوج پر، جبکہ وہ درہ ہائے کوہ سے میدان میں داخل ہونے لگی،

مہمات شمالی اطالیہ ۱۸۰۰-۱۷۹۶ء کا ظاہر کرنیوالا نقشہ



(محاذی صفحہ ۳۴۴)

چھاپہ مارنے کے لیئے تیار ہو گیا آسٹریا یا مشرق سے آنیوالے حملہ آور کو شمالی
اطالیہ کے میدان میں سخت جنگی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنوب کے راستے
میں پو (Po) کی زبردست اور گہری ندی حائل ہے، جو اردگرد کی دلدلوں، وصوکے کے
پشتوں، اور تیز دھاروں کی وجہ سے ایک دشمن کی موجودگی میں قریب قریب ناقابل
عبور ہے، بالخصوص جبکہ اس کے اہم ترین مقامات کی حفاظت آلیسانڈریا
(Alessandria) پلی آچنزا (Piachenza) اور مین ٹوا کے قلعوں سے کیجاتی ہے۔ شمال میں ایلپس
سے پو میں متعدد ندیاں گرتی ہیں جو نوعیت میں ویسی ہی ہیں گو اتنی بڑی نہیں ہیں۔ انہیں سے ہر ایک پر اپنے بہاؤ کی تیزی اور
اُن شہروں کی وجہ سے جنکی زد میں یہ ندیاں ہیں ایسے جنگی مواقع بنگئے ہیں جنکا بچانا نہایت آسان اور جن پر
براہ راست حملہ کرنا بیحد دشوار ہے۔ جھیل مگیور (Lago Maggiore) سے رود ٹیچینو
(Ticino) نکلتی ہے، جو پیویا (Pavia) کے ذرا نیچے پو سے ملجاتی ہے والٹے لائن
سے لیگوڈی کومو (Lago Di Como) ہوتے ہوئے دریائے ایڈآ (Adda) مقام
کریمونا پر پو میں ملا ہے، اور میلن کے کچھ مشرق کی طرف گذرتا ہے۔ ایڈآ کے مشرق
میں کوہ برگاموسے اُوگلیو کی ندی بہتی ہے اور پو میں آملنے سے پہلے ایک معاون
ندی اس میں گرتی ہے، جو برے شیا (Brescia) کے اہم قلعے کی حفاظت کرتی ہے۔
ذرا اور مشرق کی جانب جھیل گارڈا کے جنوبی سرے سے، قلعۂ پے شی ایرا
(Peschiera) کے قریب مین چیو (Mincio) سیدھی مین ٹوا کے نیچے پو میں گری ہے
چند میل آگے درۂ برنیر (Brenner pass) کو جانے والی وسیع وادی سے ایڈیج
کی بڑی ندی نکلتی ہے، جو ممالک و نیس میں بہکر ویرونا (Verona) لیگ ناگو
(Legnago) اور کارپی (Carpi) کے قلعوں سے گذر کر اور پو کے شمال میں
دشوار گذار دلدلوں سے ہو کر سمندر میں گرتی ہے اس لیئے جرمانیہ اور آسٹریا سے
حملہ کرنیوالوں کو دشمن کے سامنے ان دریاؤں کے مورچوں کو ایک ایک کر کے
فتح کرنا ہوتا ہے یا شمال کے پہاڑوں میں راستہ نکالکر ان سے بچنا پڑتا ہے۔ کے ٹی نا
نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ آسٹروی دوسری ترکیب کرینگے، اور وہ ہوشیاری سے
جھیل گارڈا کے شمال میں کوہی وادیوں کی نگرانی کر رہا تھا کہ دفعتہً شہزادہ یوجین
(Eugene) اُس کے پیچھے برے شیا (Breschia) میں نمودار ہوا۔

وادی ایڈیج سے بہ سرعت نکلکر، اس نے ریاست وینس کی حد سے گذرنے میں کسی عہد و پیمان کی پروا نہ کی۔ ویرونا (Verona) کے عقب سے کوچ کرکے اُس نے کارپی میں ایڈیج کو عبور کیا۔ تب شمال مغرب کی طرف گھوم کر مین ٹوآ کے ذرا اوپر بلا مخالفت مِن چیو کو عبور کیا، اور قبل اس کے کہ کے ٹی نا کو معلوم ہو کہ اُس نے پہاڑوں کی پوشیدگی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ فرانسیسیوں کے عقب میں پیشی ایرا اور برے شیا کے درمیان ظاہر ہوا۔ فرانسیسیوں کو بس اتنا وقت ملا کہ بسرعت اوگلیو کی طرف پسپا ہو جائیں اور میلن کو پس پشت دیدیں۔

لوئی جنگ کے اس برے آغاز پر بیحد غضبناک ہوا اور اُس نے اپنے دوست اور درباری ویل روائے (Welleroy) کو کے ٹی نا کی جگہ مقرر کیا۔ تبدیلی اس کیلئے مفید ثابت نہ ہوئی۔ ویل روائے اچھا رقاص مگر لاپروا جرنیل تھا شہزادہ یوجین کی فوج سے تعداد میں زیادہ بڑی فوج لیکر اُس نے اوگلیو کو عبور کیا، اور پہلی ستمبر سنہ ۱۷۰۱ء کو چی آری (Chiari) میں اُس پر حملہ کیا مگر پسپا کر دیا گیا۔ شکست مان کر اس نے میلن کو بچانے کے لیئے اوگلیو پر ایک مورچہ تیار کیا، اور کریمونا کو سرما کے لیئے اپنا مستقر بنایا، جہاں وہ اطمینان سے راگ رنگ میں مصروف ہو گیا۔ شہزادہ یوجین نے اب موقع دیکھا، مین ٹوآ سے، جس کا وہ محاصرہ کر رہا تھا، وہ فروری سنہ ۱۷۰۲ء میں بڑھا، اور رات کی تاریکی میں کریمونا کو یکایک حلہ کرکے لے لیا، اور فرانسیسی جرنیل اور اسکے اسٹاف کو گرفتار کرکے اسکی فوج کو ایڈآ کے پیچھے ہٹا دیا۔ اس دلیرانہ وار کا نتیجہ جلد ظاہر ہو گیا۔ موڈینا (Modena) اور گواس ٹلا (Guastalla) کے ڈیوک شہنشاہیوں کے ساتھ ہو گئے، ڈیوک سیوائے کترانے، اور فریق بدلنے کا موقع دیکھنے لگا۔

ویل روائے کی شکست و گرفتاری سنہ ۱۷۰۲ء

لیکن فرانسیسیوں کو بہت جلد کمک پہونچی۔ ڈیوک واندوم اور فلپ پنجم نے نیپلس چھوڑا، اور اگست سنہ ۱۷۰۲ء میں، دونوں شہزادہ یوجین کے بازو پر لمبارڈی میں دکھائی دیئے۔ تعداد کی غیر متناسب کمی سے آسٹروی ایڈیج کے پیچھے ایک مستحکم مورچے میں ہٹ آئے جہاں یورش کرنے کی فرانسیسیوں کو جرأت نہ ہوئی۔

مارل برو ممالک اولی میں قیادت پر مامور ہوتا ہے

اس اثنا میں ہر طرف جنگ ہونے لگی مئی ۱۷۰۲ء میں مارل برو نے جس کو ملکہ این (Anne) نے برطانی افواج کا سپہ سالار بنایا تھا، اور اسٹاٹ جنرل نے ولندیزی سپاہ کا صدر کپتان منتخب کیا تھا ندرلینڈ اور اتحادی افواج کی قیادت ہاتھ میں لی۔ اُس کے تحت میں تقریباً ۱۰ ہزار برطانی اور تخمیناً ۲۰ ہزار ولندیزی تقریباً اتنی ہی اجیر فوج تھی، جو بالخصوص جرمانیوں پر مشتمل اور انگلستان نیز صوبہ جات متحدہ کی ملازمت میں تھی۔ یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ خالص برطانی سپاہیوں کی تعداد، جو مارل برو کی فوجوں میں لڑی کس قدر کم تھی ان کی تعداد کبھی اجیروں کے برابر نہ تھی، باوجودیکہ لڑائی کے ساتھ برابر ان کی تعداد بڑھتی گئی انگریزوں کو مستقل فوج رکھنے سے جو نفرت تھی اور نیز ولیم سوم سے بے اعتباری کی بنا پر آغاز جنگ کے وقت انگلستان کے بہت کم ایسے سپاہی تھے جو فرانس کے کار آزما جانبازوں سے تیغ آزمائی کے قابل ہوں۔

اسکی جنگی قابلیت

اپنے سپاہیوں کی قواعد سے ناواقفیت کے سبب انگلستان نے جو کچھ کھویا اس کا ضرورت سے زیادہ معاوضہ اُس کے جرنیل کی اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے حاصل ہوگیا مارل برو نے جنگجوئی کے ابتدائی سبق ٹیورین کے مکتب میں سیکھے تھے، اُس نے قیادت کی صلاحیت اس پورش کے کامیاب انتظام میں دکھائی تھی، جو ۱۶۸۹ء میں آئرلینڈ کے جنوب پر کی گئی، مگر کوئی شخص اُس کے ماضی سے، جب وہ ۱۷۰۲ء میں اعلیٰ قیادت پر ممتاز کیا گیا، اُن اوصاف کی عجیب یکجائی کا اندازہ نہیں کرسکتا تھا، جس نے اسے یورپ کا اولین شخص بنادیا۔ وہ نہایت باتدبیر حکمرانی کی خداداد صفت سے متصف، اور فنون سپہگری میں طاق تھا۔ پس وہ ان چند سپہ سالاروں میں سے ہے، جو بڑے بڑے مشترکہ کاموں کو سوچنے اور انجام دینے کی قوت رکھتے تھے۔ اس کی دوربین آنکھ کے سامنے کل یورپ تماشا گاہ تیغ زنی تھا، اور وہ علیحدہ علیحدہ چار یا پانچ فوجوں کو ایک واحد مقصد کے لیے لڑانے کی قابلیت رکھتا تھا۔ ماہر فن حرب کی حیثیت سے، اس کو شاذ ہی اتنی آزادی دیجاتی تھی کہ وہ اپنی قوت اجتہاد اور باتدبیری کو پوری طرح ظاہر

کر سکے۔ اس میں اس کا مقابلہ فریڈرک اعظم، نیپولین، یا مولٹکے (Moltke) سے نہیں بلکہ ویلنگٹن (Wellington) یا ٹیورین سے کرنا چاہیئے اور نتیجے کے متعلق اُسے خوف کی ضرورت نہیں ہے۔ اس صورت میں بھی جبکہ ولندیزوں کی بزدلی اور بے عقلی یا وطن میں سیاسی خطرہ اس کو معمولی تدبیر اختیار کرنے پر مجبور کرتا تھا، اس کی معرکہ آرائیوں سے تناسب اشیاء کا وہ ادراک ظاہر ہوتا ہے، جو صرف عقل کے اعلیٰ درجے میں پایا جاتا ہے۔ سب سے ضروری کام کو وہ کمال سرعت کے ساتھ چن لیتا ہے اور اپنی قدرت و دسترس کو پیش نظر رکھکر فوراً دیکھ لیتا ہے کہ اس کے کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے وہ اپنی طاقت کو کبھی منتشر نہیں کرتا اور نہ جانیں تلف کرتا ہے نہ بلا ضرورت یا صرف اثر کے لیئے خطروں میں پڑتا ہے۔ وہ براہ راست مورچے کے اصلی مقام پر حملہ کرتا ہے، اُس کی متحدہ فوجیں دشمن کی طاقت کے مرکزی نقطے پر بھیجی جاتی ہیں۔ دشمنوں کی اور اپنی طاقت و ذخائر میں صحیح نسبت کا اندازہ لگانے کی قابلیت میں وہ اپنے جانشین ویلنگٹن سے بہت مشابہ ہے اس کی طرح اُس نے کسی معرکے میں شکست نہیں کھائی لیکن ویلنگٹن کے برخلاف، وہ کبھی کسی یلغار میں ناکام نہیں ہوا۔ ایک ہی نوع کی خصوصیات میدان کارزار میں نظر آتی ہیں۔ دشمن کے مورچے کا کمزور مقام دیکھنے میں اس کی آنکھ غیر معمولی طور پر تیز تھی، اور بفور دیکھ لیتی تھی کہ میدان جنگ کے جغرافی موقعوں سے کس طرح بہترین فائدہ اُٹھانا چاہیئے ویلیین، بلینہم اور رامی لیز میں، دشوار گذار زمین سے جس خوبی کے ساتھ اس نے کام لیا وہی فتح کا خاص سبب ہوا۔ اور جب اس کا حقیقی حملہ شروع ہو جاتا، تو وہ اپنے مقصد کے لیئے فوج کی پوری طاقت مجتمع کرنے میں نیپولین کی قابلیت کا

لہ بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے معرکۂ مال پلاکوئے میں بلا ضرورت آدمی کٹوائے، تاکہ انگلستان میں اپنی گھٹتی ہوئی مقبولیت کو پھر حاصل کرلے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سنہ ۱۷۰۹ء میں، مونس اول درجے کا آخری قلعہ تھا جس پر فرانسیسی قابض تھے، اور صرف ویلارس (Villars) اور بوفلیئرس کی فوج پیرس اور مارل برو کے درمیان میں حقیقی روکاٹ تھی۔ کیا کوئی شخص شک کرسکتا ہے کہ اگر انگلستان میں مارل برو کی اچھی طرح تائید کیجاتی تو اتحادی سنہ ۱۷۱۰ء میں پیرس میں ہوتے؟ مصنف

کچھ رنگ دکھاتا تھا بلین ہائیم (Blenheim) میں وہ حریف کے مورچے کے بیچ میں گھس پڑا، اور ایک ہی وار میں غنیم کی افواج کو ایسا تتر بتر کر دیا جیسے کہ نپولین نے سولٹ (Soult) کے حملے کے ذریعے اوسٹرلٹز (Austerlitz) میں کیا تھا۔ مگر اس کی جنگی قابلیت سے قطع نظر، وہ اپنی سیاست اور انسانوں کو بس میں رکھنے کی حیرت انگیز قوت کے لیئے کم مشہور نہ تھا۔ وہ بڑا صابر اور مستقل مزاج، آدمی تھا اور آخر کار اپنا

اُس کا رویہ

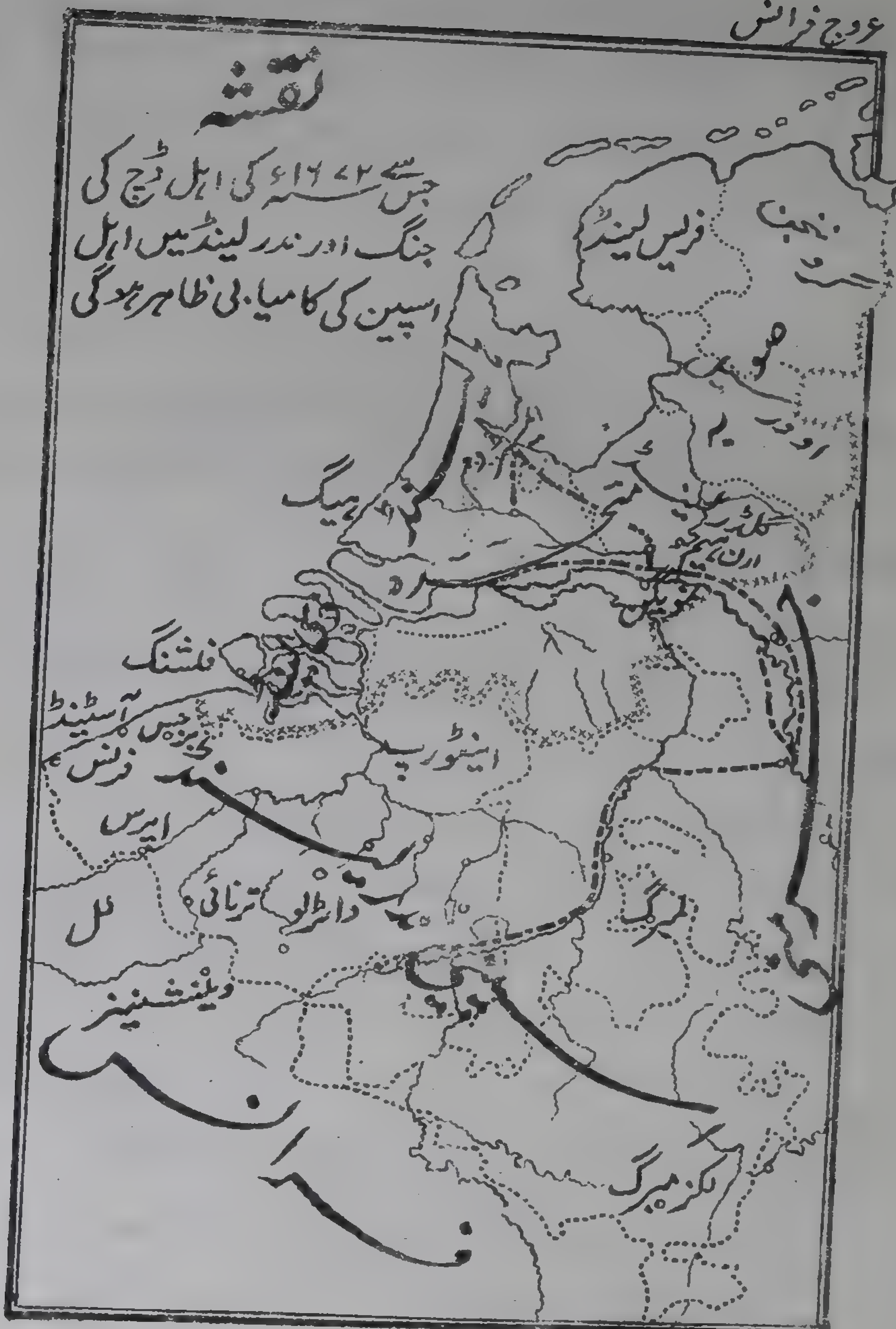
مقصد حاصل کرنے میں شاذ ہی ناکام رہا۔ سنہ ۱۷۰۱-۲ء کا اتحاد عظیم، اور بمقام آلٹرانس ٹاٹ (Alteranstadt) سنہ ۱۷۰۸ء میں، چارلس دوازدہم سے گفت و شنید اس کی سیاست کے تین ثبوت ہیں۔ شہزادہ یوجین اور گوڈولفن (Godolphin) سے اُسکی گہری دوستی، اور اپنی متکبر اور غصیلی بیوی سے اُس کی عاشقانہ محبت اُس کے جذبات کی گرمجوشی اور اس کے مزاج کی خوبی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جس حیرت انگیز تحمل سے اُس نے نیم حاسد اور نیم بزدل ولندیزوں کی حماقت اور انگریزوں کی فرقہ بندی کے جوش کی کینہ پروری سے اپنی بہترین تدبیر کو مٹتے، اپنی ناموری کو خطرے میں پڑتے، اپنی نیت کو نشانۂ شکوک بنتے، حتی کہ اپنی کامیابیوں کی تحقیر ہوتے دیکھا وہ اس کی وطن پرستی کی پختگی کا کچھ کم وصف نہیں ہے۔ اگر فرانس کو استعانت کے لیئے اتحادیوں کے ذرائع نصیب نہ تھے، تو اُسے ان کی تفریقوں اور تنازعات کا مقابلہ بھی کرنا نہ تھا۔

آسٹریا کی خطرناک دوری سنہ ۱۷۰۲ء

جب سنہ ۱۷۰۲ء میں ممالک زیریں میں مارلبرو نے متحدہ افواج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی، تب اُس پر یہ روشن تھا کہ اتحادیوں کے مقدمے کو جو خطرہ تھا وہ عام طور سے آسٹریا کی دوری سے پیدا ہوا تھا۔ سمندر سے الگ ہونے کی وجہ سے انگریزی اور ولندیزی بیڑے اس کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ چونکہ اطالیہ کی طرف سے درہ ہائے ٹیرول کے ذریعے داخلہ ممکن تھا اس لیئے اگر اس حلقے میں ہزیمت ہوئی تو اس پر بہت آسانی سے چھاپہ مارا جا سکتا تھا۔ رائن کی طرف خطرہ نہ صرف وحشت انگیز تھا بلکہ نہایت اہم بھی تھا۔ قریب تھا کہ بویریا لوئی سے ملجائے، اور یہ ممکن تھا کہ قبل ازیں کہ شمالی جرمانیہ یا ندرلینڈ سے لے دے کے کوئی کمک پہنچ سکے، ایک متحدہ فرانسیسی

ولندیزی فوج وائینا کے دروازے پر نظر آئے۔ اس لیئے مارل بُرو کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ زیریں وادیِ رائن پر قبضہ حاصل کیا جائے۔ تاکہ اگر ضرورت ہو تو جنوبی رائن یا مغربی ڈینیوب پر شہنشاہی افواج سے خط و کتابت کر سکے۔ لیکن اس طرزِ عمل کے راستے میں بہت سی دشواریاں حائل تھیں۔ ممالک زیریں فرانسیسیوں کے ہاتھ میں وسیع خندقوں سے محصور خیمے تھے اپنے قلعوں کے پردے کے پیچھے وہ خفیہ طور سے ایمسٹرڈیم (Amsterdam) پر اچانک حملے کی تیاریاں یا ہزیمت کے بعد اپنی سپاہ میں تازہ بھرتی کر سکتے تھے فرانسیسی دستوں کے ساتھ بوفلیرس (Boufflers) نے اس محاذ پر قبضہ کر لیا جو شلٹ (Scheldt) کے کنارے اینٹ ورپ سے، می یوس (Meuse) پر وِنلو (Venlo) ہوتا ہوا، رائن کے کنارے قیصر ویرتھ تک پھیلا گیا ہے، اور اسطرح سے تینوں دریاؤں کی وادیوں کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ اگر سامنے کے حملے سے اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے تو اسے صرف محاذ ڈیمیر (Demer) کو جو اینٹ ورپ اور لیج کے درمیان واقع ہے، یا ذرا اور پیچھے محاذ مَاہین کو (Mehaigne) جو اینٹ ورپ سے لووین (Louvain) اور ٹیرلاموں (Terlemont) سے ہوتا ہوا نیمور (Namur) تک پھیلا ہوا تھا، یا ذرا اور بھی پیچھے محاذ سرحدی کو پسپا ہونا یا لِیل، ٹرنے (Tournai) مونْشِس (Mols) شارلے روائے (Charleroi) اور نیمور کے بڑے قلعوں کے دامن میں پناہ لینی پڑتی۔ دشمن کے سامنے ان مورچوں کو یکے بعد دیگرے تسخیر کرنا اور ان قلعوں کو جو ان کی محافظت کرتے تھے فتح کر لینا بہت دشوار کام تھا اور یقین تھا کہ اس میں کئی سال صرف ہونگے۔ ان قلعوں سے بچ کر وادی رائن و موزیل (Moselle) کی طرف سے اور آگے بڑھ کر فرانس پر پیشقدمی کرنا یقیناً ولندیزوں کی سخت ناخوشی کا موجب ہوتا، جن کی بزدلی پہلے ہی سے فرانسیسیوں کو ایمسٹرڈیم کے دروازے پر دیکھتی تھی اس لیئے مارل برو کو بہت ہوشیاری سے قدم رکھنا تھا اُس نے بوفلیرس کی پھیلی ہوئی مورچہ بندی سے فائدہ اٹھایا، اور اس طرح حملہ کرنے کی ہدایت کی گویا کہ وہ برابنٹ (Brabant) میں بوفلیرس کے میسرے کو پسپا کرنا چاہتا ہے۔ بوفلیرس قریب

مارل برو رائن پر قدم ٹکانے کی جا حاصل کرتا ہے
سنہ ۱۷۰۲ع


نقشہ
جس سے ۱۶۷۲ء کی اہل ڈچ کی
جنگ اور نیدرلینڈ میں اہل
اسپین کی کامیابی ظاہر ہوگی
فریس لینڈ
ہیگ
فلشنگ
آسٹینڈ
برجیس
فرانس
اینٹورپ
ایپرس
واٹرلو
ترنائی
لمبرگ
ولینشینز
لکزمبرگ

میں آگیا، اور اپنے میسرے کو بچانے کے لیئے اس نے بڑی تیزی سے فوج کو جنبش دی، اور اس طرح سے اپنے میمنے کو غنیم کے ہاتھ میں چھوڑ دیا۔ مارل بُرو نے نہایت آسانی سے اُس کے داہنے بازو کو می یوس اور رائن کے درمیان پسپا کیا اور اُس کو محاذ ماہین پر بھگا دیا، اور وِنلُو، ریورے مونڈ (Rioremond) اور لیج کو تسخیر کر کے، می یوس اور رائن کی وادیوں پر استحکام کے ساتھ جم گیا۔

اس کا سنہ ۱۷۰۳ء کا غیر فیصلہ کن حملہ

دوسرے سال اُس نے اپنی کامیابیوں کو آگے بڑھانے کی تیاریاں کیں۔ ولندیزوں کو داہنے بازو پر فلانڈرس پر پیشقدمی کرنے اینٹ ورپ کو زیر کرنے اور محاذ شلٹ پر قابض ہو جانے کی ہدایت کر کے، وہ بائیں بازو کو لیکر رائن کے نیچے کی طرف بڑھا، کولن کی ایلکٹریٹ (Electorate) کو تاخت کیا اور مئی سنہ ۱۷۰۳ء میں بون کا مالک بن بیٹھا۔ اب شمالی جرمانیہ سے اس کا ذریعۂ مراسلت محفوظ ہو گیا اور وہ موزیل پر یلغار کرنے کے لیئے ایک جرمانی فوج مرتب کرنے اور شہنشاہ سے مراسلت جاری رکھنے کے لیئے تیاری کر رہا تھا کہ دفعتاً اسے ولندیزوں کی مدد کے لیئے بڑی تیزی سے ندرلینڈ جانا پڑا۔ اینٹ ورپ کے محاصرے کیلیئے جن اسباب و اشیاء کی ضرورت تھی، اُن کا انتظار کرتے کرتے تھک کر ولندیزوں نے صرف لوٹ مار کی غرض سے فلانڈرس (Flanders) کو چھوٹے چھوٹے دستے بھیجنے شروع کیئے ان میں سے ایک پر جو اوپڈیم (Opdam) کے زیر کمان تھا بوفلیرس نے دفعتاً حملہ کیا، اور جون سنہ ۱۷۰۳ء میں اس کا قلع قمع کر دیا اس پر ولندیزوں نے، انتہائے خوف سے اینٹورپ کا محاصرہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا مارل بُرو کے آنے پر بوفلیرس خط ماہین کے پیچھے چلا گیا، جسے اس نے احتیاط کے ساتھ فصیلوں اور مناروں سے مورچہ بند کیا تھا۔ مارل بُرو جسے اس خط کو توڑ سکنے کا یقین تھا، یورش کے لیئے تیاریاں کرنے لگا، لیکن ولندیزوں نے ہاتھ بٹانے سے انکار کر دیا اور برطانی سردار کو درماندہ و بے دل ہو کر چند ادنیٰ درجے کے قلعوں کی تسخیر پر قانع ہونا پڑا۔

ویلنا پر فرانسیسیوں کی پیشقدمی سنہ ۱۷۰۳ء

اس اثناء میں جنوبی رائن پر اتحادیوں کا بُرا حال تھا۔ لوئی کا اول سے ارادہ تھا کہ اس حصے میں اپنا خاص حملہ کرے۔ اسکی

تجویز یہ تھی کہ ڈیوک سیوائے اور الکٹر بویریا کی مدد سے، ڈینیوب اور اطالیہ کے راستے وینا پر یکساتھ حملہ ہو، اور دوسری طرف بوفلیرس صرف انگریزوں اور ولندیزوں کو قلعوں اور مورچوں میں پھنسائے رکھے۔ اطالیہ میں شہزادہ یوجین کی کامیابی اور اس کی بے سروسامانی نے اس تحریک کے آغاز میں کچھ دیر کردی، لیکن ۱۷۰۳ء کے شروع میں ہر چیز تیار تھی۔ واندوم (Vendome) ایڈیج پر شہزادے کے مقابلے میں حملے کے لیے تیار تھا۔ الکٹر بویریا باضابطہ فرانسیسیوں کی طرف ہوگیا تھا اور اولم (Ulm) لے چکا تھا۔ پس فروری ۱۷۰۳ء میں ویلارس (Villars) نے مقام اسٹراس برگ (Strassberg) پر رائن کو عبور کیا، کیل (Kehl) کو لے لیا، بلیک فورسٹ (Black Forest) کے دروں میں گھس کر الکٹر (Elector) سے ڈینیوب کے کنارے جا ملا، دوسری طرف ٹیلارد دوسری فوج کے ساتھ رائن پر اس کی پیش قدمی میں مدد دیتا اور فرانس سے اس کے ذریعۂ آمدورفت کی حفاظت کرتا تھا، شہزادہ لوئی والی باڈین (Baden) اور کونٹ اسٹیرم (Count Stiram) جو اتحادی افواج کی کمان کرتے تھے، دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لاکر کیل کے ذرا نیچے محاذ اسٹول ہوفین کو واپس گئے، جسے انھوں نے ہوشیاری کے ساتھ مستحکم کیا تھا تاکہ شہنشاہی افواج کے لیے رائن پر مرکز یلغار قائم کریں، اور یہاں پر انھوں نے ٹیلارد کو مقابلے میں رکھا۔ شہنشاہ بڑی پریشانی میں تھا۔ ہنگریوں نے راگوٹسکی (Ragotsky) کے ماتحت سر اٹھایا تھا، اور مشرق سے وینا پر حملہ کرنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ واندوم آہستہ آہستہ شہزادہ یوجین کو درۂ برنیر سے پار انس بروگ کی طرف ڈھکیل رہا تھا۔ بقیہ دوسرا دستہ اسٹول ہوفین کے عقب میں محصور تھا، الکٹر اور وینا کے درمیان ایک آدمی بھی نہ تھا، اور ویلارس نے میکس امیئے نوئیل پر بڑا زور ڈالا کہ اپنی پوری جمعیت سے وینا پر حملہ آور ہو، اور ایک ہی وار میں جنگ کا خاتمہ کردے۔ وہ خود ڈینیوب کے کنارے ڈوناورتھ (Donauworth) میں جم گیا، اور بویریا کو جناحی حملے سے محفوظ رکھا۔

سیوائے اتحاد عظیم میں شریک ہوتا ہے ۱۷۰۳ء

خود اپنی اور اپنے اتحادیوں کی بدقسمتی سے الکٹر میں کافی جرأت نہ تھی موقع ایسا ہاتھ سے نکلگیا کہ پھر نہ آیا۔ میکس امیئے نوئیل

نے پہلے شہزادہ یوجین کو زیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جون میں وہ اِنس بروک کے راستے میں مقام کوف شٹائن (Kuffstien) پر تھا، جبکہ واندوم ورہ میں ٹرینٹ تک بڑھ آیا تھا۔ یوجین کی فوج ان کے درمیان پہاڑوں میں پھنس گئی۔ وہ اپنی تدبیر سے نہیں، بلکہ محض قسمت سے بچ گیا۔ ٹھیک اسی موقع پر وکٹور ایماڈی اٹس والی سیوائے نے چند مہینوں کے پس و پیش کے بعد، سمجھ لیا کہ فتحمند فریق اتحادیوں کا فریق ہوگا پس وہ اتحادِ عظیم میں شریک ہوگیا، اور واندوم ذریعۂ رسائل بچانے کے لیئے جلدی جلدی پیڈمونٹ (Piedmont) واپس آیا۔ واندوم کی پسپائی کی خبر سنکر، الکٹر کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسے ملک میں یوجین کا تنہا مقابلہ کرے چنانچہ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ ٹیرولی (Tyrolese) فوراً اپنے محبوب آقا کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے اور میکس امئے نوئیل کو بویریہ پلٹتے ہی بن پڑا۔ اس نے ویلارس کو بڑی مشکل سے شہزادہ لوئی والی باڈین اور اسٹیرم کے مقابلے میں مدافعت کرتے ہوئے پایا۔ جس وقت الکٹر آوگزبرگ کے سامنے ظاہر ہوا تو شہزادہ لوئی اسٹیرم کو چھوڑ کر، آوگزبرگ کی طرف بڑھا تاکہ محاصرہ کو اٹھاوئے مگر ویلارس زیادہ زبردست ثابت ہوا۔ اسٹیرم پر یلغار کر کے اُس نے ۲۰ ستمبر کو ہوکس ٹاٹ (Hockstadt) میں اُسے پورے طور سے شکست دی۔ اور ہنبورم برگ کو واپس بھگا دیا۔ شہزادہ لوئی کو فوراً محاذِ اسٹول ہوفن پر پلٹنا پڑا، اور آوگزبرگ الکٹر کے ہاتھ لگا۔

شہنشاہ کی خطرناک حالت ۱۷۰۳ء

کچھ عرصے کے لیئے شہنشاہ کو اطمینان ہوگیا۔ سال کا زیادہ حصہ گذر چکا تھا، اس لیئے وئینا پر کوئی متحدہ حملہ ممکن نہ تھا۔ لیکن یہ ہر فریق پر روشن تھا کہ دوسرے دعاوے میں یہ کوشش ضرور کیجائیگی اس کا بھی یقین تھا کہ اگر حملہ کیا گیا تو کامیاب ہوگا، سوائے اس صورت کے کہ مارل برو اور ندرلینڈ کی فوج رستگاری کے لیئے آجائے۔ لوئی نے اس کوشش کے لیئے بڑی تیاریاں کیں۔ ویلارس جس کا غرور لوئی کے ناپسند تھا، واپس بلالیا گیا، اور سے وین (Cevennes) بھیجدیا گیا، جہاں پس ماندگان ہیوگونو نے کامی سارڈ (Camisard) کے نام سے علمِ بغاوت بلند کیا تھا اس کی جگہ پر مارسین متعین کیا گیا، اور اس کی فوج کو کمک بھیجی گئی حملہ کی تجویز سادہ تھی مارسین (Marsin) اور

الکٹر کو ڈی نیوب کے کنارے ہوکر سیدھا وائینا (Vienna) پر حملہ کرنا تھا، اور راگوٹسکی (Ragotsky) ہنگریہ کی سمت سے حملہ کرتا۔ ٹیلا آر ۲۵ ہزار کی جمعیت سے آلپس میں متعین کیا گیا تاکہ اس حملے کو مدد پہنچائے، ذرائع آمد و رفت کو محفوظ رکھے اور فوج کو بازو کے حملوں سے بچائے۔ ویل رُوائے (Villeroy) تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ ندرلینڈ بھیجا گیا تاکہ مارل برو کا مقابلہ کرے اور مدد کے لئے آنے سے اس کو روکے۔ اس ٹڈی دل فوج کے مقابلے میں آسٹریا صرف شہزادہ لوئی والیِ باڈین اور شہزادہ یوجین کی فوج میدان میں لاسکا۔ اس صورت میں اگر شہنشاہ بچایا جاسکتا تھا تو صرف مارل برو کی مدد سے لیکن مارل برو صوبہ جات متحدہ کو حملے کے لئے کھلا چھوڑے بغیر ندرلینڈ سے کیونکر ہٹ سکتا تھا؟ کیا یہ قرین قیاس تھا کہ ولندیزی شہنشاہ کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالینگے؟ اگر ایسا انھوں نے کیا بھی، تو کیا ڈینیوب پہنچنے پر، ٹیلا آر، مارسین اور الکٹر کی متحدہ فوجوں سے بچنا ممکن تھا؟

مارل برو کی تجویز

یہ سوالات تھے جن کا جواب ۱۷۰۴ء کے گرما میں دینے کی مارل برو تیاری کر رہا تھا۔ اس لئے بجز ولندیزوں کے، اپنی کل فوج کو ندرلینڈ کے میدان کارزار سے ڈینیوب اعلیٰ کے کنارے ایک بالکل نئے میدان جنگ میں لیجائے، اور قبل اس کے کہ ٹیلا آر رائن سے ان کی مدد کو آسکے یا ویل روآئے مِی یوس سے اس کے برابر پہنچ سکے۔ مارسین اور الکٹر کو زیر کرنے کی شاندار تجویز سوچی تھی۔ لیکن اگر اس پر عمل کرنے کے لئے کوئی کامل سپہ سالار نہ ملا تو پھر اس تجویز کا ناکام ہونا، یقینی تھا کیونکہ اس میں نہ صرف مساوی بلکہ ممکن تھا کہ اپنے سے زیادہ فوج پر فتح حاصل کرنا ضروری ہوا اور پھر ایک وسیع اور دشوار گذار ملک میں نہایت پُر خطر جناحی کوچ اور نہایت سرعت سے بڑھنا بھی داخل تھا کیونکہ تاخیر موجب خطر تھی اس پر طرّہ یہ کہ اس منصوبے کی تکمیل تک، اسے ولندیزوں کو دھوکا دینا اور ویل روائے کو جھوٹا اطمینان دلانا تھا۔ اگر ولندیزوں کو ایک مرتبہ بھی شک ہوجاتا کہ وہ ان کی سرحد کی حفاظت سے اپنی فوج ہٹا رہا ہے، تو وہ نہایت زور سے اُس کی مخالفت کرلیتے۔ اگر ویل روائے ایک مرتبہ بھی یہ تاڑ جاتا کہ مارل برو رائن کے کنارے سے ہوکر ایک لمبے کوچ کی تجویز کر رہا ہے، تو غنیم پر اس کا ایک برمحل

جناحی حملہ لحظہ بھرمیں مارل برو کی ساری تجویز پر پانی پھیر دیتا۔ ان مشکلات کو سر کرنے کیلئے، مارل برو نے، اپنی اصلی تجویز کو قطعی راز میں رکھکر، عام طور سے یہ ظاہر کیا کہ وہ موزیل کی راہ سے فرانس پر پیشقدمی کر کے، نیدر لینڈ کے قلعوں کی زد سے بچنا چاہتا ہے، چنانچہ اس لئے ولندیزیوں سے علانیہ اس تجویز کی اجازت چاہی اور حاصل کرلی۔ اس طور پر اس نے برانڈن برگی رسالہ کو رائن کے کنارے مقام مینز پر طلب کرلیا اور بلاشبہ پیدا کئے ہوئے اپنا مستقر کوبلنٹز (Coblentz) ہٹادیا، اور اوور کرک (Overkirk) کو ولندیزی فوج کے ساتھ اور ولندیزی نائبین کو میس ٹریکٹ (Maestricht) میں اپنے انتہائی میمنہ پر چھوڑ دیا تاکہ اگر اس کی عدم موجودگی میں ویل روائے ایم سیٹڑوڈیم پر دھاوا کرے تو محاذ می یوس کی محافظت کیجا سکے تجویز تخمین آمیز طور پر کامیاب ہوئی ویل راوے پورے طور پر دھوکا کھاکر، اتحادیوں کی پیشقدمی کی مزاحمت کی غرض سے ٹرائر Trier کے قریب، اوپری موزیل پر ایک جگہ مورچہ بند ہوگیا، اور حملہ آور فوج کا بے سود انتظار کرنے لگا۔ ولندیزی، جو میس ٹریکٹ میں پیچھے رہ گئے تھے، مارل برو کی تدبیر میں مداخلت نہ کرسکے۔ اب ہر چیز تیار تھی۔ جون ۱۷۰۴ء میں اس نے نقاب الٹ دیا

ڈینیوب پر اسکا بازو کا کوچ

رائن کے کنارے سے مسلسل کوچ کر کے مینز (Mainz) پر بڑھا، اور راستے میں برانڈن برگی رسالہ کو ساتھ لیتا ہوا، رائن سے چل کھڑا ہوا اور اپنی فوج کو بالائی ڈینیوب کے کنارے سیدھا مقام ڈونا وورتھ کی طرف لے گیا۔ ہائیل برون (Heilbronn) میں ایک جرمانی دستہ اس سے آملا، اور اولم (Ulm) کے قریب شہزادہ یوجین اور شہزادہ لوئی والی باڈن آپہنچے۔ یہ طے پایا کہ یوجین ٹیلارکو اور اگر بغرض ویل راوے نمودار ہوا تو اسے اتحادیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے الکٹر اور مارسین کی مدد کو پہنچنے سے روکنے کیلئے اسٹول ہوفین پلٹ جائے خود مارل برو اور شہزادہ لوئی والی باڈین سیدھے الکٹر کے مقابلے میں آگئے، جو ڈونا وورتھ کے قریب شیلین برگ میں خندقیں کھودے اطمینان کے ساتھ بیٹھا تھا، اور دوسری جولائی کو مورچے پر یورش کر کے انھوں نے الکٹر کو آوگز برگ بھگا دیا، اور اس طرح سے فرانسیسوں اور وائینا کے درمیان حائل ہوگئے، اور موخر الذکر شہر پورے طور پر محفوظ ہوگیا۔

مآرل بُرو کی مشکلات

اس حد تک دھاوا خوب کامیاب رہا، لیکن اس کا مشکل ترین حصہ پورا ہونا باقی تھا۔ مآرل بُرو نے جو چالبازی کی تھی اس کا علم جب ویل روائے کو ہوا تو وہ آلسیس ملے کر کے، ۲۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ اسٹول ہوفین کے سامنے ٹیلار سے جا ملا۔ اب ٹیلار شہزادہ یوجین کو ویل روائے کی نگرانی میں چھوڑ کر، مارسین اور الکٹر کی مدد کو جا سکا جن سے وہ اوائل اگست میں، مقام آوگز برگ میں ملگیا۔ ویل روآئے کی فوج اگر شمار کی جائے، تو فرانسیسی اور بویریا اتحادیوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھی۔ خود مارل برو اپنے حقیقی مرکز محاربہ سے بہت دور تھا۔ اس کے پاس نہ تو کوئی قلعہ تھا اور نہ خندقوں سے گھرے ہوئے مقامات، جہاں وہ اشیاء خوردنی اکٹھی، اسپتال قائم، اور فوج بھرتی کر سکتا اس کی حفاظت کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ زور اور تیزی کے ساتھ وار کر سکے۔ اس کی خوش قسمتی سے فرانسیسی اس کے قریب میں آ گئے مارسین اور ٹیلار اس شوریدہ سر برطانی کو زک دینے کی پوری عزت حاصل کرنے کے لئے بیچین تھے۔ ان کیلئے ویل روآئے کا انتظار شاق تھا۔ فیبیائی (Fabian) طریق جنگ کی رائے وہ سنتے ہی نہ تھے انھوں نے عزم کر لیا کہ مآرل بُرو کو ایک ہی وار میں تباہ کر ڈالیں بس وہ اس کے مقابلے کے لئے ڈینیوب کے نیچے کی طرف چلے شہزادہ یوجین، جس نے ٹیلار کے تعاقب میں اسٹول ہوفین چھوڑ دیا تھا، ۱۱ اگست کو مآرل برو سے ڈوناوورتھ کے قریب ملگیا اور ۱۳ اگست کو دونوں فوجیں میدان بلین ہائیم میں آمنے سامنے صف آرا نظر آئیں۔

معرکۂ بلین ہائیم

فرانسیسی سپہ سالار نے نیبل (Nebel) کے چھوٹے چشمے کے پیچھے، ڈینیوب سے زاویہ قائمہ بناتے ہوئے ایک مدافعانہ قسم کا مورچہ تیار کیا تھا میمنہ کی معیت میں ٹیلار نے عملاً قریۂ بلین ہائیم پر اور میسرہ نے مارسین اور الکٹر کی تحت میں لٹزنگین (Lutzingen) پر قبضہ کر لیا اور نیبل (Nebel) اور اس کی دلدلوں کے حائل ہونے کی بنا پر قلب سپاہ کو کافی طور سے محفوظ سمجھا گیا، اور وسط میں معمولی طور پر کچھ سوار متعین کر دئے گئے۔ لڑائی کا منصوبہ صاف صاف یہ سوچا گیا تھا کہ منتشر کر کے بلین ہائیم اور لٹزنگین کے مضبوط مورچوں پر سے پلے سود

یلغار کرنے دیا جائے اور جب وہ تھک جائیں تو دونوں بازوؤں سے بڑھ کر ان پر حملہ کیا جائے۔ میدان کو دیکھنے سے مارل برو کو معلوم ہوا کہ فرانسیوں کا مورچہ وسط میں کمزور ہے، اور دلدل ایسی دشوار گذار نہیں جیسی کہ نظر آتی تھی۔ پس اس نے شہزادہ یوجین کو ہدایت کی کہ وہ لٹنزنگین میں مارسین اور الکٹر پر زوردار حملہ کرے، اور کٹس (Outts) کو بلین ہائیم میں ٹیلار کے ساتھ وہی سلوک کرنے کی تاکید کی۔ ان حملوں کی آڑ میں اس نے قلب پر اپنا اصلی حملہ کیا وہ کسیقدر دقت سے دلدل طے کر سکا، تب دشمن کے دونوں بازوؤں کے درمیان گھس کر میسون دروائے (Maison du Roi) کو میدان سے بھگا دیا اور فرانسیسی صف کو دو حصوں میں کاٹ دیا۔ اس کے بعد بائیں طرف پھر کر اس نے بلین ہائیم میں ٹیلار کو اپنی فوج اور ڈینیوب کے درمیان گھیر لیا اور اسے اپنی پیادہ فوج سمیت اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مارسین اور الکٹر اپنے قلب اور دا ہنے بازو کو برباد ہوتا دیکھکر بلیک فورسٹ کی راہ سے جس طرح بنا رائن کے کنارے ویل ہروائے کے پاس بھاگ گئے مگر پرجوش یوجین نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اس سے زیادہ فاش کبھی کوئی ہزیمت نہیں ہوئی۔ جس وقت میدان بلین ہائیم میں آفتاب غروب ہوا، لوئی چہاردہم کی عظمت رخصت ہو چکی تھی۔

اس کے نتائج کوئی شخص مسرت کے اس اظہار پر تعجب نہیں کر سکتا جو انگلستان اور یورپ بھر میں معرکہ بلین ہائیم کی خبر پر گونج اٹھی۔ جنگ کے اصل نتائج کے بارے میں لوگ اسے فیصلہ کن سمجھے۔ میدان جنگ میں فرانس کی دوسری فوجیں تھیں اور وہ نئی فوجیں بھرتی کر سکتا تھا، لیکن وہ اپنے نبرد آزماؤں کے جانی نقصان کی تلافی نہ کر سکتا تھا۔ نہ اب وہ دوبارہ یورپ کو خوفزدہ کر سکتا تھا، وہ لڑائی جیت سکتا تھا، وہ سرحدوں کی حفاظت کر سکتا تھا، وہ محاربہ سے عزت ووقار کے ساتھ سربر ہو سکتا تھا۔ لیکن بلین ہائیم کے بعد اس میں یورپ کو اپنے حکم پر چلانے کی اتنی ہی قوت باقی رہ گئی تھی جتنی کہ اگلی صدی میں ماسکو سے پسپائی کے بعد باقی رہی۔ مگر بلین ہائیم نے لوئی چہاردہم کے منہ میں صرف لگام ہی نہیں دی تھی، اس نے صرف اس کے نبرد آزماؤں کو ضائع ہی نہیں کیا تھا، اس نے صرف شہنشاہ کو قطعی تباہی سے

بچا ہی نہیں لیا تھا، بلکہ اس نے خلاف توقع یورپ کی کارفرما قوتوں میں ایک نئے عنصر کو بھی روشناس کر دیا۔ برطانی ملاح آرماڈا کے وقت سے خوفناک طاقت خیال کئے جاتے تھے، مگر برطانی سپاہی کو معرکۂ ایجین کوُر (Agincourt) کے بعد، اپنا اصلی جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا تھا مہذب جنگ جوئی کی تاریخ میں بلین ہائیم اہمیت میں معرکۂ روک وَر آ سے کم نہیں، نہ اسوجہ سے کہ اُس نے ایک قدیم طرزِ جنگ کا خاتمہ کر دیا، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اُس کے ذریعے سے اول درجے کی ایک نئی جنگی طاقت ظہور میں آتی ہے اور بلین ہائیم سے واٹرلو (Waterloo) تک، برطانی سپاہی یورپ میں بہترین جنگجو دکھائی دیتا ہے، اور انگلستان دنیا کی اول درجے کی جنگی طاقت ہو جاتا ہے۔

بحرِ متوسط میں برطانی غلبہ حاصل کرتے ہیں ۱۷۰۲ء تا ۱۷۰۴ء

جس وقت فرانس اپنی جنگی فوقیت اور امتیاز بلین ہائیم میں کھو رہا تھا، اسوقت سمندر میں بھی، اُسے اپنی ذلت مآب کمزوری کا احساس ہوا۔ ۱۷۰۲ء میں برطانی اور ولندیزی جہازوں کا متحدہ بیڑہ، سر جارج روک (Sir George Rooke) کی سرداری میں ساحل ہسپانیہ کو بھیجا گیا، اور خوش قسمتی سے ایک ہسپانی پیتروں والے بیڑے اور فرانسیسی جہازوں سے جو بندرگاہ وائیگو (Vigo) میں ان کی حفاظت کر رہے تھے دوچار ہوا، اور پرجوش معرکہ آرائی کے بعد دونوں کو تباہ کر دیا۔ دو سال بعد، ۱۷۰۴ء کے موسم گرما میں، روک نے جبل الطارق کی ناقابل فتح چٹان کو تسخیر کیا، اور اسے واپس لینے کے لئے جو فرانسیسی جہاز آئے تھے انھیں شکست دی، اس طرح انگلستان و بحر متوسط میں ایک اہم مورچہ ملگیا۔ جس کی قدر و قیمت صدی کے ساتھ ساتھ بتدریج ظاہر ہوتی گئی اور جس نے سمندر پر اتحادیوں کی فوقیت قائم کر دی اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اطالیہ دولتِ فرانس کے ہاتھ سے نکل گیا جب شمالی اطالیہ ۱۷۰۶ء میں اطالیہ میں شہزادہ یوجین کے شاندار حملے کے بعد شہنشاہ کے اتحادیوں کے ہاتھ لگا، تو فرانس اور نیپلس کے درمیان آمد و رفت رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ پس جب ۱۷۰۶ء میں ٹیورن (Turin) میں شہزادہ یوجین کی فتح نے آخر کار فرانسیسوں کو ان کے اپنے خطِ جنگ کے پیچھے بھگا دیا تو اسوقت نیپلس (Naples) میں ایک انقلاب برپا ہوا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اطالیہ فرانس

کے ہاتھ سے بالکل نکل گیا۔

شہنشاہ لیوپولڈ کی موت ۱۷۰۵ء

معرکۂ بلین ہائیم کے بعد، فرانسیسی افواج کو مدافعانہ جنگ کرنی پڑی، اور جنگ کی دلچسپی ایک مرتبہ پھر ندرلینڈ کی طرف پھر گئی۔ سنہ ۱۷۰۵ء میں مارل برو نے پھر پورے جوش کے ساتھ وہی تدبیر اختیار کی، جس کے ذریعے سے اُس نے گذشتہ سال ویل روآئے اور ولندیزوں کو دھوکا دیا تھا۔ اُس نے شہزادہ لوئی والی باڈین سے (کیونکہ شہزادہ یوجین اپنی قیادت پر اطالیہ لوٹ گیا تھا) یہ طے کیا کہ موزیل اور سار (Saar) کے راستے فرانس پر متحدہ حملہ کیا جائے تاکہ ندرلینڈ کے مدافعت پذیر قلعوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن وقت گذر گیا اور اتحادی اپنی تیاریاں پوری نہ کر سکے تھے، کہ دفعتہً مئی سنہ ۱۷۰۵ء میں شہنشاہ لیوپولڈ فوت ہوگیا اور شہنشاہی، فوجیں وطن واپس بلالی گئیں۔ اب متحدہ حملے کی ساری امیدوں کو خیرباد کہنا پڑا۔ ٹھیک اسی وقت ویل روآئے جو میوس کے کنارے کمان کرتا تھا، آگے بڑھا، اور اس سے لیج خطرے میں پڑ گیا۔ مارل برو فوراً موزیل چھوڑ کر لیج کی مدد کے لئے دوڑا، اور جس طرح سنہ ۱۷۰۳ء میں بوفلیرس نے کیا تھا۔ اسی طرح ویل روآئے بھی اینٹ ورپ اور نیمور کے درمیان مورچہ بند محاذِ ماہین (Mehaigne) کو پلٹ گیا۔ مگر اب ولندیزوں نے مارل برو کی تدبیر پر نسبتہً زیادہ اعتماد کرنا سیکھ لیا تھا، اور اُسے حملہ کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ خط کے دونوں سروں پر مغالطہ دیکر، اُس نے اُسے وسط میں بمقام ٹیرلاموں (Tirlemont) توڑ دیا، اور ویل روآئے کو لووین و بروسیل تک بھگا دیا، اور نیمور سے اُس کو اور فرانس کے ساتھ اس کے ذریعہ آمدورفت کو کاٹ دیا۔ سپہ سالار نے ڈائل کے پیچھے مورچہ بندی کی، جسے ولندیزی اتنا مستحکم سمجھتے تھے کہ ان کے نزدیک اسکا سر ہونا محال تھا، اور مارل برو مغرب کیطرف چلا، تاکہ اس سے بچے اور بروسیل پر زد ڈالے۔ بروسیل کو بچانیکی غرض سے فرانسیسی شہر کو لوٹ آئے، اور وشنتاسی نیز (Seignies) کے قریب مقابلے میں اس میدان میں صف آرا ہوگئے، جو سو برس سے کچھ ہی زیادہ عرصہ میں برطانی مورچہ کی حیثیت سے ہمیشہ کے لئے مشہور ہونیوالا تھا۔ یہ مقام واٹرلو (Waterloo) تھا۔ تعاقب میں مارل برو نے

وہ مقام لے لیا جو بعد میں نپولین کے تصرف میں آیا، اور حملے کے لیئے تیار ہو گیا مگر ولندیزی بزدلی سے بیچ میں کود پڑے اور نپولیانی جنگ کے آخری معرکے کے اس دلفریب اعادے کو روکا، جسمیں فریقین کی صف جگہ بدلی ہوئی تھی۔ جسوقت شکار اُس کے بس میں تھا مارل برو کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ سخت برہم ہو کر اُس نے ارادہ کیا کہ نیدرلینڈ کی آویزش ولندیزی دل پر چھوڑ دے، اور اپنی افواج کو جانباز یوجین کی سپاہ سے اطالیہ میں لا ملائے مگر اس کی اجازت نہ ملی۔ جبتک ویل روآئے ڈائل پر صحیح و سالم تھا، اور رائن پر ویلارس اپنی جگہ پر جما تھا، اسوقت تک وہ کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیئے ۱۷۰۶ء کے بہار میں، اُس نے پھر فلانڈرس کی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی، اور ویلارس کو قابو میں لانے کی تیاری کی۔ یہ نالائق اور شیخی خور سردار بھی فاتح بلین ہائیم سے شمشیر آزمائی کے لیئے اتنا ہی آرزومند تھا۔ اور گو ۱۸ ہزار کا لشکر مارسین کی ماتحتی میں کمک کے لیئے آرہا تھا مگر اس کا انتظار کیئے بغیر اُس نے محاذ ڈائل (Dyle) کو موسم بہار میں چھوڑ دیا اور نیمور کی طرف بڑھا۔ ۲۳ مئی کو راستے میں بمقام رآمی لیز (Ramillies) مارل برو سے مڈبھیڑ ہوئی۔

معرکہ رآمی لیز

ویل روآئے نے اپنی جگہ قدرے ہوشیاری سے منتخب کی تھی۔ اس کا داہنا بازو ٹاوی ایرس (Tavieres) کے گاؤں پر قابض تھا، جو مآہین کے اوپر کچھ بلندی پر واقع اور اسی ندی سے گھرا تھا اس کا قلب رآمی لیز میں جما تھا، اور اپنے پیچھے کے ٹیلے موسوم بہ قلعۂ اُوٹومونڈ (Ottomond) سے ملکر مورچہ کی کلید بنا ہوا تھا۔ اس کے بائیں بازو کی حفاظت کیلئے وہ دلدل تھی جہاں سے گھیٹ خورد (Little gheet) کا چشمہ نکلتا ہے اس کی فوج کا بڑا حصہ ٹاوی ایرس اور رآمی لیز میں مجتمع تھا اور اس کے میسرہ کی حفاظت کیلئے جو زمین کی نوعیت کی وجہ سے نہایت محفوظ تھا، بہت تھوڑی فوج تھی۔ مارل برو کی تیز آنکھوں نے اس نقص کو فوراً معلوم کر لیا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ خود اس کے مورچے کی زمین کی نوعیت کے سبب سے، وہ خود اپنے میسرہ کو قلب میں دشمنوں کے دیکھے بغیر لا سکتا ہے۔ ان دو واقعات پر اس نے نقشۂ جنگ کی بنا رکھی۔ ۲۳ مئی کی صبح کو اس نے فرانسیسی میسرہ پر ایک زوردار اور شاندار حملہ کیا۔

ویل روآئے نے یہ خیال کیا کہ وہ گھبٹ کی دلدلوں میں راستہ نکالنا چاہتا ہے جسطرح اس نے لی بیل کی دلدلوں میں راستہ نکالنا چاہا تھا پس وہ جلدی جلدی اپنی فوج غلب سے ہٹا کر خطرے میں پڑے ہوئے بازو کی حفاظت کے لئے لایا۔ جیسے ہی مارل برو نے اس ترکیب کو سمجھا، وہ اپنی سپاہ کے بڑے حصے کو ناہموار زمین کی اوٹ میں اپنے داہنے بازو سے قلب کی جانب اسطرح لے گیا کہ دشمن دیکھ نہ سکے، اور صرف کافی آدمیوں کو فرانسیسی میسرہ کے سامنے اس غرض سے چھوڑا کہ ویل روآے کو یہ یقین رہے کہ اصلی حملہ اب بھی اسی حصے پر کیا جا رہا ہے جب سب تیاری ہوگئی، تو ٹاوی ایرس (Tavieres) اور رآمی لینر کے درمیان وہ دفعۃً مع اپنی سپاہ کے فرانسیسی قلب پر ٹوٹ پڑا جس میں اب بہت کم سپاہی رہ گئے تھے۔ ٹاوی ایرس پر دلیرانہ یلغار سے قبضہ کیا گیا مگر ابھی لڑائی فتح نہ ہوئی تھی۔ میسوں دو رواے (Maison du Roi) نے جو اپنی قدیم شہرت سے خبردار تھے اور بلین ہائیم کی توہین کے انتقام کے لئے بیچین تھے، متواتر شجاعانہ حملوں سے رآمی لینر پر اتحادیوں کی پیشقدمی کو روکا۔ فرانسیسی پیدل فوج میسرہ سے اپنی پہلی جگہ پر واپس آگئی، اور رآمی لینر کے چاروں طرف معرکہ کچھ عرصے تک پلٹے کھاتا رہا۔ آخر کار فرانسیسی رفتہ رفتہ پیچھے ہٹنے لگے۔ گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا، اور فرانسیسی مورچہ کا قلب توڑ دیا گیا ویل روآے نے طبل بازگشت بجوایا، مگر پسپائی بہت جلد فراری سے بدل گئی۔ اس کی فوج بحیثیت جنگی قوت کے برباد ہوگئی یکے بعد دیگرے نیدرلینڈ کے شہروں نے فتحمند اتحادیوں کے سامنے دروازے کھول دئے، اور فرانسیسی سرحدی قلعوں کے محاذ پر بھگا دئے گئے ؏

آرچ ڈیوک کا دھاوا ہسپانیہ پر

معرکۂ ٹیورن (Turin) اور معرکۂ بلین ہائیم نے فرانس کو سرحد تک ہٹا دیا، مگر دوسرے سال کامیابی کی جھلک اس کے ان تھک آقا کی طرف نمودار ہوئی۔ مارل برو الٹرانش ٹاٹ کی گفت وشنید میں منہمک تھا۔ اور مہم کے سر کرنے میں خراب موسم حائل تھا۔ مگر رائن پر ویلار ہس خطۂ اسٹول ہوفین پر قبضہ کرنے اور شہنشاہیوں کو جنبش کرنے سے روکنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن بہترین خبریں ہسپانیہ سے آئیں ۱۷۰۲ء میں ماتھوین (Mettiuen) برطانی سفیر متعینہ لزبن (Lisbon) کی کوششوں سے انگلستان

اور پرتگالیہ کے درمیان ایک معاہدہ مرتب ہوا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ پرتگالیہ ایک صدی سے زیادہ انگلستان کا جانفروش سیاسی طرفدار رہا اور اسی نے برطانوی مدبرین کو شراب پرتگالی کے پرکیف مزے سے آشنا کرایا۔ اب وہاں اتحاد عظیم کی رسائی سے آرچ ڈیوک چارلس کے لیئے راستہ کھلگیا کہ وہ اپنی بادشاہت پر اپنا حق حاصل کرے۔ سنہ ۱۷۰۴ء میں وہ لزبن میں اترا اُس کے ساتھ شوم برگ کے ماتحت ۱۲۰۰۰ ہزار برطانی اور ولندیزی فوج تھی اور اس کا مقصد ہسپانیہ پر حملہ کرنا تھا۔ لیکن اس حملے میں ناکامی ہوئی اور شوم برگ کی جگہ گیل وے (Galway) متعین ہوا اسی سال برطانی وزارت نے آرل پیٹربرو (earl of Peterborough) کو ۵ ہزار فوج دے کے ڈیوک سیووائے کی مدد کو بھیجا، لیکن اس کو اجازت دیدی کہ اگر موقع ہو تو ہسپانیہ میں بھی کارگزاری دکھائے۔ پیٹربرو نے، جو زبردست تخیل اور متکبر مزاج کا آدمی تھا، آرچ ڈیوک کو ترغیب دی کہ اسکی ہدایت پر بھروسا کرے۔ ساحل ہسپانیہ کے گرد جہازرانی کر کے وہ کیٹالونیہ میں اترا، بالخصوص شہزادہ جارج والی ڈارم سٹاٹ (Darmstadt) کی کوششوں سے، اکتوبر سنہ ۱۷۰۵ء میں، بارسی لونا (Barceloua) پر قبضہ کرلیا، اور بہت جلد ایراگون کا مالک بنگیا؛

اسکی طاقت کیٹالونیہ تک محدود تھی

سال آیندہ، گیلوے نے پرتگالیہ سے میڈرڈ پر کوچ کر کے، ایراگون میں جو کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس کو تقویت پہنچانیکا تہیہ کیا۔ فرانسیسی افواج بارسی لونا کے بےسود محاصرے میں مصروف تھیں، اور گیلوے نے میڈرڈ پر قبضہ کرلیا، اور آرچ ڈیوک کو قریب قریب بغیر مزاحمت، تخت پر بٹھادیا۔ مگراب لوئی کے اس ارادے کی خوبی اور دانائی کہ ہسپانیوں پر ان کی مرضی کے خلاف ایک اجنبی بادشاہ کو مسلط نہ کرنا چاہیئے، ظاہر ہوی۔ سنہ ۱۷۰۶ء میں چارلس سے اہل ہسپانیہ کی مخالفت اسی تیزی کے ساتھ رونما ہوی، جس طرح ایک صدی بعد جوزف بونا پارٹ (Joseph Buonaparte) کو پیش آئی۔ جہاں کہیں برطانی سپاہی متعین کیئے جاتے اطاعت ہی اطاعت نظر آتی لیکن جس وقت ان کی پیٹھ مڑتی تھی تو ہر طرف مخالفت پیدا ہوجاتی تھی اس سے بھی زیادہ خرابی یہ ہوی کہ فوجوں میں بیماری پھیل گئی اور گیلوے نے یہ مناسب سمجھا کہ میڈرڈ چھوڑ کر ایراگون میں چارلس اور پیٹربرو سے جا ملے۔ دوسرے سال، اُس نے پھر ہاتھ پاؤں مارنے کا قصد کیا، اور چارلس کو

بارسی لونا میں چھوڑ کر، سمندر کے راستے سے والنِ شیا (Valencia) پہنچا، اور وہاں سے میڈرڈ پر چڑھائی کی۔ آل مان زا (Almanza) میں بُروِک (Berwick) سے ڈبھیڑ ہوئی، جسے حال ہی میں اطالیہ سے کمک پہنچی تھی اور گیلوے کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ والنِ شیا اور ایراگون ہاتھ سے نکل گئے اور چارلس کی حکومت کے ٹالونیہ کے شوریدہ سر صوبے تک محدود ہوگئی۔ اس کے بعد چند سال تک اتحادیوں نے فلپ پنجم کو تختِ ہسپانیہ سے علیحدہ کرنے کے لیئے کوئی اہم کوشش نہ کی۔ گیلوے واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ اسٹان ہوپ (Stanhope) متعین کیا گیا، لیکن ۱۷۰۸ء میں جزیرۂ مائی نورکا (Minorca) میں تسخیر بندر ماہون (Mahon) کے سوائے وہ کوئی اہم کامیابی نہ حاصل کر سکا کھلی جنگ میں ناکام ہو کر اتحادیوں نے فلپ پنجم کو ملک سے دست بردار کرانے کے لیئے سیاسی فن فریب کو زیادہ کارگر ہتیار سمجھا۔

۱۷۰۸ء میں لوئی کی سخت کوشش

ہسپانیہ کے حصول اور ۱۷۰۷ء میں رائن کے کنارے اتحادیوں کی شکست نے ۱۷۰۸ء میں لوئی کو ہاتھ سے نکلی ہوئی زمین کو پھر حاصل کرنے کے لیئے ایک اہم کوشش کی ہمت دلائی۔ اُس نے ایک بیڑہ تیار کیا، تاکہ اس میں سوار بھر کر اسکاٹلینڈ میں اُتارے اور قانونِ الحاق بہ انگلستان سے رونما ہونے والی مخالفت سے فائدہ اٹھائے اس نے ایک فوج بُروِک کے ماتحت یوجین اور اتحادیوں کی نگرانی کے لیئے مُوزیل پر رکھی، اور اصل فوج واندوم کے زیر قیادت آگے بڑھی اور قریب قریب بلا مزاحمت گانٹ (Ghent) بروژ (Bruges) فلانڈرس کے بڑے شہر فتح کر لیئے، اور شِلٹ کے پیچھے قدم جما لیئے تاکہ جس وقت بُروِک اتحاد کے لیئے تیار ہو جائے، اسوقت آگے بڑھنے کیلئے مستعد رہیں جولائی میں، مارل بُرو کو اب بھی خاموش دیکھ کر، واندوم اپنا داہنا بازو مُولنس تک بڑھا لایا، اور وسط میں اوُدے نارڈ کا محاصرہ کر لیا، اور اسطرح سے مُولنس اور بروژ کے درمیان سارے ملک پر ایک لمبے محاذ کی صورت میں پھیل گیا۔ اب مارل بُرو نے اپنا موقع دیکھا۔ اُس نے یوجین کو لکھ بھیجا کہ جلد اپنے رسالے کے ساتھ اُس سے ملجائے اور جب یوجین آگیا تو اس نے فرانسیسی مورچے کے وسط پر بڑی تیزی سے حملہ کیا۔ واندوم نے فوراً اپنی غلطی محسوس کی، اور تیزی سے مراجعت کر کے اپنی ساری فوج کو اُودے نارڈ کے سامنے اکھٹا کیا۔ مارل بُرو اور

یوجین نے ممکنہ عجلت کے ساتھ پیچھا کیا۔ اُس کے مماق کو شلٹ کے پار بھگاکر آخرکار اُسے پلٹنے اور لڑنے پر مجبور کیا لڑائی اوودے نارڈ سے چند میل کے فاصلے پر دریا کے بائیں کنارے پر واقع ہوئی۔ لڑائی سہ پہر میں تین بجے سے پہلے نہیں شروع ہوئی یہ ایک گھمسان کی لڑائی تھی۔ جو دستہ آتا تھا وہ جس طرح بہترین طور پر بنتا جگہ لیتا اور لڑائی میں مشغول ہو جاتا تھا۔ مگر اتحادیوں کو ایک قیادت کی فوقیت حاصل تھی فرانسیسی سردار

معرکہ اوودے نارڈ سنہ ۱۷۰۸ء

واندوم اور ڈیوک برگنڈی ایک غیر مرتب دو بدو معرکے کی پریشانی اور گھبراہٹ میں متضاد احکامات نافذ کرتے تھے، اور گھبراہٹ کو اور بھی پریشان کن بناتے تھے۔ آخرکار مارل برو فرانسیسی بازو کی تعداد سے زیادہ فوج اکھٹا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس کو پلٹا کر میدان سے بھگا دیا۔ اس عمل نے معرکے کا خاتمہ کر دیا۔ فرانسیسی گانٹ پر پلٹے۔ مارل برو نے اپنی فوج سرحد اور فرانسیسیوں کے درمیان میں ڈالی تھی۔ اب اس کے اور پیرس کے درمیان سوائے قلعہ جات سرحد، جن میں لیل سب سے بڑا تھا، اور کوئی شئی حائل نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس قلعہ سے قطعی تغافل کرنا اور سیدھا پیرس پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ لیکن یہ تجویز یوجین کے نزدیک بھی بیحد ناعاقبت اندیشانہ تھی خصوصاً یہ خیال کرتے ہوئے کہ بوفلیئرس (Boufflers) ۱۵ ہزار آدمیوں کے ساتھ اس مقام پر قابض تھا، اور برُوک ۳۰ ہزار کے ساتھ مُونس میں موجود تھا۔ غرض اگست میں لیل کا محاصرہ شروع ہو گیا۔ یوجین نے خندقوں کی ذمہ داری لی، اور مارل برو جو لیس (Lys) اور شلٹ کے درمیان جما تھا، اُوسٹنڈ (Ostend) سے آنیوالے خزانے کی حفاظت کرتا تھا۔ اور منتظر آفت شہر کی مدد کو پہنچنے سے واندوم یا برُوک کو روکتا تھا۔ دو میں سے کسی نے بھی شہر کو بچانے کی جرأت نہ کی۔ انھوں نے صرف خزانے اور رسد روکنے پر قناعت کی۔ ۲۷ ستمبر کو وِی نین ڈال (Wynendaal) میں اس نوع کی کوشش کی ناکامی کے بعد جو

تسخیر لیل

مارل برو کی تدبیر سے زیادہ جرنیل ویب (Webb) کی جرأت سے عمل میں آئی، لیل زیادہ عرصے تک تاب مقاومت نہ لا سکا۔ ۲۲ اکتوبر کو اہل شہر نے اطاعت قبول کی۔ واندوم صحیح سلامت مونس پہنچ گیا اور نیمور کے علاوہ اب یہی ایک قلعہ فرانس کے ہاتھ میں رہ گیا۔ پیرس کا راستہ اتحادیوں کی پیشقدمی

انگلستان میں لیگ کی غیر مقبولیت

کے لیے کھل گیا،

لیکن شاندار و فیصلہ کن حملے کے لیے جو مواقع پیدا ہو رہے تھے اُن ہی کی مناسبت سے اُن مواقع سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت اتحادیوں میں کم ہوتی جاتی تھی۔ انگلستان کی بحری فرمانروائی تجارت اور نوآبادیوں پر روز بروز قبضہ کرتی جاتی تھی، مگر ان کے باوجود طولانی جنگ کا بوجھ محسوس ہو رہا تھا، معرکۂ بلین ہائیم کے بعد یورپ کی آزادی اور برطانی تجارت کو جو خطرے تھے ان کے دور ہوتے ہی، ٹوری (Tories) احساسات پھر غالب آئے۔ جبتک انگلستان اور یورپ کی پُرامن ترقی جاری تھی اسوقت تک انگلستان میں کوئی شخص ذرہ بھر بھی یہ پروا نہیں کرتا تھا کہ آیا تختِ ہسپانیہ پر کوئی بوربون (Bourbon) بیٹھا ہے یا ہیپس برگ خود دربار کے احاطے میں ایک انقلاب زور پکڑ رہا تھا، اور سرِ درباری جانتا تھا کہ ملکۂ این کے دل و دماغ پر بیگم مارل برو کا اقتدار و اثر رفت گذشت ہوگیا۔ ایسی حالت میں مارل برو غیر یقینی جنگ کے خطروں میں پڑنے کی جرأت نہ کرسکا۔ میدانِ جنگ میں وہ معمول پر کاربند رہا کابینہ (Cabinet) میں اُس نے تجاویزِ صلح کی سماعت پر رضامندی ظاہر کی۔ لوئی اس خبر پر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ فرانس انتہائی تہی مائگی کی حالت میں تھا۔ اس کی کارآزمودہ سپاہ تباہ ہوچکی تھی، اس کے رسد خانے خالی تھے، اور اس کے افسروں کے دامن پر بدنامی کا داغ لگ چکا تھا۔ محاصل ایسے نقطے پر پہنچ گئے تھے، جس کے آگے محصول بندی بڑھ نہیں سکتی تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں نئے عہدے قائم کیے گئے تاکہ وہ جتنی قیمت پر بک سکیں بیچے جائیں۔ اب مزید قرضے کی دستیابی ناممکن تھی شخصی محصول دائمی ہوگیا، یہاں تک کہ پیدائش شادیوں اور اموات کو بھی مالگزاری کی فراہمی میں حصہ لینا پڑا۔ مصیبت کو اور بھی زیادہ ناقابلِ برداشت بنانے کے لیے ۰۹-۱۷۰۸ء کے سخت جاڑے نے میوہ دار درختوں اور انگور کی بیلوں کو برباد کردیا، اور فرانس کے سب سے زیادہ خوشنما حصے میں قحط کی آفت کو نمودار کیا۔ ابتدائے ۱۷۰۹ء میں ہیگ میں گفتگوئے صلح کا آغاز ہوا، لیکن یہ بہت جلد معلوم ہوگیا کہ اتحادی نہ صرف لوئی کو نیچا دکھانے، بلکہ اُس کو ذلیل کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ آخری عہد مصالحت کے لیے گفت و شنید کا آغاز کرنے کے لیے پہلے اُنھوں نے یہ شرط پیش کی کہ لوئی ہولنس اور نیمور سے دست بردار

اتحادیوں کے مطالبات کے خلاف فرانس سے لوئی کی استمداد

ہو جائے، آلسیس کا بشمول اسٹراس برگ تخلیہ کر دے اور اپنے پوتے فلپ پنجم کو ہسپانیہ سے واپس آنے پر مجبور کرے دشمنوں کے فائدے کے لئے اپنے ہی پوتے پر لشکر کشی کرنے کی مجبوری ایسی تھی جو لوئی اشکستہ خاطری کے باوجود، عزت و آبرو کے ساتھ منظور نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے ارادہ کر لیا کہ ان ظالمانہ شرطوں کے خلاف اپنے اہل وطن سے امداد کی درخواست کرے اور ملک فرانس نے بھی اُس کی دعوت کا جواب شریفانہ طریق پر دیا۔ حملہ آوروں سے فرانس کی متبرک زمین کو بچانے کے لئے ہر مقام پر لوگوں نے رضاکارانہ خدمات پیش کیں۔ اُمراء نے اپنی رکابیاں، خواتین نے اپنے جواہر، اور کسانوں نے اپنی حقیر پونجی ایک قومی فوج مرتب کرنے کے واسطے پیش کر دی۔ اور جس وقت ۱۷۰۹ء میں اپنی پامالی کے دنوں میں لوئی نے فرانس کی آخری فوج سرحد کو بھیجی، اس وقت سے زیادہ حقیقی طور پر نہ تو وہ کبھی بادشاہ تھا، اور نہ سردار قوم کا

معرکۂ مال پلاکوئے ۱۷۰۹ء

ویلارس (Villars) جرنیل منتخب کیا گیا، جس کے سپرد فرانس کی آخری امیدیں کی گئیں ویلارس اس ذمہ داری کا اہل ثابت ہوا۔ ایک مستحکم مقام پر باحتیاط مورچہ بند ہو کر، ایک طرف تو وہ رنگروٹوں کی تعلیم اور اشیاء خورد و نوش کی بہم رسانی میں کوشاں تھا، دوسری طرف وہ اپنے بڑے رفیق، اوقت، پر بھروسہ کئے تھا، جس کے متعلق اُسے یقین واثق تھا کہ دغا نہ کریگا۔ آخر کار جب گرمی زیادہ ہوئی تو مارل بُرو اور یوجین مقام لنس (Lens) کے قریب اُس کے مورچے پر نو یورش کرنے کی جرات نہ کر سکے، البتہ مونس (Mons) پر حملہ آور ہوئے، اور ویلارس کو اس کی مدد کی غرض سے آگے بڑھنا پڑا۔ اُس نے مال پلاکوئے میں ایک قریب قریب ناقابل فتح مقام پر مورچہ تیار کیا، اور اپنے دونوں بازوؤں کو ایک پر اشجار پہاڑی پر ٹھیرایا، اور بیچ میں جو جگہ خالی چھوٹ گئی تھی اپنی فوج کا بڑا حصہ اس کی حفاظت پر مقرر کیا اور نہایت مضبوط خندقیں کھدوالیں۔ اسی مقام پر وہ اتحادیوں کی یلغار کا انتظار کرنے لگا۔ مگر سوائے سامنے کے ایک حملے کے اور کچھ نہ کیا گیا براہ راست حملہ کر کے لینے کے سوا اس مقام کو فتح کرنے کی اور صورت نہ تھی۔ ۱۱ ستمبر کو مارل بُرو اور یوجین اپنی فوجوں کے ساتھ بیچ کے میدان پر ٹوٹ پڑے۔ یہ لڑائی نہ تھی بلکہ محض قتل و خونریزی

سخنی اور مایوسانہ طریق پر دست بدست لڑکر، بلین ہائیم اور رامی لیز کے فاتحین نے آخر کار موچہ سر کرلیا خود ویلارس زخمی ہوا، لیکن اس کے جانشین، بوفلیئرس نے نہایت باقاعدگی سے فوج کو پیچھے ہٹایا۔ مُونس فاتحین کے ہاتھ آگیا تھا

معرکۂ مال پلاکوے فاتحین کی نسبت مفتوحین کے لیئے زیادہ باعث فخر ہے۔ اِس لئے انگلستان میں مارل برو کا اثر تک دوبارہ قائم نہ کیا۔ جس سال یہ لڑائی ہوئی تھی، اسی سال بیگم مارل برو اپنے درباری عہدے سے معزول کردیگئی۔ دوسرے سال ایک قطعی طور سے ٹوری اور صلح پسند وزارت ہارلے (Harley) کے زیر سرکردگی مرتب کی گئی اور اب بظاہر تھا کہ مارل برو کی معزولی گویا ایک شدنی بات ہے۔ خطروں سے بچنے کا

مارل برو کی معزولی ۱۷۱۱ء

عزم کرکے وہ ویلارس کو آہستہ آہستہ فرانس میں پسپا کرنے پر قانع رہا۔ ۱۷۱۱ء کے آغاز میں اُس کو معلوم ہوا کہ وزارت نے خفیہ طور سے صلح کی گفتگو چھیڑ دی ہے۔ پس وہ ویلارس کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو کھدیڑتا رہا اور اسی اثناء میں خود اپنے اوپر آخری وار کا منتظر تھا۔ سیاسی ضرورتوں نے قطعی طور سے جنگی مواقع کی جگہ لے لی تھی۔ آخر کار وار چل گیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۷۱۱ء کو وہ ایسی قیادت سے برطرف کردیا گیا، جو بہت پہلے اپنی حقیقت کھو بیٹھی تھی۔

اتحادیوں کی شکست ہسپانیہ میں ۱۷۱۰ء

اسی اثناء میں لوئی کی ضرورتوں نے ہسپانیہ میں فلپ پنجم کی فرمانروائی درحقیقت مستحکم کردی۔ ۱۷۰۹ء میں کل فرانسیسی فوجیں خود اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیئے ہٹالی گئیں۔ اسٹان ہوپ (Stanhope) اور اسٹاہرم برگ (Stabremberg) نے جو شہنشاہی فوجوں کی کمان کرتے تھے، ۱۷۱۰ء میں فلپ پر دھاوا کیا، اور اس کو پہلے ایراگون سے اور بعد ازاں کاسٹیل سے باہر نکالکر والاڈولیڈ (Valladolid) بھگا دیا، اور میڈرڈ پر قبضہ کرلیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانوی اپنے بادشاہ کی طرفداری میں اٹھ کھڑے ہوئے لوئی نے واندوم کو ہسپانی افواج کی کمان لینے کی اجازت دیدی۔ اتحادیوں کو میڈرڈ میں ٹھیرنا ناممکن معلوم ہوا۔ اور وہ دو حصوں میں ایراگون کی طرف پسپا ہوئے۔ واندوم انتہائی تدبیر سے کوچ کرکے، اُن کے درمیان گھس پڑا اور اس نے اسٹان ہوپ کو بریہوگا (Bribuega) میں گھیر کے اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا پھر اسٹاہرم برگ پر ٹوٹ کر

گرا اور اس کی سپاہ کو ولاوی سیوزا (Villa Viciosa) میں منتشر کر دیا، اور اس کو بارسی لونا واپس بھگا دیا۔ ایک مرتبہ پھر ہسپانیوں نے بڑے شد و مد سے اپنا عزم ظاہر کر دیا کہ فلپ اور صرف فلپ ان کے اوپر حکمرانی کر سکتا ہے ۔

گرٹرو ڈی ڈن برگ کی گفت و شنید

اس کے باوجود بھی اتحادی کوشش کرتے رہے کہ لوئی کو اپنے پوتے پر لشکر کشی کرنے پر مجبور کریں سنہ ۱۷۰۹-۱۰ء کے سرما میں، گرٹرو ڈی ڈن برگ (Gertruydenberg) میں گفتگوے مصالحت پھر چھڑ گئی لوئی نے آسیبس وینا منظور کر لیا، اور وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف آرچ ڈیوک چارلس کو بادشاہ تسلیم کر لیگا بلکہ اپنی رعایا کو ہسپانیہ میں خدمات انجام دینے سے منع کر دیگا، نیز اتحادی افواج کے لئے ہسپانیہ میں رسد بہم پہنچائیگا۔ مگر اتحادی اس پر اڑے تھے کہ لوئی کو یورپ کے سامنے علانیہ شرمندہ کریں اور انھوں نے اصرار کیا کہ وہ اپنے پوتے کو تاج سے دست بردار ہونے پر مجبور کرے۔ گفتگو پھر رک گئی اور دوبارہ نہ اٹھ سکی۔ جیسے ہی ٹوری وزارت نے زور پکڑا، انھوں نے اپنے اتحادیوں کو راز میں شریک کئے بغیر، لوئی سے خفیہ بات چیت شروع کی ستمبر سنہ ۱۷۱۱ء تک صرف انگلستان اور فرانس

صلح یوٹریخٹ سنہ ۱۷۱۳ء

کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا اور مقدمات صلح کا تصفیہ ہو گیا۔ تب ان کی اطلاع ولندیزوں اور دوسرے اتحادیوں کو دیگئی، اور چند اعتراضات کے بعد، سوائے شہنشاہ کے، سب نے اتفاق کر لیا۔ مقدمات کے مطابق ایک کانگریس سنہ ۱۷۱۲ء میں بمقام یوٹریخٹ (Utrecht) منعقد ہوئی اور آخری صلح مرتب کی گئی جس پر سنہ ۱۷۱۳ء میں دستخط ثبت ہو گئے ۔

شہنشاہ جنگ جاری رکھتا ہے۔

شہنشاہ اب بھی ہٹ دھرمی سے معاہدہ میں شریک ہونے سے انکار کرتا رہا، سنہ ۱۷۱۱ء میں، جو شاہی خاندانوں میں اموات کا ہولناک سال تھا، جوزف اول مرگیا اور اس کی جگہ چارلس شہنشاہ ہوا۔ اس کا غرور اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ تاج ہسپانیہ اپنے حریف کے حوالے کر دے۔ پس برطانی علیحدگی کے باوجود یوجین کو ہدایت کی گئی کہ جنگی پیشقدمی کی جائے۔ مارل برو کی مدد کے بغیر، یوجین بھی فرانسیسی حب وطن کے مقابلے میں بے بس تھا۔ سنہ ۱۷۱۲ء میں ویلارس کے ہاتھوں جروانین (Denain) پر شکست کھا کر

وہ ندرلینڈ کی سرحد پر بھگا دیا گیا، اور شرائط صلح کی بناء پر اسے اپنی فوج بالائی رائن کو منتقل کرنی پڑی مگر بدبختی نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ ۱۷۱۳ء میں ویلارس آلسیس میں وارد ہوا، رائن کو بمقام اسٹراس برگ عبور کیا، اور یوجین کو فرائی برگ کے مورچہ بند مقام سے نکال دیا۔ آخرکار شہنشاہ صلح کرنے پر راضی ہو گیا۔

راشٹاٹ اور باڈین کے معاہدات

بالآخر ۱۷۱۴ء میں فیصلہ کن صلحناموں پر راشٹاٹ (Rastadt) اور باڈین (Baden) پر دستخط ہو گئے۔

صلح یوٹریخٹ کے شرائط

معاہدات یوٹریخٹ، راشٹاٹ اور باڈین کی رو سے، جن کا بالعموم صلح یوٹریخٹ کے نام میں انضمام کر لیا جاتا ہے، حسب ذیل انتظامات عمل میں آئے۔

(۱) فلپ پنجم ہسپانیہ اور مغرب الہند کا بادشاہ تسلیم کیا گیا، مگر اس شرط پر کہ فرانس و ہسپانیہ ایک تاجدار کے زیر فرمان کبھی نہ رہینگے۔

(۲) نیپلس، ریاستہائے میلن، سارڈینیا، اور ندرلینڈ شہنشاہ کو دیئے گئے، مگر اس شرط پر کہ فرنے (Furnes) آئپریس (Ypres) مے نین (Menin) گانٹ ٹرنے، مونس، شارلی روا ئے اور نیمور میں، فرانس کے خلاف حد فاصل کی حیثیت سے ولندیزیوں کو فوجی حکومت قائم رکھنے کا حق رہے۔

(۳) فرانس کو آلسیس بشمول اسٹراس برگ پر قبضہ رکھنے کی اجازت دیگئی۔ جیسا کہ صلح رزوک (Ryswick) کی رو سے اجازت مل چکی تھی، مگر اس کو قلعہائے کیل (Kehl) برائی سیک، اور فرائی برگ سے ہاتھ اٹھانا پڑا جنھیں اس نے رائن کے داہنے کنارے پر تسخیر کیا تھا۔

(۴) انتخاب کنندگان کولن و بویریہ بحال کر دئے گئے انگلستان میں خاندان ہنیوور کی جانشینی تسلیم کر لیگئی اور طرفداران خاندان اسٹوارٹ فرانس سے خارج کر دئے گئے۔

(۵) انگلستان کو جبل الطارق، مائی نورکا (Minorca) نیوفونڈلینڈ (سواحل پر بعض ماہی گیری کے حقوق کے ماتحت) خلیج ہڈسن (Hudson Bay) آرکیڈیا، اور سنیٹ کٹس ملے اور ہسپانیہ سے ایک اقرارنامے کے ذریعے اس نے سخت قیود کے ماتحت، ہسپانی سمندر کے چند شہروں سے، جو بایں غرض علیحدہ کر دئے گئے تھے،

تجارت کرنیکے حقوق حاصل کئے۔

(۶) پروشیا کی بادشاہت تسلیم کرلی گئی اور اس کو شمالی گلڈرلینڈ دیا گیا۔

(۷) صقالیہ اور میلن کا کچھ حصہ ڈیوک سیوائے کو دیا گیا، اور یہ قرار پایا کہ ڈون کرک کا قلعہ منہدم کردیا جائیگا۔

صلح یوٹریخٹ بجا طور سے لایق اعتراض ہے

صلح وائینا منعقدہ ۱۸۱۵ء کے سوا، یورپی معاملات کے بڑے سمجھوتوں میں سے شاید کسی پر بھی الزام کی ایسی بوچھار نہیں ہوئی جیسی صلح یوٹریخٹ پر۔ مگر ان تمام الزامات میں بالعموم یورپ کی عام فلاح وبہبود کی نسبت اقوام اور فرقوں کے خاص مدنظر رہے ہیں۔ اس محدود نقطۂ نظر سے خود صلح کے خلاف بہت کچھ کہا جاسکتا ہے، اور اس سے بھی زیادہ ان ذرائع کے خلاف کہا جاسکتا ہے، جو ترتیب صلح کے لئے اختیار کئے گئے تھے خفیہ صلح کے لئے، مخفی گفتگو کی چھیڑ چھاڑ کرنا، اور وہ بھی خود اپنے حلیفوں کے پس پشت، ایسی کارروائی ہے جو انگلستان کے لئے نہایت نازیبا تھی۔ کیٹالونیوں اور اہل سے وین کو بالکل غیر محفوظ لوئی اور فلپ کے رحم پر چھوڑ دینا، بعد اس کے کہ وہ اتحادیوں کے وعدوں اور مدد کے بھروسے پر اپنے فرمانرواؤں کے خلاف علم بغاوت بلند کرچکے تھے جس قدر سنگین جرم تھا اتنی ہی سخت غلطی بھی۔ اب کون برطانی ایفاء عہد پر یقین کریگا؟ فلپ کو تاج ہسپانیہ پہنے رہنے کی اور فرانس کو آلسیس پر قبضہ رکھنے کی اجازت دینا، جس سے خاندان ہیپس برگ کو نقصان پہنچے، اس طاقت کے سزاوار نہ تھا جو فرانسیسی فوقیت کی برابر مزاحمت کرتی چلی آئی ہو، اور اتحاد عظیم کے وعدوں کے خلاف تھا۔ یہ سب ایک حد تک سچ ہے۔ ہیگ اور گرٹروی ڈن برگ میں لوئی نے جو رعائتیں ملحوظ رکھی تھیں، ان کے بعد ذرا بھی شک نہیں ہے کہ وہ جنگ کا سلسلہ جاری رکھنے کے بجائے، بالآخر ایسی صلح پر دستخط کردیتا جو شہنشاہ اور اس کے حلیفوں کے لئے صلح یوٹریخٹ کے بہ نسبت زیادہ مفید ہوتی۔ یہ مانا جاسکتا ہے کہ ٹوری وزارت نے جس قدر جلد ہوسکا صلح کرلی، اور انھوں نے سوائے اپنے کسی دوسرے کی زیادہ پروا نہ کی

پھر بھی موجودہ واقعات کو تسلیم کرتی ہے۔

تاکہ جب خود انگلستان میں وراثت کا قصہ پیش آئے تو بیرونی ممالک اُن کے معاملات میں پیچیدگی پیدا نہ کریں لیکن یورپ کی فلاح کے

وسیع تر نقطۂ نظر سے صلح اوٹریخت نے پہلے صلح وسٹ فیلیا (Westphalia) کی طرح محض حالات واقعی کی کاغذ پر تصدیق وتدوین کر دی۔ اور اس نے آئندہ کے لیئے یورپ کی تنظیم بہت کچھ ڈھنگ پر کی جو اس وقت پڑ چکا تھا۔

یورپ کے معاملات کے آخری تصفیئے کے بعد سے یورپی سیاسیات میں تین بڑے تغیرات واقع ہوئے تھے:

(۱) وہ فرانس کی سچی حالت تسلیم کرتی ہے

(۱) فرانس بلاشک وشبہ یورپ کی رہنما قوم ہوگیا تھا، اور یہ بات نہ صرف اپنی وسعت، اپنے دربار کی شوکت یا اپنے بادشاہ کی حوصلہ مندی کی بنا پر، بلکہ اپنے باشندوں کی قوت وقابلیت، سرزمین کی شادابی وزرخیزی اور اپنے قدرتی محل وقوع کے باعث اسے حاصل ہوئی تھی یورپ کا ایک سمجھوتا، جو اس واقعے سے تجاہل کرے، دس سال بھی کام نہیں دے سکتا تھا، اور اتحادیوں نے اپنی دانشمندی کا ثبوت اس طرح دیا کہ فرانس کو اپنی جائز طور سے حاصل کی ہوی وقعت پر فائز رہنے دیا، اور اس وقعت کے استعمال بیجا کے خطرے سے بچنے کے لیئے اس کی سرحد پر ریاستیں قائم کیں جو فرانس کی باگ روکنے کی کافی طاقت رکھتی تھیں واقعات نے ظاہر کر دیا کہ وہ راستی پر تھے۔ آسٹریہ اور ولندیزیوں کی متحدہ قوت کا فرانس کی مخدوش یعنی شمالی سرحد پر ہونا، پروشیا اور شہنشاہ کا مشرق میں، سیوائے کا جنوب مشرق میں، اور پھر عقب میں اطالیہ آسٹریہ کا موجود ہونا یہ سب ملکر درحقیقت اٹھارھویں صدی میں فرانس کا مقابلہ کرنے کے لیئے کافی طاقتور تھے، اور جبتک (توازن دول) اور یورپی ریاستوں کا انقلاب فرانس کی تیغ آزما جمہوریت کے ہاتھوں خاتمہ نہیں ہوگیا، اسوقت تک فرانس آزادئ یورپ کے لیئے دوبارہ خطرہ نہیں ثابت ہوا۔

(۲) انگلستان کی تجارتی اور بحری فوقیت

(۲) ادھر انگلستان حصول نوآبادی اور فروغ تجارت کی اس شاہراہ پر ہولیا جس نے اس کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند ملک بنادیا ہے۔ اب وہ یہ سبق سیکھ رہا تھا کہ بیرونی سلطنت بجائے اہل ملک کی انفرادی کوشش کے اس قسم کی فتوحات سے قائم ہوگی جس کا بار فرانس نہیں اٹھا سکتا تھا۔ سمندر پر اس کی مسلمہ فوقیت کو، جس کی ابتدا معرکہ لاہوگ

سے ہوئی ہے، اور جس کو معرکہ وائیگو اور تسخیر جبل الطارق و مائی نور کا نے تقویت پہنچائی تھی، ممکن تھا کہ وقتاً فوقتاً فرانس یا ہسپانیہ تسلیم نہ کریں مگر وہ فنا نہیں کیجا سکتی تھی اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اب فرانسیسی نوآبادیاں اور ہسپانی تجارت کے فوائد انگلستان کے ہاتھ آگئے۔ اور ہسپانیہ کے ساتھ جو اقرار نامہ ہوا تھا وہ درحقیقت ایک تمہید تھا جس کے بعد انگریز بہت جلد غلاموں کی شرمناک و پر منفعت تجارت میں شریک غالب ہو گئے۔ شمالی امریکہ کی دست برداری ان نوآبادیوں کے شمال کے وسیع اقطاع پر مضبوط گرفت حاصل کرنیکا پیش خیمہ تھیں۔ یہ علاقے اٹھارھویں صدی میں بالکل اس کے تحت میں آنیوالے تھے اور اب اقلیم کے ناڈا (Canada) اور برطانی کولمبیا (Columbia) کے نام سے مشہور ہیں انگلستان کو طاقت وحقوق دیکر، جسے صرف انگلستان ہی، اپنی بحری قوت کے سبب سے مناسب طور سے استعمال کرسکتا تھا، صلح نے اُسے اس کی قومی ترقی کے حقیقی راستے پر صرف آگے ہی نہیں بڑھایا، بلکہ دنیا کی دولت و آسودگی کی افزائش میں بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔

(۳) سلطنت جرمانیہ کے شیرازے کی پراگندگی نے جس کو صلح وسٹ فیلیا نے تسلیم کیا اور

(۴) وہ فرانس کے خلاف یورپی ضمانتیں مقرر کرتی ہے

دائمی بنا دیا تھا، اصل جرمانیہ میں قومی احساس اور قومی طرز عمل کی آخری نشانی کو بھی مٹا دیا تھا۔ چھوٹی جرمانی ریاستیں طبعاً مجادلت اور مدافعت کی غرض سے شمال اور جنوب کی دو بڑی سلطنتوں یعنی پروشیا اور آسٹریا کے گرد جمع ہونے لگیں اور رائن پر فرانسیسی دست اندازی روکنے کے لئے حد فاصل کی تلاش ضروری تھی، اور یہ بات پہلی سلطنت، کو جس میں سے روح مدت دراز پہلے نکل چکی تھی، دوبارہ زندہ کرنے سے ممکن نہ تھا۔ بلکہ پیش پیش ریاستوں کی قومی فوجوں کو مفید و طاقتور بنانے سے ہو سکتا تھا۔ اسوقت جس حد تک یہ طرز عمل ممکن تھا، صلح یوٹریخت نے اختیار کیا۔ اس نے پروشیا کو رائن زیریں پر فرانس کا دربان بنایا اور اسی طرف اس کے مقبوضات اور اعزاز و وقار میں اضافہ کیا۔ تاکہ وہ اپنے فرائض زیادہ سرگرمی سے انجام دے۔ یورپ کی تاریخ مابعد اس طرز عمل کی دانشمندی کی ایک طولانی تفسیر ہے۔ بالائی رائن اور اطالیہ میں اُسی نوع کا فرض ادا کرنے میں آسٹریا کو کسی خاص تحریک کی ضرورت نہ تھی، لیکن وہ ضروری ذرائع کا افسوسناک طور پر محتاج

تھا پچھلی جنگ میں برطانیہ کے زر اور برطانیہ کی افواج ہی نے اُسے بدترین بربادی سے بچایا تھا۔ اس کو اطالیہ کا سب سے زیادہ زرخیز حصہ دیکر، اور سیوائے کی درمیانی ریاست کے ذریعے اس کو فرانسیسی حملوں سے بچا کر صلح نے جو کچھ ممکن تھا، وہ سب فرانسیسی مظالم کے اعادے کے خلاف یورپ کے مورچے مستحکم کرنے میں کیا، اگر دوسری طرف خاندانِ ہیپس برگ کی خاندانی ہوس کو خوب سینچا ٭

صلح کے فوائد

اگر یورپ کو، اپنے وسیع تر مفاد کے نقطۂ نظر سے صلح یوٹریخٹ پر نکتہ چینی کرنے کی معقول وجہ نہ تھی، تو اقوام بھی شکایت نہیں کر سکتی تھیں کہ ان کے قومی حوصلوں سے نامناسب طور پر قطع نظر کی گئی ہے۔ آسٹریائی ندرلینڈ کے سرحدی قلعوں کی عجیب تدبیر کے باوجود صوبہ جاتِ متحدہ کو فرانس کی دست اندازی اور انیٹورپ کی رقابت کے خلاف ایسی حفاظت حاصل ہوئی، جو ہسپانی ندرلینڈ سے کسی طور کم کارگر نہ تھی۔ ہسپانی تجارت میں دوسروں کی حصہ داری اور انگلستان کی بیرونی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ سے بحری اقوام کی تجارت میں توسیع ہو گئی پس ہتھیار اُٹھانے سے جو متعدد مقاصد متصور تھے ان میں سب سے بڑا مقصد حاصل ہو گیا۔ پرتگالیہ کی خودمختاری برقرار رہی اور باتھوین کی ترتیب ادی ہوئی صلح کے ذریعے سے، اس کی انگلستان کے ساتھ ایک اہم اور منافع بخش تجارت جاری ہو گئی۔ درمیانی ریاست کی حیثیت سے، سیوائے کی سیاسی اہمیت باقی رہی، اور اس کو ترغیب دی گئی کہ خود کو زیادہ نمایاں طور پر ایک اطالوی ریاست بنا لے۔ پروشیا آزاد سلطنتوں کی برادری میں شریک کر لیا گیا۔ اور ہسپانیہ بھی جو اپنی سلطنت کی کلیت کھو بیٹھا تھا، اپنے انتخاب کئے ہوئے بادشاہ کو تخت پر قائم رکھ سکا۔ صلح کی یہی وہ شرط ہے جس پر بہت شدت سے مگر بیجا حملہ کیا گیا ہے۔ صلح کے نکتہ چین کہتے ہیں کہ وراثتِ ہسپانی کی جنگ صرف اسواسطے چھیڑی گئی تھی تاکہ خاندان ہیپس برگ کو تخت ہسپانیہ پر بیٹھنے سے روکا جائے، اور گیارہ سال کی غارتگر خونریزی کے بعد صلح یوٹریخٹ نے فرانس اور ہسپانیہ کے دو تاجوں کے اسی اتحاد کی اجازت دیدی، جس کو ناممکن بنانے کے لئے اتحادِ عظیم کی ترکیب عمل میں آئی تھی ایسے طرزِ عمل کے برے نتائج دکھانے کی غرض سے اٹھارھویں صدی کے معاہداتِ خاندانی پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ صاف صاف تسلیم

کیا جاسکتا ہے کہ ہیپس برگ اور بور بون کے خاندانوں کے درمیانی تعلقات، صلح یوٹریخٹ کے ترتیب دئے ہوئے سمجھوتے کا سب سے کم اطمینان بخش حصہ ہیں، اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اسقدر دشوار تھے کہ اطمینان بخش طور پر ان کا تصفیہ نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ آرچ ڈیوک چارلس معاہدۂ تقسیم کے ماتحت، یا ابتداء جنگ میں ہسپانی قوم پر مسلط کردیا جاتا۔ لیکن ۱۷۱۳ء میں یہ امر ناممکن ہوگیا تھا جبکہ خود ہسپانیوں نے فرانسیسی مدد سے اسکو نکالدیا۔ پھر جب چارلس اپنے بھائی جوزف کی موت کے بعد شہنشاہ ہوگیا تو یہ بات بالکل ہی خارج از بحث ہوگئی۔ غرض فلپ پنجم تخت ہسپانیہ ہی پر رہا اس واسطے کہ اور کوئی ایسا نہ تھا جو وہاں بٹھایا جاسکتا۔ واقعات نے جلد ظاہر کردیا کہ آسٹریہ ہسپانیہ کے مقابلے میں نیپلس اور صقالیہ پر قبضہ کبھی نہیں رکھ سکتا تھا، اس پر فتح پانا تو قطعی محال تھا صلح یوٹریکٹ کی کمزوری، یعنی معاہدات خاندانی کے ماننے سے یورپ کو خطرے میں ڈالنے پر اگرچہ حد سے زیادہ زور دیا گیا ہے مگر یہ کمزوری کبھی جن اسباب سے پیدا ہوی ان پر صلح کی گفت وشنید کرنے والوں کا کوئی قابو نہ تھا، یعنی خاندان ہیپس برگ کی فطرتی کمزوری پر۔ یورپ کے لیئے خاندانی معاہدات سے پیدا ہونے والے خطرے اس واقعے میں پوشیدہ نہ تھے کہ فرانس اور ہسپانیہ حقیقتہً آسٹریہ، ریاستہائے میلن اور نیپلس کی نسبت زیادہ طاقتور تھے، یہ کہ وہ اپنے مواقع کو کام میں لانیکی اس سے بدرجہا زیادہ قابلیت رکھتے تھے، جو خاندان بوربون اور اس کے سیاسی مشیر کاروں کی وجہ امتیاز ہے ٭

وہ سترھویں صدی کا خاتمہ کرتی ہے

درحقیقت سترھویں صدی صلح یوٹریخٹ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ اس صدی کی پیدا کی ہوئی سرگرمی اور ہوس کو اِس صلح میں یا تو تکمیل نصیب ہوئی یا خاتمہ ہوگیا۔ یورپ پر سیادت قائم کرنے کے لیئے فرانس کی کوشش، جس سے اس صدی کی نمائشی دلچسپی وابستہ ہے، ناکام ہوئی۔ برخلاف اس کے، انگلستان کا عزم دنیا کی تجارتی رہبری حاصل کرنے کیلئے پروشیا کی کوشش جرمانیہ کی سیادت کے لیئے، آسٹریہ کی سعی ڈینیوب کے بائیں کنارے پر حکومت اور اطالیہ میں قدم جمانے کے لیئے کامیابی پر کامیابی حاصل کرتی ہیں۔ پیسارووٹز (Passarovitch) اور نیس ٹاٹ (Nystadt) کی رو سے، جو

صلح یوٹریخٹ کے بعد مرتب کی گئی جس طرح صلح وسٹ فیلیا کے بعد معاہدات اُوتلیوا اور پائرینیز کی ترتیب ہوئی۔ شمال میں سویڈن اور پولینڈ کو روس اور پروشیا کے سامنے سے ہٹنا پڑتا ہے اور ترکی پروتھ اور بحیرۂ اسود پر روس کے آمنے سامنے آجاتا ہے۔ صلح وسٹ فیلیا میں، صدی کے مذہبی خصومات کی مناسب عقدہ کشائی ہو گئی۔ یوٹریخٹ اور نیشٹاٹ کے معاہدات میں صدی کے سیاسی مسائل کا مناسب جواب مل گیا۔ رائن کے لئے خاندان ہیپس برگ اور خاندان بوربون کی رقابت ختم ہو گئی پروشیا کا فروغ روس کا عروج، انگلستان کی ترقی، سویڈن کی ناکامی عثمانی ترکوں کا انحطاط مسلّم واقعات تھے، جن کو معاہدات نے تسلیم کیا اور پیش نظر رکھ کر تصفیہ کیا۔

اب یورپ کے بڑے سیاسی مسائل کی صورت کچھ مختلف ہو جاتی ہے۔ جب آسٹریا کی ہسپانی خاندان کی قوت یوٹریخٹ میں ٹوٹ جاتی ہے تو فرانسیسی جرمانی مسئلہ فرانسیسی شہنشاہی سلسلے کی جگہ لے لیتا ہے جیسے جیسے روس پروتھ کی جانب بڑھتا ہے اور ترک ڈینیوب کے پیچھے ہٹتے ہیں، تو مسئلہ شرقی پیدا ہو جاتا ہے۔ جب برطانی تجارت دنیا کے ہر حصے میں نظر آنے لگتے ہیں، تو انگلستان اور فرانس کی پرانی رقابت دوسری صد سالہ جنگ کی صورت میں بار بار بھڑک اٹھتی ہے۔ مگر یہ مسائل آنے والے ایام سے تعلق رکھتے ہیں، اور جب وہ پیش آتے ہیں تو سترھویں صدی کے مسائل جنھوں نے ان کو پیدا کیا تھا، گذشتہ تاریخ کی صورت میں گزر جاتے ہیں۔

لوئی چہاردہم کے آخری ایام

ابھی دو طولانی سال باقی تھے قبل اس کے کہ سترھویں صدی کی اہم ترین شخصیت زندگی کے تنازعات اور مایوسیوں سے نجات پائے۔ یہ ایام خانگی مصائب اور جمہوری تیرہ بختی کے ایام تھے۔

۱۷۱۱ء کے ناہنجار سال میں ڈافین اور اس کا بڑا بیٹا ڈیوک برگنڈی، فے نیلون (Fenelon) کا شاگرد رشید، چیچک سے مر گیا اب تخت فرانس کا وارث شیر خوار ڈیوک آنژو تھا اور شاہی خاندان کا ایک حقدار رکن، جو نا اہلی کی صلاحیت رکھتا تھا، اوباش و ملحد فلپ والی آرلیانس تھا۔ جب لوئی چہاردہم مستقبل پر نظر ڈالتا تھا، تو جس چیز سے وہ ڈرتا تھا، اس کے سوائے فرانس کی قسمت میں اور کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ جب وہ حال کی طرف نظر کرتا تھا، تو غم فزا تیرہ بختی کی دھندلی تصویر پیش نظر

ہوتی تھی جمہوری معاملات کو بہتر بنانے سے مایوس ہو کر، لوئی نے اپنی زندگی کے آخری ایام کو سرگرم خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے شغل میں صرف کیا میڈیم ڈمین ٹی نون کی تاکید سے اُس نے اپنے ملک سے الحاد کی بیخ کنی کا عزم کرلیا کہ ابھی تک اس کا امکان تھا۔ اس نے جان سینیوں (Jausenists) پر حملہ کیا، پوپ کلیمنٹ یازدہم سے ان پر فتوائے کفر لکھوالیا، اور پورٹ روائل منہدم کردیا، جو فرانس کی تیز ترین عقول اور غالباً شریف ترین نفوس کا گھر تھا۔ ادائے فرائض

اسکی موت ۱۷۱۵ء

کے اس جھگڑے میں خود اسکا وقت آپہنچا اور پندرھویں ستمبر ۱۷۱۵ء کو اس عظیم الشان بادشاہ نے آخری سانس لیا اور پنج سالہ کمزور بچے کو اپنی طاقت کا وارث چھوڑ گیا۔ یہ ایک شخص کا، جو اکثر غلطی پر ہوتا تھا۔ مگر جادۂ شرافت سے کبھی نہیں ہٹا غم انگیز و حسرتناک خاتمہ تھا۔ درحقیقت آفتاب تند و تاریک ابر میں مخفی ہوگیا تاہم تاریخ کے صفحوں پر، وہ تمام ہمعصر سلاطین پر صریح فوقیت کی آب و تاب سے چمکتا ہے اور بیشتر سلاطین و مدبرین کے بارے میں جس صداقت و سچائی سے کہا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ سچائی سے لوئی کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عہد حکومت کے اثناء میں، جو نصف صدی سے زیادہ حصے پر حاوی رہا، اُس کے ہر منصوبے کی وجہ تحریک اور تہ میں اپنے ملک کی عظمت اور خوشحالی تھی۔

تمت

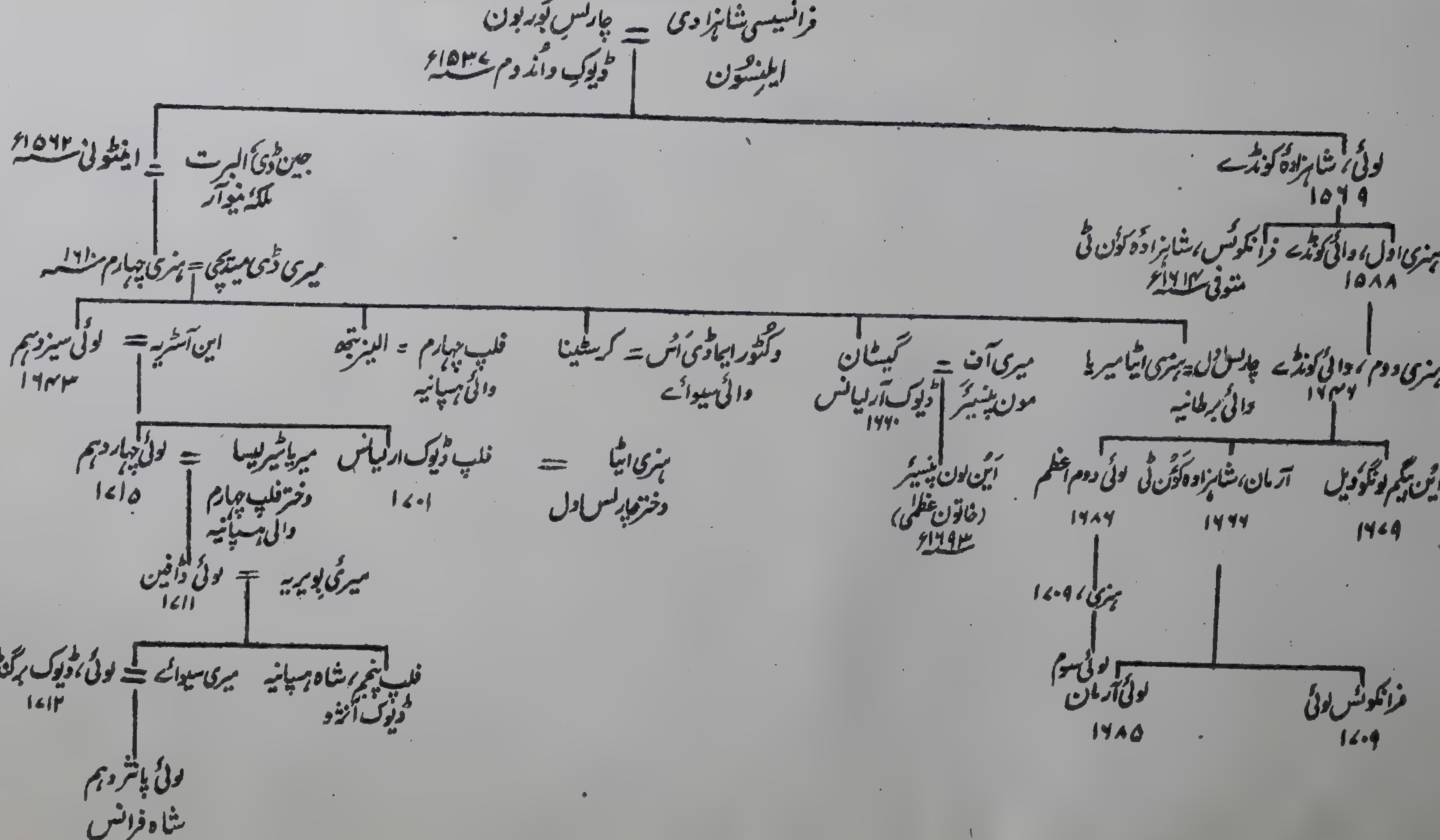
ضمیمہ الف

	انگلستان	فرانس	سلطنت	ہسپانیہ	ریاست پاپائی	برانڈن برگ	سویڈن	روس	ترکی	ڈنمارک
۱۵۹۸ ۱۶۰۳	الزبتھ جیمس اول	ہنری چہارم	روڈولف دوم	فلپ سوم	کلیمنٹ ہشتم	یوآکیم فریڈرک	سجمنڈ والیٔ پولینڈ	بوریس گوڈونوف	محمد ثالث احمد	کرسچین چہارم ......
۱۶۰۴							چارلس نہم	......	......	......
۱۶۰۵	......	......	......	......	پال پنجم			ایام پرآشوب	......	......
۱۶۰۸	......	......	......	......	......	جان سجمنڈ	......	......	......	......
۱۶۱۰	......	لوئی سیزدہم	......	......	......	......	گسٹیوس اڈولفس	......	......	......
۱۶۱۱										
۱۶۱۲	......	......	میتھائس					مائیکل رومے نوف	......	......
۱۶۱۷									مصطفیٰ اول ...	......
۱۶۱۸									عثمان ثانی ...	......
۱۶۱۹	......	......	فرڈی نینڈ دوم			جارج ولیم				
۱۶۲۱	......	......	......	فلپ چہارم	گریگوری پانزدہم					
۱۶۲۲									مصطفیٰ اول (بحال)	......
۱۶۲۳									مراد چہارم ...	......
۱۶۲۴	......	......	......	......	اربن ہشتم					
۱۶۲۵	چارلس اول									
۱۶۳۲	......	......	......	......	......	......	کرسٹینا	......	......	......
۱۶۳۷	......	......	فرڈی نینڈ سوم							
۱۶۴۰						فریڈرک ولیم			ابراہیم	......
۱۶۴۳	......	لوئی چہاردہم وفات ۱۷۱۵ء								
۱۶۴۴					انوسینٹ دہم					
۱۶۴۵								الکسیس	......	......
۱۶۴۸									محمد رابع	فریڈرک سوم ...
۱۶۴۹	دولت جمہوریہ									
۱۶۵۴							چارلس دہم	......	......	......
۱۶۵۵	......	......	......	......	الگزینڈر ہفتم		...			

	انگلستان	فرانس	سلطنت	ہسپانیہ	ریاست بابائی	برانڈن برگ	سویڈن	روس	ترکی	ڈنمارک
	الزبتھ جیمس اول..	ہنری چہارم......	روڈلف دوم......	فلپ سوم......	کلیمنٹ ہشتم......	یواکیم فریڈرک......	سجسمنڈ وائی پولینڈ......	بوریس گوڈونوف	محمد ثالث احمد......	کرسچین چہارم...
۱۶۵۸	....	....	لیوپولڈ اول							
۱۶۶۰	چارلس دوم						چارلس یازدہم	....	....	....
۱۶۶۵	....	....	....	چارلس دوم						
۱۶۶۷	....	....	....	....	کلیمنٹ نہم					
۱۶۷۰	....	....	....	....	کلیمنٹ دہم					کرسچین پنجم
۱۶۷۶	....	....	....	....	انوسینٹ یازدہم			تھیوڈور......	....	....
۱۶۸۲								پیٹر و آیوان...	....	....
۱۶۸۵	جیمس دوم								سلیمان ثانی	....
۱۶۸۶										
۱۶۸۸	ولیم سوم					فریڈرک سوم		پیٹر اعظم، وفات ۱۷۲۵ء		
۱۶۸۹	....	....	....	....	الکزنڈر ہشتم					
۱۶۹۱	....	....	....	....	انوسینٹ دوازدہم				احمد ثانی......	....
۱۶۹۵									مصطفی ثانی......	....
۱۶۹۷							چارلس دوازدہم، وفات ۱۷۱۸ء	....	....	
۱۶۹۹										فریڈرک چہارم، وفات ۱۷۳۰ء
۱۷۰۰	....	....	....	فلپ پنجم وفات ۱۷۴۶ء	کلیمنٹ یازدہم وفات ۱۷۲۱ء					
۱۷۰۲	این									
۱۷۰۳									احمد ثالث، معزول کیا گیا ۱۷۳۰ء	....
۱۷۰۵	....	....	جوزف اول							
۱۷۱۱	....	....	چارلس ششم وفات ۱۷۴۰ء							
۱۷۱۳						فریڈرک ولیم متوفی ۱۷۴۰ء	....	....	....	....
۱۷۱۴	جارج اول، وفات ۱۷۲۷ء									


ضمیمہ (ب)

خاندان بوربون




ضمیمہ (ج)

وراثتِ کلیوز۔یولک



ضمیمہ (ﮪ)

وراثت ہسپانی



غلط نامہ عروج فرانس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٢	٣	٤
١	٥	دپارسی	دیاری
٣	٢٥	valors	valois
٥	٢٣	برخواست	برخاست
٨	٢٠	تھے ملک	تھے تاہم ملک
٩	٧	الیانیۃ	المانیہ
١١	٢٥	ہوگیا بایں ہمہ	ہوگیا تھا بایں ہمہ
١٢	٢٢	لوتھر	لوتھری
١٣	١٢	دوسرے تک	دوسرے سرے تک
١٨	١٧	بیجنے	بیچنے
٢٦	١٨	Ducde	Duc de
٢٨	١٨	اونی	اوسنے
٢٩	١	دامنہ	دامن
٥	١٤	کھانگ	گکانگ
٣٢	٦	مخاذ	محاذ
"	٢٣	جن	جس
٣٣	٣	تھے	تھی
٣٥	٢٠	وہ صلاح	صلاح
"	٢٢ خط شمسی	سنہ ١٦٠٤ء	سنہ ١٦١٤ء
٣٩	ذیلی ١٦	دیوک	ڈیوک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٢	٣	٤
٣٩	١٦	ہیوگونو	ہیوگونو
٤٣	١٥	کالونیت	کالونیت
"	٢٣	Cons tance	Constance
"	"	Basie	Basel
٤٦	١٤	جے سوئٹ	جے زوئٹ
٤٧	١٩	Ingolstat	Ingolstadt
٤٨	١٦	کالونیوں کی حالت	١۔ کالونیوں کی حالت
٤٩	٥	راہدہ	معاہدہ
٥٠	٨	شمالی	شمال
٥٣	٢	برانڈن کے	برانڈن برگ کے
"	٥	سلطان	سلطانی
"	١٣	بوہیمیہ	بوہیمیہ میں
"	٢٠	Estelas	Estates
٥٤	٤	بوسیمی	بوہیمی
"	١٤	نٹزواور	نٹز اور
٥٥	٤	Sturea	Styria
"	١٤	ے	کے
٥٧	١٩	دجیمس ارل	جیمس اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۵	پہنچائیگی	پہنچائیگا
۶۲	۷	تھا جرمنی	تھا تو جرمنی
۶۵	۱۲	نظم لنسق	نظم ونسق
"	۱۹	فلب	فلپ
۶۶	۷	ہینک	ہینگ
۶۷	۲۴	دور	اور
"	"	برنشوک	برنسوک
۶۸	۳	پہنادے	پہنادے
۶۹	۱۳	ٹیکی	ٹیلی
"	۱۸	۱۶۲۵ء آغاز گے	۱۶۲۵ء کے آغاز کے
۷۰	۱۳ حاشیہ	ڈنمارک گی	ڈنمارک کی
۷۱	۱۸	البرٹ خون	البرٹ فون
"	۲۰	Brethre	Brethren
۷۲	۱۴	ہٹہ گئی	پٹہ گئی
"	۱۵	سٹائن	شٹائن
"	۲۳	پہا	پہنا
۷۵	۲۱	کہ س	کہ اس
۷۷	۹	یوہیی	بوہیمی
۸۱	۸	لسند	ناپسند
۸۳	۶	بالٹرک	بالٹک
۸۵	۲۴	ساحل	ساحلی
۸۶	۲۱	سکے	کے
۸۸	۲۱	۱۳۳۰ء	۱۶۳۰ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۸	۲۵	دیٹت	دیٹت
۸۹	۱۸ حاشیہ	Jealonsy Gustavous	Jealousy of Gustavus
۹۱	۲	Pennary	in Germany
۹۵	۱۳	کی تھی	کی تھیں
"	۱۸	Euangelic-oram	Evangelic-orum
۹۷	۱۰	کے	کی
۹۸	۱	اپنے	اپنی
۹۹	۲۳	کرے	کرلے
۱۰۱	۱۴	گئی	گئیں
۱۰۲	۴	پلزنی میں	پلزن
"	"	اُسن	اُس
"	۱۲	Deverew	Devereux
"	۱۷	ہو	ہوا
"	"	کے	کہ
۱۰۴	۲	شاہنستی	شاہنشہی
"	۲۵	تنازخات	تنازعات
۱۰۶	۲۴	Habhes	Hobbes
۱۰۷	[illegible]	Homohominilupus.	Homo Homonilupus
"	۲۳	ساون	ساون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۷	۲۳	Saoune	Saone
"	"	Some	Somme
۱۰۸	۵	پرنیز	پیری نیز
"	۶	ہوئی	ہوئے
"	۸	پیرنیز	پیری نیز
"	۱۳	Solfereno	Solferino
"	۱۸	Legue	League
"	۲۵	انزبروک	انزبروک
"	"	Innsorooke	Innsbruck
۱۰۹	۳	Tyrol	Tirol
"	۸	۷ جون ۱۵۰۹ء	جون ۱۵۰۹ء
"	۱۲	۱۶۲۲ء	۱۶۲۴ء
"	۱۶	ادنی سمندر	ادنی اد سمندر
"	۲۴	۱۶۳۷ء	۱۶۲۷ء
"	۲۵	کے	کی
۱۱۰	۵	فراٹ	فیراٹ
"	۹	Genevere	Genevre
۱۱۱	۲۴	بیڑوالدے	ہیروالڈے
۱۱۲	۱۱	Ehrenbrietstian	Ehrenbreitstein
"	۱۴	Loraeue	Lorraine
"	"	کے	کی
"	۱۶	۱۰۳۴ء	۱۶۳۴ء
۱۱۲	۱۹	اپنے	اپنی
۱۱۵	۴	فرالی	فرائی
"	۳	Rhine Felden	Rheinfelden
"	۳	Frieburg	Freiburg
۱۱۷	۶	کرسنکا	کرسکا
"	۷	Cordinal in faut	Cordinal-infant
"	۸	Gonde	Conde
"	۱۰	گھرے	گھیرے
۱۱۹	۸	Koin	Koln
"	۱۶	Bregens	Bregenz
۱۲۰	۱۳	Deputis	Deputies
۱۲۱	۶	رائنیہ	رانیہ
"	۱۰	سیکسی	سیکسنی
۱۲۲	۶	ماگ.ی	ماگڈی
"	۱۹	رائنیہ	رانیہ
"	۲۲	رائنیہ	رانیہ
"	۲۳	Comin	Camin
"	۲۴	"	"
۱۲۳	۲	فراس	فرانس
"	۲	راغ	زاغ
"	۴	Toal	Toul

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۴	۸	شالیں	مثالیں
۱۲۶	۲	بالٹیک	بالٹک
″	۵	پیچے	پیچھے
″	۹	قوم	قدم
″	۱۸	ترکس	ترکی
″	۱۹	Interitance	inheritance
″	۲۰	قصہ	فرونڈ
۱۲۸	۵	گے	کی
″	۱۰	برڈسیلز	بروسیلز
″	۱۳	وتھی اس ویل	تھی آن ویل
″	۱۴	Thien	Thion
۱۳۰	۶	ہبنک	سینک
۱۳۶	۷	ضابطہ	ضابطہ
۱۴۰	۱۰	Soisons	Soissons
″	۱۱	duchess de Cheveruese	duchesse de Chevreuse
″	۱۲	ڈلا	دلا
″	″	Lavaletts	La valette
۱۴۴	۱۹	دیا گیا	دیا
۱۴۵	۱۵	Louvors	Louvois
″	۲۵	Leyons	Lyons
۱۴۶	۹	Mome de combale	Madame de combalet
″	۱۴	Sehomberg	Schomberg

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶	۲۱	Elbeouf	Elhoeuf
۱۴۸	۸	سینگنگ مارس	سیلنگنگ مارس
″	۱۴	Sedar	Sedan
″	″	Cinque-mars	Cinq-Mars
۱۵۰	۲۳	عرض	غرض
″	۲۵	Peregosoph massarini	Perejoseph mazzarini
۱۵۱	۲		
″	۳	پورپ	پوپ
″	۱۳	اچنبھے	اچنبے
″	۱۶	mercoeur	mercocur
۱۵۲	۶	بدرنگ	بدشکل
۱۵۳	۷	اندراج کو	اندراج فرمان کو
″	۱۸	ہونا	ہوتا
″	″	ماتساریني	مازارین
نوٹ۔ ماتساریني غلطی کتابت ہے۔ مقساریني کی جگہ مازارین پڑھا جائے			
۱۵۴	۱۲	Chambredes Loues	Chambre de S. Louis
۱۵۵	۱۰	بلکہ عوام	بلکہ اندیشہ مند عوام
″	۱۵	زیردستی	زبردستی

1 Bouteville ——— Bouttauville — صفحہ ۱۳۱ سطر ۲۴

2 Montmolency ——— Montmorency — صفحہ ۱۳۱ سطر ۲۴

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۲۵	پورپی	یورپی
۱۵۶	۱۲	Noblene de larobe	Noblesse de la robe
"	۱۳	Roi de balles	Roi deshalles
"	۱۴	معصوم حقوق عوام	حقوق عوام
۱۵۷		St Germanis'	St. Germain
"	۶	Statis-quo	Status-quo
"	۵	(+)	mole
"	"	وساطت ہے	وساطت سے
"	۷	male	Ruel
"	۱۸	Guieune	Guienne
"	۲۰	فرونڈشروع	فرونڈپھرشروع
۱۵۸	۸	Leovine	Lionne
"	۱۵	فرانڈ	فرونڈ
"	۱۸	نیموس	نیموریس
"	۱۹	Trimouille	Tremouille
"	۲۱	Tuerinne	Turenne
۱۵۹	۸	جوش	کاجوش
"	۵	Blenoi	Blenau
"	۷	Faubourgs Antoinne	Faubourg S. Antoine

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۱۸	بلکہ ایسا	بلکہ ایک ایسا
۱۶۱	۱۰	پرے نیر	پرے نیز
۱۶۲	۵	نواڈرلنگین	نورڈلنگین
"	۱۸	ذریبے	ذریعے
	۲۰	امراسکے	امراسے
۱۶۳	۲۱	فطرتی	فطری
۱۶۴	۴	Holland	Halland
	۱۹	Holstien	Holstein
۱۶۷	۲۴	جب تک	جب ایک
۱۶۷	۲	Holland	Halland
۱۶۸	۱۰	نختگی	پختگی
۱۶۵	۱۵	Witts tock	Wittstock
۱۶۷	۲۳	l ' Enclos	L' Enclos
۱۶۹	۱۹	سے	کی حکمرانی سے
۱۶۸	۱۱	messinius	Messenius
۱۷۰	۱۹	پلوجی	پوجی
"	۲۳	"	"
۱۷۱	۱	چھڑآیا	چھڑایا
"	۱۲	کوئنکس	کونینگس
۱۷۴	۲۳	اوڈٹا	اورنا
۱۷۵	۱	magdeburg	Magdeburg

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۵	۲۴	دیئت	دیت
۱۷۶	″	وسط	واسطہ
۱۷۷	۲	صلح نام	صلحنامہ
″	۱۴	کازیبر	کازی میر
۱۷۸	۲۲	ہوگئی	ہوگئے
″	″	صلح نام گوپن ہیگن	صلحنامہ کوپن ہیگن
۱۸۲	۱۲	پستوں	پشتوں
۱۸۳	۳	Villoron	Villeroy
″	۴	Boilean	Boileau
۱۸۵	۱۰	Grand	Grand monarque
″	۲۴	میسحت	میسحیت
۱۸۶	۱۳	Magic	Magi
۱۸۷	۲۱	دراسائٹے	وارسائٹے
۱۸۸	۱۳	غیر منتظم شدہ	غیر تنظیم شدہ
″	۱۵	سہرااور اصل	سہرا دراصل
″	۱۸	Colbart	Colbert
″	۲۰	Letell	Le Tellier
۱۹۰	۴	بھقیجوں	بھتیجوں
″	۰	Nicholas Fouquet	Abbe Foqeut
″	۰	Abbe Foquet	Nicholas Foquet

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۱	۲۳	سنرتے	سنرانے
۱۹۳	۲۱و۲۲	انٹنڈان (نظراء)	اجارہ داران مالگزاری کی
″	″	کتہ داران مالگزاری کی نگرانی کیلئے پھر	نگرانی کیلئے پھر ناظر (انٹنڈنٹ) مقرر
″	″	مقرر کئے گئے	کئے گئے
″	۲۵	Compteoller	Controller
۱۹۳	۱۸	بالضرور	ضرور بالضرور
۱۹۴	۱۰	کی	کے
۱۹۵	۲۰	نیل	نیل
″	۲۴	Mamfae	Manufacturer
۱۹۶	۱	اا تشناء	استثنا
″	۵	صدی	صدی میں
″	۷	محرم	محروم
۱۹۷	۱۸	سمجھے	سمجھتے
۱۹۹	۲۱	کے خطے	کے وسیع خطے
۲۰۰	۱۹	اپنی	اپنی
″	۲۱	لڑالیاں	لڑائیاں
۲۰۱	۲	اورحکومت	اور اپنی حکومت
″	۵	مشنزیوں	مشنریوں
۲۰۳	۴	شایل	شامل
″	۷	Barueveldt	Barnwaldt

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۳	۸	ded witt	De Witt
〃	۱۵	Sweedn	Sweden
۲۰۴	۱۰	کے	کی
〃	۱۵	Avrgnon	Avignon
〃	۱۶	Marcebal	Marechal
〃	〃	Duplessis-praslin	Du Plessis-praslin
۲۰۵	۴	Sehonberg	Schomberg
〃	۱۳	Fiwallade	Feuillade
〃	۱۵	Road	Raab
〃	۱۸	۱۶۱۷ء	۱۶۶۷ء
〃	۲۳	دراثت	وراثت
〃	〃	Devolution	Law of Devolution
۲۰۶	۷	Towarnai	Tournay
〃	۱۶	Walier	Walter
۲۰۷	۴	Mddiro	Medird
〃	۹	سلث	مثلث
〃	〃	Seheldt	Scheldt
〃	۱۰	ڈی ڈٹ	ڈی وٹ
〃	〃	Feusionary	Pensionary

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۸	۲۲	Le Hogue	Le Hague
۲۰۹	۱	دُستراد	دستراد
〃	۱۰	Possedents	Possidentes
〃	〃	یک	ایک
〃	۱۸	Towarnai	Tournai
〃	۱۹	زیرین	ادنے
〃	۲۰	سبجتا	سمجھتا
〃	۲۴	Aix-le-	Aix-la
۲۱۰	۱	Owdemeade	Oudenarde
〃		Armentier-res	Armentieres
〃	〃	Begues	Bergues
〃	۲۱	مزاپائے	سراپائے
۲۱۲	۲۳	۱۶۷۰۰۷۲ء	۱۶۷۰-۷۲ء
〃	۱۷	ڈریگٹ	ڈریکٹ
〃	〃	Dordreeht	Dordrecht
〃	۸	گلدرلینڈ	گلڈرلینڈ
۲۱۳	〃	قوم کو	قوم کا
〃	۱۴	صوبہ طبات	صوبہ جات
〃	۲۱	فرانسو لینڈ	فرانش لینڈ
۲۱۴	۱۰	تمابیر	تدبیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۱۵	جووآزادی	جوآزادی
۲۱۵	۴	ہیک	ہیگ
″	۱۰	حرفتہ	حرفہ
″	۱۱	یعنے	شخصے
″	۱۸	اکمر	اگر
″	۲۰	a srlent	The Silent
″	۲۱	Mewrice	Maurice
″	۲۵	سپتمبر	جنت پہ سپتمبر
۲۱۶	۱۵	کمپنیوں	کمپنی
″	۱۷	دمیاٹا	اغیاٹا
″	۲۴	ہنیا	انسا
″	″	Hausan	Hansa
۲۱۷	۶	Brazel	Brazil
″	۷	Jew	New
۲۱۹	۸	Adivcate	Advocate
″	۲۲	بارن اولٹ	بارن والٹ
۲۲۱	۱۲	ہیک	ہیگ
۲۲۳	″	Doris Laus	Dorislaus
۲۲۴	۱۵	Crom Will	Cromwell
″	۱۹	Stuarts	Stuart
۲۲۵	۱۴	Marchauts	Messieurs les marchands

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۱۸	Guinee	Guinea
″	۱۹	Gorie	Goree
۲۲۶	۵	Monke	Monk
″	۲۰	برانڈان	برانڈن
۲۲۷	۱۲	روچسپٹر	روچیسٹر
۲۳۱	۸	Manede	Madamede
۲۳۲	۱۸	Douer	Dover
۲۳۴	۳	داولی	وادی
″	۷	۳۱رمئی	۳۱مئی کو
″	۱۱	رائن برک	رائن برگ
″	″	Brick	Burick
″	۱۳	گلدر	گلڈر
″	۲۴	کل فوج دیا	کل فوج کے دیا
۲۳۵	۱۶	Liors	Livres
″	۲۴	زیرہ سرکردگی	کے زیر سرکردگی
۲۳۶	۱۴	Lorraine	Lorraine
۲۳۷	″	Nickar	Neckar
۲۳۸	۵	Strassberg	Strassburg
″	۶	Muhl hanseu	Machlhausen
″	۲۳	Sasback	Sasbach

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۹	۷	سویدی	سویڈی
〃	۸	ے	نے
〃	۹	Fehrebellin	Fehrbellin
〃	۱۸	کی	کے
۲۴۰	۱۰	کامحی	کامٹی
۲۴۲	۲	ایک نصب العین	ایک یقینی نصب العین
〃	۱۱	Talleyradn	Talleyrand
〃	۱۶	سہردینے	سہرو یینے
〃	۲۴	یٹوزین	ٹیورین
۲۴۳	۷	(Le	(La
۲۴۵	۱۱	کرتاتھا	کرتا تھا
۲۴۶	۵	ایک ستلے	ایک شعلے
۲۴۷	۷	مجلس	مجالس
〃	۱۹	Hilde-Braudine	Hilde-brandine
۲۵۰	۱۸	نام	کے نام
۲۵۱	۱۶	پہنچانا	پہنچاتا
۲۵۲	۲۳	Besonoon	Besanoon
۲۵۵	۱	Zweibriicken	Zweibrucken
〃	۲	Saar Briick	Saar bruck
۲۵۵	حاشیہ بمحاذی سطر ۹۹۸	•	اسٹراس برگ پر قبضہ سنہ ۱۶۸۱ء
〃	۲۲	میں ٹو	میں ٹو آ
۲۵۶	۵	شیلو	شیلون
۲۵۷	۱۶	اوگز برگ	آؤگز برگ
۲۵۸	۱۷	ایمسیٹروم	ایمسیٹرڈم
۲۶۰	۲	ولیم اورنیمور	ولیم کانیمور
〃	۲۲	ائرلینڈ	آئرلینڈ
〃	۲۳	Russel	Russell
۲۶۱	۷	ئیل	ٹیل
〃	۱۱	Pont Chartrain	Pontchartrain
۲۶۲	۱۲	فرانس کے	فرانس کو
۲۶۳	۱۱	لودٹنز	لودٹز
۲۶۴	۱۰	Wallachs	Wallach
〃	۱۱	Serbs	Serb
〃	۱۸	مزاحمت اتراک	ترکوں کی مزاحمت
۲۶۵	۲۰	اتراک کے جبلی	ترکوں کے جبلی
〃	۱۸	رہی	رہتی
۲۶۸	۱۷	۱۳۹۶ء	سنہ ۱۲۹۶ء
۲۷۰	۸	Practorian	Praetorian
	۱۲	Cyprus	Lepanto
۲۷۰	۱۳	Cyorus	Cyprus

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۲	۸	اتراک	ترک
۲۷۴	"	موسے نیکو	موسے نیگو
"	۹	۱۶۵۹ء	۱۶۵۹ء میں
"	"	کرکے	کرنے سے
"	۱۰	کرنے کے	کے
"	۱۹	New Hausen	Neuhausen
۲۷۶	۲۰	Robespire	Robes pierre
"	خاتمۂ باب کی سطر ۱۰	×	انکے معاصری منادہ دستوری ادارات
۲۷۸	۷	Roman of	Roman off
۲۷۹	۳	Lovise	Louise
"	۱۶	Wies no wfeski	Wiesno wiescki
۲۸۷	۵	Bukzacs	Buczacz
"	۱۴	Coczen	Choczim
۲۸۱	۲	شہرا	سہرا
"	۱۷	بیخ کسی	بیخ کنی
"	۲۲	Apaffy	Apafy
۲۸۲	۱۶	ٹورین	لورین
"	"	Lorrano	Lorraine
۲۸۳	۴	Cra cow	Cracow
"	۸	Stephen	Stephen's

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۳	۱۳	Holly	Holy
"	۲۲	بازاراوں	بازاروں
۲۸۴	۲۱	×	Croatia
"	۲۴	دینیوب	ڈینوب
۲۸۵	۱۱	کیوپرلی	کیوپریلی
"	۱۷	Sche lenkeman	Szce lankemen
"	"	بادین	باڈین
۲۸۵	۲۲	Zentu	Zenta
"	۲۳	مشرق	مشرقی
۲۸۶	۲	Temeswar	Temesvar
"	۷	سائل	ساحل
"	۱۷	کورنث	کورنت
"	۲۱	Peter Wardien	Peter Wardein
۲۸۸	۱۱	Pultowa	Pultava
۲۹۰	۳	Coupdetal	Coup d' état
"	۲۳	Dewite	de Witt,
۲۹۲	۲	Kalkstien	Kalkstcin
۲۹۵	۷	برنیل	جرنیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۶	۱	Stoltein	Stettin
"	"	Griefswald	Greifswald
"	۹	St-Germain en laye	St. Germain en laye
"	۱۱	ے	نے
۲۹۷	۱۰	+	جسوقت مغرب کی
۲۹۸	۲۴	منقسیم	منقسم
"	"	تنازعے	تنازع
۲۹۹	۳	Narishkin	Naryshkin
"	۱۴	اددان	اوران
"	۱۹	Golistan	Golitsin
۳۰۰		Pereyas laul	Pereyaslaul
۳۰۱	۱۸	Lafort	Lefort
۳۰۳	۲۵	Dardenelles	Dardanelles
۳۰۴	۲	Stalhovo	Stolhovo
۳۰۵	۲	سدھاکوپن	سیدھاکوپن
"	۱۴	زرک	زرگ
"	۲۰	Lethuania	Lithuania
"	"	فرونش	فروتش
۳۰۵	۲	Fravensladt	Fravenstadt
"	۲۵	Palkul	Patkul
۳۰۶	۱۰	Germaine	Germain
۳۰۷	"	کیریلیہ	کیریلیا
"	"	Ceralia	Carelia
"	۲۴	Kevel	Revel
۳۰۸	۴	کی	کو
۳۰۹	۷	جزیرہائے	جزیرہ ہائے
"	۹	Shleswig	Schleswig
۳۱۰	۱۵	Calowitz	Carlovitz
"	"	وپیسااوورٹنر	اوپیسااوورٹنر
	۱۶	Passarovits	Passarovitz
۳۱۲	۴	کوئی	لوئی
"	۱۲	ہسیانوئی	ہسپانوی
"	۱۷	Lovise	Louise
۳۱۳	۸	Wittelbock	Wittelbach
"	۱۶	باب	باپ
۳۱۴	۲۴	Princo	Prince
"	۵	وارثت	وراثت
"	۲۲	سی	اسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۶	۱۸	وارثت کے	وراثت کی
۳۱۷	۴	سفر	مصر
〃	۶	نوجوانوں	نوجوان
〃	۲۱	نذرلینڈ	نیدرلینڈ
۳۱۸	حاشیہ نمبر ۲ سطر ۷	×	Adoption
〃	•	•	by Louis of a Policy of
〃	•	•	Partition
〃	۱۶	-Counte	-Comte
〃	۱۷	کھنچے	کھینچے
〃	حاشیہ نمبر ۲ سطر ۱۹	×	Mistrust of William III
〃	•	•	and Heinsius
۳۱۹	۵	دارسائے	وارسائے
۳۲۰	〃	نذرلینڈ	نیدرلینڈ
۳۲۲	۱۵	Sibastian	Sebestian
〃	حاشیہ ۱ سطر ۱	Port	Ports
〃	〃	St.	Santo
〃	۲۷	اپور	پور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۲	حاشیہ ۱ سطر ۲	Piomdino	Piombino
۳۲۴	۳	Savay	Savoy
〃	حاشیہ نمبر ۲ سطر ۷	Victor Amddens	×
〃	۱۶	Luramburg	Luxemburg
۳۲۵	۱	رانہیں	رازمیں
〃	۱۱	بٹھاتا	بٹھانا
۳۲۷	۳	Veniee	Venice
〃	۱۱	Lyous	Lyons
〃	۱۹	لگر	لگر
۳۳۰	۲	Neuberg	Neuburg
〃	۲۴	Ble Court	Blecourt
〃	〃	Harcourt	Harcourt's
۳۳۲	۴	Duc d'	Duke of
〃	۵	Ducde	Duc de
〃	۱۹	Beau villiers	Beauvilliers
〃	۲۲	mde	Madame
۳۳۳	حاشیہ ۱		
۳۳۴	سطر	Messicurs	Messieurs

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۳	حاشیہ سطر	dè	d'
〃	〃	Eopagne	Espagne
۳۳۵	حاشیہ سطر	Shafiesburry	Shaftesbury
〃	〃	Whigamoro	Whigamore
۳۳۶	۱۱	ننڈلینڈ	ندرلینڈ
〃	حاشیہ سطر ۱	Ilńy	Il ńy
〃	〃	Pgrinces	Pyrenees
۳۳۷	۱	کی	کے
〃	〃	بالارادہ شرمناک کام	شرمناک کام بالارادہ
〃	۲	بین الاقومی	بین الاقوامی
۳۴۳	۲۴	ہسی	ہیسے
۳۴۴	۲	لی	لیے
〃	۳	تنذ	نند
〃	۱۵	Catinets	Catinat
〃	〃	Milan	Milanese
۳۴۵	۶	Piacheuza	Piaceuza
〃	۲۵	Breschia	Brescia
۳۴۹	۲۰	شہنشاہیوں	شہنشاہیوں
۳۴۹	۳	Soult	Soult's
۳۵۰	۲۲	Terlement	Tirlemont
〃	۱۵	مولش	مونس
〃	۱۶	Mols	Mons
		Rioremond	Ruremonde
۳۵۱	۴		
۳۵۲	۸	Strasberg	Strasburg
〃	۱۲	Stiram	Stirum
〃	۲۳	Denauworth	Donauworth
۳۵۳	۲	Kuffstien	Kufstein
〃	۹	Tyrolese	Tiralese
〃	۱۳	اٹھادئے	اٹھادے
〃	۱۴	Hockstadt	Hochstadt
〃	۲۰	سیوئے	سوائے
〃	۲۴	Camisard	Camisards
۳۵۴	۱۹	ہواا ور	ہواور
۳۵۵	۳	نند	نذر
〃	۵	میلنز	مینز
〃	۹	راوئے	روائے
〃	۱۳	مینفنز	مینز
〃	۱۸	باڈئن	باڈین
〃	۱۹	بغرض	بفرض
〃	〃	راوئے	روائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۶	۹	سنیپے	خیمے
〃	۲۲	کی	سکے
۳۵۷	۲	فرنسیوں	فرانسیسیوں
〃	۵	O utts	Cutts
〃	۸	dū	du
۳۵۸	۶	کرہ داُس	کراُس
〃	۲۴	فرانسیسوں	فرانسیسیوں
۳۵۹	حاشیہ محاذی سطر ۱۴ و ۱۵	×	Marlborough forces the lines of the mehaigne 1705
۳۶۰	حاشیہ محاذی سطر ۷		Campaign of 1706
۳۶۱	۲۳	خطہ	خط
〃	۲۵	Mettiuen	Methuen
۳۶۲	۱	پرنگالیہ	پرتگالیہ
〃	۸	آرل	ارل
۳۶۴	۶	برگندی	برگنڈی
۳۶۵	۲	لیگ	جنگ
〃	۷	Tories	Tory
۳۶۵	حاشیہ محاذی سطر ۱۳ و ۱۴		Exhaustion of France
۳۶۷	۴	یلا	پلا
۳۶۸	۱۷	کاور	اور
〃	۱۹	دھری	دھری
〃	۲۱	جوزف	جوزف
۳۶۹	۲۳	Hudson	Hudson's
۳۷۲	۸	کے نادا	کے ناڈا
〃	۲۴	لائٹن	رائٹن
۳۷۴	〃	جانے	جمانے
〃	۲۵	نیس	نیش
۳۷۵	۱۶	جاتے ﺅ	جاتے ہیں تو
ضمیمہ الف صفحہ ۱	۱	بابائی	پاپائی
〃	۱۳	پانشر	پانز
۰ب	۵	ابرت	البرٹ
〃	۷	میدیچی	لیڈیچی
〃	〃	۱۶۱۰	۱۶۱۰ء
〃 〃	۹	۱۶۴۴	۱۷۴۴
〃 〃	۱۰	ٹیرلیسا	ٹیریسا